188839

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188839

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—552—7-7-66—10,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۲۵۹۷۱ Accession No. ۱۰۷۴۹

Author ۱۵۷۶۹

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن

جلد سوم

سیرۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ واھل بیتہ وسلم

از

علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری پنشنر جج ریاست پٹیالہ

پبلشرز

شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

قیمت بغیر جلد ۸؍ مجلد بتے

Checked 1975

فہرست مضامین رحمۃ للعالمین جلد سوم

مضامین	صفحہ
مقدمہ مولانا سید سلیمان ندوی	۸
تمہید از مصنف	۱۱
باب اوّل خصائص النبی	۱۳
خصوصیت نمبر۱	۱۴
خصوصیت نمبر۲	۲۰
خصوصیت نمبر۳	۲۱
خصوصیت نمبر۴	۲۲
خصوصیت نمبر۵	۲۵
خصوصیت نمبر۶	۲۸
خصوصیت نمبر۷،۸،۹	۳۲
خصوصیت نمبر۱۰	۳۵
خصوصیت نمبر۱۱	۴۰
خصوصیت نمبر۱۲	۴۴
خصوصیت نمبر۱۳	۵۵
خصوصیت نمبر۱۴	۵۸
خصوصیت نمبر۱۵	۶۰
خصوصیت نمبر۱۶	۶۷

مضامین	صفحہ
خصوصیت نمبر۱۷	۷۱
عرب کے حالات	۷۲
یہود کے حالات	۷۲
نصاریٰ کے حالات	۷۸
ہنود کے حالات	۸۱
مجوس کے حالات	۸۳
خصوصیت نمبر۱۸	۸۴
خصوصیت نمبر۱۹	۸۶
خصوصیت نمبر۲۰	۹۱
خصوصیت نمبر۲۱	۹۳
خصوصیت نمبر۲۲	۹۶
خصوصیت نمبر۲۳	۹۹
خصوصیت نمبر۲۴	۱۰۳
خصوصیت نمبر۲۵	۱۰۸
خصوصیت نمبر۲۶	۱۲۳
حالات نوح علیہ السلام	۱۲۴
حالات ابراہیم علیہ السلام	۱۲۴
حالات اسحٰق علیہ السلام	۱۲۵
حالات یعقوب علیہ السلام	۱۲۵

مضامین	صفحہ
حالات یوسف علیہ السلام	۱۲۶
حالات داؤد علیہ السلام	۱۲۶
حالات سلیمان علیہ السلام	۱۲۷
حالات ایوب علیہ السلام	۱۲۸
حالات موسیٰ علیہ السلام	۱۲۹
حالات ہارون علیہ السلام	۱۲۹
حالات زکریا علیہ السلام	۱۲۹
حالات یحییٰ علیہ السلام	۱۲۹
حالات عیسیٰ علیہ السلام	۱۳۰
حالات الیاس علیہ السلام	۱۳۱
حالات اسمٰعیل علیہ السلام	۱۳۲
حالات الیسع علیہ السلام	۱۳۲
حالات یونس علیہ السلام	۱۳۲
حالات لوط علیہ السلام	۱۳۳
خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ	۱۳۶
نصرت بالرعب	۱۳۷
بعد کے زمین کا طہور ہونا	۱۳۹

مضامین	صفحہ
حلت مغانم	۱۴۰
منصب شفاعت	۱۴۱
عطیہ جوامع الکلم	۱۴۵
خصوصیات معراج	۱۴۷
آسمان پر انبیا کی ملاقات کا راز	۱۵۶
قرآن کریم اور معراج	۱۵۸
بیداری و خواب کی بحث	۱۶۰
معجزات نبویہ	۱۶۳
پانی کا معجزہ	۱۶۹
دودھ میں برکت	۱۷۵
تکثیر طعام	۱۷۸
حنین جذع	۱۸۰
حیوانات پر اثر	۱۸۵
معجزہ شق قمر	۱۸۷
معجزات قسم دوم	۱۹۱
اطلاع اخبار مستقبلہ	۱۹۱
جہاد بحری کی اطلاع	۱۹۳
ایک پیشگوئی	۱۹۳
فتوحات ممالک کی پیشگوئی	۱۹۴
فتح مصر کی پیشگوئی	۱۹۵
عرب کے متعلق پیشگوئی	۱۹۵
شاہ ایران کے متعلق پیشگوئی	۱۹۶
۳۹۳ سال پیشتر کی پیشگوئی	۱۹۷
۶۵۴ سال پہلے کی پیشگوئی	۱۹۸
۶۵۶ سال پہلے کی پیشگوئی	۱۹۹
۷۰۰ سال پہلے کی پیشگوئی	۱۹۹
۸۵۵ سال پہلے کی پیشگوئی	۱۹۹
۱۳۴۸ سال پہلے کی پیشگوئی	۲۰۰
زمانہ حال کی پیشگوئی	۲۰۰
دور حاضر کی پیشگوئی	۲۰۱
معجزات قسم سوم	۲۰۲
قتل سے مصئون رہنے کی دعا	۲۰۳
دعائے عفت	۲۰۳
سائب بن یزید کے لئے دعا	۲۰۶
عبدالرحمٰن بن عوف کیلئے دعا	۲۰۶
انس بن مالک کیلئے دعا	۲۰۶
مالک بن ربیعہ کیلئے دعا	۲۰۷
تکبر کی سزا	۲۰۷
شکستہ استخوان کا معجزہ	۲۰۷
اسماء الرسول صلعم	۲۰۸
سنت مصطفویہ	۲۳۲
المعونۃ راس مالی	۲۳۲
العقل اصل دینی	۲۳۶
الحب اساسی	۲۳۸
الشوق مرکبی	۲۴۲
ذکر اللہ انیسی	۲۴۴
الشفقۃ کنزی	۲۵۰
الحزن رفیقی	۲۵۱
العلم سلاحی	۲۵۳
الصبر ردائی	۲۵۷
الرضا غنیمتی	۲۶۳
العجز فخری	۲۶۶
الزہد حرفتی	۲۶۸
الیقین قوتی	۲۶۹
الصدق شفیعی	۲۷۱
الطاعۃ حسبی	۲۷۳
الجہاد خلقی	۲۷۴
قرۃ عینی فی الصلوٰۃ	۲۷۶
باب دوم خصائص القرآن	۲۷۹
ضرورت قرآن	۲۸۰
فصاحت و بلاغت قرآن	۲۸۲
معانی عالیہ و مضامین نادرہ	۲۹۵
تاثیر قرآن	۲۹۸
نمونہ تعلیم قرآن	۳۰۰
قبولیت قرآن	۳۰۱
خصوصیات قرآن مجید	۳۰۲

مضامین	صفحہ
قرآن مجید کا مصنف	۳۱۰
قرآن مجید کی پیشگوئیاں	۳۱۲
پہلی پیشگوئی کہ اس کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا	۳۱۳
دوسری پیشگوئی کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا	۳۱۴
نقشہ حروف تہجی	۳۲۰
تیسری پیشگوئی بابت جمع قرات	۳۲۳
چوتھی پیشگوئی کہ قرآن مجید حفظ یاد رکھا جائے گا	۳۲۲
پانچویں پیشگوئی کہ قرآن مجید کا حفظ کرلینا آسان ہوگا	۳۲۴
چھٹی پیشگوئی کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی	۳۲۵
ساتویں پیشگوئی کہ کوئی بطلان قرآن کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے گا	۳۲۵
اسلام کے متعلق چار پیشگوئیاں	۳۲۶
پہلی پیشگوئی	۳۲۶
دوسری پیشگوئی	۳۲۷
تیسری پیشگوئی	۳۲۸

مضامین	صفحہ
چوتھی پیشگوئی	۳۳۱
پیشگوئی کہ لڑائیوں میں مسلمان ہی غالب رہیں گے	۳۳۳
پیشگوئی کہ روئے زمین پر مسلمانوں کو حکومت حاصل ہوگی	۳۳۳
پیشگوئی کہ اہل ایمان کی دینوی حالت اچھی ہو جائے گی	۳۳۴
مہاجرین کے متعلق پیشگوئیاں	۳۳۵
پیشگوئی کہ تنگدستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے	۳۳۶
پیشگوئی کہ عرب میں بت پرستی معدوم ہو جائے گی۔	۳۳۷
پیشگوئی کہ مہاجرین کو دنیا میں اچھا ٹھکانا ملے گا	۳۳۸
پیشگوئی کہ اصحاب رسولؐ ترقی و کمال حاصل کرینگے	۳۳۹
زید بن حارثہ کے متعلق پیشگوئی۔	۳۴۰
غیر اقوام کے مسلمان ہونے کی پیشگوئی	۳۴۱
اہل ایمان کے متعلق پیشگوئیاں	۳۴۱
پیشگوئی کہ قرآن مجید کے مخاطبین اولیٰ میں فتنہ عام برپا ہوگا	۳۴۶

مضامین	صفحہ
مستہزئین مکہ کے خلاف پیشگوئی	۳۴۷
قریش کے دشمنوں کے متعلق پیشگوئی	۳۴۹
کفار مکہ کے متعلق پیشگوئی	۳۵۱
کفار عرب کیلئے پیشگوئی	۳۵۱
پہلی پیشگوئی کہ وہ مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے	۳۵۱
دوسری پیشگوئی کہ مشرکین عرب مرعوب ہو جائیں گے	۳۵۲
اہل مکہ کیلئے دو پیشگوئیاں	۳۵۳
ابولہب کے متعلق پیشگوئی	۳۵۳
ابولہب کی عورت کے متعلق پیشگوئی	۳۵۴
منافقین کے متعلق پانچ پیشگوئیاں	۳۵۵
مخلفین جہاد کے متعلق دو پیشگوئیاں	۳۵۷
غزوات نبوی کے متعلق تین پیشگوئیاں	۳۶۰
یہود اور منافقین کے معاہدات پر دو پیشگوئیاں	۳۶۴

مضامین	صفحہ
مسلمانوں کی تعداد کے متعلق پیشگوئی	۳۶۶
یہودیوں کے متعلق ۹ پیشگوئیاں	۳۶۹
عیسائیوں کے متعلق ۴ پیشگوئیاں	۳۷۳
سلطنت روما و ایران کے متعلق دو پیشگوئیاں	۳۷۴
قرآن مجید میں اخبار غیبیہ	۳۷۶
باب سوم **خصائص الاسلام**	۳۷۸
اسلام ہی دین التوحید ہے	۳۷۰
اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے	۳۸۶
اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلم ہے	

مضامین	صفحہ
اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسائل کو حل کیا	۴۰۰
اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے	۴۰۲
تذییل	۴۰۹
اسلام ہی دین العمل ہے	۴۱۱
اصول ارشاد سوار سیٹ	۴۱۳
اسلام ہی بانی اخوت ہے	۴۱۷
اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند کیا	۴۲۵
اسلام ہی غیر متعصب دین ہے	۴۲۹
اسلام ہی دین المحبت ہے	۴۳۷
اسلام ہی مساوات کا بانی ہے	۴۴۵
اسلام ہی نے حکومت میں عامۃ الناس کو حصہ دلایا	۴۵۱
اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے	۴۵۴

مضامین	صفحہ
اسلام ہی اپنے عہد دو گہوارہ میں آج تک قائم ہے	۴۵۶
اسلام ہی دین متمدن ہے	۴۵۸
اسلام ہی فیضان رسال دین ہے	۳۶۳
اسلام ہی نے ہدایت الہیہ کو ربوبیت خالقیہ کی طرح کل عالم کے لئے عام بنایا	۴۶۸
اسلام ہی دین ابر ہے	۴۷۴
اسلام ہی دین التقویٰ ہے	۴۷۶
اسلام ہی دین الصدق ہے	۴۸۰
اسلام ہی دین الحسن و الجمال ہے	۴۸۲
اشتہار تصانیف قاضی صاحب مرحوم	۴۸۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدمہ

رحمۃ للعالمین اور اس کا مصنف مرحوم

(از جناب علامہ سید سلیمان صاحب ندوی)

آج سے بیس سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سیرۃ نبوی کی تجویز اہل ملت کے سامنے پیش کی تھی اس کے جواب میں ہر طرف سے تائید کی آوازیں بلند ہوئیں صرف ایک آواز مخالفت میں اٹھی۔ یہ مولوی انشاء اللہ خاں مرحوم ایڈیٹر وطن کی آواز تھی۔ انہوں نے لکھا کہ قاضی محمد سلیمان صاحب چونکہ اس کے لکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں اس لئے مولانا شبلی کو تکلیف کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد خاموشی سے بیس برس گذر گئے اور دونوں مصنفوں کی تصنیفوں کی کئی جلدیں ارباب شوق کے سامنے پیش ہوئیں اور دونوں نے قبولیت کی عزت پائی۔ پھر یہ کس کو خیال آسکتا تھا۔ کہ یہ دونوں مصنف آگے پیچھے اس دنیا کو خیرباد کہیں گے اور ان دونوں کے بعد ایک متبسر شخص آئے گا جو فیوض و برکات کے ان دو مختلف سوتوں کو ملا کر ایک چشمہ بنا دے گا۔ خدا کے سامنے میں اس کی دی ہوئی اس عزت پر نازاں ہوں۔ کہ اس نے بزرگوں کے متروکات کی تکمیل کی سعادت میرے حصہ میں رکھی۔

رحمۃ للعالمین کے مصنف سے میں سب سے پہلے ۱۹۱۶ء میں واقف ہوا۔ جبکہ حافظ عبدالحلیم صاحب تاجر کانپور نے اپنے وطن بسی میں مرہند کے قریب جو ریاست پٹیالہ میں واقع ہے ایک یتیم خانہ کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی۔ مرحوم اس زمانہ میں ریاست پٹیالہ میں سشن جج تھے۔ وہ بھی ریاست کے دوسرے عہدہ داروں کے ساتھ بسی کے جلسہ میں آئے اور مجھ سے خلوص و محبت سے ملے اور دیر تک بعض پادریوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے چند مناظروں کا ذکر فرماتے رہے۔ یہ طرفین کی محبت کا پہلا

تخم تھا۔ جو مجدد الف ثانی کی سرزمین میں ہم دونوں نے بویا +

مرحوم مجھ سے عمر میں بہت بڑے تھے۔ اور میرے بزرگ تھے۔ مگر اُن کی طرف سے انکسار و تواضع نے اور میری طرف سے اعتراف اور اقرار نے اس تخم کی آبیاری کی اور رفتہ رفتہ اس درجہ اس میں بالیدگی ہوئی۔ کہ اس شجر طوبےٰ کے سایہ میں ہم نے بارہا بڑا آرام پایا ندوۃ العلما کی مجلس کے ہم دونوں ممبر تھے۔ اور اس تعلق سے سال میں ایک دفعہ ضرور یک جائی نصیب ہوتی ایک دفعہ جب وہ اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس منٹو کے صدر ہو کر آئے تو اعظم گڑھ آکر دار المصنفین میں بھی دو راتیں بسر کیں اور یہ پہلا موقع تھا۔ کہ میں نے جانا۔ کہ موصوف عامل بالحدیث ہیں۔ ایسے خاموش آمین بالجہر کرنے والے کو آنکھوں نے سب سے پہلی دفعہ دیکھا۔ اور لطف روحانی اٹھایا۔ میں نے حیرت سے پوچھا یہ کیا ہے فرمایا یہ تو مدت العمر سے ہے +

مرحوم میں روشن خیالی کے ساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یک جا تھی۔ وہ علم کے ملا اور دل کے صوفی تھے۔ صاف ستھرے رہتے تھے۔ تبلیغ کے لئے زاہد تھے۔ صلح پسند اور خاکسار تھے۔ علم کی نمائش پسند خاطر نہ تھی۔ اور ان سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت تھی۔ دو حج کئے۔ اور آخر دوسرے حج میں دیار حبیب میں اپنی جان۔ جان آفرین کے سپرد کی اور عبودیت کا سر اس آستانۂ اقدس پر اس طرح جھکایا۔ کہ پھر نہ اُٹھایا عشق باطن نے ظاہری نعمت کے ساتھ باطن کی سعادت یہ بخشی۔ کہ اُس سرزمین میں ان کو ہمیشہ کے لئے جگہ دی جس کے ذرہ ذرہ کے ساتھ اُن کی رگ رگ کو دلبستگی تھی۔

مرحوم نے اسلام کے فضائل میں اور تفسیر و تاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں مگر ان سب میں بہتر اور جامع اُن کی تصنیف رحمۃ للعالمین ہے جس کے دو حصے خود اُن کی زندگی میں چھپ چکے تھے۔ اور مقبول ہو چکے تھے۔ اور اب یہ تیسرا حصہ اُن کے بعد شائع ہو رہا ہے۔ اس حصہ کا موضوع اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے امتیازی خصوصیات ہیں۔ ناظرین دیکھیں گے کہ ایک عاشق رسول کے قلم نے عشق و محبت کے نشۂ سرور میں علم و عقل کی فرزانگی اور ہوشیاری کے ساتھ نکتہ رسی اور دیدہ وری کی کیا کیا

صنعت کاریاں کی ہیں۔ افسوس کہ یہ چشمۂ فیض اب ہمیشہ کے لئے خشک ہو گیا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ جب تک ہندوستان میں اسلام کا دریا لہریں لیتا رہے گا رحمۃ للعالمین کے یہ کاغذی نقینے مسلمانوں کی سلامتی ایمان کے لئے اس میں چلتے پھرتے تیرتے اُبھرتے رہیں گے ۔

مرحوم نے رحمۃ للعالمین لکھی۔ رب العالمین نے اس دنیا میں اُس کو قبول کے شرف سے ممتاز کیا۔ امید ہے کہ اُس کی رب العالمینی اور اُس کے رسولؐ کی رحمۃ للعالمینی دوسری دنیا میں بھی اُس کی چارہ نوازی کرے گی ۔

رحمۃ للعالمین کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے۔ مصنف مرحوم کو توراۃ اور انجیل پر کمال عبور حاصل تھا اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے اُس کو پوری واقفیت تھی۔ اسی بنا پر اُس کی یہ کتاب ان معلومات کا پورا خزانہ ہے۔

پیش نظر حصہ کہنے کو تو خصائص محمدی کے بیان میں ہے۔ مگر درحقیقت اس میں اسلام کے اُن امتیازات اور خصوصیات کا خاکہ ہے جس کی بنا پر اُس کو "دین کامل" کا خطاب ملا ہے اسی طرح اس میں آں حضرت صلعم کے وہ فضائل و محامد درج ہیں جن کی بنا پر آپ کو خاتم النبیین اور مکمل دین کا پُر فخر خطاب باری تعالیٰ سے عطا ہوا ہے۔ مصنف کے دلائل ایسے دل نشین اور طرز ادا ایسا متین ہے کہ اس کی یہ تصنیف ہر صاحب ذوق کے لئے باعث تسکین ہو سکتی ہے۔ زمانہ حال نے خیالات میں جو تغیر اور طریق تبلیغ میں انقلاب پیدا کیا ہے۔ مصنف مرحوم نے اس کی پوری نگہداشت کی ہے اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الوف التحیات والسلام کے وہ تمام امتیازات اور محاسن جو اس دور میں کسی حیثیت سے بھی پیش کرنے کے لائق تھے۔ مرحوم نے اُن کا پورا استقصا کیا ہے اور کہیں سے کسی کار آمد نکتہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے ۔

مناظرانہ طریق تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا سخت مشکل کام ہے۔ مگر جس طرح خود مصنف مرحوم اس وصف میں ممتاز تھے۔ اسی طرح اُن کی یہ تصنیف بھی اس وصف میں امتیاز خاص رکھتی ہے۔ پوری کتاب مناظرہ اور احقاق حق کی روداد دل سے لبریز ہے

تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔

اگر اس دنیا کی مقبولیت سے اُس دنیا کے اجر جزیل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تو یہ کہتے میں قلم کو باک نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مصنف مرحوم کے جلائل اعمال میں اس تصنیف کا شمار ہوا ہوگا۔ اور غالباً یہی اُن کا ایک کام اُن کی مغفرت اور نجات کے لئے کافی ہوگا۔ کتاب کے دو پہلے حصوں نے عام ناظرین کے علاوہ اسلامی مدارس و مکاتب میں درس کی حیثیت سے بھی جگہ پائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ حصہ بھی اسی قدر مقبول ہوگا۔ اور عام مسلمان اور طلبہ اُس کے مضامین سے مستفید اور اُس کے مطالب سے بہرہ مند ہوں گے ۔

کسی مصنف کی یہ خوش قسمتی کیا کم ہے۔ کہ اُس کے مرنے کے بعد بھی اُس کے قلم کا فیض جاری رہے۔ انسان فانی مگر اُس کا عمل باقی ہے۔ مرحوم مصنف خاک کے کسی گوشہ میں آسودہ ہے۔ مگر اُس کے ہاتھ کی جنبش نے کاغذ کے صفحات پر اخلاص و نیاز کے ساتھ جو گلکاریاں کی ہیں اُس کی بہار انشاء اللہ سدا قائم رہے گی۔ اور اُس کی خوشبو ایمان کے مشام جان کو ہمیشہ معطر رکھے گی ۔

ناظرین میرے ساتھ دست بدعا ہوں کہ مرحوم کو رضائے الٰہی کی بہشت جاوید میں درجات عالیات نصیب ہوں۔ کہ اُس کے قلمی احسانات کا ہماری طرف سے یہی زبانی شکریہ ہو سکتا ہے۔ والسلام ۔

۲۹ محرم ۱۳۵۲ھ

سید سلیمان ندوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ رَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّبِیِّیْنَ۔ وَاِلٰہُ الْمُرْسَلِیْنَ۔ قَیُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الْمَبْعُوْثُ بِالصِّدْقِ وَالنُّوْرِ الْمُبِیْنِ وَرَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔ فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَخُلَفَائِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اٰمِیْنَ اِلٰہَ الْحَقِّ اٰمِیْنَ

اما بعد۔ ناظرین کی خدمت میں کتاب رحمۃ للعالمین کی یہ جلد سوم نہایت ادب سے پیش کی جاتی ہے اس جلد کے مضامین عرصہ ہوا۔ کہ قلمبند کئے جا چکے تھے۔ لیکن سیرت نگار کے بیمار ہو جانے سے فراہمی و ترتیب مضامین میں تاخیر پر تاخیر ہوتی رہی +

احباب کا شوق اور تقاضے اور راقم الحروف کی ندامت بڑھتی رہی۔ اب ان مضامین کو فراہم کر دیا گیا ہے۔ لازم تھا۔ کہ نظر ثانی کر لی جاتی۔ مگر سفر حج کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور یہ ضروری کام رہ گیا۔ اب تو کلا علی اللہ روانگی سفر مبارک سے پیشتر ان اوراق کو مطبع میں روانہ کر رہا ہوں[1] اللہ تعالےٰ میری لغزشوں کو معاف فرمائے +

---

[1] مصنف رحمۃ اللہ کا ارادہ یہی تھا۔ مگر افسوس کہ وہ پورا نہ ہو سکا اور آپ مسودہ نظر ثانی کے لئے اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ چنانچہ ریل اور جہاز میں یہی کام کرتے رہے اور چند نئے ابواب کا اضافہ بھی کر دیا اور مکہ معظمہ پہنچنے تک اسے بالکل مکمل کر دیا۔ واپسی پر جہاز ہی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اور یہ مسودہ کچھ عرصہ تک آپ کے اسباب ہی میں بند پڑا رہا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اب زیور طبع سے مزین ہو کر ناظرین ہو رہا ہے۔ اسی اثنا میں ہم نے مصنف رحمۃ اللہ کی سیرت بھی مرتب کر لی ہے۔ جو مسلمان کمپنی سوداگران ضلع گوجرانوالہ نے شائع کر دی ہے۔ آپ وہاں سے منگا کر ملاحظہ فرما سکتے ہیں ۔

خادم عفی عنہ

قبل ازیں اس کتاب کی جلد اوّل اور دوم شائع ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جو قبولیت عام ان کتابوں کو عطا فرمائی ہے۔ وہ محض اُسی کا فضل خاص ہے۔

بندہ مستمند نقش نگار حروف چند کے فہم و تصور سے بالاتر تھا۔ کہ یہ کتاب مدارس اسلامیہ کے نصاب درسیہ میں داخل کی جائے گی۔ اور جامع عثمانیہ دکن جامع عباسیہ بہاول پور۔ وندوۃ العلما لکھنؤ و دیوبند و حمایت اسلام لاہور کے صاحبان فضل و کمال ان کتابوں کو جزو تعلیم قرار دیں گے۔ اور جملہ مدارس ثانویہ اسلامیہ میں اس کی تدریس لازمی قرار دی جائیگی +

امید ہے کہ اب فتاح العلوم اس جلد سوم کو بھی حسن قبول کے شرف سے مشرف فرمائیگا۔ اور بزرگان دین و علمائے صدق اس کتاب کا ملاحظہ مربیانہ التفات سے کریں گے +

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيَّ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ +

خاکسار۔ محمد سلیمان سلمان منصورپوری

(پٹیالہ۔ پنجاب)

باب اوّل

خصائص النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خصوصیات نبوی کے متعلق متقدمین کی بھی چند کتابیں ہیں۔ جو اُسی زمانہ کے ایک خاص گروہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے موزوں کہی جاسکتی ہیں۔

معہذا جو کچھ پہلے لکھا جاچکا ہے۔ اُسی کو دُہرانا متلاشیان مزید کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا۔

خصائص النبی کو اگر پوری وسعت کے ساتھ لکھا جائے تو ایک ضخیم دفتر بن جائے لہذا جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ صرف "ماحضر" کی تحت میں ہے۔ خصائص کا استنباط زیادہ تر آیات قرآنیہ سے کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ ہی اپنے حبیب کی خصوصیات کا جاننے والا۔ اور وہی اس کنز مخفی کی مفتاح عطا فرمانے والا ہے۔

کسی علم یا سوء فہم کی وجہ سے جو غلطی مجھ سے ہوئی ہو۔ اللہ تعالےٰ معاف فرمائے۔

یہ باب دو فصول پر مشتمل ہے۔ اوّل خصوصیات وجودگرامی۔ دوم خصوصیات نبوت جس کے فیضان میں عالم وعالمیان بھی داخل ہیں۔ آخر میں ایک حدیث پاک سے حدیقہ محمدیہ کی توضیح کی گئی ہے۔ نیز اسماء مبارکہ میں سے چند اسماء عالیہ کے معانی لکھ کر باب ہذا کو ختم کیا گیا ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

فصل اوّل

خصوصیّت نمبر ۱

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں (الفتح ع ۵)

آیت بالا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی ہے اور حضور کا منصب بھی بتا دیا گیا ہے ہر دو اعتبار سے آیت بالا خصوصیات نبویہ کی مظہر ہے +

(الف) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان کے اظہار میں حضور کا نام ہمایوں بھی اپنے اندر خصوصیت رکھتا ہے +

واضح ہو کہ انبیاء کرام علیہم السّلام میں سے کسی نبی کا نام بھی ایسا نہیں پایا جاتا۔ کہ وہ نام ہی اپنے مسمّٰی کے کمالات نبوّت کا شاہد عدل ہو۔ بطور نمونہ چند اسماء کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

آدم۔ کے معنی گندم گوں ہیں۔ ابو البشر کا یہ نام اُن کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے +

نوح۔ کے معنی آرام ہیں۔ باپ نے ان کو آرام و راحت کا موجب قرار دیا +

اسحٰق کے معنی ضاحک۔ یعنی ہنسنے والا ہیں۔ ہشاش بشاش چہرہ والے تھے +

یعقوب۔ پیچھے آنے والا۔ یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے +

موسیٰ۔ پانی سے نکالا ہوا۔ جب ان کا صندوق پانی میں سے نکالا گیا۔ تب یہ نام رکھا گیا +

یحییٰ۔ عمر دراز۔ بڑھے ماں باپ کی بہترین آرزوؤں کا ترجمان ہے +

عیسیٰ۔ سرخ رنگ۔ چہرہ گلگوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا +

اسماء بالا کو دیکھو۔ اور اُن کے معانی پر غور کرو۔ کہ وہ کسی طرح مسمّٰی کی عظمت روحانی یا نبوّت کی طرف ذرا سی بھی اشارت نہیں رکھتے +

مگر اسم "محمدؐ" کی شان خاص ہے +

حضور کا ذاتی نام محمد بھی ہے اور احمد بھی۔ ہر دو اسماء ذاتی ہیں وحدتِ مادہ موجود ہے۔ یعنی دونوں حمد سے بنے ہیں۔ اب معنی حمد کا سمجھنا ضروری ہوا ✤

جب صفات میں کمال اور نعوت میں جلال اور فطرت میں احسان بے غیر اور فیضانِ عالم کے فضائل جمع ہو جائیں۔ تو اس مجموعی کیفیت کا نام "حمد" ہوگا ✤

ثنا و تکریم۔ رفعت شان، و رفعتِ ذکر، اور استلزام جود و عطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد کی یہ جملہ صفات بدرجہ اکمل ذات پاک سبحانی میں پائی جاتی ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا حرفِ لام یہی بتلا رہا ہے اور اسم پاک حمید بھی اسی راز کا انکشاف کرتا ہے ✤

سیدنا حسان المؤید بروح القدس رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور قصیدہ کے مشہور بیت میں گویا اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ

مُحَمَّدٌ۔ حَمَّدَ (مضاعف) سے مبالغہ کے لئے ہے یہ اس لئے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے ہاں بھی محمود ہیں۔ ملائکہ مقربین میں بھی محمود ہیں۔ زمرۂ انبیاء و مرسلین میں بھی محمود ہیں اور اہل زمین کے نزدیک بھی محمود ہیں۔ جو لوگ حضورؐ کا کلمہ نہیں پڑھتے۔ وہ بھی اُن سجایا و شیم کے مداح ہیں۔ جن کا لزوم و ثبوت حضورؐ کے نام کے معنی اور حضور کی ذات گرامی سے بدرجہ اتم ہے ✤

ہاں حضور ہی "مقامِ محمود" والے ہیں۔ اور "لواء الحمد" حضور ہی کے رائت شاہی کا نام ہے حضورؐ کی اُمت کا نام بھی انہی مناسبات سے "حَمَّادُوْن" ہے ✤

محمد و احمد کے معانی میں الگ الگ فرق یہ ہے۔ کہ محمدؐ وہ ہے جس کی حمد و نعت جملہ اہل الارض والسماء نے سب سے بڑھکر کی ہو۔ اور احمد وہ ہے۔ جس نے رب السمٰوات والارض کی حمد و ثنا جملہ اہل الارض والسمٰوات سے بڑھکر کی ہو۔ لہٰذا اسم پاک عَلَم بھی ہے اور صفت بھی وہ اپنے معانی کے اعتبار سے کمالات نبوت پر دال ہے اور مدلول بھی ✤

یہ وہ خصوصیت ہے۔ جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء ساکت و خاموش ہیں ✤

(ب) اسم پاک کے ساتھ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا عَلَم بھی سورہ الفتح ع ۴ آل عمران ع ۱۵ میں موجود ہے ✤

رسول بروزن فعول بمعنی مرسَل ہے اللہ کی طرف مضاعف ہونے سے اس کے معنی یہ ہو گئے ہیں۔ کہ اُس کی رسالت صرف منجانب اللہ ہے وہ کسی دوسرے کا پیغام نہیں سناتا اور کسی دوسرے کی بات کا پہنچانا اُس کی شان سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ جہاں یہ لفظ بالکل مضاف قرآن مجید میں مستعمل نہیں ہوا۔ وہاں معرف باللام مستعمل ہوا ہے۔ اور اسی تخصیص کا عرفان دیتا ہے۔

آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کی تنزیل سے آشکار ہو گیا۔ کہ فرقان حمید میں جہاں کہیں بھی اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی دعی موجود ہے۔ اور جتنی آیات اس کی ہم معنے پائی جاتی ہیں۔ اُن سے حضورؐ ہی کی ذات بابرکات مقصود ہے اور حضورؐ ہی کو رب العالمین نے مطاع عالم اور سید الانبیاء والامم مقرر فرمایا ہے۔

یہ مسئلہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں جملہ اہل اسلام کا ایمان رہا ہے۔ مگر ہمارے زمانہ میں یہ عقیدہ محدثہ ایجاد کیا گیا۔ کہ رسول سے مراد آیات الٰہیہ ہیں خود قرآن ہے۔ لہذا اطاعت قرآن فرض ہے اور اطاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرض نہیں +

آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ رجوزیب عنوان ہے، کی مناسبت سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن مجید سے اس مسئلہ کا حل کیا جائے +

اہل ایمان کو تدبر قرآن سے صاف طور پر واضح ہو جائے گا۔ کہ لفظ رسول کا اطلاق صرف انبیاء کرام پر یا اُن ملائکہ پر جو رسالت کا کام سرانجام دیتے تھے۔ فرمایا گیا ہے۔ لیکن لفظ رسول کا اطلاق کسی کتاب پر کبھی نہیں ہوا۔ آیات ذیل پر غور کرو:۔

حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اے قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں۔ میں تو اللہ کا رسول ہوں +

حضرت ہود علیہ السلام کی زبان سے

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاھَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اعراف ع ۸

اے قوم مجھ میں نادانی کی کوئی بات نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں +

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے

وَقَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔	موسیٰ نے کہا اے فرعون میں پروردگار عالم کا رسول ہوں ✦
وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ۔ (صف ع ۱)	جب موسیٰ نے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو تم تو جان چکے ہو کہ میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں ✦

حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (النساء ع ۲۳)	مسیح اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول ہے ✦
مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ (مائدہ ع ۱۰)	مسیح بن مریم تو صرف رسول ہیں ✦
وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ (صف ع ۱)	عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں ✦

جبریل علیہ السلام کی زبان سے

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ (مریم ع ۱)	مریم سے جبریلؑ نے کہا۔ کہ میں تیرے رب کا رسول ہوں ✦

آیات بالا سے ہویدا ہے۔ کہ سیدنا نوح و ہود و موسیٰ و عیسیٰ اور جبریل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قرآن مجید میں رسول بتایا گیا ✦

فیصلہ طلب امر یہ رہ جاتا ہے۔ کہ سیدنا و مولانا محمد النبی الامی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول ہی فرمایا گیا ہے۔ تو پھر کیوں دیگر انبیاء کے ناموں کے ساتھ رسول بمعنی پیغامبر سمجھا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہی معنی کیوں نہ سمجھے جائیں ✦

ذیل میں وہ آیات درج ہیں جن سے کلمہ رسول اللہ کا ہونا حضور ہی کے لئے ثابت ہے وہاں تاویلاً بھی کسی کتاب سے مراد نہیں ہو سکتی ✦

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ۔ (فتح ع ۳)	اللہ نے اپنے رسول کا خواب ٹھیک سچا کر دکھایا ✦

یہ ظاہر ہے کہ خواب دیکھنا انسان کا کام ہے کتاب کا نہیں) ۔خواب نبی علیہ السلام نے

دیکھا تھا قرآن نے کوئی خواب نہ دیکھا تھا +

(د) إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ (منافقون ع ۱)

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری شہادت یہ ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہاں اللہ تو جانتا ہی ہے کہ آپ اس کے رسول ضرور ہیں +

منافقون کا آنا جانا دربار نبوی میں تھا۔ وہ لوگ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو مخاطب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا خطاب بھی نبی صلعم ہی کی جانب ہے۔ تین جگہ حرف "ك" خطاب موجود ہے +

(ر) بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ (فتح ع ۲)

ہاں تمہارے بُرے گمان تو یہ تھے۔ کہ رسول اور ایمان والے لوٹ کر اپنے اپنے کنبوں میں نہیں آئیں گے +

جانا۔ لوٹ کر آنا۔ بچ رہنا۔ کنبہ دار ہونا یہ صفات قرآن کے نہیں ہو سکتے۔ غور کرو۔ کہ رسول کو یہاں کنبہ دار۔ صاحب اہل وعیال بھی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ دیگر مومنین کو بھی کنبہ دار کہا گیا +

اس سے آگے بڑھو۔ تو ایسی آیات بھی متعدد ملیں گی۔ کہ نبی صلعم کا ذکر بشمول ذکر قرآن پاک ہے +

(الف) يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ (مائدہ ع ۱۰)

اے رسول پہنچا دیجئے۔ جو کچھ کہ آپ پر نازل کیا گیا ہے +

یقیناً قرآن مجید تو مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ ہے اور سیدنا محمد النبی الامی وہ رسول ہیں۔ جو آیت بالا میں مخاطب ہیں +

جسے بَلِّغْ فرمایا اور فرض تبلیغ اُن پر عائد کیا گیا ہے۔ ہاں یہ بھی غور کرو۔ کہ إِلَيْكَ کا مخاطب بھی رسول اللہ کے سوا اور کون ہے جس پر نزول قرآن ہوا +

(ب) كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ

ہم نے اپنا رسول تم میں بھیجا ہے جو تم میں سے ہے اور وہ ہماری آیات تم پر پڑھا کرتا ہے +

اَیاتِنَا تو قرآن مجید ہی ہے۔ اب اَرْسَلْنَا رَسُوْلًا کا مصداق کون ٹھہرا۔ وہ مِنْکُمْ والا کون ہے جسے قریش میں حسب ونسب بھی حاصل ہے۔ کلام اللہ المنان تو کسی حسب ونسب کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا +

(ج) لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (توبہ) — شاندار رسول تمہارے پاس آیا ہے۔ جو تم ہی میں سے ہے +

قرآن مجید کی ایسی کونسی شخصیت ہے جو نوع بشر کے ساتھ مشارکت بھی رکھتی ہے المختصر قرآن پاک نے نبی صلعم کا اسم وعلم بیان فرمانے کے بعد حضورؐ کا رسول ہونا۔ اور پھر بحکم الٰہی مطاع اور مفترض الطاعۃ ہونا ظاہر کر دیا۔ مگر قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر بھی اَلْقُرْاٰنُ رَسُوْلُ اللّٰہِ موجود نہیں +

نتیجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم نے نہایت جزم وقطعیت کے ساتھ بتلا دیا۔ کہ سیدنا و مولانا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول پاک ہیں جن کا اتباع فرض ہے اور وہی کل عالم وعالمیان کے مخدوم ومطاع ہیں +

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ (سورہ نساء) — ہم نے ہر ایک رسول کو اس لئے بھیجا کہ اُس کی اطاعت ہمارے اذن سے کی جائے۔

کا طغرا حضورؐ ہی کے لئے ہے اور

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (نساء) — جس نے اس رسول کی اطاعت کی۔ اُس نے اللہ کی اطاعت کی +

کا فرمان واجب الاذعان حضورؐ ہی کے احترام واحتشام میں نفاذ پذیر ہے۔ اور یہ ایسی خصوصیت ہے۔ جس نے حضورؐ کی شان ابد کو نہایت اونچ واعلیٰ ثابت کر دیا ہے +

جملہ آیات بالا سے ثابت ہو گیا۔ کہ محمد رسول اللہؐ وہی عبدؐ اللہ کا فرزند۔ آمنہؓ کا جایا۔ کی الدنی الامی الہاشمی القرشی الکنانی العدنانی فخر اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ۔ دعائے ابراہیم خلیل اللہ اور بشارت عیسیٰ مسیح علیہم السلام ہیں +

جن کی اطاعت، عالم وعالمیان پر تا انقراض عالم وعالمیان فرض عین ہے۔ اور یہ امر حضورؐ کی خصوصیت میں ہے +

خصوصیت نمبر ۲

رَسُوْلٌ مِّنْكُمْ (البقرہ ع ۱۸)

وہ رسول تم میں سے ہے

یہاں مِنْكُمْ کے مخاطب قریش مکہ بھی ہیں۔ جو سارے عرب میں مخدوم و مطاع مانے جاتے تھے +

نیز اس کے مخاطب جملہ بنی نوع انسان بھی ہیں +

لہٰذا قابل غور ہے کہ مِنْكُمْ فرمانے میں کیا خوبی و مصلحت ہے؟

واضح ہو کہ حضور سے پیشتر دنیا کی مشہور مشہور اُمم نے اپنے اپنے مقتداؤں کو جنس انسانی سے بالاتر ہونے کی عزت دے رکھی تھی +

ہندوؤں میں ۳۲ کے قریب ایسے بزرگ ہیں۔ جن کے نام کے ساتھ اوتار کا خطاب لگا ہوا ہے۔ اوتار کے معنی ہیں کہ خود خدا منش (انسان) کے چولے میں آیا۔ یعنی ایشور نے تشکل مادی اختیار کر کے جامۂ مخلوق پہن لیا ہے۔ اور پھر انسان یا شیر یا خوک یا کچھوا وغیرہ بن کر اپنی قدرت الوہیت کے نمونے ظاہر کئے +

عیسائیوں نے بھی مسیح کو اوتار ہی کا درجہ دیا +

اہل تبت نے دُلائی لامہ کو خالقیت کی مسند پر بٹھلایا +

اہل انگلستان نے کنگ آرتھر کی گرسی کو معصوم و غیر معصوم کی شناخت کا آلہ ٹھہرایا +

اہل ناروے کا دو ڈھن بت صدیوں تک یورپ کا خدا بنا رہا +

تاتاریوں نے بھی النقوا بیگم کے مجہول النسب بیٹوں کو فرزندان نور قرار دیا +

زنان مصر نے بھی جمال یوسفی دیکھا۔ تو جھٹ اُن کے بشر ہونے کی نفی کر کے اُن کو فرشتۂ بزرگ کا لقب دیا +

ان حالات میں ایک سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو اس حقیقت کا انکشاف فرماتے ہیں۔ اور بشریت کو مخلوقیت کا برترین درجہ قرار دے کر خود کو بشر بتلاتے ہیں +

اسی پاک لفظ "مِنْكُمْ" نے ایک طرف انسان کا اشرف مکان ہونا بتلایا

اور دوسری جانب ان کوتاہ بینوں کو نظر بلند پرواز کا سامان بنایا۔ توہمات کے بادل چھٹ گئے ظنون واوہام کا پردہ چھٹ گیا۔ ناواقفیت کا حجاب اٹھ گیا اور نقش حقیقت لوح قلب پر جاگزین ہوا۔ کہ ہر ایک انسان اپنے اعلیٰ ترین کمالات اور اقتدار فوق الطبیعیات کو رکھتا ہوا بھی بشر ہی ہوتا ہے ✦

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلعم اس لئے سرور کائنات ہیں کہ کمالات عبدیت کا اتمام و اختتام حضور ہی کے عنصر شریف البشریت پر ہوا ✦

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا ہے ✦

هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا — نہیں ہوں میں مگر بشر اور رسول ✦

پس وَنَحْنُ نے درجہ بشریت کو بالاتر بنا دیا ہے اور نبی صلعم کی ذات بابرکات کو کوتاہ بینوں کی خیالی توجیہات سے ارفع و اعلیٰ ثابت کیا ہے جس سے حضورؐ کا رسول رب العالمین اور مبشر اجمعین ہونا ثابت ہو جاتا ہے ✦

خصوصیت نمبر ۳

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

تجھے علم سکھایا۔ ان چیزوں کا جن کا تجھے علم نہ تھا

قرآن مجید کی آیات متعددہ سے ثابت ہے کہ نبی صلعم نہ پڑھنا جانتے تھے اور نہ لکھنا جانتے تھے ✦

اب لفظ عَلَّمَكَ ظاہر کرتا ہے۔ کہ نبی صلعم کو اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم دی تھی ✦

دنیا میں شاگرد کو تعلیم قوت شنوائی و بینائی یعنی حسیات کے ذریعہ سے دی جاتی ہے پھر جب یہ تعلیم جو اس انسانی میں قیام پذیر ہو جاتی ہے۔ تو اس کا نام "تعلیم پا جانا" رکھا جاتا ہے ✦

انبیا کی تعلیم ان کے قلب سے شروع ہوتی ہے اُنْزِلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ لہٰذا اللہ کی

تعلیم دینے میں اور بندہ کی تعلیم دینے میں بڑا نمایاں تفاوت ہے +

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ہم تجھے پڑھائیں گے اور پھر تو نہ بھولے گا

تعلیم ربانی کا نسیان سے برتر ہونا وہ خصوصیت ہے جو دنیا کے کسی معلم یا متعلم میں نہیں پائی جاسکتی +

جب ہم قرآن پاک پر تدبر کی نگاہ ڈالتے ہیں اور احادیث پاک کو غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ ان میں احوال ماضیہ بھی موجود ہیں۔ اور اخبار مستقبلہ بھی مذکور ہیں اور عہد حال کے احکام بھی بکثرت ہیں تب یقین ہوجاتا ہے۔ کہ نبی الامی کو ٹھیک اللہ تعالیٰ ہی سے تعلیم ملی تھی جو ماضی و حال و استقبال کا علم رکھنے والا ہے +

نبی صلعم کے لئے یہ خصوصیت نہایت خاص ہے۔ کہ ایسی قوم میں پیدا ہوئے جن کو ان پڑھ ہونے پر فخر تھا +

ایسے ملک میں پیدا ہوئے جو نالک متمدن سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ پھر چالیس سال تک حضور کی زبان تعلیم و تعلم سے ناآشنا بھی رہی +

لیکن جب رب العالمین نے حضور کو اپنے تلمذ میں لیا تو حضور نے جملہ علوم و معارف اور حقائق و معانی کے دفتر کے دفتر کھول دیئے۔ آیت اولین۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۭ جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا +

پر نگاہ ڈالئے۔ کہ حضور کی الف باتا حقیقت خلقت انسانی سے شروع ہوتی ہے اور یہ وہ مسئلہ دقیق ہے۔ جس میں منتہی فلسفی بھی حیران ہیں +

لہذا آیت بالا حضور کی خصوصیت کی مظہر ہے +

خصوصیت نمبر ۴

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الشرح ع ۱)

کیا ہم نے تیرے سینہ کو نہیں کھول دیا

شرح صدر کے متعلق ایک وہ روایت ہے جسے صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کا تعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم صغر سنی سے ہے۔ جبکہ حضور دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ میں تھے۔ انس کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے سینۂ مبارک میں اثر مخیط بھی دیکھے تھے +

شرح صدر کے متعلق دوسری روایت صحیحین میں انس بن مالک بن صعصعہ والی ہے جس میں شق صدر شب معراج کو بمقام حطیم ہوا تھا +

قرآن مجید میں جس شرح صدر کا ذکر ہے۔ وہ روایات بالا کی تصدیق فرماتا ہے۔ اور بایں مہ وسیع تر معانی کا بھی اظہار کرتا ہے۔ آیات ذیل پر غور کرو +

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱) فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا (انعام ع ۱۵)

جس شخص کو اللہ راہ راست دکھانا چاہتا ہے اُس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس شخص کی گمراہی کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینہ کو تنگ و بھنچا ہوا کر دیتا ہے +

(۲) اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (زمر ع ۲)

بھلا جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف کے نور پر ہے +

(۳) وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ (نحل ع ۱۴)

لیکن جن کا سینہ کفر کے لئے کھلا ہے۔ اُن پر اللہ کا غضب ہے +

(۴) وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ (شعراء ع ۲)

میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان رواں نہیں +

(۵) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَ

کہا اے رب میرا سینہ کھول دے اور

وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ (طٰہٰ ۲۶) میرے کام کو آسان بنا دے ۔

آیت اوّل میں شرح صدر اُسی حالت کو فرمایا گیا ہے جب ہدایت الٰہی توفیق یار و رفیق سالک ہو جاتی ہے اور سینہ میں دین صحیحہ کا شوق جوش زن ہوتا ہے ۔

آیت دوم میں ہے کہ رغبت صحیحہ اور شوق اصلیہ کے بعد دین حقہ حاصل ہو جاتا ہے ۔ اور پھر برکات دین کے انوار کا حصول ہوتا ہے ۔

آیت سوم میں ہے کہ جس شخص کا سینہ ان وسیلان بجانب کفر ہوتا ہے ۔ وہی شرح بالکفر کا مصداق ٹھہرتا ۔ اور غضب الٰہی کا مستوجب قرار پاتا ہے ۔

آیات چہارم و پنجم موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیں ۔ جب اُن کو تبلیغ و انذار کے لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا ۔ تب انہوں نے اسی خدمت کو خوف و ہراس سے دیکھا اور عرض کیا کہ میرا سینہ اس بار خدمت سے بھینچا جاتا ہے ۔ اس حالت نے جرأت کو پیچھے ہٹا دیا ہے ۔ جب اُن کو اطمینان مزید منجانب اللہ عطا فرمایا گیا ۔ تب انہوں نے آیت پنجم والی دعا کا استعمال کیا ۔

پنجگانہ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کے لئے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ صداقت و حقانیت کا غلبہ ہو جائے اور قلب کو وہ اطمینان کلی مل جائے ۔ جو ہدایت و نور یقین فائز ہو جانے کے لئے کافی ہو ۔

نبی اللہ کے لئے شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ ابلاغ و انذار کے لئے ہمت عالی اور عزم راسخ اور استقامت محکم حاصل ہو ۔ کسی بادشاہ جبروت ۔ کسی کافر کی فرعونیت کا رعب سینہ صافی پر سایہ افگن نہ ہو سکے ۔ اپنی تنہائی ۔ بیکسی ۔ بے سروسامانی کا خیال بھی اُٹھ جائے ۔

اب آیت زیر عنوان کو سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے ساتھ ملا کر پڑھو کہ جب حضورؐ کو قُمْ فَاَنْذِرْ کا فرمان ملا ۔ تو حضورؐ نے کوئی عذر نہیں کیا ۔ کسی خوف و ہراس کا اظہار نہیں فرمایا ۔ تکذیب کا خوف قتل کا ڈر قلب پاک کے نزدیک بھی نہیں آسکے ۔ موسیٰؑ کو تو ایک فرعون کے پاس جانا تھا ۔ لیکن نبی صلعم کے معاندین میں سینکڑوں ہی فرعون طینت تھے ۔ فرعون تو ایک حکومت منتظمہ کا حکمران تھا ۔ اس لئے اس نے قتل موسیٰؑ کو باضابطہ کونسل میں پیش کر دیا تھا ۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۔ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ (شعراء ع ۳)

فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا کہ یہ تو بڑے علم والا جادوگر ہے اس کا ارادہ ہے کہ تم لوگوں کو جادو کی طاقت سے تمہارے ملک سے نکال دے اب تم بتلاؤ کہ مشورہ کیا ہے؟

سرداروں نے کہا۔ کہ موسیٰؑ اور اس کے بھائی کو مہلت دیجئے ✦

مگر عرب کے سفاک و خونریز تو نہ کسی کو نسل کی رائے کے پابند تھے اور نہ کسی سے مشورت کرنے کے روادار۔ نبی صلعم حکم ملتے ہی فوراً انذار و تبلیغ قوم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں ✦

وہ سینہ جو اب تک علوم دریہ سے بھی خالی تھا۔ نور و معرفت کا خزینہ اور ہدایت و عرفان کا گنجینہ بن جاتا ہے۔ ہزاروں درہزار علوم و حکمت کے رموز و اسرار اس سے نکلتے۔ اور اہل دنیا کو ظلمات سے نور میں لانے کا سبب ٹھہرتے ہیں ✦

آیات قرآنیہ پر تدبر کرنے والا جب دیکھے گا کہ شرح صدر وہ مقام رفیع ہے۔ جس کے لئے موسیٰؑ کو خود طلب و مسألت کرنی پڑی۔ اور نبی صلعم کو قبل از سوال یہ عطیہ عطا ہوا۔ اور پھر خود رب العالمین نے حضور سے اس کی تصدیق کا سوال بطور استفہام تقریری فرمایا۔ تو واضح ہو جاتا ہے کہ آیت بالا میں نبی صلعم کی خصوصیت علیا کا اظہار فرمایا گیا ہے ✦

خصوصیت نمبر ۵

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ (الشرح ع ۱)

ہم نے تیرے بوجھ کو تجھ پر سے اُتار دیا

وِزر۔ بارگراں کو کہتے ہیں۔ حَمَلَ وِزْرَ کسی دوسرے کو بارگراں سے سبکدوش کر کے خود اُس کی ذمہ داری کو لے لینا ہے۔ انہی معنی میں ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی گنہگار کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہ اُٹھائے گا ✦

وزیر۔ وہ عہدہ دار ہے جو سلطنت کی تمام ذمہ داریوں کا مرجع ہوتا ہے ✦

موسیٰؑ پر جب بار نبوت ڈالا گیا۔ تو اُنہوں نے دُعا کی تھی ✦

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِيْ (طٰہٰ - ع ۲)

میرے کنبہ میں سے ایک کو میرا وزیر بنا دے میرا بھائی ہارون اس منصب کا شایان ہے ✦

اس سے ظاہر ہے کہ فرائض نبوت کی ادائیگی کچھ آسان نہ تھی۔ موسیٰؑ نے تو پہلے ہی وزیر ملنے کی درخواست کر دی تھی۔ مگر نبی صلعم نے اس میدان میں یکہ و تنہا قدم رکھا تھا۔ اور آفتاب عالمتاب کی طرح فضا میں چھائے ہوئے تاروں کی کثرت پر یا عالم پر طاری شدہ گہری ظلمت پر نظر نہ کرتے ہوئے بذات واحد علم توحید اور رایت تبلیغ کو بلند فرمایا تھا۔ اس ایثار دیے جگری۔ اور اس اطاعت و فرماں برداری کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ خود حضور کی اعانت فرماتا۔ اور حضور کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے ✦

زبان عرب میں موازرت بمعنی معاونت مستعمل ہے وَازَرْتُ فُلَانًا مُوَازَرَةً کے معنی ہیں اَعَنْتُهٗ عَلٰى اَمْرِهٖ یعنی اُس کے کام میں مدد کی ✦

وہ بوجھ کیا تھا؟ مفسرین کے اقوال متعدد ہیں اور یہ ضروری ہے کہ بعض کو بعض پر ترجیح ہو۔ ترتیب کلام پر نظر غائر ڈالو۔ یہ آیت اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے درمیان واقع ہوئی ہے۔ لہٰذا یہ زیادہ موزوں ہے کہ اس آیت کا زمانہ بھی ہر دو حالتوں کے درمیان میں ہو ✦

اس وِزر کا اندازہ مندرجہ ذیل آیات سے ہو سکتا ہے ✦

(۱) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (شعراء)

کیا تم اپنی جان کو اُن کی اس حالت پر ہلاک کر دو گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے ✦

(۲) فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ - اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (یٰسین)

اُن کی باتوں سے آپ کے دل پر صدمہ نہ ہونا چاہیے ہم اُن کی چھپی اور کھلی حالت کو خوب جانتے ہیں ✦

اہل ضلالت کا کفر پر لزوم۔ شرک پر جمود۔ دلائل سمعیہ و براہین بصریہ پر التفات سے انکار۔ تقلید آباء پر اصرار۔ تحقیق حق سے فرار۔ فواحش کی کثرت۔ اباطیل کی اشاعت۔ انسانیت کا فقدان۔ سبعیت کا زور۔ یہ سب وہ امور تھے جن کا سننا۔ دیکھنا حضور پر بار خاطر تھا۔ قوم کا ایسی نجاست میں آلودہ ہونا حضور کے رحم پرور دل پر سخت صدمہ تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اعانت سے حضور کی تعلیم رفتہ رفتہ پھیلتی گئی۔ کفر و ضلالت کی تاریکیاں چھٹتی گئیں۔ رب العالمین نے

ملک کے گوشہ گوشہ سے اُن پاکیزہ منش لوگوں کو اُبھارا اور خدمت عالی میں اُن کو پہنچایا۔ جو اسلام کے لئے سابقین واوّلین ٹھہرے +

اُنہوں نے نہ صرف اپنے لئے غذائے روح حاصل کی۔ بلکہ سینۂ نبوی سے وہ دردِ دل بھی اخذ کیا۔ جو دردمندوں کا غمگسار، مظہر اور بیچارہ حوں کا چارہ کار بنایا۔ مثلاً عبد اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُموی۔ فہری۔ تیمی۔ مخزومی۔ اسدی۔ عدوی قبائل میں نورِ تبلیغ پہنچایا۔ سعد بن ابی وقاص زہری۔ سوّائی۔ اُمت وغلام کو مُسَیَّرٌ لَّا صَاحِبَهٗ مُسَیَّرَہ کی جماعت میں داخل کیا +

خاتم الخلفا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آلِ ہاشم و آلِ بنو طالب میں نصرت و معیت کا آوازہ لگایا۔ طفیل بن عمرو دوسی کے ریگستان میں اور عروہ بن مسعود ثقفی نے طائف کے کوہستان کی چوٹیوں پر اس پیغام کو پہنچایا۔ مصعب بن عمیرؓ نے مدینہ منورہ میں تبلیغ کا باقاعدہ مدرسہ کھولا۔ جعفر طیارؓ نے دربار حبش میں اسی پیام کی صدا بلند فرمائی +

یہ وہ نظارہ تھا۔ جس نے حضور کے بوجھ کو ہلکا کر دیا تھا۔ یہ وہ نظارہ تھا۔ جو حضور کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ بازو کی قوت اور کمر کی صلابت و استقامت اور قلب کا سکینہ بن گیا تھا +

فی الحقیقت یہ وہ کمال ہے۔ جو سیدنا و مولانا محمد النبی الامی صلعم کی خصوصیات میں سے ہے +

لہ روشن۔ خندہ رو۔ بشارت یافتہ چہرے +

خصوصیت نمبر ۶

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الشرح ع ۱)

ہم نے تیرا نام بلند کر دیا

بحر الکاہل کے مغربی کنارے سے لے کر دریائے ہوانگ ہو کے مشرقی کنارے تک کے رہنے والوں میں سے کون ہے جس نے صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ اذان کی آواز نہ سنی ہو۔ جس نے رات کی خموشی میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی سریلی آواز کو جان بخش نہ پایا ہو[1]+

یہی وہ الفاظ ہیں جو جاگنے والوں اور سونے والوں کو اُن کی ہستی کے بہترین آغاز و انجام کے اعلام سے سامعہ نواز ہیں+

کیا رفعت ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے۔ آج کسی بادشاہ کو اپنی مملکت میں کسی ہادی کو اپنے حلقہ اثر میں یہ بات کیوں حاصل نہیں کہ اُس کے مبارک نام کا اعلان ہر روز و شب اس طرح پر کیا جاتا ہو۔ کہ خواہ کوئی سننا بند کرے یا نہ کرے۔ لیکن وہ اعلان ہے کہ ہر دہائے گوش کو چیرتا ہوا تعمیر قلب تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔ ہاں وہ اعلان صرف اُس کے نام ہی کا اعلان نہیں۔ بلکہ اُس کے کام کا بھی اور صرف کام کا ہی نہیں۔ بلکہ اُس کے پیغام کا بھی اعلان ہے +

بیشک یہ اعلیٰ خصوصیت صرف اُسی برگزیدہ انام کے نام نامی کو حاصل ہے جس کی نعت

---

[1] بغوی نے بارناد الجبی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی حقیقت دریافت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تبلیغ کی کہ ذکر تو معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ کہ اس ارشاد الٰہی میں اذان و اقامت تشہد و خطبہ مراد ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں ؎

اغر علیہ للنبوۃ خاتم	من اللہ مشہور یلوح و یشہد
وضم الا لہ اسم النبی مع اسمہ	اذا قال فی الخمس المؤذن اشہد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ	فذو العرش محمود وہذا محمد

ذکر کا ذمہ دار خود رب العالمین بنا ہے۔ اور جس کی بابت یسعیاہ نبی کی کتاب میں پیشگوئی فرمائی گئی تھی۔ کہ مسیح کے نام کو برکت دی جائے گی +

(۲) طامس کارلائل کو دیکھو۔ یہ ایک پکا عیسائی ہے اور سارے انگلستان میں تاریخ دانی کی فضیلت سے اشہر المشاہیر میں داخل ہے۔ وہ "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" لکھنے بیٹھتا ہے تو گروہ انبیاء میں سے صرف حضور ہی کے نام مبارک کا انتخاب کرتا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو بھولا ہوا ہے۔ اور اُن کے کارناموں سے جو آج تک بحیرۂ قلزم کی امواج اور فلسطین کے ذرات کو بھی یاد ہیں ناواقف ہے؟

کیا وہ داؤدؑ کو نہیں جانتا؟ جنہوں نے بنو اسرائیل کی متفرق شدہ اسباط میں جمعیت پیدا کی۔ جنہوں نے ایسی سلطنت کو بنایا اور پائدار کیا۔ کہ اُن سے پہلے ایسی سلطنت کا خواب بھی فرزندانِ یعقوبؑ نے کبھی نہ دیکھا تھا+

کیا کارلائل کو معلوم نہ تھا کہ داؤد نے عبادت و موسیقی کو جمع کر کے ہوا کو ترنم سے اور فضا کو مناجات سے بھر دیا تھا۔ موسیقی کی اس قدر افزائی پر تو کارلائل کے رقاص دل کو ضرور اُچھل پڑنا چاہئے تھا+

کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ کارلائل کو یسعیاہ کی وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں یاد نہ تھیں۔ جو اناجیل متی و یوحنا کی تصانیف کا مایہ ممیز ہیں +

کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ وہ دانی ایل نبی کی اُن برکات سے بے خبر تھا۔ جس نے بابل کے کافر و جابر بادشاہ کو یہود کی حفاظت و اکرام پر آمادہ کر دیا تھا جس نے لاکھوں ایمانداروں کو قتل و صلب سے بچا لیا تھا جس نے سینکڑوں سال کے آئندہ واقعات کے طلسم کو کلید تعبیر خواب سے کھول دیا تھا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ کارلائل کو شالتی ایل کی خدمات کا علم نہ تھا۔ جس نے اسیری سے رہائی پا کر ۱۰ ابرا الیولان یروشلم تعمیر کر دیا تھا۔ جو ہیکل سلیمانی سے کم نہ سمجھا جاتا تھا+

کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ یہ کارلائل حضرت زکریاؑ کی کہانت[1] اور حضرت یوحنا بپتسمہ دہندہ کے زہد

---

[1] لفظ کہانت عیسائی اصطلاح میں اخبار عن الغیب کے معنی میں آتا ہے۔ مابدولت اسی لئے وہ اس لفظ کا اطلاق انبیاء کی پیشگوئی پر کیا کرتے ہیں۔ ہم نے بھی اس لفظ کا استعمال یہاں انہی معنی میں کیا ہے۔ ۱۲ منہ

عبادت اور وعظ و تذکیر کے حالات سے ناآشنا تھا؟

ان سب کا جواب منفی ہے +

پیارے عزیزو! پروفیسر طامس کارلائل ان سب باتوں کو جانتا۔ پہچانتا ہوا۔ بلکہ مانتا اور ایمان رکھتا ہوا بھی مجبور ہے۔ کہ اگر وہ انبیاء علیہم السلام میں سے صرف حضور سرور کائنات ہی کا مبارک نام انتخاب کرے +

اس جگہ یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ کارلائل کو انبیاء میں سے صرف ایک ہی مبارک نام پر اتفاق کرنا تھا۔ اسی لئے حضورؐ ہی کے نام پر اُسے بس کرنا پڑی۔ دیکھو حکماء و شعراء اور فلاسفروں کی صنف میں یہ مصنف صرف ایک ایک نام کے انتخاب کرنے کا پابند نہیں ہوا۔ لہٰذا اگر وہ چاہتا تو بحث نبوت میں بھی ایک سے زیادہ نام لکھ سکتا تھا +

لہٰذا ہماری دلیل اور بھی متین و قوی ہو جاتی ہے اور پتہ لگ جاتا ہے کہ جب کارلائل نے اپنی مؤرخانہ تحقیقات کی نگاہ سے آفتاب نبوت محمدیہ صلعم کو دیکھا۔ تب اُسے ہزاروں سال کے عہد وسیع کے آسمان پر اور کوئی بھی کوکب نبوت نظر نہ آیا جسے اس آفتاب کے دوش بدوش وہ اپنے اوراق پر جلوہ گر کر سکتا +

یہ نمونہ ہے رفعت ذکر کا کہ ایک صحیح الاعتقاد عیسائی۔ کیمبرج یونیورسٹی جیسے دارالعلوم کا مسلمہ استاد جس کے نام پر انگلستان کو فخر و ناز ہے۔ ہزاروں انبیاء کی صداقت پر ایمان رکھتا ہوا۔ اور سینکڑوں انبیاء کے اسماء پاک کا علم رکھتا ہوا بھی دنیا کے سامنے حب نبوت کا نمونہ پیش کر سکا۔ تو سیدنا و مولانا محمد النبی الامی ہی کے وجود باجود کا ذکر کر سکا۔ اس جگہ وہ نوشتہ پورا ہوا۔ جو قرآن حکیم میں ہے +

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب ع ۳)	تم کو بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ہی ملیں گے +

(۳) رفعت ذکر کا بیان جس طرح اہل ایمان کرتے ہیں۔ اُسے بھی یاد رکھنا چاہئے۔ ہم نے موجودہ بائبل سے ثابت کر دیا ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ سے لے کر یعقوب و موسیٰ و داؤد و سلیمان۔ یسعیاہ یرمیاہ۔ دانی ایل۔ حزقی ایل۔ حبقوق۔ ملاکی۔ یحییٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے محامد محموی اور نعوت مصطفوی کو اسالیب بدیعہ اور علامات متنوعہ کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ اور یہ وہ امر

عظیم الشان ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں ۔

انجیل اوّل کے مصنف سینٹ متی نے ان چند پیش گوئیوں کی تلمیحات پر اشارہ کیا ہے۔ جو سیدنا عیسیٰ مسیح کی بابت صحف سابقہ میں پائی جاتی ہیں ۔

اگر کوئی منصف ہے تو اُن مجمل اشارات کو دیکھے اور جناب متی نے جو طریق استدلال نکالا ہے۔ اُس کا موازنہ کرے اور پھر اُن آیات بینات کو دیکھے جو بائیبل ہی کے اندر ہیں۔ اور نبی صلعم کی ذات مبارک پر ثابت و متحقق ہیں ۔

سینٹ متی کو جو محبت صادقہ حضرت مسیح کے ساتھ تھی۔ نیز جو دسترس کامل اُن کو مضامین بائیبل پر حاصل تھی۔ ہم ان ہر دو امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت وثوق سے یقین کر سکتے ہیں۔ کہ سینٹ مذکور نے کوئی ایسی پیشگوئی اپنی انجیل میں درج کرنے سے باہر نہیں چھوڑی جس کا تعلق جناب مسیح کی ذات گرامی سے تھا ۔

ہم بھی متی کی بتلائی ہوئی پیشگوئیوں کا مصداق جناب مسیح ہی کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور بعد ازاں اُن پیشگوئیوں کو لیتے ہیں۔ جو جناب متی کے زمانہ تک بطور پیشگوئی (خبر مستقبل) موجود تھیں۔ اور جن کا مصداق نبی صلعم کی ذات بابرکات کے سوا اور کسی کو بھی نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اور نہیں ٹھہرایا گیا تھا ۔

یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان سُن رکھیں۔ کہ اسی موجودہ بائیبل کے اندر نبی صلعم کا مبارک نام مقام ولادت اور دار الہجرت اور حضورؐ پر ایمان لانے والے قبائل کے نام حضورؐ سے بر سر پیکار آنے والی قوموں کے نام اور اُن کے انجام ایسی وضاحت سے پائے جاتے ہیں۔ جو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی صحیح تفسیر ہیں۔ اور اُن سے یہ امر بوضوح تام ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ رب العالمین نے حضور کی رفعت ذکر کا اہتمام صدیوں پیشتر کیسے زبردست اعلانات سے فرمایا تھا ۔

بیشک اِس فضیلت علیا میں اور کوئی بھی ہمزگوار حضور کا سہیم ثابت نہیں ہوا۔ کہ لِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۔

خصوصیت نمبر ۷-۸-۹

(۱) مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى — تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا نہ تجھ سے ناراض ہوا۔
(۲) وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰى — آخرت تیرے لئے اولیٰ سے بہتر ہے۔
(۳) وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى — تیرا رب تجھے اتنا کچھ دیگا کہ تو راضی خوش ہو جائیگا۔

ہر سہ آیات سورہ والضحیٰ کی ہیں۔ علماء مفسرین کا اتفاق ہے کہ ابتدائے بعثت میں اوّل اوّل کلام الٰہی کا نزول ہوا۔ اور اس کے بعد وحی میں البطاء (دیر و درنگ) ہوا۔ وحی کا رک جانا، نبی صلعم کی طلب صادق کی ترقی اور شوق کامل کی افزونی کا سبب ٹھہرا۔

یہ ظاہر ہے کہ طلب و اشتیاق تردد و اضطراب سے جدا نہیں رہ سکتے۔ قلب و روح پر وحی ربانی نے جو باب علوم و حقائق کھول دیا تھا۔ اس کے لئے بیش از بیش کیوں طلب نہ بڑھ جائے۔

زمانِ ہجر بڑھتا گیا۔ تو اشتیاق صادق میں گوناگوں توجہات پیدا ہونے لگیں۔

۱۔ ابتدا تو خود اس دل ربا نے کی ہے۔
۲۔ اُس نے خود اپنے پیام سے مجھے شاد کام فرمایا۔
۳۔ پھر اب یہ خاموشی کیسی۔
۴۔ نہیں اُس بارگاہ عالی کی جانب لفظ خاموشی کا اطلاق بھی کیوں صحیح ہو۔
۵۔ یہی داخل ادب ہے کہ میں اُس کے کسی سبب کو اپنی ہی طرف منسوب کروں۔
۶۔ کیا مجھے اسی تشنہ لبی، اسی تڑپ، اسی سوز، اسی گداز میں چھوڑ دیا جائے گا۔
۷۔ اس حالت کا خاتمہ کب تک ہوگا۔

یہ وہ خیالات ہیں جو محب صادق کے دل میں جوش زن ہو سکتے ہیں۔ آخر انتظار کا زمانہ ختم ہوا۔ بارگاہ قدسی سے ایسے خیالات کا ازالہ کیا گیا۔ جن کو شوق و ارادت کی مجذوبی حالت نے پیدا کر رکھا تھا۔ یا سوز و گداز نے قالبِ قلب کو گرما رکھا تھا۔

پیارے تودیع کسے کہتے ہیں؟
نفی کا ذکر کیا۔

جس مالک کی ربوبیت نے تجھے پالا پوسا ہے +
جس نے از آدم تا ایندم تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ کے اطوار میں تیری نگہداشت فرمائی ہے +
جس نے تیرے آبائے کرام اور امہات عظام کی ظہور در بطون کو پاک و طاہر رکھا ہے +
جس نے ایام یتیمی میں تیری حفاظت در یتیم کی طرح کی ہے +
جس نے عیال کی کثرت میں بھی تجھے اس کے جنجال سے پاک رکھا ہے +
جس نے کوہ حرا کو تیرے لئے طور بنا دیا ہے +
جس نے آگ ظاہری چمک کے بغیر تیری آنکھوں کو نور سے تیرے قلب کو سرور سے، تیری روح کو راح سے تیرے ایمان کو ایقان سے معمور۔ بھرپور۔ اور نورٌ علیٰ نور کر دیا ہے +
اس کی طرف سے وداع و قلی تو ہو ہی نہیں سکتا[1] +
اچھا اب ہم تمہیں ایک مژدہ روح پرور سے شاد کام کرتے ہیں کہ
وہ اب آنے والا زمانہ گزرے ہوئے وقت سے خوشتر و نکوتر ہوگا[2] +
اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا ہے تو اس درگاہ کی بسم اللہ تھی۔ آئندہ معارف و حقائق کے دروازے کھلے رہیں گے۔ اور انوار و برکات اور مشاہدات و تجلیات کے ترشحات چمن آرائے نبوت ہوں گے۔ نصر و تمکین کا نشان سربلند ہوگا

---

[1] صحیحین میں جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم دو یا تین شب بوجہ شکایت جسمانی بستر سے نہ اٹھے تھے۔ ایک عورت نے آکر کہا۔ کہ محمدؐ میں سمجھتی ہوں۔ کہ تیرا شیطان تجھے چھوڑ گیا۔ اور علیحدہ ہو گیا۔ کیونکہ وہ دو تین شب سے تیرے پاس نہیں آیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قلی کا لفظ اُس کافرہ نے استعمال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ فقط +

[2] آیت ؛ اس میں لفظ آخرت سے مراد عالم آخرۃ و دار الجزا لیقیناً ہیں۔ لیکن اس لفظ کا اطلاق وسیع معنی میں بھی پایا ہے۔ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۔ عنکبوت ع ۔ مَا سَيَمْضِيْ بِمَنْ اَتٰى لَيْلَةٌ اَلْاٰخِرَةُ (ص) لہٰذا آخرت کا ترجمہ زمانہ بعد بھی ہو سکتا ہے +

خازن نے تحریر فرمایا ہے وحمل الاٰخرۃ علی ظاھرہ امر بخیری الدنیا والاٰخرۃ معا ادلی

فراوانیٔ علوم اور کثرت و متانت کا نظارہ خوش آیند +

چنانچہ یہی ہوا۔ کہ ترتیل و تنزیل کے ساتھ یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ بائبل میں پہلے سے یہ پیشگوئی موجود تھی۔ حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں +

عطا و نوال کی مقدار کو خود جناب رسالت مآب کی خوشنودی و رضا پر مقدر فرمایا گیا۔ اور عطیہ کا اندازہ، نہ صرف قلق و اضطراب کے ازالہ کی حد تک مقصور کیا گیا۔ بلکہ خود طلب و شوق کی فراخی۔ اور دل و روح کی خوشنودی کو اس کی حد بتلایا گیا +

یہ انتہا تھی فضل و اکرام کی۔ یہ حد تھی تکمیل کمالات کی +

یہی نبی صلعم کی خصوصیت خاصہ ہے کہ عطیہ کی مقدار کو خود حضور کی خوشنودی و رضامندی کی حد تک بڑھا دیا گیا ہے +

اسی خصوصیت کی تکمیل فرماتے ہوئے رب العالمین نے حضور کے اصحاب کو بھی خلعت رضوان سے مشرف فرمایا ہے +

الف۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح ع ۳)

اللہ مومنوں سے رضامند ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے +

ب۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (البینہ)

اللہ اُن سے راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے

فرمایا۔

ج۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔

ایمان لانیوالے جنہوں نے ہجرت کی اور راہ خدا میں مال اور جان سے جہاد کیا یہ لوگ اللہ کے ہاں بہت بڑے درجہ والے ہیں اور یہی اپنی مراد کو پہنچے ہوئے ہیں +

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (توبہ ع ۳)

اُن کا رب اُن کو اپنی رحمت اور رضوان اور جنات کی بشارت دیتا ہے۔ بہشت جس میں بڑی نعمتیں ہیں۔ اُن کے لئے ہوں گی +

فرمایا۔

د۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ

اللہ کی رضوان تو سب سے بڑھکر ہے اور یہی

اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ (توبہ ع ۹) | سب سے بلند تر کامیابی ہے ✦

فرمایا۔

(۵) رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (انعام) | میں خوش ہوں کہ اسلام تمہارا دین ہو ✦

ہمارا یقین و ایمان ہے۔ کہ یہ شان نبی صلعم ہی کی ہے۔ کہ حضورؐ کے دست مبارک پر ایمان لانیوالوں کو بھی رضائے رحمٰن اور خوشنودی منّان کا گرانمایہ عطیہ ارزانی فرمایا گیا۔ اور اس طرح پر وہ وعدۂ صدق پورا کیا گیا۔ جو آیت زیب عنوان میں ہے ✦

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی | تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا۔ کہ تو خوش ہو جائیگا

اس کا عکس نظارہ اہل ایمان یوم الدین کو ملاحظہ کریں گے۔ جبکہ اُن کے طلب و سوال اور وہم و گمان سے بھی سینکڑوں درجہ بڑھکر انعامات کا نزول فرمایا جائے گا ✦

خصوصیت نمبر ۱۰

اَلنَّبِیُّ الْاُمِّیُّ (اعراف ع ۹)

وہ نبی امی

اُمّی۔ یہ محقق ہے کہ سیدنا و مولانا محمد المصطفےٰ صلعم کے سوا اَلرَّسُوْلُ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ اور کسی نبی کا لقب نہ تھا۔ حضورؐ کا یہی لقب انبیاء کرام کو اور سابقہ امم کو بتلایا گیا ہے۔ علمائے اسم اُمّی کے متعلق جو پاکیزہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں۔ ناظرین کے لئے اُن پر عبور موجب فرح و سرور ہوگا ✦

الف اُمّی۔ ام القریٰ کی نسبت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کا نام اُم القریٰ فرمایا ہے

وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا (انعام ع ۱۱) | کہ تو ام القریٰ کو اور اس کے گرداگرد کی بستیوں کو ڈرائے ✦

مشہور قدیم جرمن مؤرخ سپرنجر اور سکریدر کا قول ہے کہ اُن محققین کی رائے بالکل درست ہے جو اولاد اسام کا اصلی وطن ملک عرب کو قرار دیتے ہیں۔ اسلامی روایات صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ عرب میں سب سے پہلی آبادی بلدہ مکہ معظمہ ہے۔ جہاں خانہ بدوش

قوموں نے قیام کیا۔ اور بربریت و توحش کو چھوڑ کر عمران و تمدن کی زندگی میں داخل ہوئے +

الغرض تاریخ اور روایت کے مجموعی اتفاق سے ثابت ہے کہ مکہ اُم القریٰ ہے۔ اب سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ انہوں نے بنائے مکہ کے وقت یہ دعا کی تھی۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (البقرہ ع ۱۵)	اے رب اس جگہ کو امن والا شہر بنائیو۔ اور یہاں والوں کو میوہ جات کھلایا کیجیو +

دعا کے یہ الفاظ بھی ہیں:۔

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرہ ع ۱۵)	ان میں ایک شاندار رسول بھی جو انہی میں سے ہو۔ مبعوث کیجیو +

دعائے خلیل میں دو باتیں عجیب ہیں:۔

(۱) اس بستی کے رہنے والوں کے لئے جہاں کی زمین ناقابل زراعت ہے۔ میوہ جات و ثمرات بکثرت ملنے کی استدعا۔

ان الفاظ کی برکت آجتک نظر آرہی ہے۔ کہ مکہ کے بازار سبزیوں، ترکاریوں اور گوناگون میوہ جات سے بھرے نظر آتے ہیں۔ یہ علامت ظاہری اس امر پر دال ہے۔ کہ رب العالمین نے فی الواقع اپنے خلیل کی دعا کو من وعن شرف قبولیت بخشا۔

(۲) یہی دعا بوضوح تبلا رہی ہے۔ کہ صرف خوراک جسمانی یا لذائذ کام و دہن ہی اس کا اثر محدود نہ تھا۔ بلکہ روحانیت کے لئے دعا کے الفاظ زیادہ پُر زور تھے۔ وعدہ کا رسول اور دعائے خلیل کا رسول مبعوث ہوا اور بڑی شان کے ساتھ مبعوث ہوا۔ اُس کے نسبی و نسبی تعلقات انہی لوگوں کے ساتھ تھے جو اس بستی کے سردار تھے۔ لہٰذا اُم القریٰ کی نسبت سے اُمی کہنا درست ٹھہرا +

(ب) اسم امی امت کی طرف نسبت رکھتا ہے۔ اور اس کے معنی ایسا نبی ہیں۔ جو اُمت کثیرہ کا مخدوم و مطاع ہو +

امت کی ت۔ بوقت نسبت گر گئی ہے۔ جیسے مکہ سے مکی۔ اندریں صورت اُم اُمی

اِس حدیث صحیح کی تفسیر ہے۔ جو صحیح مسلم میں بروایت انسؓ موجود ہے +
اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعًا | کثرتِ اُمت کے لحاظ سے میں سب انبیاء سے بڑھا ہوا ہوں +

ج۔ اسم اُمّی۔ اُمّ کی طرف منسوب ہے۔ اس اعتبار سے کہ نبی صلعم پر جو پاکیزہ فطرت و عصمت منجانب رب العزت جملہ عیوب و نقائص سے ایسے ہی پاک و صاف ہیں۔ جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا شدہ بچہ ہوتا ہے +

ام المومنین عائشہ طیبہؓ نے انہی معانی پر نظر رکھتے ہوئے اشعار ذیل نبی صلعم کی شان میں پڑھے تھے اور اُن اشعار کو سن کر آقائے نامدار نہایت مسرور الوقت ہوئے تھے[1] +

وَمَلَأَ مِنْ كُلِّ خُبْرٍ حَيْنَةٍ ۔۔۔ زَفَاءُ مُرْضِعَةٍ زَمَّاءُ تَخْيِيلُ
وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ ۔۔۔ بَرَقَتْ بُرُوقُ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

د۔ اُمّی اُمّ کی طرف منسوب ہے۔ اس اعتبار سے کہ حضور نے ولادت کے بعد اکتساب علوم و فنون کی جانب کوئی رغبت نہ کی تھی۔ اور حضورؐ کی لوحِ قلب پر تقریباً یا تحریراً کسی ایک حرف کا نقش بھی ثبت نہ ہوا تھا +

ملک عرب کی حالت بھی یہی تھی۔ کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے۔ وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں پوری کر دیا کرتے۔ جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے۔ جو نہ کتب گیا۔ نہ درس لیا۔ نہ قلم ہاتھ میں پکڑا۔ نہ سبق زبان پر جاری ہوا +

یہودیوں نے اسی لئے اہل عرب کا نام اُمیّون رکھ دیا تھا +

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ (آل عمران) | یہودی کہتے ہیں کہ ہم ان اُمّی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں۔ ہم پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا +

یہی نام اہل عرب کے لئے معرفہ بن گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا (جمعہ ع ۱) | اللہ وہ ہے۔ جس نے اُمیّوں کے اندر شاندار رسول کو مبعوث فرمایا +

یہی لفظ اہل کتاب کے ناخواندہ اشخاص کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے

---

[1] خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۱۵ بروایت خطیب ابن عساکر و دینوری۔ ۱۲

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ | یہودیوں میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں۔ جن کو کتاب کا کچھ علم نہیں ✦

الغرض لفظ اُمّی سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم طرز و طریق خواندگی اہل دنیا سے بالا تھے ✦

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو دوسری جگہ اس طرح ظاہر فرمایا ہے ✦

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (عنکبوت ع ۵) | اے رسول قرآن سے پہلے تو تم نہ کسی کتاب کو پڑھا کرتے تھے۔ اور نہ تمہارے دست راست نے کبھی کوئی خط کھینچا تھا۔ تب تو یہ بطلان والے شک بھی کر سکتے ✦

معنی باعتبار لحاظ سے اسم نبی الامی حضور کا ایک بڑا معجزہ ہے ✦

واضح ہو کہ نبی۔ نبأ سے ہے۔ اور نبأ واقعہ عظیمہ اور اعلام ذو الاہتمام کو کہتے ہیں۔ یعنی نبی وہ ہے۔ جو علوم عالیہ۔ اور دقائق عظیمہ کی اطلاع اہل عالم کو دیتا ہو۔ اور جب یہ لفظ اللہ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ تب اُس کے معنی یہ ہیں۔ کہ نبی وہ ہے جو علوم عالیہ اور شرائع عالیہ اور نوامیس ربانیہ کی اطلاع براہ راست اللہ تعالیٰ سے کرتا ہو ✦

نبی کو نباوۃ سے بھی مشتق بتایا گیا ہے۔ نباوت کے معنی مقام مرتفع ہیں۔ اور نبی وہ ہے جو اس مقام جلیا پر فائز ہو۔ جہاں کوئی انسان اکتساب و محنت و ریاضت سے نہیں پہنچ سکتا اور اس مقام پر اس کے فائز ہونے کا سبب محض اصطفاء ربانی ہوتا ہے ✦

نبی الامی کے وصف نے بتلا دیا۔ کہ حضور حرف شناسی و خط کشی سے تو دور ہیں۔ اور باایں ہمہ علوم عظیمہ و آیات کاملہ کا صدور حضور سے برابر ہوتا رہا ✦

اہل سیرت جانتے ہیں۔ کہ حضور کو نبی الامی کے لقب سے یاد کیا جاتا۔ بلایا جاتا۔ اور حضور اسی طرز خطاب سے خرسند و مسرور ہوا کرتے تھے۔ اب اہل زمانہ کا حال دیکھو کہ جونہی کسی شخص کو ذرا شُدبُد کہنے کی لیاقت پیدا ہوئی۔ تو وہ اپنے لئے فاضل اکمل۔ لوذعی۔ العی علامہ وغیرہ الفاظ سننا اور کہلانا پسند کرتا ہے۔ اور یہ ہر ایک صاحب قلم و زبان آور کا فطری خاصہ سا ہو گیا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اصلیت سے بڑھ کر اُس کے علم و فضل کا اندازہ لگایا

جائے۔ لیکن ایک سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کو ہر وقت ناخواندگی کا اعتراف اور اُمّی ہونے کا اقرار ہے +

اس اعتراف و اقرار پر بھی ہزاروں علماء سینکڑوں فلاسفر حاضر ہوتے۔ زانوئے ادب تہ کرتے اور اقرار کرتے کہ ان لوگوں کا علم و فہم اور حضور کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال رکھتے ہیں +

غور کرو۔ کہ جو شخص دنیا میں کسی کا شاگرد نہیں بنا وہ تمام دنیا کا اُستاد بنا ہوا ہے محاسن اخلاق۔ محامد اعمال۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن۔ اقتصادیات۔ سیاسیات۔ عمرانیات کے درس اور دماغ کو روشن۔ قلب کو مجلّی روح کو منور بنانے والی تعلیم دے رہا ہے۔ اُس کی درس گاہ قدس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ وہاں داخلہ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ وہاں ایک سحر النشین اور ایک شہری۔ ایک فلاسفر اور ایک بدوی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بآن واحد اپنی اپنی استعداد و قابلیت کے موافق مستفیض و مستفید ہو رہے ہیں۔ اندریں صورت اُمّی لقب سے عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ کا نور ظہور بخش ہے اور یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ کا دعویٰ متحقق ہو رہا ہے +

۵۔ لقب امی کی وجہ یہ بھی ہے۔ کہ اوّل انبیاء ابو البشر آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الانبیاء بنی اسرائیل عبد اللہ عیسیٰ بن مریم تک جملہ انبیاء و مرسلین نے حضور کے نعوت عالیہ اور اوصاف جلیہ بیان کئے۔ الف سے آدم۔ میم سے مسیح مراد ہے۔ اور یائے نسبت اس راز کی کاشف ہے ؎

اُمّی دگویا بزبان فصیح از الف آدم و میم مسیح[1]

---

[1] مخزن اسرار نظامی گنجوی +

خصوصیت نمبر ۱۱

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (کوثر)

ہم نے تجھے کوثر عطا کیا ہے

کوثر بروزن فوعل ہے اور یہ وزن مبالغہ کے لئے آتا ہے۔ لفظ کثرت تو خود ہی فراوانی افزونی کے معنی کے لئے ہے۔ جب اُسے بھی بروزن مبالغہ استعمال کیا گیا۔ تو اس کے معنی کثرت بالائے کثرت اور فراوانی بیش از فراوانی۔ اور افزونی بر افزونی ٹھہرے ✦

صحیح بخاری میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَلْکَوْثَرُ الْخَیْرُ الْکَثِیْرُ الَّذِیْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ قَالَ اَبُوْ بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اِنَّ نَاسًا یَزْعُمُوْنَ اَنَّہٗ نَہْرٌ فِی الْجَنَّۃِ فَقَالَ سَعِیْدٌ اَلنَّہْرُ الَّذِیْ فِی الْجَنَّۃِ مِنَ الْخَیْرِ الْکَثِیْرِ الَّذِیْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ اِیَّاہُ

ابو بشر نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کوثر کے معنی وہ خیر کثیر ہے جو اللہ نے خصوصیت سے رسول اللہ کو عطا فرمائی ہے ابو بشر کہتے ہیں۔ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو جنت میں ہے سعید نے جواب دیا۔ ہاں وہ جنت والی نہر بھی تو اُسی خیر کثیر ہی میں سے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے حضور کو عطا فرمائی ہے ✦

حوض کوثر کے وجود کی تصدیق صحیحین کی حدیث عن انس رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے۔ لہذا حوض کوثر کے وجود اور عطیہ پر یقین رکھتے ہوئے بھی یہ تفسیر صحیح ہے۔ کہ آیت زیب عنوان میں رب العالمین کی طرف سے انعامات نامتناہی اور عطیات غیر محدود کی آگاہی فرمائی گئی ہے۔ اس خیر کثیر کے تحت میں بہت سی اشیاء کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے ذکر کیا ہے۔ از انجملہ۔

(۱) اُمت محمدیہ ہے۔ ایسی نبوت جامعہ۔ اور ریاست عامہ اور دعوت کاملہ اور ہدایت بالغہ پہلے کب کسی کو عطا ہوئی تھی؟

اسی نبوت کے ثمرات میں سے ہے کہ

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی ✦

کا فرمان صادر ہوا ✦

اور اسی نبوت کے گلہائے رنگین میں سے ہے کہ

مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

ہم نے جو رسول بھیجا۔ وہ اس لئے بھی۔ کہ اسکی اطاعت ہمارے اذن کے تحت میں کی جائے

کے منشور کی اشاعت فرمائی گئی ✦

صاحب کوثر وہی ہے۔ جس کی اطاعت کا امر الٰہی جاری ہوا ✦

صاحب کوثر وہی ہے۔ جس کی اطاعت کو اطاعت ربانی فرمایا گیا ✦

صاحب کوثر کی نبوت وہی نبوت ہے جس کی قدامت تاریخ بشر سے پہلے کی ہے۔ اور جس کی نہایت انتہائے عالم سے ٹلی ہوئی ہے ✦

رب العالمین کے کلام پر غور کرو۔ وہ یہ بھی فرماتا ہے ✦

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اللہ کی شہادت ہے۔ کہ اُس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں ✦

نیز وہ یہ بھی اعلام فرماتا ہے ✦

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ۔

اللہ کی یہ بھی شہادت ہے کہ محمد اللہ کے رسول یقیناً ہیں ✦

جب رب المشرقین والمغربین خود شہادتین کو اپنی شہادت سے مصدق و مؤکد فرماتا ہے تو نبوت محمدیہ اور رسالت مصطفویہ کے خیر کثیر ہونے میں کیا کلام رہ جاتا ہے ✦

انا بحملہ

۱۲۔ کوثر سے مراد اسلام ہے۔ وہی اسلام جس کے سوا اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کے حضور میں مقبول و منظور ہی نہیں ✦

وہی اسلام۔ جس کا انبیاء عظام نے ہمیشہ اعلام فرمایا ✦

وہی اسلام جو سعادت دارین کا جامع۔ اور صلاح و فلاح ثقلین کا ذخیرہ ہے +

از آنجملہ

۳۔ کوثر سے مراد کثرت اُمت ہے۔ یہ کثرت حد و عدد کے احاطہ سے باہر ہے۔ اور یوماً فی یوم ترقی پذیر ہے۔ ۱۸۸۱ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد پونے چار کروڑ بیان کی جاتی ہے۔ اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں اُن کی تعداد پونے سات کروڑ شمار میں آئی ہے۔ چالیس سال میں اکیلے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کا قریباً دوچند ہو جانا اعداد صحیح سے ثابت ہوگیا۔ تو دیگر اقطاع عالم میں بھی اس بیشی کا اسی رفتار سے بڑھتے رہنا یقینی کہا جا سکتا ہے +

بالمقابل اس کے اکثر اقوام ہیں۔ جو گھٹ رہی ہیں۔ اور آہستہ آہستہ بحر فنا میں گر رہی ہیں +

یہ اسلام ہی ہے۔ جس کا پاک درخت اپنی جڑوں کو زمین کے سوتوں تک پھیلا رہا ہے اور جو اپنی پھل دار شاخوں کے ساتھ فضائے آسمانی پر چھا رہا ہے +

از آنجملہ

۴۔ کوثر سے مراد قرآن حمید اور کتاب مجید ہے +

یہ وہی خیر کثیر ہے کہ شاخہائے اشجار کی اقلام اور قطرات بحار کی مداد جس کی مدح و ثنا کے استیفاء سے عاجز ہے۔ عمر نوح اور فہم جبرئیل بھی اگر جمع ہو جائیں تو حصر اسرار قرآنیہ سے قاصر ہیں +

بیشک یہی کتاب قلزم حقائق ہے اور یہی کوثر علوم ہے۔ یہی مطلع الانوار ہے اور یہی مخزن الاسرار +

معجزات احتیاط اظہار ایک وقت خاص میں ہوتا تھا۔ اور پھر خود انہی کے عہد مبارک میں اُس معجزہ کا وجود و نمود پایا جاتا تھا +

موسیٰؑ کے عصا کا اژدہا بن جانا۔ پھر اژدہا کا سیرت اولیٰ پر عود کر جانا ایک ایسا تماشا تھا جو کوہ طور کے بعد فرعون ہی کے دربار میں دیکھا گیا +

وہی عصا بنی اسرائیل کے لئے الفجار ماء کا آلہ بنا۔ ضرورت ہی جاتی رہی۔ تو وہی عصا

کا عصا رہ گیا۔ پھر وہی عصا کسی دوسرے کے ہاتھ میں جا کر صرف ایک لکڑی رہ جاتا تھا ✦

قرآن پاک ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ زندہ معجزہ ہے۔ دائمی معجزہ ہے۔ ابدی معجزہ ہے۔ اس کا اعجاز ہر وقت ہر آن موجود و مشہود ہے۔ اور ہر ایک عالم دین اس کے معجزہ ہونے کی برہان صادقہ ہر وقت و ہر حین پیش کر سکتا ہے۔ بیشک یہ ایسی خیر کثیر ہے جس کا اعلان منجانب رب رحمٰن ہونا ضروری تھا ✦

۵۔ کوثر سے مراد وہ فضائل کثیرہ۔ اور محامد جمیلہ اور نعوت مکاثرہ ہیں۔ جو وجود باجود مصطفوی میں مندرج و منطوی تھے ✦

اناابۃ آدم	اور استقامت نوح
حلم اسمٰعیل	وعلم خلیل
وبس ادریس	وتنفیت شیث
حقانیت اسحٰق	اور عاقبت یحییٰ یعقوب
نورانیت یوسف	وصالحیت صالح
ہدی ہود	احد جعیت شعیب
لطافت ہود	اور عبرت عزیر
شکوہ سلیمان	واندوہ ایوب
داؤد داؤد	ودعائے یونس
ایاب ایوب	وذہاب زکریا
امامت ہارون	واینا س الیاس
زہد عیسیٰ	وعلو موسیٰ
احسانیت لقمان	وتقیا وخضر
مساعی السبع	وکفالت ذوالکفل

علیہم الصلوٰۃ والسلام

یہ ایسے الوان گوناگون ہیں جو الٰہی شمس حقیقت کے پیکر نوری میں مجتمع ہیں۔ رحمۃ للعالمینی کا وہ رنگ ہے جس نے ان الوان کو اپنے اندر جمع کر لینے کے بعد اپنے رنگ

خاص سے رنگین بنا دیا ہے ۔

۶۔ کوثر سے مراد سید کثیر الخیر ہے ۔ یہ معنی صاحب صحاح اللغات نے تحریر کئے ہیں ۔

یقیناً حضور سید ولد آدم ہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے بھی حضور کو یٰسٓ کہہ کر خطاب فرمایا ہے ۔ بالیقین حضور کثیر الخیر ہیں اور سید ہیں ۔ حضور ہی وہ مشعل ہدایت ہیں کہ ظلمات کفر و شرک کو دور فرمایا ۔

حضور ہی وہ سراج منیر ہیں ۔ کہ چشم کو رسوا کو بینائے حقائق بنایا ۔

حضور ہی وہ نور بحت ہیں ۔ کہ قلب عالم کو منور اور روح اعظم کو مستنیر فرمایا ۔

حضور ہی وہ ید کامل ہیں ۔ کہ انسانیت کو تختِ سیادت پہ بٹھایا ۔

الغرض عطیہ کوثر نبی صلعم کے خصائص میں سے ہے اور امید ہے کہ فردائے قیامت کو تشنگان جمال حضور کے زلال الطاف سے بہرہ یاب اور عطشان خشک زبان حضور کے جام کوثر سے مسرور شاد و سیراب ہوں گے ۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ

خصوصیت نمبر ۱۲

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۔ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا (فتح ع ۱)

۱۔ آیت بالا میں فتح مبین کے وقوع کی خبر دی گئی ہے اور اس کے نتائج بھی بیان فرمائے گئے ہیں ۔

۲۔ مقدم و مؤخر ذنب کا غفران ۔

۳۔ اتمام نعمت ۔

۴۔ صراط مستقیم کی ہدایت +

۵۔ نصر عزیز کی یاوری و معیت +

علمائے کرام نے ذنب ماتقدم و ماتاخر پر خوب بحث کی ہے اور اُن کا غفران بتلایا ہے +

الف۔ کسی نے ماتقدم و ماتاخر سے زمانہ قبل نبوت مراد لیا۔ اور معنی یہ بتلائے کہ امور جاہلی کے غفران کی خبر دی گئی ہے +

امام سُبکی کا اس پر اعتراض یہ ہے کہ نبی صلعم تو کبھی قبل از نبوت بھی امور جاہلیہ میں سے کسی امر میں آلودہ نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا ناکردہ فعل کے غفران کے کیا معنی ہو سکتے ہیں +

ب۔ زمخشری اور بیضاوی نے ذنب سے مراد معمولی لغزشیں بتلائی ہیں۔ اور بتایا ہے کہ رب العالمین نے ایسی حرکات کو بھی محل لطف و عنایت بنا دیا +

امام سُبکی کا اعتراض ہے کہ ایسی لغزشوں کا بھی ثبوت کچھ نہیں۔ اور بالمقابل اس کے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مسلمہ ہے۔ انبیاء سے نہ صدور کبائر ہوتا ہے نہ صدور صغائر لہٰذا یہ توجیہ بھی نادرست ہے +

ج۔ سُبکی نے خود یہ معنی لکھے ہیں۔ اور شیخ عبدالحق حقی محدث دہلوی نے انہی معنی کی تحسین و تعریف کی ہے۔ کہ یہ آیت کسی لغزش یا گناہ کے وقوع کی اطلاع نہیں دیتی۔ بلکہ از راہ تشریف و تکریم یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ اگر کسی لغزش کا امکان بھی تصور کر لیا جائے۔ تو وہ بھی بخش دیا گیا +

وہ کہتے ہیں کہ مقصود کلام اثبات ذنب اور پھر غفران بعد از اثبات نہیں۔ بلکہ اس جگہ مطلقاً نفی ذنب مراد ہے +

د۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لفظ مغفرت کو تبریہ از عیوب کے معنی میں لیا ہے +

ھ۔ تفسیر خازن میں عطاء خراسانی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ذنب ماتقدم سے مراد آدم و حوا علیہما السلام کا ذنب اور ذنب ماتاخر سے مراد امت کا ذنب ہے +

ان اقوال میں سے ناظرین کو جو قول پسند ہو۔ اسے قبول کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کی اس قدر شرح و بیان کے بعد بھی کچھ باقی رہ جاتا ہے +

وجہ اشکال یک تو یہ ہے۔ کہ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ سے بظاہر اثبات

ذنب واضح ہوتا ہے۔ اور یہ بالاجماع عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے ۔

اور اشکال دوم کی وجہ یہ ہے۔ کہ یغفر کے ساتھ لام کو بمعنی کے بیان کیا گیا ہے اور اس وقت یہ دشواری آپڑتی ہے۔ کہ فتح مکہ کو سبب مغفرت قرار دینے میں کیا علاقہ ہے یا کیا خوبی ہے ؟

متعدد علماء کے اقوال عدیدہ کو دیکھ کر میں نے سمجھا کہ اس بارہ میں مزید بیان کرنے کی بھی گنجائش ہے ۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ الفاظ "فتحاً مبیناً" سے مراد فتح مکہ لینا بھی غلط ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں نیز سنن ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انا فتحنا لک کا نزول صلح حدیبیہ کے انجام پر ہوا تھا ۔

ہم احیان رسول پاک کو اس امر کا صحیح دقلق تھا۔ کہ قریش نے نبی اور اصحاب النبی کو مقام حدیبیہ سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ نہ طواف کعبہ نصیب ہوا۔ اور نہ قربانگاہ تک قربانی کے جانور پہنچے حتی کہ اسی میدان میں قربانیاں کی گئیں اور احرام کھولا گیا ۔

الغرض اس ناکامی کو مسلمان نہایت سختی سے محسوس کرتے تھے۔ مگر وہ معاہدہ جو اسی مقام پر فریقین کے درمیان طے ہوگیا تھا۔ اس کی اہمیت قانونی۔ اخلاقی۔ آئینی کا اندازہ بہت کم بزرگوں کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں اسی اہمیت کو ظاہر فرمایا۔ اور ان نتائج اور فوائد و برکات کو ذکر فرمایا۔ جو انعقاد صلح سے مترتب ہونے والے تھے ۔

صحیح بخاری (باب عمرۃ الحدیبیہ) میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم لوگ یوم الفتح سے مراد فتح مکہ سمجھتے ہو۔ ہاں فتح تو وہی ہے۔ مگر ہم (گروہ صحابہ) اس حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان کو یوم الفتح قرار دیا کرتے تھے ۔

روایات بالا سے واضح ہوگیا کہ معاہدہ حدیبیہ اور بیعت الرضوان کا نام فتح مبین ہے اس جگہ معاہدہ حدیبیہ کے فقرات متعدد روایات کو جمع کرنے کے بعد درج کئے جاتے ہیں ۔

هٰذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَسُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلٰى (۱) اَنْ يَّخْلُوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوْفَ	یہ وہ سمجھوتہ ہے۔ جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو (کمشنر قریش) کے درمیان ہوا ۔ (۱) سال آئندہ میں مسلمانوں کو بیت اللہ اور

بِهٖ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ

(۲) وَلَا يَدْخُلُ مَكَّةَ بِالسِّلَاحِ إِلَّا السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ يَخْرُجُونَ لَهُ مَكَّةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

(۳) وَلَا يَخْرُجُ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتْبَعَهُ وَأَنْ لَا يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا۔

(۴) وَعَلَى أَنَّ جَاءَ الْقُرَيْشِيُّ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَرُدُّوهُ إِلَى الْمُسْلِمِينَ۔

(۵) وَمَنْ جَاءَ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْقُرَيْشِ يَرُدُّوهُ إِلَى الْقُرَيْشِ۔

(۶) وَعَلَى أَنَّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَدْخُلَ فِي عَقْدِ مُحَمَّدٍ وَعَهْدِهِ دَخَلَ فِيهِ وَمَنْ دَخَلَ فِي عَقْدِ قُرَيْشٍ وَعَهْدِهِمْ دَخَلَ فِيهِ۔

(۷) وَعَلَى أَنَّ الْحَرْبَ تُوضَعُ بَيْنَهُمْ عَشْرَ سِنِينَ۔

(۸) وَعَلَى أَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوفَةً بِيَدَيْهِ وَدَوْرِ سَيْلِهِمْ۔

طواف سے روکا نہ جائے گا۔

(۲) مسلمانوں کے ساتھ ہتھیار نہ ہوں گے بجز تلوار کے جو میان سے باہر نہیں نکالی جائے گی۔

(۳) مسلمانوں کے لئے تین دن تک مکہ خالی چھوڑ دیا جائے گا۔

(۴) اس وقت اہل مکہ میں سے کوئی شخص اگر مسلمانوں کے ساتھ جانیکا ارادہ بھی کرے تو اُسے ساتھ نہیں لے جایا جائیگا۔ لیکن اصحاب محمدؐ میں سے اگر کوئی مکہ رہ جانا چاہے تو اُسے نہیں روکا جائیگا۔

(۵) اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے پاس پہنچ جائیگا۔ وہ اسے واپس نہ کریں گے۔ لیکن اگر قریش کا کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا۔ تو وہ اس کو واپس کر دیں گے۔

(۶) قبائل میں سے جو کوئی پسند کرے۔ وہ محمدؐ کی طرف داخل ہو سکتا ہے۔ اور جو کوئی قریش کی جانب کو پسند کریں۔ وہ ان کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہو سکتا ہے۔

(۷) دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی۔

(۸) آپس کے سب جھگڑے فراخ حوصلگی کے ساتھ طے کئے جایا کریں گے۔

معاہدہ بالا کو اگر دنیا کا کوئی سٹیٹس مین (مدبر و سیاست دان) دیکھے گا۔ تو سمجھے گا۔ کہ مسلمانوں نے بہت ہی دب کر۔ بلکہ گھٹیا شرائط پر معاہدہ کیا تھا۔

لیکن ہادیٔ اسلام نے اسی کو فتح مبارک بتلایا۔ اور قرآن حمید نے اسی کو فتح مبین فرمایا +

وہ کھلی فتح کیا ہے +

الف۔ وہ یہ ہے کہ کینہ توز جنگ آور قریش نے دس سال تک چپ رہنے جنگ نہ کرنے کا عہد کیا +

ب۔ وہ فتح یہ ہے کہ جانبین میں آمد و رفت کی راہ کھل گئی +

ج۔ وہ فتح یہ ہے کہ اب مسلمانوں کو قبائل کفار میں تبلیغ کا موقع مل گیا۔ حقیقت اسلام کو سمجھنے کے بعد جھوٹے شکوک زائل ہونے لگے۔ اور ظنون باطل ٹھہرے +

لفظ فتح کا استعمال جنگ کی فیروزمندی پر بھی کیا جاتا ہے۔ اور حل مشکلات پر بھی اسی لفظ کا استعمال ہوتا ہے +

اسلام کے لئے یہی فتح مبین تھی۔ کہ اشاعت اسلام کی دشواریاں جاتی رہیں +

اب آیت زیب عنوان کا لفظ ذنب غور طلب ہے +

الف۔ اس کے معنی گناہ بھی ہیں۔ اور گناہ کا اطلاق خلاف ورزی احکام شرعیہ کے معنی میں ہے +

ب۔ اس کے معنی الزام بھی ہیں۔ اور الزام کا اطلاق ملکی یا قومی یا حکومت کے احکام کی خلاف ورزی میں کیا جاتا ہے +

جب ہم ذنب بفتحتین کو دیکھتے ہیں جس کے معنی دُم ہیں۔ تو اشتقاق اوسط کے اصول پر ذنب بفتح و سکون ثانی کے معنی بھی متبادر ہو جاتے ہیں۔ یعنی ہر ایک وہ الزام جو کسی شخص کے پیچھے لگا دیا گیا ہو +

ذنوب بفتح اوّل۔ اُس ڈول کو کہتے ہیں۔ جو رسّی کے سرے پر بندھا ہوا ہو۔ یہ بھی اسی وضع لغوی کی جانب راہبری کرتا ہے +

لہٰذا کیا ضروری ہے کہ آیت بالا میں ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جائے۔ اور سمجھا جائے کہ کوئی گناہ خدا کا تھا +

قرآن مجید کی زبان سے سنو۔ موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں +

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (شعراء ع ۲)

انہوں نے مجھ پر ایک الزام لگا رکھا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ✤

ظاہر ہے کہ فرعون یا قوم فرعون کے مقابلہ میں موسیٰؑ نے کسی گناہ شرعیہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اس کا ترجمہ "الزام" بھی صحیح ہے ✤

"قانوناً" لفظ "الزام" اور لفظ "جرم" کے معنی میں بہت تفاوت ہے۔ "الزام" کا اطلاق اُس نسبت جرم پر کیا جاتا ہے کہ بادی النظر میں الزام لگا سکنے والی طاقت کے نزدیک کسی شخص پر کسی فعل ممنوعہ ملک یا قانون کے مرتکب بننے کی بابت گمان کیا جا سکے۔ اور "جرم" کا اطلاق اُس فعل ممنوعہ ملک یا قانون کے ارتکاب کے ثابت ہو جانے کے بعد کیا جاتا ہے ✤

موسیٰؑ پر فرعونیوں نے قتل عمد کا الزام لگا رکھا تھا۔ اور اس فعل کے ثابت ہو جانے کے بعد اُس کی سزا قتل و قصاص تھی ✤

موسیٰؑ فرعونیوں کی ذہنیت کو سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ سطحی دماغ سے نہ "نوعیت" کی ضروری شرط کا خیال رکھیں گے۔ اور نہ اس فرق کو سمجھیں گے۔ کہ ایک تھپڑ کا لگ جانا کیا عادتاً منجر بہ ہلاک ہو سکتا ہے۔ یا تھپڑ لگانے والے کے علم میں یا احتمال میں اُس کا منجر بہ ہلاک ہونے کا ظن غالب ہو سکتا ہے ✤

اگر ان ضروری مباحث قانونی کو الزام بر موسیٰ کے ساتھ شامل کیا جائے۔ تو موسیٰ پر جو الزام قتل لگایا گیا۔ تو وہ ۲۲۳ تعزیرات ہند سے بھی گھٹ کر محض ایک "تادیبی فعل" رہ جاتا ہے جس کا صدور نیک نیتی سے ہوا۔ اور قانوناً کوئی جرم نہیں بنتا ✤

ج۔ حدیث میں ہے اِذَا تَصَافَحَا لَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ جب دو شخص آپس میں مصافحہ کرتے ہیں۔ تو ان میں باہمی کوئی ذنب باقی نہیں رہتا ✤

صاحب مجمع البحار نے ذنب کے معنی میں اس جگہ تحریر کیا ہے۔ اَیْ غِلٌّ وَشَحْنَاءُ یعنی ذنب کے معنی یہاں کینہ اور تنگ دلی ہیں ✤

د۔ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ یہاں نبیؐ اور مومنین کے واحد ذنب کا ذکر ہے ✤

ان جملہ امور کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ آیت زیب عنوان میں ذنب بمعنی الزام قوم ہے اور ماتقدم سے مراد زمانہ قبل از ہجرت اور ماتاخر سے مراد زمانہ بعد از ہجرت ہے۔ علماء سیرت آگاہ ہیں کہ نبی صلعم پر کفار نے جو جو الزامات و اتہامات لگائے تھے۔ وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے قبل از ہجرت الگ تھے۔ اور بعد از ہجرت الگ +

"اتہامات قبل از ہجرت"

یہ کاہن ہے۔ یہ شاعر ہے۔ یہ مجنون ہے۔ یہ ساحر ہے۔ یہ اوروں سے سن سن کر فسانے بنا لیتا ہے۔ اس کے پاس غیر قوم کا کوئی شخص ہے۔ جو اسے ایسی پڑھنت پڑھاتا رہتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ +

"الزامات بعد از ہجرت"

یہ قوم میں پھوٹ ڈالنے والا ہے۔ مکہ کو اجاڑنے والا ہے۔ بھائی کو بھائی سے بیٹے کو ماں سے جدا کرنے والا ہے۔ ہماری تجارت کو مخدوش کر دیا۔ قومی انتظامات کو پراگندہ کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ +

"مومنین پر بھی ایسے ہی الزامات لگائے جایا کرتے"

بے عقل ہیں۔ کوتاہ بین ہیں۔ کمینے ہیں۔ غلام ہیں۔ ناقابل التفات ہیں۔ آیت تَزْدَرِیْ اَعْیُنُکُمْ میں انہی امور کی طرف اشارہ ہے۔ اجی یہ تو وہ ہیں کہ روٹی ٹکڑے۔ تو سب کے سب محمدؐ کو چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو جائیں +

آیت لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا میں یہی بات ان کی بتائی گئی ہے +

عروہ بن مسعود نے بھی جب وہ قبل از اسلام نبیؐ کے حضور میں سفیر قریش کی حیثیت سے آیا تھا یہی الزام مسلمانوں کے رد در رد مسلمانوں پر لگایا تھا۔ کہ یہ سب تو تجھے چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے۔ اور اس کا جواب سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے عروہ کو نہایت ذلیل کن الفاظ میں دیا تھا +

سلہ یہ ان کی نگاہوں میں حقیر ہیں +

سلہ جو شخص رسولؐ کے اردگرد ہیں۔ ان کو خطرہ نہ ہو۔ یہ منتشر ہو جائیں گے +

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ حدیبیہ کی فتح مبین کا پہلا ثمر شیریں یہ ہوگا کہ کفار اور مسلمین کے مل بیٹھنے سے سب اگلے پچھلے الزامات اٹھ جائیں گے۔ دب جائیں گے زیر خاک ہو جائیں گے۔ لفظ غفر کے لغوی معنی بھی یہی ہیں۔ صداقت رسول آشکار ہوگی۔ بصارت کھل جائے گی۔ بصیرت بیدار ہوگی۔ اتہامات و الزامات کی لغویت کا خود ان لوگوں کو اقرار بنات و انفعال کرنا ہوگا +

تاریخ گواہ ہے۔ کہ فی الحقیقت یہ نتائج اس صلح سے بہت جلد مترتب ہو گئے تھے +

بشارت دوم وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ ہے یعنی صلح حدیبیہ کا ثمر دوم اتمام نعمت ہوگا آیت بالا میں جس کا سال نزول ۶ھ ہے اتمام نعمت کا وعدہ ہے اور آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ میں جو ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو نازل ہوئی۔ اس وعدہ کے ایفا کی خبر ہے +

اتمام نعمت کے معنی ہیں اتمام اشاعت دین اور کمال تبلیغ دین متین۔ اور اس تبلیغ کے مبارک ثمرات شامل ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے انعقاد کے بعد جو تبلیغ کہ قریش اور حلفائے قریش کے اندر رکی ہوئی تھی۔ وہ روک اٹھ گئی تھی۔ موانعات کے دور ہو جانے سے لوگ اسلام کو سمجھنے لگے تھے۔ پھر پچاسوں اور سینکڑوں کی تعداد میں داخل اسلام ہونے لگے تھے۔

بشارت سوم وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ہے۔ جو صلح کا تیسرا ثمر شیریں ہوا۔ یعنی جس صراط مستقیم پر مخالفین سنگ راہ بنے ہوئے تھے جس شاہراہ ہدایت کو مشرکین نے روک رکھا تھا۔ وہ صاف ہو جائے گی۔ اور حضورؐ کو اپنی تعلیم پہنچانے اور سالکان راہ کو منزل مقصود تک پہنچانے کا کھلا موقع مل جائے گا +

بشارت چہارم وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ہے۔ جو اس صلح کا چوتھا مبارک

۱؎ اللہ اپنی نعمت کو آپ پر پورا کرے گا +

۲؎ میں نے آج تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی کامل نعمت کا اتمام کر دیا +

۳؎ سیدھی راہ پر اللہ تعالیٰ تجھے لے چلے گا +

۴؎ اللہ تیری مدد زبردست نصرت کے ساتھ فرمائے گا +

نتیجہ ہوگا ✦

یعنی نصرت الٰہیہ پوری طاقت اور نمایاں غلبہ کے ساتھ آشکار ہوگی۔ قلوب میں کشش ارواح میں ذوق پیدا ہو جائے گا۔ بیسیوں نہیں سینکڑوں! سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں لوگ صداقت کے جویا۔ حقیقت کے طالب بن جائیں گے۔ حتیٰ کہ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا نظارہ چشم ظاہر بین کو بھی نظر آنے لگے گا ✦

نصرت الٰہیہ کا اس آیت میں ذکر ہے :-

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ (توبہ ع ۲)

اگر تم اُس کی مدد نہیں کرتے۔ تو اللہ نے تو اُسکی مدد اُس وقت بھی کی۔ جب کافروں نے اُسے نکال دیا تھا۔ اور رسول اُس وقت دو میں سے دوسرا تھا اور وہ دونوں اُس وقت غار میں تھے ✦

ہاں نصرت الٰہیہ ہی کا کرشمہ تھا۔ کہ نبیؐ اور صدیقؓ دونوں غار کے اندر موجود ہیں۔ اور کفار اشرار پہ سوار کھڑے ہیں۔ اور اتنے قریب ہیں۔ کہ اگر ذرا جھک کر دیکھ لیں۔ تو غار کی اندرونی حالت دیکھ سکیں۔ مگر نصرت ربانی کام کر رہی ہے یہ لوگ منہ پر آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھے ہو گئے ہیں ✦

غار سے برآمدگی کے بعد مدینہ تک پہنچ جانا بھی آسان نہ تھا۔ قریش کے انعام اور بت پرستوں کے ذاتی انتقام نے تمام راستہ کو نہایت مخدوش بنا دیا تھا۔ یہ تین سو میل کا راستہ سینکڑوں اعداء دین کا رد کا ہوا تھا۔ پھر بھی نصرت سبحانی سے یہ خوفناک سفر بخوشی اسلوبی طے ہو جاتا ہے۔ بنو کنانہ کے مدلجی سردار نے اگر تعاقب بھی کیا۔ تو منہ کی کھائی۔ اور بریدہ اسلمی نے اگر تعاقب بھی کیا۔ تو زمرہ خدام میں منسلک ہو گیا۔ حضور کے قدوم میمنت لزوم کی اطلاع و بشارت بھی ایک یہودی بچہ اہل ایمان تک لے جاتا ہے۔ اور اہل مدینہ اس نعمت خداداد سے درجہ تکمیل پر فائز ہو جاتے ہیں۔ صراط مستقیم پر چلنے والوں کی تعداد روز افزوں ترقی کے ساتھ بڑھنے لگتی ہے حتیٰ کہ یہود کی آنکھیں بھی اُس نظارہ سے جس کی خبر حقوق نبی نے دی تھی۔ پتھرا جاتی ہیں ✦

اب چھ سال بعد مدینہ سے ٹھیک جنوب میں یعنی اُم القریٰ اور اس کے حوالی میں

لہ اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں ✦

قدرت ربانیہ اور نصرت الٰہیہ کو نتائج صلح حدیبیہ کا دکھلانا منظور ہے +

ان آیات پر غور کرنے سے نمایاں ہو جاتا ہے، کہ فتح مبین اور اتمام نعمت اور ہدایت راہ مستقیم اور نصرت و عزت کے معنی سیرت رسول پاک میں ہمیشہ سے مشکلات اشاعت کی دوری اور موانعات تبلیغ کا اندفاع رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ اعلاء کلمۃ الحق اور ظہور صداقت و بروز حقیقت رہا ہے +

بیشک، یہ سب وعدے۔ یہ جملہ بشارات حضور ہی کی حیات طیبہ میں منجانب اللہ پورے فرمائے گئے تھے۔ لہٰذا آیات زیب عنوان حضور کی رفعت شان اور منصب عظیم کی مظہر اتم ہیں اور حضور کی خصوصیات کو مبرہن کرنے والی ہیں +

مندرجہ بالا تحریر کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ حضور سراپا نور کے مغفور الذنب ہونے کا کوئی منفی پہلو اس سے نکل سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں +

تحریر بالا تو حضور کے مداح علیا کی اور زیادہ وضاحت کن ہے۔ اگر وہ ذات قدسی جسے رب العالمین نے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[1] فرما کر اہل عالم عالمیان کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا ہے، مغفور الذنب نہ ہو۔ تو پھر عصمت انبیا کے کیا معنی رہ سکتے ہیں +

میرا تو ایمان ہے کہ حضور ہی صاحب مقام محمود ہیں۔ منزلت وسیلہ کے سریر آرا ہیں۔ شفیع المذنبین ہیں۔ شفاعت کبریٰ حضور ہی کے لئے خاص ہے آدمُ[2] وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِيَدِيْ حضور ہی کا مرات کمال ہے +

الغرض عصمت کاملہ اور شفاعت کبریٰ کے مناصب کے ساتھ ساتھ آیات زیب عنوان سے ان معانی کا استفاضہ بھی ہو گیا۔ کہ اعداء دین نے جو الزامات سرور کائنات پر لگائے تھے اُن کا ازالہ بھی حضور کی پاک ترین حیات ہی میں ہو چکا تھا +

یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ عابدہ کرنے وقت چالاک شمر نے جن [illegible] کو [illegible]

---

[1] تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات بہترین نمونہ ہے +

[2] آدم اور اُن سے نیچے کے سب برگزیدہ لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور حمد کا جھنڈا اُس روز میرے ہی ہاتھ میں ہوگا +

اور اشاعت اسلام کی مسدودی کا ذریعہ سمجھا تھا۔ وہ سب بیت العنکبوت ثابت ہوئیں +
قریش نے سمجھا تھا۔ کہ جب نومسلم لوگ اکسٹراڈیشن کے مجرم بن جائیں گے۔ تو قریش کے جبر و ستم اور بند و قید کے خوف سے آئندہ کوئی شخص اسلام میں داخل نہ ہوگا +
نیز جب مرتدین کو یہ سہارا مل جائے گا۔ کہ وہ ترک اسلام کے بعد بھی قریش کی پناہ میں آکر بعملہ حقوق شہریت سے متمتع رہ سکیں گے۔ اور مسلمان اُن کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ تو بیسوں مسلمان بھی مرتد ہو جائیں گے۔ مگر یہ دونوں خیال جھوٹے نکلے اور صرف اشاعت اسلام نے ان کی مجملہ تدابیر کو خاک میں ملا دیا۔ اور علیم الحکیم نے اُسی معاہدہ کو فتح مبین اور نصر عزیز بنا دیا +

میشک کوتاہ بین آنکھ تو یہ بھی نہ دیکھ سکتی تھی۔ کہ وہ دو شخص جو رات کی تاریکی میں گھروں سے نکلے۔ اور غار کی تہ میں چھپ کر بیٹھے۔ یہی کل دنیائے روحانیت کے آفتاب و ماہتاب ہیں + نبی کریم کی روحانیت سے شرک کی ظلمت اور جہل کی تاریکیاں دور ہوئیں۔ توحید کا نور گھر گھر پہنچا۔ اور خلیفۃ الرسول کی روحانیت سے اسود عنسی اور مسیلمہ۔ سجاح کی نبوت کاذبہ کے دعاوی مغاک ہلاک میں ڈالے گئے۔ اور ہر ایک گمراہ کن کی بنیادیں متاصل کی گئیں +

اسی طرح اور بالکل اسی طرح اس معاہدہ کے وقت کوتاہ اندیشان قریش کی عقل اور سمجھ سے یہ بات باہر تھی۔ کہ جو مسلمان مسلمانوں سے بطور مجرم حاصل کئے جائیں گے۔ وہی لوگ حبس و زندان میں بیٹھے ہوئے مبلغ اسلام کی شان دکھلائیں گے۔ اور بیسیوں کو مسلمان کر سکیں گے +

جو لوگ اسلام پر "زور شمشیر" کا جھوٹا اتہام لگایا کرتے ہیں وہ بھی اس معاہدہ پر غور کریں۔ کہ اسلام سے پھر جانے والوں کی حمایت اور پناہ کی ذمہ واری قریش کی زبردست قوم اپنے اوپر لیتی ہے۔ اُن کی آبادی اور سکونت کے انتظام کی حامی بنتی ہے اور بایں ہمہ کوئی ایک شخص بھی نہیں نکلتا۔ جس نے اس حمایت و حفاظت و جنبہ داری کا فائدہ اٹھایا ہو +

المختصر آیات زیب عنوان سے نبی صلعم کی خصوصیات بخوبی آشکارا ہیں۔ اور مضمون ہذا کی مناسبت سے اسی قدر لکھ دینا کافی ہے +

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ وَحَبِيْبِهٖ وَاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

خصوصیت نمبر ۱۳

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (انفال)

جب تو نے پھینکا تھا۔ تب تو نے نہ پھینکا۔ بلکہ اللہ نے پھینکا تھا

یہ آیت سورہ انفال کی ہے۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حبر الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ سورہ انفال کا نزول بمقام بدر ہوا۔ (صحیحین)

لہٰذا ثابت ہو گیا۔ کہ جس واقعہ کی طرف آیت بالا میں اشارہ ہے۔ وہ بھی غزوہ بدر ہی کے واقعات میں سے ہے ✦

اہل التفسیر و اہل مغازی کا اتفاق ہے۔ کہ نبی صلعم نے قریش کے لشکر کو دیکھا۔ تو زبان سے کہا۔ الٰہی یہ قریش ہیں۔ فخر و غرور میں چور۔ تیرے نافرمان۔ تیرے رسول کے مکذب۔ میں تیری موعود نصرت کا طالب ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام آئے۔ کہا۔ حضور ایک مشت خاک لیجئے اور قریش کیجانب پھینک دیجئے (اور نمونہ قدرت باری ملاحظہ کیجئے)

نبی صلعم نے کنکریوں والی مٹی کی مٹھی بھر لی۔ اور لشکر اعدا کی طرف پھینک ماری اس لشکر خود سر میں ایک ہزار کے قریب وہ لوگ تھے۔ جن کے کبر و افتخار کی کوئی حد ہی نہ رہی۔ یہ مٹھی بھر خاک ہر ایک کی آنکھ میں پہنچی۔ اور ان بے بصران حقیقت کو بتلا گئی۔ کہ جو رسول پاک کی شان سے اندھے ہیں۔ وہ اسی امر کے سزاوار ہیں۔ کہ ان کی آنکھیں پھوٹیں۔ اور خاک راہ اُن کے لئے سرمہ بنے ✦

واقعہ عجیب تھا۔ کہ ایک مشت خاک اور ایک ہزار اعمی القلوب کی آنکھوں کو تیرہ کر جائے اس لئے قرآن مجید نے یہ راز کھول دیا۔ کہ اس میں دست قدرت شامل ہے اور قدرت کے کام ہمیشہ عقل انسانی کے لئے اعجوبہ رہے ہیں۔ اور رہیں گے ✦

بعض لوگوں نے دیکھا۔ کہ مَا رَمَيْتَ کی نفی۔ اور إِذْ رَمَيْتَ کے اثبات میں اور لَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ کے نتیجہ سے اتحاد ذات اور حلول کا مسئلہ نکلتا ہے۔ لہٰذا وہ یہ سمجھ گئے کہ یہی وہ آیت ہے۔ جو حقیقت محمدیہ کے چہرہ سے برقع کشا ہے۔ مگر ایسی سمجھ میں فتور فہمی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ✦

اس آیت کے حقائق میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے +

کہ نبی صلعم کے خلق عظیم کو دیکھتے ہوئے حضور کی عفو۔ اور درگذر اور قوم پروری پر نگاہ کرتے ہوئے یہ واقعہ اعدا کی نگاہ میں بھی اس لئے تعجب خیز تھا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تو کبھی بدی کا بدلہ دینے والے نہ تھے۔ ان کا ہاتھ کسی کی ضرر رسانی کے لئے کبھی اُٹھتا نہ تھا۔ ہم لوگوں نے ۱۳ سال تک مکہ میں سُن سُن کر دیکھ لیا۔ کہ وہ کبھی مقابلہ میں اُف تک نہ کرتے تھے۔ ہاتھ کو جنبش دینا تو کجا۔ زبان کو بھی ہمارے خلاف نہیں ہلاتے تھے۔ آخر محمدؐ کو کیا ہو گیا۔ کہ اُس کی عادت بدل گئی۔ کیا اُس کی فطرت میں بھی تبدیلی آگئی؟ کیا اب بھی خلق محمدیہ کو دنیا کے لئے نمونہ بنایا جائے گا +

رب العالمین کو یہ گوارا نہیں۔ کہ اُس کے حبیب پاک کے اخلاق کی نسبت ایسی باتیں رموزاً بھی کہی جائیں۔ جھٹ اُس کی نفی فرمادی۔ اور بتلادیا۔ کہ اخلاق محمدیہ تو وہی ہیں۔ جو دنیا بھر میں مسلمہ ہیں۔ مگر اس واقعہ میں ہمارے نبی کا ذاتی فعل شامل نہیں۔ اس فعل میں اُن کی نیت شامل نہیں۔ یہی نے ہمارے حکم کی تعمیل میں وہی کام کیا۔ جو تیر انداز کے ہاتھ میں ایک کمان کا ہے لہذا ہمارے رسولؐ کی ذات کے متعلق کوئی لفظ زبان سے مت نکالو۔ اور اسے ہمارے ہی جلال کی ایک شان سمجھو +

اِذْ رَمَیْتَ میں فعل کا اثبات اُسی حیثیت سے ہے۔ جو کمان کا تیر اندازی میں ہے اور مَا رَمَیْتَ میں فعل نبوی کی نفی اُسی حقیقت پر ہے جو تیر انداز کے سامنے کمان کی ہے۔ لہذا آیت کا محل اصلی "ذَبِّ رسول" ہے +

اور اہل اسلام کے لئے سبق ہے۔ کہ ہم سب پر بھی اعدا کے اُن اعتراضات کی جوابدہی لازم و واجب ہے۔ جو حضور کی ذات گرامی پر کوئی مخالف اپنی کم بصری و کوتاہ بینی سے زبان پر لاتا ہو +

کمان کو تیر انداز اور بندوق کو نشانہ باز کے ساتھ اتحاد و حلول کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ صحیح ہے +

ہاں آیت ایک اور حقیقت کا بھی اظہار کرتی ہے۔ اسی سورہ انفال کو پڑھو کہ کفار مکہ کی درخواست اللہ تعالیٰ سے یہ ہوا کرتی تھی +

زاللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ	الٰہی یہ محمدؐ کی نبوت ۔ اور دعوت اور تیرا نام لے کر
مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً	آیات قرآنی کی تلاوت اگر درحقیقت تیری ہی طرف
مِّنَ السَّمَآءِ	سے ہے ۔ تو ہم پر آسمان سے پتھراؤ کیا جائے ✦

دیکھو ۔ ان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے ۔ یہ دعا تو کرتے ہیں کہ ہم پر پتھر برسیں ۔ اور یہ دعا نہیں کرتے ۔ کہ اگر محمد صلعم سچا ہے ۔ اُس کی دعوت سچی ہے ۔ تو ہمارے دلوں کو کھول دے اور قبول حق کا جوش ہمارے اندر پیدا کر دے ✦

ان پر پتھراؤ کا ہونا ضروری ہو گیا تھا ۔ کیونکہ حقانیت اسلام کے لئے انہوں نے اسی امر کو شرط ٹھہرایا تھا ۔ لہٰذا رسول کو حکم ہوتا ہے ۔ کہ ایک مشت خاک ان پر پھینک دو ۔ جب یہ مشت خاک سب کی آنکھوں میں پہنچے گی ۔ تو اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی ۔ کہ ہاں اس طرح پتھروں کا آسمان سے برسنا بھی بعید نہیں ✦

لہٰذا یہ رمی معجزہ بھی ہے اور منکرین کے لئے اُن کی خود منہ مانگی بات کے اصول پر حجت و دلیل بھی ✦

اسی توجیہ کے ذیل میں یہ یاد رکھنا چاہئے ✦

کہ رمی حجارہ سے رامی کا مقصد ان لوگوں سے برات و بیزاری کا اظہار بھی ہے ۔ جو معنوی اور شرارت پیشہ ہوں ۔ جو بوجہ خبث باطن حقانیت و صداقت سے اس قدر دور ہو چکے ہوں کہ بظاہر آثار رشد بھی اُن سے معدوم ہو چکے ہوں ✦

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بمقام منیٰ معنوی شیطان پر تین بار رمی جمرات فرمانا اور پھر نفاذ حکم الٰہی پر بکمال طوع و رغبت مستعد رہنا اسی اصول پر تھا ✦

فرزند خلیلؑ اور دعائے ابراہیمؑ نے بھی بدر میں اُسی نمونہ کا اتباع فرمایا ۔ سیدنا ابراہیمؑ ایک شریر النفس کو خائب و خاسر بنانے میں کامیاب ہوئے تھے ✦

فخر الانبیاءؐ کی ایک ہی مشت خاک نے ایک ہزار طاغی و باغی فوج اور اُن کے ناپاک ارادوں کو خاک نشین فرما دیا ✦

محمد عربی کا بردے ہر دو سرا ست ۔۔۔ کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

الغرض یہ آیت حضورؐ کے خصائص خاص میں سے ایک خصوصیت کی مظہر ہے ✦

فصل دوم

خصوصیت نمبر ۱۴

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ

(البقرہ ۱۸۔ عمران ۱۷۔ جمعہ ۱)

نبی لوگوں پر اللہ کی آیات کو پڑھ پڑھ کر سناتا ہے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے۔ تو انہوں نے چاہا۔ کہ خدمت اسلام میں وہ کام کریں۔ جو سخت مشکل ہو۔ مسلمانوں نے بتلایا کہ سب سے مشکل کام قریش کو قرآن مجید کا سنانا ہے +

یہ دُھن کے پکے تھے۔ قریش کے مجمع میں پہنچے اور تلاوت قرآن شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے۔ تو اُن کا سارا بدن لہولہان تھا۔ اور زخموں نے چہرہ کو بے پہچان بنا دیا تھا +

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ لوگوں کو آیات قرآنیہ کا پڑھ کر سنانا کتنا کٹھن کام تھا۔ اور نبی صلعم ہر روز اسی کام میں لگے رہتے تھے۔ آبادئ مکہ کے اندر ہر ایک مجمع میں حضور پہنچتے تھے۔ اور قرآن سناتے تھے۔ ہر شخص کو تنہائی میں ملتے تھے۔ اور اُسے پیام الٰہی پہنچاتے تھے +

آبادی سے باہر بھی جتنے رستے آنے جانے والوں کے تھے۔ اُن سب پر دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں حضور جا پہنچتے تھے۔ اور قرآن کی تلاوت سے آنے جانے والوں کے کانوں میں حکم الٰہی ڈالتے تھے +

عرب کی کوئی مشہور منڈی اور مشہور میلہ ایسا نہ تھا۔ جہاں حضور نہ پہنچے ہوں اور حضور نے تبلیغ بذریعہ تلاوت اور اشاعت بذریعہ دعوت نہ فرمائی ہو حکاظ کا ذوالمجاز۔ اور

طائف کا پتہ پتہ حضور کی تلاوت کا گواہ ہے ✦

غور کرو۔ اس گوہر مقدس کی جرأت و فتوت نجدت و جلادت پر کہ رزم گاہ عالم میں جملہ افراد عالم۔ بلکہ اقوام عالم کے خلاف اپنی زبان کھولتا ہے۔ ہر ایک کو الضاد سے ملزم ٹھہراتا ہے۔ ہر ایک کا شیشۂ پندار رنگ براہین سے توڑتا ہے ہر ایک کے بت ضلال کو سندان حقانیت پر پھوڑتا ہے ✦

اُسے نہ ضرب کا ڈر۔ نہ ضرر کا غم۔ نہ خوف و خطر کا اندیشہ۔ اُس کا سینہ و جگر نیزہ و تیر سے دل نہیں چراتے۔ اُس کی زبان بیان تو حیدہ سے بند نہیں ہوتی۔ اُس کی سرگرمیاں لوگوں کی سرد مہری سے ٹھنڈی نہیں پڑ جاتیں۔ مال کی طمع۔ حکومت کی للچاہٹ اسے اپنے کام سے روک نہیں سکتی ✦

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ تلاوت آیات کتنا کٹھن۔ دشوار۔ اور خطرناک کام تھا۔ اور یہ نبی صلعم ہی کی خصوصیت ہے جسے حضور نے ایسی خوش اسلوبی سے پورا کیا۔ کہ اپنی آواز کو ہر ایک غافل تک پہنچایا۔ ہر ایک غفلت زدہ کو خواب سے جگایا۔ اور بالآخر سب کو بیدار کر کے چھوڑا ✦

آج اگر کوئی شخص تلاوت قرآن کا عمل سہل و آسان سمجھتا ہے۔ تو اسے بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مخالفین کے زمرہ میں تلاوت کا کام فی الواقع آج بھی آسان نہیں۔ اور اب اگر کسی قدر سہولت پیدا بھی ہو گئی ہے۔ تو یہ اُسی تلاوت نبوی کی برکت اور اثر ہے۔ جس کے لئے حضور خود گوناگوں مصائب اور بوقلموں نوائب کی برداشت کر چکے ہیں ✦

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تلاوت کی دو صورتیں ہیں:-

(الف) خود اپنے لئے پڑھنا اس کے آداب الگ ہیں۔ مثلاً تحسین صوت۔ حضور قلب۔ معانی پر تفکر و تدبر۔ حقائق و معارف کی غواصی ✦

(ب) دوسروں کو پڑھ کر سنانا۔ وہ دوسرے بھی کون؟ مخالفین دین۔ جن کے کان سننے سے اور دل سمجھنے سے سخت منکر ہوں ✦

اُن کو اس طرح پر سنانا۔ کہ ثواب ابدی۔ عذاب اُخروی۔ نعمائے الٰہی۔ رضوان ربانی سننے والے کو مشکل نظر آنے لگیں۔ بدن لرز جائے اور دل کانپ اٹھے آنکھ کھل جائے

اور طبیعت اپنے سابقہ اطوار سے رُک جائے +

یہ کام بیشک بدرجہ کمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے کرنے کا تھا۔ اور قرآن گواہ ہے کہ حضور نے اس کام کو نہایت ہی عمدگی کے ساتھ سرانجام دیا۔ اور اسی لئے حضور کا یہ طریق خصوصیت میں داخل ہوا +

خصوصیت نمبر ۱۸

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (بقرہ ع ۱۸)

نبی تم کو وہ کچھ سکھلاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے

آیت کا خطاب جملہ اہل عالم سے ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ نبی صلعم کی شان یہ ہے کہ ساری دنیا کو اُن علوم کی تعلیم دیں۔ جن سے دنیا ناواقف و بے بہرہ تھی +

مسیح جیسے صادق اللہجہ نے استعداد مخاطبین اور قابلیت متعین کا اندازہ کرتے ہوئے یہ اعلان فرما دیا تھا +

اِنَّ لِیْ اُمُوْرًا کَثِیْرَۃً اَیْضًا لَا قُوْلَ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَا تَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ تَسْتَعْمِلُوا الْاٰنَ وَاَمَّا مَتٰی جَآءَ ذٰلِکَ رُوْحُ الْحَقِّ فَھُوَ یُرْشِدُکُمْ اِلٰی جَمِیْعِ الْحَقِّ [1]

اردو انجیل کی عبارت یہ ہے:-

"میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں تمہیں کہوں۔ پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے۔ جب وہ یعنی روح حق آئے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی" [2]

مسیح کا قول بالا بتلا رہا ہے۔ کہ جتنی تعلیم انہوں نے قوم کو دی۔ وہ کم تھی بہ نسبت اس تعلیم کے جو باقی رہ گئی تھی۔ اس فقرہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کمی تعلیم کا سبب یہ نہ تھا

---

[1] یوحنا ۱۶ باب۔ نقل از کتاب المقدس عربیہ مطبوعہ لاہور ۱۸۷۱ء

[2] نقل از بائبل اردو مطبوعہ مرزا پور ۱۸۷۱ء۔ یہ واضح رہے کہ الفاظ "بتائے گی" بصیغہ مؤنث اس لئے ہے کہ اردو زبان میں روح مؤنث ہے۔ ورنہ آنیوالے کا نام روح الحق ہے۔ اور بصیغہ مذکر عربی عبارت میں موجود ہے ۱۲ محمد سلمان

کہ حضرت مسیح خود استاد کامل تھے۔ بلکہ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ سننے والے ایسی ابتدائی حالت میں تھے۔ کہ ان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک ایم۔ اے پاس استاد کسی پرائمری کلاس کو تعلیم دینے لگے اور وہ اُن کو بہت سی علمی باتیں نہ بتلا سکے اور نہ سمجھا سکے۔ اس لئے کہ شاگردوں کی سمجھ ناقص ہے +

بہرحال نتیجہ یہ ہے کہ مسیح جیسے نیک اُستاد کی تعلیم کا حصہ اور بہت بڑا حصہ دنیا کو اُس وقت نہ مل سکا +

اب سوال یہ ہے کہ کیا مسیحی مذہب کی اس کمی کو کسی شخص نے کسی زمانہ میں پورا کیا جہاں تک ہم کو عیسائی عالموں سے معلوم کرنے کا اتفاق ہوا۔ وہ بتاتے ہیں کہ پینتی کاسٹ کے دن اس کمی کو پورا کر دیا گیا +

پینتی کاسٹ کا ذکر کتاب اعمال کے دوسرے باب میں ہے اور اُس کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ رفع مسیح سے پچاس دن بعد کا ہے۔ الغرض پہلے ہی سال کا۔

پینتی کاسٹ کے معنی کتاب احبار موسیٰ کی تیسری کتاب کے ۲۳ باب میں یہ بتائے گئے ہیں۔ کہ عید فصح کے ایام میں نذر کی قربانی کا پیش کرنا +

ہاں کتاب اعمال سے ظاہر ہے کہ اس پینتی کاسٹ کے دن مسیح کے بارہ شاگرد جمع تھے۔ اُن کو ایک زور کی آواز سنائی دی۔ اور شاگردوں کو جدا جدا آگ کی سی زبانیں دکھائی دیں اور وہ ہر ایک پر بیٹھیں۔ اور یہ سب غیر زبانیں بولنے لگے۔ آواز سُن کر لوگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ سب حیران ہوئے۔ ایک دوسرے سے گھبرا کر کہنے لگے۔ کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے۔ اور لوگوں نے ٹھٹھے سے کہا کہ یہ نئی شراب کے نشے میں ہیں۔ تب پطرس نے اپنی آواز بلند کی اور لوگوں سے کہا کہ یہ نشے میں نہیں۔

۱ یہ وہ ہے۔ جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا کہ

۲ خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہوگا۔ کہ میں اپنی روح میں سے تمہر بھیجوں گا "

پطرس کی تقریر کے بعد تین ہزار آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے +

(خلاصہ از یکم تا ۴۱ درس باب دوم اعمال)

پینتی کاسٹ کے دن جو کچھ ہوا۔ اُس پر شک کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ غور کی

ضرورت ہے۔ سوال تو یہ تھا۔ کہ مسیح کی پیشگوئی جو باتیمانہ صداقت کی مکمل تعلیم کے متعلق تھی۔ کب پوری ہوئی۔ پینتی کاسٹ کے دن تو حضرت پطرس نے عین اس وقت جبکہ وہ روح القدس سے بھرپور تھا۔ یہ بتلا دیا تھا۔ کہ یہ حالت وہ ہے۔ جس کا ذکر یوایل نبی کی معرفت ہوا تھا +

اب انصاف کا مقام ہے۔ کہ پطرس معہ روح القدس ظاہر کر رہا ہے۔ کہ یوایل نبی کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور پادری بتلاتے ہیں۔ کہ نہیں۔ بلکہ مسیح کی پیشگوئی پوری ہوئی +

کیا پادری کا یہ کہنا پطرس کے سامنے سچ ٹھہرے گا۔ اور پطرس معہ روح القدس اس پادری کے سامنے جھوٹا قرار دیا جاوے گا؟

میں کہتا ہوں۔ کہ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ لہذا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پینتی کاسٹ کے دن مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور مسیحی علماء اس دن کے سوا اور کسی دن کا حوالہ بھی نہیں دے سکتے۔ جب مسیح کی پیشگوئی پوری ہوئی ہو +

ساری دلیل کا لب لباب یہ ہوا۔ کہ عیسائیوں کو بہت زیادہ صداقت کی باتیمانہ تعلیم کبھی بھی نہیں ملی تھی +

آیت زیر عنوان بتلاتی ہے کہ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ کی تعلیم نبی صلعم ہی نے دنیا کو دی تھی +

اس دلیل کی صحت اس اندرونی شہادت سے بھی ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح نے تو فرمایا تھا۔ کہ روح الحق اُس کامل صداقت کی تعلیم دے گا۔ جو مسیح نہیں دے سکے تھے اور اس پینتی کاسٹ کے دن کسی ایک نئی بات کی تعلیم بھی نہیں دی گئی۔ پطرس نے اس واقعہ کو یوایل نبی کی پیشگوئی بتلایا یا صلیب مسیح کا واقعہ سنایا۔ مگر تعلیم کچھ بھی نہیں دی گئی تھی اندریں حالات ہماری برہان مکمل ہو جاتی ہے۔ کہ عیسائیوں کو ابھی بہت کچھ سیکھنا تھا۔

اس کے بعد یہودیوں کی حالت سنو +

وہ یہود جو موسیٰ کی مسند پر بیٹھنے والے تھے +

وہ یہود۔ جو عزد۔ کتاب دانی۔ اور نخوت کتاب داری سے سرشار تھے۔ قرآن مجید نے خود ان کو مخاطب بنا کر فرما دیا تھا۔ کہ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا یعنی تم کو علم کا بہت

تھوڑا حصہ ملا ہے +

جب اہل کتاب کے یہ دونوں گروہ حضرت مسیح کی شہادت اور قرآن پاک کے اعلان سے بہت تھوڑے علم والے ثابت ہو چکے۔ تو ضرور تھا۔ کہ دنیا کو کبھی مکمل تعلیم دی جاتی۔ نبی صلعم کے عہد نورانی میں وہ وقت آگیا۔ کہ مَالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کی کمی کو پورا کیا جائے +

یہ بدیہی ہے کہ جب کتاب والے ہی ادھورے نکلے تو دیگر اقوام کا تو علمی حیثیت میں اُن سے ادنیٰ درجہ پر ہونا بالضرور ثابت ہو گیا۔ لہٰذا آیت بالا کے مخاطب جملہ اہل عالم ہیں۔ اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ہی کا وہ منصب عالی ہوا۔ کہ سب کو ایسی تعلیم دیں جس سے دنیا آج تک بے بہرہ تھی +

مسیح کی پیشگوئی کے متعلق یہ امر بھی شرح طلب ہے۔ کہ اس پیشگوئی میں اسم "روح الحق" کا استعمال ہوا ہے اور اناجیل اربعہ میں اس مقام کے سوا اور کسی جگہ اسم ہذا کا استعمال نہیں ہوا۔ دوسرے مقامات پر تو روح القدس کا لفظ آیا ہے۔ پینتی کاسٹ والے دن بھی پطرس نے روح القدس ہی کا لفظ استعمال کیا ہے اور یہ ہر دو مقامات کا فرق صراحتہً بتا رہا ہے کہ "روح الحق" اور ہے اور "روح القدس" اور +

"روح القدس" کو پادری صاحبان تثلیث کا جزء ثالث تسلیم کرتے ہیں۔ تو کیا آریں۔ مگر روح القدس نے تو کبھی کوئی نئی تعلیم کسی مسیحی کو نہیں دی۔ چنانچہ خود کسی مسیحی عالم کی شہادت بھی یہ موجود نہیں۔ کہ اُسے راست بازی کی وہ باتیں مذکورہ تعلیم روح القدس سے مل گئی ہے جسے حضرت مسیح ادھورا چھوڑ گئے تھے +

آیت زیب عنوان نے صاف طور پر بتلا دیا۔ کہ استاد عالم و عالمیان ہونے کا امتیاز اور خصوصیت حضور سرور کائنات ہی کو حاصل ہے +

ناظرین دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ امور کثیرہ کیا ہیں؟ جو مسیح کی تعلیم میں نہیں پائے جاتے بلکہ ہندوؤں کی کتابیں بھی اُن سے خالی ہیں۔ اس کا جواب ناظرین کو ہمارے دوسرے مضمون "خصائص القرآن" سے ملے گا۔ اُسے بغور ملاحظہ فرمائیں +

اس جگہ یہ بھی بتا دینا ضروری ہے۔ کہ قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ اور بھی

ایسے مقدس بزرگوار ہو چکے ہیں۔ جن کو علم لدنی عطا ہوا تھا۔ تو کیا اس سے اشتباہ گزر سکتا ہے۔ کہ ان میں سے ہی کسی بزرگ نے اس کمی کو پورا کر دیا ہو؟ جواباً عرض ہے کہ ان سب ایسے بزرگوں کا زمانہ حضرت مسیحؑ سے بہت پیشتر کا ہے۔ پس وہ لوگ مسیح کی کمی تعلیم کو پورا کرنے والے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے ✤

لہٰذا نبی صلعم ہی وہ سرچشمۂ علوم ہیں۔ جو فرشِ خاک پر بیٹھے۔ اور خاکی و نوری النسی وجانی کو ایسے ایسے علوم سے مستفیض فرمایا۔ کہ یہ خاک کے ذرہائے بیمقدار آسمانِ علوم پر تاباں نجوم بن کر چمکے۔ اور ضیا بخش عالم و عالمیان قرار پائے ✤

نبی صلعم اور سیدنا مسیح کے تلامذہ میں بھی نمایاں تفاوت ہے۔ مسیح کے بارہ شاگردوں میں سے شمار کرو۔ کہ کتنے شاگرد اُن کی تعلیم کے مبلغ ٹھہرے تھے۔ دو تین سے زیادہ کے نام نہیں لئے جاسکیں گے۔ اس قلیل تعداد کا کارنامہ بھی صرف اسی قدر ہے کہ اُنہوں نے جناب مسیحؑ کے حالاتِ زندگی کی اشاعت کی ہے اور بس۔

نبی صلعم کی تیار کردہ جماعات میں ہر قسم و ہر صنف کے کاملین نظر آئیں گے ✤

آپ دیکھیں گے۔ کہ ابوبکرؓ و عمر ملک داری و جہانبانی کی تعلیم۔

ابوعبیدہ و خالد ہنگامہ آرائی و جہاں کشائی کی۔

معاذ و ابو درداء بیان دین و دانش کی۔

سلمان و ابوذر زہد و قناعت کی۔

علی مرتضیٰ و ابن مسعود حقائق علمیہ کی

عثمان غنی و ابن عوف پرورش یتامیٰ و اعانت ایامیٰ کی۔

زید بن ثابت و ابی بن کعب الفاظ فرائض الٰہیہ کی تعلیم کل دنیا کو دے رہے ہیں۔ رضی اللہ عنہم ✤

یہ چند مبارک نام صرف تقریب و تفہیم مدعا کے لئے درج کر دیئے گئے ہیں۔ ورنہ اس بارگاہ قدس کا وہ کونسا تلمیذ ہے۔ جو کشتِ زارِ علوم کے لئے باران رحمت ثابت نہیں ہوا ✤

جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی روایات کا شمار ۲۲۱۰ ہے۔ اور ابن عمرؓ۔ و انس بن مالک کی مرویات بھی اسی کے قریب پہنچ جاتی ہیں۔ اور ابوہریرہؓ کی احادیث

کا شمار ۱۲۸۷ ہے۔ پھر ان کے سوا اور بھی ایسے صحابہؓ کہلاتے ہیں۔ جن کے نام مکثرین روایات کی تحت میں درج ہیں۔ مثلاً ابن عباس۔ و جابر بن عبداللہ۔ و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم اجمعین تو یقین ہو جاتا ہے کہ اس ادب گاہ قدس کا ہر ایک طالب علم استاد عالم ہونے کی شان رکھتا ہے +

یاد رکھئے کہ یہ بزرگوار عرب کے باشندے ہیں۔ وہی عرب جن کی صفت اُمِّیُّوْنَ کَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتَابَ کے الفاظ میں نمایاں ہے۔ یعنی اَن پڑھ اور کتاب سے بے خبر لیکن نبی صلعم کے طفیل نہ صرف یہی لوگ ذُرہ علیائے علوم کو پہنچے۔ بلکہ ان کے شاگرد بھی وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کی سند سے مسند آرائے تعلیم ہوئے +

حقیقت یہ ہے۔ کہ نبی صلعم ہی کی جود و عطا نے علم کو عام بنایا اور اُسے رفعتِ کمال پر بھی پہنچایا +

یہ حضور ہی کے ادنیٰ ترین کفش بردار تھے۔ جنہوں نے سپین و غرناطہ بغداد و سسلی ٹیونس و الجزائر۔ ترکستان و چین و تاتار میں سینکڑوں مدارس و مکاتب کھول دیئے تھے۔ جن میں جملہ اقوام مسلم و غیر مسلم کو بلا تفریق مراتب یکساں تعلیم دی جاتی تھی۔ یورپ کو اقرار ہے۔ انکار نہیں۔ کہ یہی اسلامی ممالک تمام یورپ کے اُستاد ہیں +

اگر ہم پادریوں کی اُس روش اور طریقہ کو دیکھیں۔ جو علوم جدیدہ کی مخالفت میں اُن کا رہا ہے۔ اور پھر مسلمانوں کی اُس فراخ دلی و وسعتِ خاطر کا اندازہ لگائیں۔ جو علوم قدیمہ کی ترویج و اشاعت نیز علوم جدیدہ کی ایجاد و حمایت میں اُن کا معمول رہا ہے۔ تو بخوبی ہویدا ہو جاتا ہے۔ کہ صرف مسلمان ہی ہیں۔ جنہوں نے ابتداءً دنیا میں علوم کو پھیلایا +

تمام مسلمانوں کا یہ شیوہ اپنے سید و مولا نبی صلعم کے حکم کی تعمیل میں تھا۔ لہٰذا ان غلاموں کے افعال بھی حضور ہی کے سُنن ہدیٰ کا بیان اور حضور ہی کے اُسوۂ حسنہ کی برہان ہیں +

اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ شکوہ کامل و احتشام اعلیٰ کے ساتھ حضور ہی میں پائی جاتی ہے +

غالباً یہ بیان نامکمل رہ جائے گا۔ اگر میں اس مقام پر مختصراً ذکر نہ کر دوں گا۔ کہ علوم جدیدہ کی ترویج اشاعت میں مسیحیوں نے تنگ دلی۔ اور اسلامیوں نے فراخ نظری کے کیسے کیسے

نمونے دکھلائے +

ڈی روبینس نے ظاہر کیا۔ کہ قوس قزح بارش میں شعاع آفتاب کے انعکاس کا نام ہے اسے خدا کی کمان جنگ بتانا یا انتقام الٰہی کی علامت سمجھنا غلط ہے +

صرف اتنی بات پر دو قید کر کے روما بھیجا گیا۔ وہ جیل ہی میں مرا۔ اُس کے لاشہ کو۔ اور اُس کی کتابوں کو جلا دیا گیا۔ جو حکم سونختی لاشہ کی بابت صادر ہوا تھا۔ اُس میں اس سونختنی کا یہ جرم بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ وہ روما کے کینسہ کی صلح برطانیہ کے کینسہ سے کرانا چاہتا تھا +

گویا سائی صلح اسی پاداش کا مستحق تھا +

برونو کو ۱۶۰۰ء میں لمبی قید کے بعد اس لئے زندہ آگ میں جلا دیا گیا کہ اُس نے دنیا کو عالم اسباب کہہ دیا تھا۔ یا اُس کے قول سے وحدت الوجود کا مسئلہ آشکارہ ہوتا تھا +

گردویت زمین کا مسئلہ خلافت عباسیہ میں معلوم ہوا۔ اور اس انکشاف سے مسلمانوں میں ایک پتہ بھی نہ ہلا۔ مگر یہی مسئلہ جب یورپ میں پہنچا۔ تو قیامت برپا ہو گئی۔ اور بیسیوں فلاسفر جو زمین کو گول کہنے لگے تھے قتل کر دیئے گئے +

چیچک کا ٹیکہ قسطنطنیہ میں دیر سے رائج تھا۔ ۱۷۲۱ء میں ایک عورت مسماۃ میری مونٹا سے یورپ میں لے گئی تو پادریوں نے اس طریقۂ علاج کی بے حد مخالفت کی۔ حتیٰ کہ بادشاہ سے بھی درخواست کی گئی کہ شاہی اختیارات سے اس کا نفاذ روک دیا جائے +

امریکہ میں جب یہ طریق نکلا۔ کہ عورت کو ولادت کے وقت مخدر کر دیا جائے۔ تو تمام پادری مخالف ہو گئے۔ کہ عورت کو ولادت کے وقت آرام پہنچانا خدا کی لعنت کا مقابلہ ہے۔ جو کتاب پیدائش باب سوم میں عورت ذات کے لئے موجود ہے +

کردنیال اکسیمنس نے ۸ ہزار قلمی کتابیں غرناطہ میں اس لئے سوخت کر دیں۔ کہ اُن کا مضمون کنیسہ کی رائے کے مطابق نہ تھا +

پروٹسٹنٹ کو ایک اصلاح یافتہ اور ترقی کردہ مذہب کہا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس مذہب میں دل و دماغ کو آزادی عطا کی گئی۔ اب اس آزاد مذہب کی حالت بھی سنو +

کالفان نے سیرفیٹ کو جلا ڈالنے کا حکم اس لئے دیا تھا۔ کہ اس کی تحقیقات میں مجلس نیقہ

گے انعقاد سے بھی پیشتر دین مسیحی میں بدعت داخل ہو چکی تھی +
اُسے زندہ دہکتی آگ میں کباب کی طرح صرف اسی گناہ عظیم کی پاداش میں بھونا گیا +
فاتیتی بھی ۱۷۲۹ء کو اسی جرم میں شہر تلوز میں جلایا گیا تھا +
پادری لویتر آرسطو کو ہمیشہ جھوٹا۔ ناپاک۔ خنزیر کہا کرتا تھا +
علم بردارانِ اسلام نے نہ تو اخذ علوم میں اس لئے تنگ چشمی کی۔ کہ وہ علوم اقوام غیر یا ممالک غیر کے ہیں۔ اور نہ علوم کی اشاعت میں اس لئے تنگ دلی کی۔ کہ طالب علم غیر مذہب یا غیر قوم۔ یا رعایائے غیر ہیں۔

ان ہر دو اوصاف کے تحت میں وہ ہزاروں واقعات موجود ہیں۔ جو مؤرخین اسلام پیش کرتے ہیں۔ جن میں سے بیسیوں کا ذکر ڈیون پورٹ۔ لیبل پول اور ایڈورڈ گبن نے بھی کیا ہے +

مسلمانوں میں یہ روشنی اسی منبع نور سے آئی۔ جس کی خصوصیت کے اثبات میں آیت وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ زیب عنوان ہے +

ناظرین کو تاریخ عالم کے تفحص سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس خصوصیت کا تاج حضور صاحب معراج ہی کے فرق مبارک پر تاباں و درخشاں ہے فقط

خصوصیت نمبر ۱۶

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (ع ۱۱)

ہمارا نبی لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے

قبل ازیں تحریر ہو چکا کہ الکتاب قرآن مجید ہے۔ اور تعلیم الکتاب کی تحت میں احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ شامل ہیں +

لہٰذا خصوصیت ہذا کے تحت میں "تعلیم حکمت" کا ذکر ضروری ہے +

قرآن مجید میں ہے :-

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا	جسے حکمت دی گئی۔ اُسے خیر کثیر دی گئی +

آیت بالا سے آشکار ہے۔ کہ فضائل محمودہ اور محاسن کثیرہ کا نام حکمت ہے۔ لفظ حکمت کا اثبات منصب نبوت سے علیحدہ بھی کیا گیا تھا +

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ (لقمان) ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی تھی +

قابل غور یہ امر ہے کہ الکتاب اور تعلیم الکتاب کے بعد اب کونسی بات رہ گئی تھی۔ جسے حکمت سے تعبیر فرمایا گیا +

واضح ہو کہ ہدایات واضحہ اور بیانات راشدہ پر عمل کرنے کے موقع پر مختلف الامزجہ لوگوں کی حالت بھی مختلف ہوا کرتی ہے۔ نبی صلعم نے پیچیدہ معاملات کو عملی طریق پر بھی حل کر کے صحابہؓ کو مکمل تعلیم عطا فرمائی تھی +

۱۔ نبی صلعم رونق افروز مدینہ ہوتے ہیں تو اول مہاجرین و انصار میں مواخات قائم کرتے ہیں اور پھر یہود ان یثرب اور مومنین اسلام میں ایک معاہدہ قلم بند فرما کر اُن کو بھی اتحاد و مدنیت میں شامل فرما لیتے ہیں۔ معاہدہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے +

هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُّحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قُرَيْشٍ وَّيَثْرِبَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ فَلَحِقَ بِهِمْ وَجَاهَدَ مَعَهُمْ اِنَّهُمْ اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ

یہ تحریر محمد النبی صلعم کی جانب سے ہے کہ مومنین و مسلمین قریش و یثرب ایک قوم واحد ہوں گے اور جو لوگ ان کا اتباع کریں گے اور اُن کے مجاہدات میں شامل ہوں گے وہ سب ہی اس وحدت میں شامل ہوں گے +

۲۔ وَاِنَّ يَهُوْدَ بَنِيْ عَوْفٍ اُمَّةٌ مَّعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

یہود ان بنی عوف بھی مومنین کی معیت میں قوم سمجھے جائیں گے +

۳۔ وَاِنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلٰى مَنْ حَارَبَ اَهْلَ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ

مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان باہمی امداد کا طریق جاری ہوگا۔ خواہ کوئی بھی اس معاہدہ والوں کے خلاف لڑنے کو آئے +

غور کرنے والا جب الفاظ معاہدہ کی گہرائی کا اندازہ کرے گا۔ تو اُسے یہ فعل عین حکمت نظر آئے گا +

۲۔ سرور کائنات نے مدینہ پہنچ کر اُن سب راستوں پر آباد قبائل سے جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں

معاہدہ باہمی کا قائم و مستحکم کر لینا ضروری خیال فرمایا۔ بنو ضمرہ اور بنو مدلج کے معاہدات اسی حکمت پر مبنی ہیں +

۳۔ صلحنامہ حدیبیہ میں "من محمد رسول اللہ" لکھا گیا تھا۔ قریش کا کمشنر معاہدہ اس پر معترض ہوا وہ اپنی بات پر اصرار کرتا ہے اور کاتب نبی بھی اس مقدس کتابت پر اتنا ہی جما ہوا ہے جتنا یہ کلمہ پاک اس کے دل پر مرتسم ہے۔ یہ تکرار یہاں تک بڑھ جاتی ہے۔ کہ صلحنامہ کا تمام رہ جانا زیادہ یقینی ہو جاتا ہے۔ نبی صلعم فرماتے ہیں۔ میں "محمد رسول اللہ" بھی ہوں۔ اور محمد بن عبد اللہ بھی۔ لہٰذا محمد بن عبد اللہ لکھ دیا جائے۔ اس حکمت سے سارا مناقشہ ختم ہو جاتا ہے +

۴۔ کفار مکہ نے کفار یثرب کو لکھا۔ کہ وہ مہاجرین و انصار سے جنگ شروع کر دیں۔ اگر یثرب والوں نے ایسا نہ کیا۔ تو مکہ والے خود حملہ کر کے اپنے مخالفین کو فنا کر دیں گے۔ اہل یثرب پر دھمکی کا یہ جادو چل گیا۔ اور انہوں نے مہاجرین و انصار پر حملہ کی تیاری کر لی۔ نبی صلعم یہ اطلاع پا کر اہل یثرب کے پاس گئے اور یوں تقریر فرمائی +

تم اہل کہ کی چال کو نہیں سمجھتے۔ وہ تمہارے ہاتھ سے تمہارے اعزا و اقارب کو (جو مسلمان ہو گئے ہیں) قتل کرانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اگر تم کو اہل مکہ سے جنگ کرنی پڑی۔ تو وہ مقابلہ اغیار سے ہوگا +

اس مختصر تقریر نے عجیب اثر کیا اور اہل مدینہ میں جو اندرونی جنگ شروع ہونے والی تھی۔ رک گئی۔ اس حکمت نے اہل اسلام کے ہجرت گاہ کو اندرونی بے امنی سے محفوظ کر دیا +

۵۔ طائف و حنین کے لوگ مسلمانوں پر حملہ آور ہونا بڑھے تھے۔ ان کو بمقام اوطاس شکست ہوئی۔ ان کی فوج طائف کے قلعہ میں حصار بند ہو گئی۔ محاصرہ کیا گیا۔ جب محصورین کو محاصرہ کی سختی محسوس ہونے لگی۔ اور اندر کے آدمی باہر نکل نکل قلعہ کی دیوار پھاند پھاند کر بھاگنے لگے۔ تو نبی صلعم نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم دیا۔ اس حکم سراپا رحم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چند ماہ کے بعد طائف کی تمام آبادی مسلمان ہو گئی +

۶۔ ہرقل نے عرب پر حملہ کرنا چاہا۔ نبی صلعم نے یہ پسند نہ فرمایا۔ کہ عرب کو رومانی فوجوں کا میدان جنگ بنایا جائے۔ خود آگے بڑھے۔ اور عرب کی انتہائی سرحد پر جا کر ٹھہر گئے۔ اس میں یہ بھی حکمت ہے

کہ تمام ملک کی امداد لشکر اسلام کو بخوبی پہنچ سکتی تھی۔ ہرقل پر اس پیشقدمی اور جرأت کا گہرا اثر پڑا اور اُس نے عرب پر حملہ کے خیال کو دماغ سے نکال دیا۔

۷ھ میں مکہ فتح ہوا۔ تو وہاں سے ۳۶۰ بت تو نکال دیئے گئے۔ مگر خود عمارت کعبہ کے متعلق کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ موجودہ عمارت وہ تھی۔ جو حضور کی نبوت و بعثت سے پانچ سال پیشتر بنائی گئی تھی۔ اس تعمیر کے وقت قریش نے سامان اور روپیہ کی کمی کی وجہ سے عمارت کا طول کم کر دیا تھا۔ نبی صلعم نے اپنا منشاء بطور استحسان تو ظاہر فرما دیا۔ کہ عمارت کا بنا ابراہیمی پر ہونا بہتر ہے۔ مگر اس حکمت سے کہ ابھی قوم کی دینداری حداثت میں ہے۔ عمارت کو جوں کا توں چھوڑ دیا۔ ابھی وہ لوگ موجود تھے۔ جنہوں نے اس عمارت کے لئے مالی۔ بدنی۔ امداد دی تھی۔ اس لئے یہ بعید نہ تھا۔ کہ ان لوگوں کو اُس عمارت کا انہدام شاق گزرتا۔ نبی صلعم نے دل داری و دل دہی کی بنیان کو مضبوط فرمایا۔ اور اینٹ پتھر کی عمارت کے لئے زیادہ اہتمام نہ فرمایا۔

امثال بالا اور اس کی اشباہ و نظائر سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی صلعم کیونکر جملہ معاملات تمدن و اخلاق اور مصلحت شناسی میں تعلیم حکمت کو جاری رکھتے تھے۔

ہاں یاد رکھو کہ تعلیم حکمت میں یہ امر بھی شامل ہے کہ نبی صلعم نے احکام شرع کو علل و حکم پر مبنی ٹھہرایا تھا۔ اور اُن احکام کی علت و حکمت کا اظہار بھی فرما دیا کرتے تھے۔ یہ ایک عجیب خصوصیت حضور کی حکمت آموزی کی تھی۔ ورنہ حضور صلعم سے پیشتر شرائع ماقبل میں بہت کم اس پر توجہ کی گئی۔ بلکہ احکام کی تعمیل و عدم تعمیل کو علامت۔ اطاعت یا نشان طغیان کے اصول پر منحصر رکھا گیا تھا۔ جس سے لوگ سمجھنے لگے تھے۔ کہ شریعت کی مثال ایسی ہے۔ کہ ایک آقا نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ کہ اس پتھر کو ادھر سے اُٹھا کر اُدھر رکھ دے۔ اگر غلام نے پتھر اٹھا دیا۔ تو فرمانبردار سمجھا گیا۔ اور نہ اٹھایا۔ تو نافرمان قرار دیا گیا۔ حالانکہ اس حکم سے نہ آقا کا کوئی اصلی مقصود تھا۔ اور نہ غلام کا کچھ فائدہ یا نقصان اُس کی تعمیل یا عدم تعمیل میں مضمر تھا۔

ہاں دیکھو کہ نبی صلعم نے شریعت کو بطور طب روحانی مرتب فرمایا ہے۔ عضو عضو پر وارد ہونے والے امراض روحانیہ کا ذکر فرمایا۔ پھر اُن کا علاج۔ اور علاج میں مفرد و مرکب اشیاء کا

استعمال سکھلایا ہے۔ صحت قلب کی حفاظت کرنے والی۔ حیات روحانی کو نشوونما دینے والی روحانیت کے اعضائے رئیسہ کو قوی و چست بنانے والی ادویہ کا ذکر درجہ بدرجہ فرمایا ہے +

تکمیل نفس کے بعد حضور کی تعلیم حکمت کا دور ثانی شروع ہوتا ہے۔ اور تدبیر منزل و تربیت عائلہ کے مفصل احکام ملتے ہیں +

دور ثالث میں سیاست مدن کے دروس کا آغاز ہوتا ہے اقوام عالم اور ممالک جہاں کے واجبات و حقوق سے عالم در عالم کو روشناس فرمایا ہے۔ حضور کی یہ جملہ مساعی بطور معلم حکمت ہیں اور اہل بصیرت دانش کو اقرار کرنا پڑے گا کہ حضور کے برابر اس فرض کو اور کسی نے بھی اس حسن تکمیل کے ساتھ ادا نہیں فرمایا +

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے۔ کہ اسماء اللہ الحسنیٰ میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی "حکیم" ہے۔ اور کتاب اللہ کی صفت میں بھی یہی اسم استعمال ہوا ہے۔ فرمایا یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اور اس کتاب حکیم نے حضور کو معلم حکمت بتلایا ہے۔ تو ان حوالجات سے اول تو حکمت و دانش اور علم و دانش کا درجہ بلند تر ہو جاتا ہے۔ اور پھر نبی صلعم کے منصب عالی کا ارفع و اعلیٰ ہونا بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے +

تعلیم حکمت کے متعلق مجھے نبی صلعم کی صرف ایک حدیث اس مضمون کے اختتام پر لکھ دینی چاہیئے۔ مضمون حدیث کی ہمہ گیری اور صاحب ارشاد کی حکمت آموزی کی وسعت کا اندازہ ناظرین خود فرمالیں گے +

كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ إِذَا وَجَدَهَا أَخَذَهَا

کہ حکمت کو تم گم شدہ لال سمجھو۔ جہاں پاؤ۔ اپنا مال سمجھو +

خصوصیت نمبر ۱۷

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (اعراف ۱۶)

اور ان کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے اور وہ پھندے کھول دیتا ہے جو ان پر پڑے تھے

آیت بالا سے روشن ہے۔ کہ لوگوں کو بھاری بوجھوں نے دبا رکھا تھا۔ اور ان کے

ہاتھ پاؤں زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے +

اُن بندشوں۔ قیدوں۔ زنجیروں۔ بندھنوں سے لوگوں کو نبی صلعم ہی نے آزاد فرمایا تھا اور ایسا کرنا حضور کی نبوّت عامہ کا لازمہ ہے +

نبی صلعم کی نبوت عرب و عجم پر عام ہے۔ اور حضور کی دعوت میں کَآفَّۃً لِّلنَّاس شامل ہیں۔ لہٰذا مفہوم آیت بالا کے سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ قبل از بعثت نبوی دنیا بھر کی ساری اقوام کیسی کیسی قیود لے جائیں گرفتار تھیں +

ہم مختصراً عرب۔ یہود و نصاریٰ۔ مجوس و ہنود کا ذکر کریں گے۔ یہی وہ اقوام ہیں۔ جن کو تمدن کے لحاظ سے کوئی منزلت دی جا سکتی ہے +

الف۔

عرب

بدکاری و زناکاری سے نادم نہیں ہوتے تھے۔ اور اپنے افعال قبیحہ پر فخر کرتے ہوئے اُن کو اپنے اشعار کے ذریعہ مشتہر کیا کرتے تھے +

شراب اور سخت نشیلی عرقیات کا استعمال عام تھا۔ مدہوشی میں جو معیوب اور خراب باتیں سرزد ہوتیں۔ ان پر شرمندہ نہ ہوتے تھے +

لونڈیوں کو جو قینات کہلاتی تھیں۔ گانے بجانے۔ ناچنے کے لئے پالا کرتے تھے اُن کی زناکاری کی آمدنی کو اُن کے آقا اچھی آمدنی سمجھا کرتے تھے۔ جو عورتیں لڑائی میں گرفتار ہو کر آتیں۔ اُن کو قینات میں داخل کیا جاتا تھا +

عورت کسی جانور کا دودھ نہیں دوہ سکتی تھی۔ اگر کسی گھرانے کی عورت ایسا کر بیٹھتی تو سارا خاندان حقیر سمجھا جاتا +

مال وراثت کا حصہ صرف بالغ مرد پاتے تھے۔ تمام عورتیں اور بچے اپنے والدین اور عزیز و اقارب کے ترکہ سے قطعاً محروم رکھے جاتے تھے +

بیوہ عورت پر متوفی شوہر کا قریبی رشتہ دار اپنی چادر ڈال دیتا تھا، عورت خوش ہو یا ناخوش۔ وہ چادر ڈالنے کی بیوی بن جاتی تھی، سوتیلے بیٹے بھی اپنی سوتیلی ماؤں پر اسی طرح قابض ہو جایا کرتے تھے +

عورتیں بے حجاب مجمع عام میں نکلا کرتی تھیں۔ اور اپنے جسم کا مخفی سے مخفی حصہ

عوام الناس کو دکھانے میں عار نہ سمجھتی تھیں۔ مرد وزن جسم کو نیل سے گودا کرتے۔ عورتیں مصنوعی بال لگاتیں۔ دانتوں کو درانتی سے تیز بناتی اور ان مصنوعی طریقوں سے خود کو نوجوان بنا کر جوانوں کو بُل دیا کرتی تھیں۔

جو خاندان زیادہ شریف سمجھے جاتے تھے۔ وہ زندہ لڑکیوں کو زیر زمین دفن کر دیتے یا چاہ عمیق میں دھکیل کر ہلاک کر دیتے تھے۔ اس فعل پر فخر کیا کرتے اور اسے اعلیٰ شرافت کا نشان سمجھا کرتے تھے۔

ازدواج کے متعلق کوئی قاعدہ موجود نہ تھا۔ اور محرم وغیر محرم عورتوں کی تمیز کے لئے کوئی صاف آئین منضبط نہ تھا۔

قمار بازی نہایت دل پسند شغل تھا۔ اور مشہور مشہور لوگوں کے گھر قمار خانہ عام سمجھے جاتے تھے۔

ارواح خبیثہ کا اعتقاد عام تھا۔ اور انسان پر ایسی ارواح کے تصرف تام کو تسلیم کرتے تھے۔ خیالی و وہمی دیوتا اور دیویاں مانی جاتی تھیں۔ اُن کی شکلیں اور صورتیں عجیب عجیب بناتے اور اُسی کے موافق اُن کے بُت گھڑے جاتے تھے۔ پھر مندروں میں استاپن کئے جاتے اور پوجے جاتے تھے۔ عموماً ہر ایک قبیلہ اپنا اپنا بت الگ تجویز کیا کرتا تھا۔ اور اپنی قسمت اسی بُت کے قبضہ میں سمجھا کرتا تھا۔ اگر ایک قبیلہ کی عداوت دوسرے قبیلہ سے ہو جاتی تو اُس کے بتوں سے بھی عداوت و نفرت کی جاتی تھی۔

گھوڑ دوڑ پر بازی لگانے کا بہت رواج تھا (اسے رہان کہتے تھے) گھوڑ دوڑیں تین یا سات گھوڑے شامل کئے جاتے تھے۔

گھوڑوں کے نمبر لگانے میں کبھی اتنا اختلاف بڑھ جاتا کہ لڑائی چھڑ جاتی۔ اور برسوں تک جاری رہتی تھی۔

اگرچہ غلاموں کا آزاد کرنا موجب فخر و مباہات سمجھا جاتا تھا۔ مگر آزاد شدہ غلاموں پر مالک کا حق ملکیت قائم رہتا تھا۔ اس حق کو مالک دوسرے کے پاس فروخت یا ہبہ بھی کر سکتا تھا۔

بتوں اور ارواح کی پرستش کی جاتی۔ اُن کو سجدہ کیا جاتا۔ ان کی منت مانی جاتی۔ اُن

کے نام پر قربانیاں کی جاتیں۔ اونٹ۔ بھائے۔ بکری کا پہلوٹا بچہ اُن کے نام پر ذبح کیا جاتا +
زراعت میں زمین کا بہترین حصہ بتوں کے نام پر خاص ہوتا۔ اگر اس حصہ کی پیداوار کسی ارضی وسماوی حادثہ سے ماری جاتی۔ تو زمین کے دوسرے حصہ کی پیداوار سے اُس کی کمی کو پورا کیا جاتا +
بھوک اور قحط کے وقت مویشی کا خون پی جاتے تھے۔ زندہ جانور کے جسم سے گوشت کاٹ کر کھا جاتے تھے۔ جانوروں کی حرکات سے یا آوازوں سے شگون لیا کرتے۔ ٹوٹکے منتر مانے جاتے تھے۔ اُن کی عقل و فکر پر توہمات کی پوری حکومت تھی +
انتقام اور کینہ جوئی کو اچھا سمجھا جاتا۔ ایک۔ ایک دو۔ دو نسل اوپر کے واقعات کا انتقام لیا جاتا۔ اور اسے بہادری کا لازمہ سمجھا جاتا +
عرب کے ملحق الحدود ملکوں میں جو جو فواحش اور قبائح موجود تھے۔ اُن کو جلد اخذ کر لیا جاتا +
حسب نسب پر غلو کے ساتھ فخر کیا کرتے۔ ہر ایک قبیلہ دوسرے قبائل کو ذلیل وحقیر سمجھا کرتا۔ اور یہی بات بسا اوقات عداوت۔ منافرت اور جنگ کا موجب بن جاتی +
خاندانی رسوم کی حکومت دل و دماغ پر قانون اور مذہب سے بڑھ کر حکمران تھی۔ رسوم کے مقابلہ میں حریت رائے کا وجود کم تھا +
اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے قبائل اپنے ملحق الحدود اقوام غیر سے ساز باز رکھا کرتے۔ فارس۔ روما۔ حبش کو اپنے ہی ملک پر چڑھا لانے پر ہوشیاری سے کام لیتے +
اُن کے مشہور مشہور بت مندرجہ ذیل تھے +
ھُبل۔ بہت لانبا بت تھا۔ خانہ کعبہ کے سامنے والی دیوار کی منڈیر پر نصب شدہ تھا۔ عرب کے تمام قبایل اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں تھے۔ جنگ اُحد میں ابوسفیان نے اُعْلُ ھُبَل ہی کا نعرہ لگایا تھا۔ میں نے ۱۳۳۹ھ میں باب السلام سے باہر پتھر کا ایک لمبا ستون پڑا ہوا دیکھا تھا۔ جس کے اوپر سے قدم رکھتے ہوئے لوگ آتے جاتے تھے۔ عام طور پر مشہور تھا۔ کہ یہ ستون اسی بت ہُبل کا ایک حصہ ہے۔ اس کے تین پہلو نمایاں تھے۔ اُن پر کوئی مورت نہ تھی۔ وَدّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر حضرت شیثؑ کے پوتوں۔ پرپوتوں کے نام ہیں۔ لوگوں نے ان کے بت تیار کر رکھے تھے +

قبیلہ بنو کلب	دَدکو	بنو ندج	سواع کو
بنو مراد	یغوث کو	بنو ہمدان	یعوق کو

اور بنو ہمدان کی دوسری شاخ نسر کو معبود سمجھا کرتے تھے +

لات۔ لفظ اللہ کا مؤنث بنایا گیا ہے۔ اسے ربّہ بھی کہا کرتے تھے +

منات۔ لفظ منان کا مؤنث ہے۔ کوہ مشلل پر اس کا بُت تھا۔ ان دونوں بتوں کی خدائی تمام عرب میں مسلمہ تھی۔ بذیل و نزار اوس و خزرج سنات کے خاص پوجا کرنے والے تھے +

عزّیٰ۔ لفظ عزیز کا مؤنث ہے۔ بنو شیبان خصوصیت سے اس کی پرستش کرتے اور اعتقاد رکھتے۔ کہ موسم گرما میں خدا اسی کی استھان میں رہا کرتا ہے۔ بنو کنانہ بھی اسی کے معتقد تھے +

وَدّ۔ نوجوان عورت کا بُت تھا۔ اس کے گرداگرد چکر لگایا کرتے +

(۱۱-۱۲) اساف بن یعلی اور مسماۃ نائلہ بنت زید بن جرہم۔ یمن کے باشندے تھے۔ ان کے باہمی تعلقات گندے تھے۔ کہ مکہ میں پہنچ کر یہ مرتکب کبیرہ ہوئے۔ ان کو سزا دی گئی اور ان کے لئے تشہیر و رسوائی کے لئے بلا دفن رکھے گئے۔ اساف کو کوہ صفا پر۔ اور نائلہ کو کوہ مروہ پر۔ لئے گئے کل سڑ گئے۔ تو ان کے بُت بنا کر رکھ دیئے گئے۔ کچھ عرصہ بعد لوگ ان دونوں کی پرستش کرنے لگ گئے +

عبعب۔ ایک بڑا پتھر تھا۔ قربانی چڑھانے کا استھان +

عم انس۔ زراعت کا دیوتا۔ جیسے یورپ کے صوبہ میں ایک فرضی نام ماموں اللہ بخش بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی یہ ایک بُت کا نام تھا۔ ایک بار بایام قحط اس بُت کی رضامندی کے لئے ایک سو بیل (گاؤ زر) اس کی بھینٹ چڑھائے گئے تھے۔ اس کے حالات وفد خولان نے اسلام لانے کے بعد نبی صلعم کے حضور میں گزارش کئے تھے +

ذوالکفین۔ لکڑی کا بُت تھا۔ قبیلہ دوس کا معبود۔ طفیل بن عمرو دوسی نے اسلام کے بعد اسے آگ لگا کر راکھ بنایا تھا +

فلس۔ قبیلہ طے کا بُت تھا۔ جلایا گیا +

لہ ماخوذ از اغاثۃ اللہفان صفحہ

سعد۔ بنی ملکان بن کنانہ کا بت +
ذوالشری۔ بنو حرث بن شکر کا بت +
بہم۔ بنو مزینہ کا بت +
شعیر۔ بنو عنزہ کا بت +
ذوالخلصہ۔ تاج پوش عورت کی شکل میں قبیلہ خثعم و بجیلہ کا معبود +

ان بتوں کی پرستش میں جن تکالیف اور مصائب نے اہل عرب کو اپنا شکار بنا رکھا تھا۔ انہی کو آیت پاک میں "اصر" اور "اغلال" فرمایا گیا ہے۔
نبی کریم صلعم کی پاک تعلیم ہی کے طفیل تمام عرب کو ان بندشوں سے نجات ملی تھی +
اب یہود کا حال بھی معلوم کرو:۔

یہود

یہود اگرچہ صرف اسی ایک قبیلہ کو کہنا چاہئے تھا۔ یہود ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ لیکن اب یہ نام بطور عام ان بارہ قبائل کا ہو گیا ہے۔ جو دراصل وہ اسباط بنو اسرائیل ہیں +
ذیل میں اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کے سب فرزندوں کے نام بہ ترتیب ولادت تحریر کئے جاتے ہیں:۔

نمبر شمار	نام	نام کے معنے	والدہ کا نام
۱	روبن	نظر ابن بیٹا دیکھو	لیاہ بیگم
۲	سمعون	سماعت	لیاہ بیگم
۳	لاوی	جفت	لیاہ بیگم
۴	یہوداہ	تحمید	لیاہ بیگم
۵	دان	منصف	مسماۃ بلہا کنیز راخیل بیگم
۶	نفتالی	کشتی گیر۔ یا پہلوان	مسماۃ بلہا کنیز راخیل بیگم
۷	جد	عکر	مسماۃ زلفہ کنیز لیاہ بیگم

لہ! ۔۔۔ از زندگانی واخاشتہ اللہفان رفقط ۔۔۔ ۱۲ منہ

نمبر شمار	نام	نام کے معنے	والدہ کا نام
۸	آشر	نصیب	مسماۃ زلفہ کنیز لیاہ بیگم
۹	آشکار	اجرت یا انعام	لیاہ بیگم
۱۰	زبولون	رفیق	لیاہ بیگم
۱۱	یوسف	مزید	راخیل بیگم
۱۲	بن یمین	دست راست کا فرزند	راخیل بیگم

یہودیوں کی عزت و شہرت داؤد علیہ السلام کے عہد سے بڑھ گئی تھی۔ اُن کے فرزند سلیمانؑ کے عہد میں ہر یہودی اپنی خوشی سے اُٹھتا بیٹھتا تھا +

سلیمانؑ کو دنیا سے رخصت ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے۔ کہ اُن کے فرزند رجعام سے دس اسباط علیحدہ ہو گئے۔ یہ جعام کی حکومت صرف دو فرقوں پر رہ گئی۔ رجعام کی اولاد شاہان یہودا اور دوسری شاخ شاہان بنو اسرائیل کہلائے +

وہ یروشلم جسے خدا نے اپنا گھر کہہ کر منظور کیا تھا۔ چالیس سال ہی کے بعد مردود ربانی ٹھہرا۔ یہودیوں کی تاریخ کو پڑھو۔ پھر وہ ہمیشہ کے لئے مصیبتوں کی داستان بن گئی۔ ان میں بت پرستی و بے ایمانی کا آغاز تو عہد سلیمانی کے آخری ایام ہی میں ظہور پذیر ہو گیا تھا بخت نصر نے دونوں شاخوں کا خاتمہ کیا۔ اُس وقت سے اُن کی تاریخ اسیری۔ مظلومی۔ جلاوطنی غلامی کے واقعات سے لبریز ہے۔ بعہد سلطنت نیرد بادشاہ روما (یعنی سنہ ۳۷ء میں فلسطین یہودیوں سے بالکل خالی تھا۔ وہ مَنْعُونِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا کے پورے پورے مصداق تھے +

جب قسطنطین اوّل عیسائی ہو گیا۔ تو یہودیوں کی حالت اسیائے سنگ میں پھنسے ہوئے دینہ کی سی تھی۔ اُن کی توسیت کسی جگہ تسلیم نہ کی جاتی تھی۔ اُن کو کسی ملک میں بھی آزاد شہری کے حقوق حاصل نہ تھے +

دینی حالت بد سے بدتر تھی۔ موسیٰ کلیم اللہ کے عہد سے لے کر عیسیٰ کلمۃ اللہ کے زمانہ تک انہوں نے ہر ایک نبی اللہ کی تکذیب و تذلیل میں ہمیشہ سرگرمی دکھلائی تھی۔ کتاب توراۃ ان میں موجود نہ رہی تھی۔ اس لئے حلال و حرام اور ضبط و رضا کا بیان صرف اَحبار کے اخبار اعتبار پر رہ گیا تھا۔ اور یہ لوگ اکل سحت (مردار خواری) اور اندر بیوز (سود خواری) میں اتنے

دلیر ہو گئے تھے۔ کہ فتاویٰ شرعیہ فروخت ہوتے تھے۔ اور امیر و غریب کے مقدمات مقدار رشوت کے مطابق طے ہوتے ✦

اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں رسل و انبیاء بکثرت و تواتر بھیجے۔ لیکن اسرائیلیوں نے کبھی ان کی نہ وقعت کی۔ اور نہ نصرت۔ بلکہ بعض اوقات انبیاء کو قتل کرنے سے بھی نہ ٹلے ✦

توہمات نے روحانیت مذہبی کو فنا کر دیا تھا۔ اور خود گھمنڈ زہد و اتقا نے شریعت کو ان کے حق میں لعنت ٹھہرا دیا تھا۔ سیدنا مسیح ان کو سانپ اور سانپ کے بچے فرمایا کرتے تھے ✦

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلعم نے اس مخذول قوم کے اغلال و اصر کو دور کر دینے کا عزم فرمایا۔ اور از راہ ترحم چاہا کہ ان کو بھی دنیا کی دیگر اقوام کی مجلس میں عزت کی جگہ عطا فرمائیں ✦

اس مبارک خیال سے حضورؐ نے مدینہ پہنچتے ہی ایک معاہدہ بین الاقوامی منعقد فرمایا اور معاہدہ میں یہود کو تمدن کے حقوق مساویانہ سے ممتاز بنایا ✦

ان کی دینی حالت کو درست فرمانے کی طرف توجہ کی گئی۔ یعنی احبار کے خود ساختہ فتاویٰ سے ان کو علیحدہ کر کے اصل شریعت سے روشناس فرمایا۔ اور یہود کے مقدمات ہا ہی میں تورات کے احکام بیّنہ کے مطابق فیصلے صادر کئے ✦

یہ جملہ تدابیر اس قوم کی اغلال و اصر سے رہائی دلانے کے لئے تھیں ✦

۲۔ شریعت موسوی کے احکام میں بھی شدت و سختی بہت زیادہ تھی۔ مثلاً توبہ کے لئے خودکشی یا تحریم دیت۔ یا تحریم غنیمت یا سبت کا قطعاً ترک عمل یا نماز گاہ کنیسہ سے باہر عدم جواز وغیرہ وغیرہ۔ ان احکام میں سہولیت و وسعت کا پیدا کر دینا بھی اصر و اغلال سے رہائی دینے کے برابر تھا ✦

ج نصاریٰ

مسیحؑ نے اپنے لئے بارہ شاگرد چن لئے تھے۔ کہ وہ بنی اسرائیل کے دوازدہ اسباط کے سامنے مسیح کی تعلیم کے گواہ ٹھہریں۔ ایسے کامل استاد کی موجودگی میں بھی یہ لوگ ایسے کچے نکلے کہ مسیح نے کئی بار ان سے فرمایا۔ کہ اگر ان میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو وہ ایسا اور ایسا کر سکتے۔ مسیحؑ ان کو ملامت فرمایا کرتے۔ کیونکہ مسیح کے ساتھ ایک رات بیدار رہ کر بھی وہ دعا

واستغفار میں مشغول نہ رہ سکتے تھے +

حضرت مسیحؑ کی آسمان تشریف بری کے بعد ان بارہ شاگردوں کے درمیان عقائد اور اعمال کے متعلق سخت اختلافات نمودار ہو گئے +

الف - احکام شریعت (توراۃ) کی پابندی ضروری ہے یا نہیں +

ب - اقوام غیر میں تبلیغ عیسائیت جائز ہے یا نہیں +

ج - ختنہ صرف اسرائیلیوں کے لئے ہے - یا ہر ایک شخص کے لئے جو عیسائیت میں داخل ہو - ان مسائل پر خوب گرما گرم بحثیں ہوا کرتیں +

پولوس یہودی جو بارہ شاگردوں میں نہ تھا - بلکہ مسیحؑ کی موجودگی میں خود مسیح اور اپر ایمان لانے والوں کو ستانے والا تھا - اب عیسائیت میں داخل ہو گیا تھا - اس کی علمی قابلیت اُن بارہ شاگردوں سے بڑھی ہوئی تھی - اس لئے وہ تحریر و تقریر میں خاص شاگرد ان مسیح کو دبا لیتا تھا - اور اُس تعلیم کے مقابلہ میں جس کی بابت مسیح نے اُن کو اپنا گواہ ٹھہرایا تھا - ایک نئی تعلیم پیش کرتا رہتا تھا +

پولوس ہی تھا جس نے اپنے خواب کو شریعت سے بالاتر درجہ دیا - اور شریعت کی حرام کردہ اشیاء کو نئی نسل کے لئے حلال ٹھہرا دیا +

پولوس نے اپنی زندگی میں یہ ایسی نظیر قائم کر دی تھی - جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے شمع راہ بن گئی - کونسلوں پر کونسلیں قائم ہوتی تھیں - نئے نئے اعتقاد بنائے جاتے اور منظور کئے جاتے تھے - اور پھر جو کوئی اُس اعتقاد سے اختلاف رائے کا اظہار کرتا تھا - اسے تلوار اور موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا +

کونسلوں کے نزدیک زیادہ ضروری فیصلہ طلب مسئلہ مسیح کی الوہیت و ابنیت کا تھا کسی نے مسیح کو دو شخصیتوں اور ایک روح والا - اور کسی نے مسیح کو ایک شخصیت اور دو روح والا قرار دیا تھا - کسی نے مسیح کو زندگی دینوی تک بشر - اور صلیب کے بعد ابنیت پر فائز بتلایا - بہت تھوڑے لوگ تھے - جو قدیم عقیدے پر قائم رہ گئے تھے - اور مسیحؑ کو بشر اور نبی سے بڑھ کر کچھ تسلیم نہ کرتے تھے +

تثلیث کا اعتقاد بھی کونسلوں نے نکالا - اس اعتقاد کو افلاطون کی تثلیث خدا عقل اور

نفس کلی سے لیا گیا تھا۔ افلاطون کے مسائل یونان میں عام تھے۔ اس لئے یونان میں اس تثلیث پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا۔ اور یہ عقیدہ جلد پھیل گیا +

تثلیث کے اقانیم کی بابت بھی اختلافات ہوئے۔ کسی نے تثلیث کے ارکان خدا مریمؑ اور مسیحؑ کو بتایا۔ کسی نے خدا، جون یعنی یوحنا۔ اور مسیحؑ کو بتایا۔ کسی نے خدا اور مسیحؑ کو اقانیم ثلثہ ظاہر کیا +

پھر روح القدس کے متعلق اختلافات شدید ظاہر ہوئے (۱) کسی نے بتلایا۔ کہ مسیح کی پیدائش خدا اور روح القدس سے ہوئی (۲) کسی نے بتلایا کہ روح القدس کی پیدائش خدا اور مسیح سے ہوئی۔ یہ اختلافات وہ تھے۔ جو شجر عیسائیت کی جڑ میں جراثیم بن کر اُسے بیخ و بُن سے کھوکھلا کر رہے تھے +

روما، قسطنطنیہ اور مصر و یروشلم کے کلیسیا اپنے اپنے شرف و بزرگی کے مدعی تھے اور ایک دوسرے پر خارج از دین ہونے کے فتوے جاری کر رہے تھے +

انہی ایام میں مریمؑ اور مسیحؑ کا نمونہ بننے کا شوق بھی ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ ہزاروں عورتیں اور بہزار دو ہزار مرد (نن اور منک (راہبات و رہبان) بنجاتے تھے۔ ان کا وجود متمدن دنیا کے لئے بوجھ تھا۔ نیز کلیسیا کے اخلاق و اعمال پر ایک بدنما دھبہ تھا +

کفارہ کے مسئلہ نے اعمال صالحہ کی رغبت کو مٹا دیا تھا۔ اور مسیح کے لعنتی اور جہنمی بن کر نجات دھندہ ہو جانے کی مسرت نے وحشیانہ طبائع کی امنگوں کو مطلق العنان کر دیا تھا +

مقدس جھوٹ کے مسئلہ نے ہر ایک فرقہ کو اپنی اپنی خواہشات اور قیاسات کے مطابق اعمالے سنات بنا لینے کے اختیارات کامل عطا کر دئے تھے +

ان تمام خرابیوں نے مسیحیت کو نہایت مکروہ اور قابل نفرت بنا دیا تھا۔ پر سپیٹر آرڈین ڈکین بشپ وغیرہ کے ہاتھوں جو جور و ستم عیسائیوں پر ہوئے۔ اُن کے سامنے ہیرو ڈیس اور نیرو کے مظالم بالکل ہیچ تھے +

یہی حالت تھی۔ جب نبی صلعم مبعوث ہوئے۔

اسلام کے ظل حمایت میں آجانے کے بعد شام و مصر اور عراق کے عیسائیوں کو اپنے

اپنے معتقدات پر وہ کہ امن مستحکم کی زندگی نصیب ہوئی۔ اسلام کی حفاظت نے اُن اغلال اور اصر رستھکڑیوں اور طوقوں کو اُن کے جسم سے اتارا۔ جنہوں نے عیسائیوں کے سر و دوش اور عقل و ہوش کو زیر بار گراں کر رکھا تھا +

ہندو اقوام

اہل اسلام نے۔ دریائے اٹک۔ یا سندھ سے مشرق میں رہنے والوں کو انڈیا ہندو تحریر کیا ہے۔ اس ملک اور قوم کی تاریخ قدیم بالکل تاریک تھی۔ تاہم ایسے آثار قوی پائے جاتے ہیں کہ اس ملک میں بھی کسی زمانہ میں علم کی ترقی ہو چکی ہے

ہندو قوم اور ملک اور مذہب و علم کا زوال مہابھارت کی جنگ سے شروع ہوا +

یہ جنگ کم از کم ڈیڑھ ہزار سال قبل از مسیح ہوئی تھی[1]

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سارے ہندوستان میں کوئی ایک شخص ایسا نہ رہ گیا تھا۔ جو فریقین (کورو و پانڈو) میں سے کسی ایک کا جانبدار نہ ہو۔ ہم اندازاً قیاس کرتے ہیں۔ کہ اُس وقت ملک کی آبادی پانچ کروڑ تو ضرور ہوگی۔ مگر جنگ کا کیا نتیجہ ہوا۔ کہ طرفین میں سے صرف بارہ مرد زندہ باقی رہ گئے تھے۔ فاتحین نے یہ حالت ہوشربا دیکھی۔ تو انہوں نے بھی جلد از جلد اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا +

حضرت مسیح سے چھ صدی پیشتر بدھ مذہب نے ظہور کیا[2] +

بدھ نے پالی زبان کو اختیار کیا تھا۔ اور سنسکریت پڑھنے پڑھانے کی ممانعت کر دی تھی[3] +

ویدمت کی جگہ بدھ مت قائم ہو جانے سے قدیم مذہب کی کتابیں نیست و نابود ہو گئیں۔

---

[1] ستیارتھ پرکاش +

[2] قدیم ہندوستان مصنفہ رومیش چندر دت صاحب ۱۲ منہ

[3] بدھ کا اصلی نام سدھارتھ ہے۔ خاندانی نام گوتم۔ بدھ تعظیمی نام ہے جس کے معنی بیدار ہیں۔ کپل وستو نیپال کی ترائی میں مایا کے بطن سے بخانہ سرود تا پیدا ہوا۔ اس کا باپ ساکیا قوم کا حکمران تھا۔ مہاراجہ سیودھن سے شادی ہوئی راہولا نام فرزند پیدا ہوا۔ ۲۹ سال کی عمر میں فقر اختیار کیا۔ سنہ ولادت ۵۶۰ قبل مسیح ہے۔ ہشتاد سالہ عمر میں انتقال کیا دنیا کے مشہور ترین اشخاص میں سے ہیں فقط۔

[4] پنڈت دیوی پرشاد کی کتاب بدھ صفحہ ۱۶۹

اور اُن کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہا +

شنکر اچارج نے ان لوگوں سے کچھ مناظرے کئے اور اپنی علمیت کا رنگ جمایا۔ مگر وہ ۳۲-۳۴ سال کی عمر میں مر گیا۔ اُس کی مساعی کا نتیجہ صرف اتنا ہوا۔ کہ سنسکرت کو پھر رہا ر میں جگہ مل گئی۔ مگر اُس کے ساتھ ساتھ شاعرانہ غلو۔ اور استغراق نے بھی قدم جمالئے۔ اور حقائق و واقعات پر استعارات کا پردہ پڑ گیا +

قدیم کتابوں میں سے ایک کتاب مہابھارت پائی جاتی ہے۔ مگر وہ بھی یار لوگوں کے تصرفات سے محفوظ نہ رہی بیس ہزار اشلوک اس کتاب میں جعلی طور پر شامل کر دیئے گئے +

بدھ مذہب کا دور راجہ اشوک کے عہد تک رہا۔ اس کے بعد بدھ ازم زوال پذیر ہو گیا بدھ ازم کے اصول متمدن دنیا کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ بھکشوؤں اور گداگروں کی لاتعداد جماعت، جو بدھ مت نے تیار کر دی تھی۔ وہی زیادہ تر اس کے زوال۔ اور حدود ملک سے انتقال کا باعث بھی ہوئی۔ گو پران مت نے بھی اُس کے نکالنے میں بہت بڑی جدوجہد کی تھی۔

بدھ مت کے بعد ملک کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ فسق و فجور اور فواحش کا دور دورہ ہو گیا۔ چکر انکت۔ دام مارگی۔ سہنسر بھگ درشان مکتی۔ شاکت۔ نمو ارک آدک۔ رام اپاسک ڈنڈی وغیرہ بیسیوں ایسے فرقے پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے اخلاق و تہذیب کو جلا کر راکھ کر دیا +

یہ فرقے تمام ہندوستان پر چھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے شراب۔ جوا۔ بدکاری کو مذہب کا لباس پہنا کر پوتر قرار دیا تھا +

ہندوستان کی یہی بدترین حالت تھی۔ جب سندھ اور شمال مغربی حدود۔ اور جنوبی ہند سے مبلغین اسلام پہنچے۔ انہوں نے ملک کو حقائق و معارف سے روشناس کیا۔ تب دیدہ وروں کو اپنی پر ہنگی نظر آئی۔ اکثر نے خلعت اسلام زیب تن کیا۔ اور اکثر نے اپنی دھوتی کو خود ہی سنبھال لیا +

۱؎ ستیارتھ پرکاش۔

۲؎ راجہ اشوک کا عہد ۲۶۶ ق م، ڈاکٹر مسٹر اس کی کتاب بدھ ص ۱۳۵

۳؎ ان ذاتوں کے کرتوت ستیارتھ پرکاش میں دیکھو +

الغرض یہ وہ اصرا غلال تھے۔ جن سے رہائی ہندو ملک اور ہندو قوم کو نبی صلعم کے خدام اور تعلیم اسلام کی طفیل حاصل ہوئی +

مجوس

ایران میں نہایت قدیم زمانہ سے سلطنت قائم تھی۔ اُنہوں نے قریباً ایک ثلث کرہ ارض پر جو اُس وقت آباد تھا۔ مدتہائے دراز تک حکومت سے امن۔ امن سے عیش و عشرت کا وجود پیدا ہوا۔ عیاشی نے دل و دماغ کو کمزور کر دیا۔ اور ایوان سلطنت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا +

مانی کے مذہب نے آئین قدیم کو نیست و نابود کر دیا۔ مرد و زن کی طبائع میں شوریدگی و آوارگی پیدا کر دی۔ مزدک نے زن و زر و زمین پر سے ملکیت اٹھا دینے سے فحش و ظلم اور طغیان و عصیان کا طوفان بپا کر دیا۔ مائیں اپنے بیٹوں کے عشق کا شکار بنیں اور صاحب تخت و تاج شہزادیاں اپنے افسران فوج کے جذبات حیوانی سے تختہ ہائے مشق پر لٹائی گئیں۔ محرمات ابدیہ کو محصنات ادلیہ بنائے جانے کے دلائل پسند کئے گئے۔ عصمت و پاکدامنی کو ہر دو جنس کے لئے ناپاک قرار دیا گیا۔ فرہاد جیسے نمک حرام ملازم اپنے بادشاہ کے رقیب بن گئے اور شیرویہ جیسے ناخلف پسر نے جوش بہیمیت میں باپ کا شکم چاک کر کے سریر پر قبضہ کیا۔ سیاہ بد بہرام چوبیں ملکہ پوران وخت کی آتش کدۂ عشق کا ایندھن بنا +

سلطنت ہائے روما و ایران کی عدالت قدیم اور آئے دن ایک سلطنت پر دوسری کی چڑھائی نے ملک کو بے چراغ بنا دیا تھا۔

اصل مذہب کا وجود باقی نہ رہا تھا۔ مقدس کتب سکندر کی تاخت و تاراج میں گم اور بے نشان ہو چکی تھیں۔ یہ حالت تھی۔ جب اسلام نے اس ملک کو اپنی حمایت میں لیا۔ اور نبی صلعم کی پاک تعلیمات نے اس وسیع ملک کے باشندوں کو جبر و استبداد اور فحش و ظلم کے بندو زنداں سے آزاد کیا +

ناظرین۔ ان حالات کو جو عرب اور یہود۔ عیسائی و ہنود اور مجوس کے متعلق مختصراً قلمبند کئے گئے ہیں۔ بکرر غور سے پڑھیں اور اندازہ لگائیں۔ کہ یہ شاندار قومیں کس طرح پر قبل از اسلام تطاول زمانہ کے جور و ستم سے برباد ہو چکی تھیں کیسی کیسی درماندگی و تیرگی اُنپر چھائی ہوئی تھی +

ان جملہ اقوام کو حضور صلعم ہی کی مخلصانہ ہمدردانہ وصادقانہ وبے غرضانہ۔ جدوجہد نے غار ہلاکت سے نکالا اور تمدن وحسن معاشرت، امن وعامہ وعافیت کلیہ سے بہرہ اندوز فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پاک یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ حضور سرور کائنات ہی کی ذات ہمایوں پر صادق ومنطبق ہوا +

خصوصیت نمبر ۱۸

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (سورہ توبہ)

تمہارے پاس عظیم الشان رسول آیا ہے۔ جو تم ہی میں سے ہے

مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔ کے مخاطب اہل عرب اور قریش ہیں +

اہل عرب کو اپنے حسب ونسب پر بے انتہا فخر اور بے حد ناز تھا۔ وہ غیر عرب کی کو وقعت نہ سمجھتے تھے۔ اور ایسے شخص کی اطاعت کو بھی ننگ وعار سمجھا کرتے تھے لہذا رب العالمین نے اہل عرب پر یہ بھی اظہار منت واحسان فرمایا۔ کہ یہ عظیم الشان رسول جس کا اولین فرض عرب کو ہدایت کرنا ہے۔ تم ہی میں سے ہے۔ تم سے غیر نہیں +

صحیح بخاری میں بروایت ابوہریرہؓ نبی صلعم کا ارشاد موجود ہے :-

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ مِنْهُ	اللہ تعالیٰ نے مجھے قبائل کی شاخ در شاخ میں بہترین شاخ سے مبعوث فرمایا۔ حتی کہ میں اس قرن سے پیدا ہوا۔ جو میرا ہے +

صحیح مسلم میں بروائت واثلہ بن اسقعؓ حضور کا ارشاد ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ +	اللہ تعالیٰ نے نسل اسمٰعیل میں سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ اور قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ اور مجھے بنو ہاشم میں سے برگزیدہ فرمایا +

صحیح ترمذی میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ عم رسول کی روایت ہے

کہ میں نے نبی صلعم سے عرض کیا۔ کہ اہل قریش بیٹھے ہوئے حسب و نسب کا ذکر اور باہمی تعلقات کا بیان کر رہے تھے۔ حضور کا ذکر بھی آگیا۔ تو انہوں نے حضورؐ کو نخل کدیہ[1] سے تشبیہ دی۔ نبی صلعم نے فرمایا +

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ خَلْقِهِمْ وَخَيْرِ فَرِيقَيْنِ۔ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوتَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ بُيُوتِهِمْ ثُمَّ تَخَيَّرَ الْبُيُوتَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ بُيُوتِهِمْ فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔

اللہ تعالیٰ نے خلقت پیدا کی۔ اور انکی شاخیں بنائیں اور مجھے بہترین شاخ میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا پھر بہت گھرانے بنائے اور مجھے بہترین گھرانے میں بنایا۔ لہٰذا میں ان سب سے بہترین ذات اور بہترین گھرانے کا ہوں +

ب۔ مِنْ اَنْفُسِكُمْ کے مخاطب کل اہل جہان ہیں۔ اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ رسول جو منصب رسالت کے اعتبار سے عظیم الشان ہے۔ جنس بشر ہی سے ہے کیونکہ اگر وہ جنس ملائک سے ہوتے تو اتحاد جنسیت کے فقدان سے اتحاد اور یگانگت کی تکمیل نہ ہو سکتی۔ تعلیم و تعلم میں دشواریاں لاحق ہوتیں اور سب سے بڑھ کر نقصان یہ ہوتا۔ کہ اسوۂ رسول کا اتباع کرنے والوں کو صفات ملکوتی پر چلنا محال ہو جاتا اور اتباع نہ کرنے والوں کو سب سے بڑا بہانہ ہاتھ آجاتا اور ایسی ایسی کہاوتیں استعمال کرتے کہ ع

کار پاکاں را قیاس خود مگیر

یا ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اب کہ حضور کا نسل انسانی اور جنس بشریت سے ہونا ثابت ہو گیا۔ تو جملہ انواع بشر کو بھی عزت و عظمت ہو گئی ؎

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ ذرۂ آفتاب تا بانیم

اور شیدایان اتباع کے حوصلے بھی بڑھ گئے۔ اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اقتداسب کو مرغوب و محبوب بن گیا +

(۳) صاحب معالم التنزیل اور خازن نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور زہری سے

---

[1] یعنی کھجور کا وہ درخت جو سنگ لاخ زمین میں ہو۔ اس سے قریش کا اشارہ نبی صلعم کے فرزند نرینہ نہ ہونے کی جانب تھا +

محیص نے مِنْ اَنْفُسِکُمْ کو بہ فتح فا یعنی مِنْ اَنْفُسِکُمْ تلاوت کیا ہے۔ اس وقت اس کا مادہ نفاست ہوگا۔ اور اس کے معنی پاکیزگی گوہر اور لطافت طبع اور طہارت ذات میں حضور کا افضل خلائق ہونا ثابت ہو جائیگا۔ اور آیت زیب عنوان میں اسی خصوصیت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

خصوصیت نمبر ۱۹

عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ (توبہ ع ۱۴)

✓ تمہاری تکلیف اُن پر شاق گذرتی ہے

جب عَزَّ یَعَزُّ (بفتح عین) ہو۔ تب اس کے معنی شاق اور سخت ہوتے ہیں۔ عَنِتُّمْ جس سے عَنِتُّمْ بنا ہے کے معنی مشقت، فساد، ہلاکت خطا وغیرہ ہیں آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جو چیز تم کو مشقت میں ڈالنے والی ہے۔ وہ نبی صلعم کو نہایت ہی شاق و گراں گزرتی ہے۔

یعنی تمہاری تکلیف سے نبی صلعم کو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ تمہارے درد کو وہ درد سمجھتے ہیں۔

واضح ہو کہ نبی صلعم کی یہ صفت کفار اور مومنین دونوں کے حق میں تھی۔

الف۔ نبی صلعم جب کفار کو کفر و شرک میں دیکھتے۔ اور خیال فرمایا کرتے۔ کہ یہ لوگ کس انجام بد کا شکار ہونیوالے ہیں۔ یہ لوگ کیونکر اپنے ہاتھوں اپنے لئے چاہ ہلاکت کھود رہے ہیں۔ تب حضور کے دل رحم پر درد کو نہایت صدمہ گذرتا تھا۔

بسا اوقات یہ کیفیت اس قدر بڑھ جاتی۔ کہ اللہ تعالیٰ کو حضور کے تسلیہ و سکینہ کے لئے اپنا کلام و پیغام بھیجنا پڑتا۔

سورہ یٰس میں ہے فَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ ان کی باتوں سے آپ اپنا جی برا نہ کریں۔

سورہ آل عمران میں ہے وَلَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْکُفْرِ کفر میں بڑھ بڑھ کر حصہ لینے والوں کی حالت سے آپ اندوہگین نہ ہوں۔

واقعات جو یہاں مذکور ہے۔ کہ جب حملہ آوران مکہ قید کر لئے گئے۔ تو رات کو نبی صلعم کو نیند نہ آئی۔ ادھر سے اُدھر حضور کروٹیں لیتے تھے۔ کرب اضطراب نمایاں تھا۔ ایک انصاری نے

عرض کی کہ حضورؐ کو کچھ تکلیف ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ مگر عباس کے کراہنے کی آواز میرے کان میں آئی ہے۔ اس لئے مجھے چین نہیں پڑتا۔ انصاری چپکے سے اُٹھا۔ اُس نے جاکر عباس کی مشک بندی کھول دی۔ اُنہیں آرام مل گیا۔ تو وہ فوراً سو گئے۔ انصاری پھر حاضر خدمت ہو گیا۔ حضورؐ نے پوچھا کہ اب عباس کی آواز کیوں نہیں آتی۔ انصاری بولا۔ کہ میں نے اُن کے بند سخت کھول دیئے ہیں فرمایا جاؤ۔ سب قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرو۔ جب حضورؐ کو اطلاع دی گئی۔ کہ سب قیدی اب آرام سے ہیں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب دور ہوا۔ اور حضورؐ خواب شیریں سے استراحت گزیں ہوئے۔

ذرا سوچنا ہے۔ قیدی وہ تھے۔ جنہوں نے ۱۳ سال تک متواتر اہل ایمان کو ستایا تھا کسی کو آگ پر لٹایا۔ کسی کو خون میں نہلایا۔ کسی کو بھاری پتھروں کے نیچے دبایا۔ کسی کو سخت اذیتوں کے بعد خاک و خون میں سلایا تھا۔ اور پھر اُن پر یہ نرمی۔ یہ سلوک۔

عباس حضورؐ کے چچا تھے۔ اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوا ہے۔ وہ باوجود مخالفت صرف قوم کے اکراہ و اجبار سے بدر میں آئے تھے۔ بالفرض حضورؐ کے عدل و انصاف نے اُن میں اور دوسرے قیدیوں میں کوئی امتیازی فرق قائم کرنا پسند نہ فرمایا۔

لیکن حضورؐ کی رحم دلی اور طبعی شفقت و رافت کا یہ عالم تھا۔ کہ جب تک سب قیدیوں کے آرام ہونے کی رپورٹ نہ ملی اس وقت تک حضورؐ کو نیند تک نہ آئی۔

عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ کا یہ جلوہ ایسے حملہ آوران و دشمنان جانی و ایمانی کے مقابلہ میں تھا۔

(۲) جب نبی صلعم ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ ہو چکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اب فرمان وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ (انفال ع ۴) کا مفہوم ظاہر فرمایا۔ اور اہل مکہ پر قحط شدید کی رفت کو اُتارا۔ قحط اس شدت کا تھا۔ کہ اہل مکہ کی آنکھوں کی روشنی بھی کم ہو گئی۔

ابوسفیان اُموی جو ہمیشہ مسلمانوں سے برسرپیکار رہا کرتا تھا وہ خود دربار مصطفوی میں حاضر ہوا۔ اور نہایت ادب سے عرض گزار ہوا۔ کہ حضور ہمیشہ احسان اور صلہ رحم کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ ہم حضورؐ کے قرابتی ہیں اور رحم کے محتاج۔ احسان فرمایئے اور دعا کیجئے کہ اس قحط شدید سے ہم کو نجات ملے۔

نبی صلعم نے ثمامہ بن اثال سردار نجد کو جو دولت ایمان سے مالا مال ہو چکا تھا۔ حکم بھیجدیا۔ کہ مکہ میں فوراً غلہ پہنچانے کا بندوبست کرے۔ اُس کے علاقہ میں اناج بکثرت تھا۔ اُس نے غلہ صرف اس لئے روک رکھا تھا۔ اور منفعت تجارت کو بھی نظر انداز کر دیا تھا۔ کہ اہل مکہ دشمنان رسولؐ ہیں۔ اب حکم نبوی کی تعمیل ہوئی۔ اور اہل مکہ کی جان میں جان آئی۔

یہ بھی دشمنوں کے مقابلہ میں عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ کا ایک ثبوت تھا۔

۲۔ جنگ طائف اُن حملہ آوروں کے ساتھ ہوئی۔ جن سے حنین واوطاس میں شدید محاربہ ہوا تھا۔ یہ لوگ ان مقامات سے شکست کھا کر قلعہ طائف میں متحصن ہو گئے تھے۔ اور ابھی ان کی فوجی طاقت زوروں پر تھی۔ نبی صلعم نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد حضورؐ کو معلوم ہوا۔ کہ دشمن محاصرہ کی شدت سے سخت تکلیف میں ہے۔ بھوک نے اُن کی ہلاکت کو بہت قریب کر دیا ہے۔ حضور نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دے دیا۔ چند صحابہؓ نے جنگی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض بھی کیا۔ کہ ابتو قلعہ فتح ہی ہونے والا ہے۔ مگر حضورؐ نے از راہ رحم وکرم جو حکم دیا تھا۔ اُسی کی تعمیل کرائی۔ یہ واقعہ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ کا تیسرا نمونہ ہے۔

ان نظائر سے واضح ہو جاتا ہے اور ایسے نظائر اور بھی بہت ہیں۔ کہ قلب رحیم اور طبع کریم پر اہل محاربہ کی حالت زبون اور انجام دگرگوں کا کیا اثر ہوا کرتا تھا۔

اہل اسلام کے متعلق حضورؐ کی رحمت وشفقت کا بیان بے پایاں ہے۔

عبادات ومعاملات میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ کہ امت کو دشواری سے بچانے کے لئے یا اُمت کی آسانی کے لئے حضورؐ کیا کچھ توجہ فرمایا کرتے تھے۔

یعنی امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور امت کی راحت کو اپنی راحت قرار دے رکھا تھا۔

صحیح بخاری میں ابن عباسؓ اور ابو حیہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ شب معراج کو پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا۔ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ (آپ کی اُمت میں اتنی عبادت کی طاقت نہیں) تب حضور نے رجوع الی اللہ فرمایا۔ تخفیف ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی حضور کو وہی کہا۔ جو پہلے کہا تھا۔ اور نبی صلعم ہر بار رجوع الی اللہ فرماتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ

پانچ نمازیں رہ گئیں [1]

اس واقعہ سے دو نتیجے صاف طور پر برآمد ہوتے ہیں +

الف۔ نبی صلعم فرمانِ رحمٰن کے کتنے منقاد و مطیع تھے۔ کہ جب پچاس نمازوں کا حکم ہوا تو حضور نے اس بارہ میں ذرا بھی لب کشائی نہیں فرمائی +

ب۔ حضور اپنی امت پر کس قدر مہربان تھے۔ کہ جب موسیٰ کلیم اللہ جیسے تجربہ کار نبی نے اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ کو دُہرایا تو ذرا اُس پاک فطرت کا ظہور ہوا۔ جو عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ کی تحت میں پنہاں تھی۔ اور حضورؐ نے بار بار رجوع الی اللہ فرمایا +

اس حسن ادب اور التماس متواترہ کا ثمرہ یہ ہوا۔ کہ تعداد تو پچاس سے پانچ رہ گئی۔ اور ثواب وہی پچاس کا رکھا گیا +

میرا خیال ہے۔ کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ کے فقرہ کا استعمال نہ فرماتے اور حضور کو کسی اور دلیل سے التماس تخفیف پر مائل کرنا چاہتے۔ تو وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکتے +

نبی صلعم کے کمال عبودیت اور وفور شوق عبادت کے سامنے تو پچاس نمازوں کی کثرت بھی کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ وہ قلب شاکر اور وہ لسان ذاکر جو یادِ الٰہی سے ایک دم کے لئے غافل نہ ہوتے ہوں۔ اُن کے لئے محدود وقت میں معدود رکعتوں کا ادا کر لینا کیا دشوار ہو سکتا ہے +

۱۰۔ ماہ رمضان تھا نبی صلعم مدینہ سے مکہ معظمہ کو تشریف لا رہے تھے۔ حضور روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب بمقام عُسفان پہنچے۔ تو حضور نے پانی منگایا اور دستِ مبارک کو بلند کرتے ہوئے لوگوں کو دکھا کر پانی پی لیا۔ اور پھر مکہ پہنچنے تک روزہ نہ رکھا +

یہ ترجمہ تو صحیح بخاری کی روایت عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ لیکن دیگر روایات میں صراحت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے روزہ افطار فرمایا۔ اور ترک صوم کیا تھا کہ اہل لشکر کو سفر میں روزہ کی شدت تکلیف دہ تھی۔ اور امت کی تکلیف سے حضورؐ خود تکلیف محسوس فرماتے تھے +

---

[1] بخاری کتاب الصلوٰۃ۔ باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء ۱۲

۵۔ صلوٰۃ اللیل کے متعلق صحیحین اور سنن میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلعم نے دو شب یہ نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی۔ اور تیسری شب کو حضورؐ مسجد میں اس نماز کے لئے تشریف نہ لے گئے۔ اور پھر صبح کو لوگوں سے فرمایا۔

قَدْ رَأَيْتُ صَنِيعَكُمْ۔ فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ۔

اس نماز کے لئے تمہارا آنا انتظار کرنا وغیرہ میں نے دیکھا۔ مجھے آنے میں صرف یہ خیال مانع ہوا۔ کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے ✦

۶۔ صحیح مسلم میں انسؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلعم نماز تہجد میں تھے۔ میں حضورؐ کے ساتھ جا شامل ہوا۔ حضورؐ نے میری اقتدا کو محسوس کیا۔ تو نماز ہلکی کر دی ✦

۷۔ ام المومنین عائشہ طیبہؓ نے نبی صلعم کے شیوۂ عمومی کو ان الفاظ میں روایت فرمایا ہے۔

إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ۔ بخاری باب تحریض النبی صلعم علی صلوٰۃ اللیل والنوافل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے عمل کو بھی چھوڑ دیتے جس کا کرنا حضورؐ کو پسند ہوتا۔ اس خیال سے کہ لوگ بھی عمل کرنے لگیں گے۔ اور ڈر ہوتا۔ کہ کہیں وہ عمل فرض نہ ٹھہرایا جائے ✦

ان جملہ روایات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کی صفت حضور میں کیسی متحکم تھی۔ اور اُمت کی تکلیف کا خیال حضورؐ پر کس قدر شاق تھا ✦

یہ محبت۔ یہ شفقت۔ یہ ترحم۔ یہ پیار و تامل باپ کو بھی اپنی سب اولاد کے ساتھ یکساں نہیں ہوتا۔ جو حضورؐ کو اپنے ہزار در ہزار۔ اور الوف در الوف نوزادِ امت کے ساتھ تھا ✦

بیشک حضور کی رحمت رب العالمین کے بعد ہر ایک رحم کرنے والے اور محبت کرنے والے سے بڑھ اور بڑھ کر تھی ✦

خصوصیت نمبر ۲۰

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (سورہ توبہ)

جب حرص کا استعمال بھلائی کے صلہ سے کیا جاتا ہے۔ تو اس کے معنے شدت طلب ہوتے ہیں۔ آیت کا ترجمہ یہ ہوا۔ کہ ہمارا نبی صلعم تم لوگوں کی نفع رسانی کا کمال درجہ طالب و شائق ہے۔

آیت بالا سے بوضوح ثابت ہے کہ نبی صلعم کو بنی نوع کے مفاد۔ اور رفاہ و صلاح کی آرزو بدرجہ کمال تھی۔

سورہ یوسف میں ہے۔

وَمَا اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ۔	بہت لوگ ہیں جو ایمان نہ لائیں گے۔ اگرچہ تجھ کو اُن سے ایمان لے آنے کی بڑی چاہت ہے

اس آیت سے بھی یہی استفادہ ہوا کہ حضور کا منتہائے نظر۔ اور کمال آرزو یہی تھا۔ کہ تمام عالم کے بشر ایک ہی مالک وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سامنے جھکے ہوئے ہوں۔

رب واحد کا دین واحد ہی تمام اصناف انسانی کو متحد و متفق بنانے والا ہے۔

۲۔ قریش کے سردار عتبہ نے ایک بار نبی صلعم سے مل کر یہ عرض کیا تھا۔

الف۔ کیا تم مال و دولت چاہتے ہو؟

میرا دعویٰ ہے۔ کہ سب سے زیادہ زر و مال تیرے پاس جمع کر دوں گا۔

ب۔ کیا تم ریاست کے خواہاں ہو؟

ہم سب تجھے اپنا رئیس تسلیم کر لیتے ہیں۔

ج۔ کیا تم تخت قائم کرنا چاہتے ہو؟

میں سارے عرب سے تیری فرمانروائی کی تصدیق کرا دوں گا۔

نبی صلعم نے فرمایا۔ مجھے نہ زر و دولت کی ضرورت ہے۔ اور نہ ریاست و حکومت کی آرزو ہے۔ میں تو رب العالمین کا پیغام لے کر گیا ہوں۔ اور اسی پیغام کا ہر ایک سننے والے کان تک پہنچا دینا میرا مقصود اعلیٰ ہے۔

۳۔ ایک بار ابوجہل لعین نے حضورؐ کو مضروب کیا۔ حمزہ عم رسولؐ نے یہ واقعہ سنا تو انہوں

نے ابوجہل کو چاپٹا۔ اور پھر نبی صلعم کو آکر بتلایا "محمد تم کو خوش ہونا چاہئے۔ کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا انتقام لے لیا"۔

نبی صلعم نے جواب دیا۔ مجھے انتقام وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔

سیدنا حمزہؓ کے دل میں یہ بات جم گئی۔ اور وہ مسلمان ہو گئے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ نبی صلعم کا دامن اغراض کے گرد و غبار سے بلند تر تھا۔ حضورؐ کی تعلیم اور تعلیم کے لئے بے حد سرگرمی کسی ذاتی مفاد پر مبنی نہ تھی۔ انتقام اور دیگر رذائل سے حضورؐ کے اخلاق عالیہ پاک و صاف تھے۔ یعنی حضورؐ کی کوئی آرزو اپنے نفس کے لئے کچھ بھی نہ تھی۔ حضورؐ کا پیکر محبت کل تھا۔ اور حضورؐ کا وجود منفعت عامہ اور جود عامہ کے صفات سے متشکل و مجسم تھا۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

ذرا حضورؐ کی ان ادعیہ پر نظر ڈالو۔ جو وقتاً فوقتاً حضورؐ نے اُمت کے حق میں فرمائی ہیں وقتاً سے ایک ماہ پیشتر ایک خطبہ کے آغاز میں فرمایا۔

مسلمانو! اللہ تم کو سلامتی سے رکھے۔ تمہاری حفاظت فرمائے۔ تمہیں شر سے بچائے۔ تمہاری مدد کرے۔ تم کو بلند کرے۔ ہدایت اور توفیق دے۔ اپنی پناہ میں رکھے۔ آفتوں سے بچائے۔ تمہارے دین کو تمہارے لئے محفوظ بنائے"۔

ذرا ان الفاظ پر غور کرو۔ ایک کے بعد دوسری دعا۔ اور دوسری کے بعد تیسری۔ گویا دعا و برکت دیتے دیتے تھکتے ہی نہیں۔ یہ اسی صفت حریص علیکم کا ظہور ہے۔

اور یہ خصوصیت ذات ہمایونی ہی کی ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى نَبِيِّكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ!

خصوصیت نمبر ۲۱

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ)

وہ مومنوں سے بہت پیار کرنے والا اور اُن پر ہمیشہ رحم کرنیوالا ہے

آیت بالا میں نبی صلعم کو رَؤُفٌ اور رَحِيْمٌ کے اسماء سے یاد فرمایا گیا ہے۔

رَؤُفٌ۔ رأفت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

رَحِيْمٌ۔ رحم سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جو صیغے مبالغہ کے اوزان[1] پر آتے ہیں۔ وہ معنی کثرت و فراوانی کا اظہار کیا کرتے ہیں۔

اور جو صیغے صفت مشبہ کے اوزان پر آتے ہیں۔ وہ صفت لازم اور معنی ثابت کے مظہر ہوتے ہیں۔

لہذا رؤف کے معنی کامل العطوف ہیں اور رحیم کے معنی دائم الرحمت ہیں۔ سورہ حج و سورہ بقرہ میں ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُفٌ رَّحِيْمٌ — اللہ انسانوں پر رؤف و رحیم ہے۔

نبی صلعم کے حق میں یہ امر نہایت شرف و عزت اور غایت تکریم و حرمت کا موجب ہے کہ حضورؐ کی صفت میں وہ دو نام بحالت ترکیبی تجویز فرمائے گئے ہیں۔ جو اسی ترتیب کے ساتھ

---

[1] مبالغہ کے اوزان دس ہیں۔ اور مندرجہ ذیل لغات اُن اوزان پر ہیں۔

(۱) نَجَّارٌ (۲) عَلَّامَةٌ (۳) صِدِّيْقٌ (۴) مِسْكِيْنٌ (۵) مِسْعَرٌ (۶) مِعْطَارٌ، مِنْصُوْرٌ (۸) صَبُوْرٌ (۹) حَذِرٌ (۱۰) فَارُوْقٌ۔

مبالغہ ہمیشہ فاعلیت کے معنے دیتا ہے۔

[2] صفت مشبہ فعل لازم سے بمعنی فاعل آتا ہے۔ مندرجہ ذیل لغات اُس کے وزن کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) حَسَنٌ (۲) طَيِّبٌ (۳) صَعْبٌ (۴) جَبَانٌ۔ (۵) شُجَاعٌ۔ (۶) شَفِيْقٌ (۷) مُهِمٌّ (۸) آشِيْبٌ (۹) عَطْشَانٌ (۱۰) كَرِيْمٌ (۱۱) وَقُوْرٌ (۱۲) فَرِحٌ

اسے مشبہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی معنی اور تصرف میں اسم فاعل کے مشابہ ہوتا ہے۔ فقط

خود ذات پاک سبحانی کے لئے مستعمل ہوئے ہیں +

ہاں الٰہ المحمود کی رافت و رحمت کو عموم ناس پر عام فرمایا گیا ہے۔ اور حضورؐ کی رافت و رحمت کو بالخصوص مومنین کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ فہم معانی میں اس عموم و خصوص کا امتیاز یاد رکھتے ہوئے مومنین کے لئے شکر و ابتہاج کا مقام ہے۔ کہ اُن کو المضاعف رحمتؐ و عطوفت کا مورد و مصداق بنایا گیا ہے +

مناسبت مقام سے یہ بحث بھی ایک لطیف بحث ہے کہ کیا دیگر اسماء مبارکہ میں بھی نبی صلعم کے لئے ایسا شرف و امتیاز موجود ہے ؟

حسان بن ثابت انصاریؓ کا شعر ہے۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا مُحَمَّدٌ

اگر حسان بن ثابت المؤید بروح القدس کی سنت حسنہ کا اقتدار کیا جائے۔ تب تو حضورؐ کے اسمی سے زیادہ ایسے اسماء گرامی نکلیں گے۔ جن کا توافق و تطابق اسماء اللہ الحسنیٰ سے ہو جاتا ہے +

سیرت نبویہ کے ائمۃ الاعلام کا شیوہ رہا ہے کہ

الف۔ جس مصدر یا فعل کے ساتھ نبی صلعم کی توصیف کتاب حمید میں فرمائی گئی ہے اُس سے اسم بنا لیتے ہیں +

ب۔ جس صفت کے ساتھ حضورؐ کی توصیف الفاظ حدیث میں آئی ہے۔ اُسے اسم شمار کر لیتے ہیں +

ج۔ جن اعلام کے ساتھ اشعار میں جو حضورؐ کے سامنے پڑھے گئے۔ حضورؐ کو مخاطب یا موصوف کیا گیا ہے۔ اُن کو اسماء کے ذیل میں شامل کر لیتے ہیں +

ائمہ سیرت کا یہ شیوہ مستحسن ہے اور حسن ادب۔ نیز کمال محبت پر دال ہے۔ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں اسماء مبارکہ کی جو فہرست بہ ترتیب حروف تہجی درج کی گئی ہے۔ وہ انہی اصول ثلثہ پر مبنی ہے +

مندرجہ بالا اصول کی صراحت کے بعد یہ قابل گزارش ہے۔ کہ حضورؐ کے جن اسماء کی صراحت

لہ عزت افزائی کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کا نام اپنے نام سے اخذ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محمود ہے اور حضورؐ محمد ہیں

تطبیق کلام ربانی سے ہوتی ہے۔ اُن کا شمار (۹۱۹) ہے۔ ان اسماء کے معانی کی بحث تو آگے چل کر آئے گی۔ اس جگہ حضور کے وصف رافت و رحمت کے متعلق مختصراً کچھ لکھنا ضروری ہے ؎

صحیحین میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے ؎

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا۔	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو گاہ بگاہ وعظ سنایا کرتے اس اندیشہ سے کہ روزانہ وعظ کا سننا ہم پر گراں نہ گزرے ؎

نبی صلعم کا یہ اصول از راہ شفقت و رافت تھا۔ کہ سامعین جس قدر بھی سنیں نشاط طبع اور حضور قلب سے سنیں اور آئندہ کے لئے شوق تمام باقی رہے ؎

عادت مبارکہ تھی کہ جب بحالت نماز کسی بچہ کے رونے کی آواز سن پاتے تو نماز ہلکی فرما دیتے کہ ماں بچہ کو جلد سنبھال سکے ؎

عادت مبارکہ تھی۔ کہ سوار ہو کر کسی کو پا پیادہ ہمرکاب چلنے کی اجازت نہ فرماتے تھے اگرچہ بہت سے فدائی اس خدمت کے تمنائی رہتے۔ یا تو اسے سوار کرا لیتے تھے یا واپس لوٹا دیتے تھے ؎

عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی مسلمان مقروض مرجاتا۔ تو اُس کا قرض بیت المال سے قبل از تدفین ادا فرما دیتے تھے مگر خود کسی مردہ کا مال قبول نہ فرمایا کرتے تھے ؎

فرمایا کرتے تھے۔ کسی کی غیبت میرے سامنے مت کرو۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ کسی کی طرف سے میری صاف دلی میں فرق آئے ؎

بارہا ایسا ہوا۔ کہ ساری ساری رات اُمت کے حق میں دعا کرتے ہوئے گزر جاتی تھی چھوٹے بچوں کو پیار کیا کرتے۔ ان کو خود سلام کیا کرتے۔ ان کے سر پر دست شفقت رکھتے گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں کو اپنی سواری پر آگے پیچھے سوار کر لیتے۔ غلاموں کے ساتھ سفید زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں شامل ہو جاتے ؎

ان سب امور کا ظہور از راہ شفقت و رافت ہوا کرتا تھا۔ اور اس بلند ترین رافت و رحمت کا ظہور حضور پُر نور کے خصائص میں سے تھا ؎

خصوصیت نمبر ۲۲

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا ع ۳)

ہم نے تجھے جملہ انواع انسانی کے لئے بھیجا ہے

کتاب خروج باب سوم میں ہے:۔

موسیٰؑ نے ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے۔ اور دیکھا کہ وہ بوٹا جل نہیں جاتا وہ یہ دیکھنے کو آگے بڑھے۔ تب خدا نے بوٹے کے اندر سے پکارا۔ (۶)

میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقیناً دیکھی۔ جو خراج کے محصلوں کے سبب سے ہے۔ فی۔ اور میں اُن کے دُکھوں کو جانتا ہوں۔ (۷)

اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کے اچھی زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے۔ کنعانیوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کی جگہ میں لاؤں۔ (۸)

اب دیکھ۔ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی۔ اور میں نے وہ ظلم جو مصری اُن پر کرتے ہیں۔ دیکھا ہے۔ (۹)

پس اب تو جا میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں۔ میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں۔ مصر سے نکال۔ (۱۰)

مندرجہ بالا فقرات (۷، ۸ و ۹ و ۱۰) موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے مقصد و مدعا کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں۔ موسیٰؑ کا عمل بھی اسی کی تائید میں ہے۔ کہ انہوں نے بنی اسرائیل کی رہائی اور اُن کو وعدہ کی زمین کی جانب لے جانے کے سوا دیگر اقوام عالم سے کچھ سروکار نہیں رکھا۔

کتاب استثناء (موسیٰ کی پانچویں اور آخری کتاب) میں ہے۔ موسیٰؑ نے ہم کو ایک شریعت فرمائی۔ جو کہ یعقوب کی جماعت کی میراث ہو باب ۳۳ آیت ۴۔

اس فقرہ نے شریعت تورات کا خاص اسرائیلیوں کے لئے ہی ہونا ظاہر کر دیا۔ اگر یہ فقرہ نہ ہوتا۔ تو ممکن تھا کہ کوئی مدعی کہہ سکتا کہ شریعت تورات سب دنیا کے لئے ہے۔

یہ مسلمہ ہے کہ موسیٰؑ کے بعد عیسیٰؑ تک جس قدر انبیاء بنی اسرائیل ہوئے وہ سب اسرائیلیوں ہی کے لئے آتے رہے ✤

اب سیدنا عیسیٰؑ کے متعلق ہم کو صراحتہً ظاہر کر دینا ہے۔ کہ اُن کی نبوت کن کن لوگوں کے لئے تھی ✤

الف۔ انجیل متی کا باب ۱۵ پڑھنا ضروری ہے۔ جس میں ایک کنعانی عورت کا قصہ موجود ہے یہ عورت اسرائیلی نہیں اور حضرت مسیحؑ کے پاس اس لئے آئی ہے کہ حضور اپنی معجزانہ طاقت سے اُس کی بیمار بیٹی کو چنگا کر دیں۔ مسیحؑ نے فرمایا "میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ۲۴/۱۵ ✤

پر وہ آئی اور اسے سجدہ کر کے کہا۔ اے خداوند میری مدد کر ۲۵/۱۵

مسیحؑ نے جواب دیا "مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیں" ۲۶/۱۵ اس تمام واقعہ پر ٹھنڈے دل سے اور پوری سمجھ سے تامل کرنا چاہئے۔ کہ مسیحؑ نے صاف لفظوں میں فرما دیا۔ کہ وہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کے پاس نہیں بھیجے گئے۔ انہوں نے صاف طور پر بنی اسرائیل کو فرزند سے اور دیگر اقوام کو کتوں سے تشبیہ دی۔ اور دیگر اقوام کا اپنی برکات سے محروم ہونا۔ اور محروم کرنا اس دلیل سے واضح کر دیا۔ کہ لڑکوں کی روٹی کتوں کو نہیں دی جایا کرتی ✤

انجیل متی میں ذکر ہے کہ جب مسیحؑ نے اپنے بارہ شاگردوں کو تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا تو یوں کہا۔

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا" ۵/۱۰

اس سے ظاہر ہے کہ غیر اقوام میں تبلیغ کی قطعاً ممانعت فرمائی گئی۔ اور اسرائیلیوں میں سے بھی سامریوں کے پاس جانے سے روکا گیا ✤

یہ اسناد اس امر کے ثابت کرنے کو کافی ہیں۔ کہ جناب مسیحؑ کی نبوت اور اُن کے بارہ شاگردوں کے فرض تبلیغ کا رقبہ صرف اسرائیلیوں کے اندر اندر محدود تھا ✤

انبیائے بنو اسرائیل کے بعد دیکھو کہ دنیا میں اور کونسے مذہب میں تبلیغی شان موجود ہے ✤

عام لوگ شاید یہ سمجھتے ہوں۔ کہ بدھ مت میں تبلیغ عام کا وجود پایا جاتا ہے لیکن بدھ مذہب کی صدہا سالہ تاریخ پر عبور کر جاؤ۔ انہوں نے ہندو جاتی کے سوا کبھی اپنے عروج کے زمانہ میں بھی کسی دوسری قوم تک تبلیغ کو نہیں پہنچایا۔ اور کسی غیر مذہب اسرائیلی۔ بابلی۔ مصری۔ حجازی مغربی وغیرہ کے معتقد کو داخل مذہب خود نہیں کیا۔ سلسلہ تکامل کی یہ زبردست شہادت بودھ ازم کو محدود رقبہ اور محدود قوم کے لئے خاص بتا رہی ہے۔ اور اگر آریہ سماج کی تحقیقات کسی حقیقت کا انکشاف کر سکتی ہے۔ تب تو یہ بھی ہے۔ کہ بودھ ازم کوئی علیحدہ مت نہ تھا۔ بلکہ بدھ مہاراج ویدمت ہی کے تازہ کرنے والے تھے[1]۔

اب ویدمت کو لیجئے۔ ویدمت کے عروج کا زمانہ مہابھارت کی جنگ سے پیشتر کا ہے۔ وید اور چھ شاستر اور منوسمرتی خاموش ہیں۔ کہ ویدمت کو کبھی تبلیغی مذہب بتایا گیا ہو۔ یا کبھی اقوام غیر میں اس کی تبلیغ کی گئی ہو۔

منوجی مہاراج کی سمرتی کو آریہ اور سناتنی صاحبان بالاتفاق قابل سند تسلیم کرتے ہیں اس سمرتی میں تمام آبادی کو چار درنوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اور تحصیل علم و فضل اور قرأت وید کا کام صرف برہمن ورن کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ یہ تقسیم۔ یہ پابندی بتلا رہی ہے۔ کہ منوجی مہاراج اور ان کے ماتحت رشیوں نے جو سمرتی مذکور کے سیکھنے کے لئے مجتمع ہوئے تھے۔ ویدمت کو کبھی تبلیغی مت نہیں قرار دیا تھا۔

دنیا کے چھوٹے چھوٹے مذاہب کا ذکر یہاں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا شاندار اقوام کا سلسلہ تعامل بھی یہی یقین دلاتا ہے۔

غور کرو کہ شریعت موسوی کا اہم کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے پطرس کا جانشین یعنی مسیحی برکات کا مخزن کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا۔ اور ایشیائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔

ہندو قوم میں کبھی کوئی یہودی یا عیسائی یا مغربی نسل کا شخص رشی یا مہارشی۔ بلکہ کسی مندر کا پجاری بھی نہیں بنایا گیا۔

---

[1] سماج کی یہ تحقیقات اس لئے صحیح نہیں کہ بعث سنسکرت و بان کی تعلیم اور وید کے تعلم سے لوگوں کو روک دیا تھا۔ اس امر کا اقرار خود بدھ ازم کے مصنفین کو ہے ۱۲

یہ عملی تجربے ثابت کر رہے ہیں۔ کہ ان مذاہب کے پیشتر بزرگوں نے حقیقتہً اپنے اپنے مذاہب کو محدود رقبہ۔ اور محدود قوم کے لئے خاص سمجھا ہوا تھا۔

نبی صلعم کے اِس منصب کا کہ حضورؐ کل دنیا کے لئے مبعوث ہیں آیت زیب عنوان کے لئے دیگر آیات میں بھی اعلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا اِلَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاعراف ع ۲۰)

اے نبی کہ دیجئے کہ اے نسل انسان کے بچو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔

خصوصیت نمبر ۲۳

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (الفتح ع)

جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

مبایعت بیع سے ہے۔ لغت میں بیع مطلقاً بمعنی مبادلہ ہے۔ شرعاً اخذ ثمن اور اعطاء مثمن کو جبکہ بہ تراضی جانبین ہو۔ بیع کہتے ہیں۔

بیع بمعنی شراء اور شراء بمعنی بیع بھی مستعمل ہے۔ یہ جانبین کی حالت کے لحاظ سے ہے۔ الغرض مبایعت میں جانبین کو کچھ دینا اور کچھ لینا ضروری ہے۔

بیعت۔ اصطلاح میں اُس عہد و پیمان کو کہتے ہیں۔ جو اطاعت امام کے متعلق انسان اپنے نفس پر عائد کر لیتا ہے۔ وفائے عہد کا التزام بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے

جس بیعت کا آیت بالا میں ذکر ہے۔ وہ بمقام حدیبیہ درخت سمرہ کے تحت میں ہوئی تھی۔ قرآن پاک میں ہے:۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔

اللہ اُن سب مومنوں سے راضی ہو گیا۔ جو کہ شجرہ کے نیچے رسول اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔

اس بیعت کی ضرورت و حقیقت یہ تھی۔ کہ نبی صلعم نے سیدنا عثمان غنیؓ کو مکہ کے لئے اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا۔ اُن کی معیت میں دیں صحابہؓ بھی بھیجے گئے۔ اُن کے پہنچ جانے سے

ایک دو روز بعد حضورؐ تک ایک ٹٹی سی خبر پہنچی۔ کہ قریش نے حضورؐ کے سفیر عثمان کو قید اور ان کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا ہے۔ یہ ایسا واقعہ تھا۔ کہ اگر اس کی صداقت ہو جاتی تو حرمت سفارت اور احترام سفیر کے لئے جنگ کرنا اخلاقاً شرعاً ضروری تھا۔ اس وقت جو لوگ حضورؐ کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ وہ صرف ادائے عمرہ و طواف کی نیت سے آئے تھے۔ اُن کے علم میں اس امر کا احتمال بھی نہ تھا۔ کہ کسی جنگ سے سابقہ پڑے گا اور مہاجرینؓ کو خود اپنے خویش و تبار اور قرابت داروں کے منہ پر تلوار چلانی ہوگی +

لہٰذا یہ بیعت لینی پڑی +

جابرؓ کی روایت (متفق علیہ) سے ثابت ہے۔ کہ اُس وقت ان بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو کس تھی +

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے سایہ میں نور افروز تھے۔ بیعت لینے کے لئے دست مبارک پھیلایا ہوا تھا۔ عمر فاروقؓ نے اپنے ہاتھ کو حضورؐ کے ہاتھ کا سہارا بنایا ہوا تھا کہ ید مبارک کو تکان نہ ہو +

لوگ آتے تھے۔ ور یکے بعد دیگرے بیعت کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ سلمہ بن اکوع اسلمیؓ کا بیان ہے کہ اُنہوں نے بیعت علی الموت کی تھی +

اور جابرؓ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ اُنہوں نے عدم فرار کی بیعت کی تھی۔ ہر دو روایات کی تطبیق سے مستنبط ہوا۔ کہ الفاظ بیعت کو خود بیعت کنندہ کے پسند اور اختیار پر رکھا گیا تھا۔ بیشک حریت اسلام ایسی ہی حریت نفس کی متعلم ہے۔ جس میں اجبار و اکراہ کا شائبہ بھی نہ ہو +

اس جم غفیر کے اندر صرف ایک شخص جدبن قیس سلمی ایسا تھا۔ جو اپنے اونٹ کی اوٹ میں جا چھپا تھا۔ اور بیعت میں شامل نہ ہوا تھا۔ حریت اسلام کی یہ دوسری دلیل ہے کہ اس پر بھی کچھ سختی نہیں کی گئی۔ البتہ حضورؐ نے مبائعین کا شرف و جاہ ظاہر کرنے کے لئے یہ ضرور فرمایا +

"اَنْتُمْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ" آج تم روئے زمین کے جملہ موجودہ اشخاص سے بہتر و نیک تر ہو +

اس بیعت کا ذکر کلام اللہ کی متعدد آیات میں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس

واقعہ سے رضوان الٰہیہ کو تعلق مستحکم اور رابطہ قویم ہے۔

فرمایا:-

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (توبہ)	اللہ نے مومنین کی جانوں کو خرید لیا ہے اس تبادلہ میں کہ جنت اُن کی ہے ۔

فرمایا

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ (توبہ)	اپنی ایسی بیع پر تم کو پوری پوری خوشیاں منانی چاہئیں ۔

میں نے اِس آیت کا ذکر خصائص النبی میں اس لئے کیا ہے۔ کہ اس سے ایک نہایت ہی خاص فضل و شرف محمدیہ کا ثبوت حاصل ہوتا ہے۔

غور کرو۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مبایعین ذات قرار دیا ہے۔

اور یہ وہ شرف ہے۔ جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوا۔

آیت زیر عنوان میں یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کے الفاظ ہیں۔ امام فخر رازیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ یَد ہر دو جگہ میں یا تو بمعنی واحد مستعمل ہوا ہے یا الگ الگ معانی میں۔

الف اگر یَد کے معنے ہر دو جگہ ایک ہی ہیں۔ تب معنی آیت یہ ہیں۔ کہ احسان الٰہی تمہارے احسان سے برتر و اعلیٰ ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ (حجرات)	بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے۔ کہ تم کو ایمان کی ہدایت فرمائی۔

نیز یہ کہ رسول اللہ صلعم کو جو نصرت و تائید منجانب اللہ حاصل ہے۔ وہ اُس تائید و نصرت سے بہت برتر و اعلیٰ ہے۔ جو حضورؐ کو منجانب صحابہؓ حاصل ہے۔

لفظ یَد بمعنی غلبہ و نصرت و قوت زبان عرب میں بخوبی مستعمل ہے۔ محاورہ ہے کہ اَکِیْدُ لِفُلَانٍ اب فلاں شخص کا غلبہ ہے۔

ب۔ یَد کا استعمال الگ الگ معانی میں ہے۔ تب یَدُ اللّٰہِ[1] کے معنے حفظ الٰہی ہیں۔ اور

---

[1] اہل حدیث لفظ یَد کی کوئی تاویل نہیں کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو جسم و لوازم جسم سے پاک و برتر تسلیم کرتے ہیں۔ وہ مجسمہ و معطلہ سے علیحدہ ہیں۔ صفات میں ان کا مسلک ہر ایک ایسی چیز سے پاک و صاف ہے ۱۲۔

ایدیھم سے مراد مبائعین کے ہاتھ ریہ جارحہ جسمانی ہیں۔ اور بتلایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نصرت ہمیشہ ان مبائعین کے ساتھ ہوگی +

اس کی تائید اسی سورۂ مبارکہ میں تھوڑی دور آگے چل کر ان الفاظ پاک میں پائی جاتی ہے :-

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا (فتح)

اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنیوالوں کے دلوں کی اندرونی حالت کو جان لیا۔ اُنپر سکینہ اُتارا اُن کو فتح قریب عطا فرمائی۔ اور وہ بڑی فتوحات بھی اُن کے لئے خاص کر دیں۔ جن کو وہ حاصل کریں گے +

خلفاء راشدینؓ اور اُن کے ماتحت عمال۔ گورنر۔ وجرنیل۔ قائدین لشکر اور فاتحین کشور انہی بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔ حضرموت و عمان۔ عراق و فلسطین۔ شام و مصر۔ افریقہ و سوڈان۔ ٹیونس و الجزائر۔ مالٹا اور کریٹ۔ ایران۔ خراسان کی فتوحات و مغانم انہی خلفاء راشدین اور اُن کے حکم بردار دل کو حاصل ہوئی تھیں +

ہاں یہی وہ بزرگ ہیں۔ جو مفہوم آیت اور اس بشارت عظمیٰ کے مظہر ہیں۔ انہی کے دلوں کا امتحان لیا گیا۔ اور انہی پر نزول سکینہ ہوا۔ وہ سکینہ جس کے نزول کا ذکر احوال موسیٰؑ میں بھی ہے۔

انہی کے ہاتھوں میں وہ طاقت تھی۔ کہ کل دنیا کے ہاتھ ان کے سامنے پست تھے کیونکہ کسی سلطنت کی قواعد دان۔ اور باقاعدہ مسلح فوج اُن پر غالب نہ آسکی۔ کَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ عَنْکُمْ[1] کا ایک نظارہ یہ بھی تھا +

صحابہ رضوان اللہ علیہم کے فضل و شرف۔ جاہ و احتشام۔ دولت و اقبال مادی اور رحمت و برکات روحی کا سبب۔ ذریعہ کیا تھا۔ یہی بیعت نبوی۔ یہی اتباع محمدی۔ یہی صدق اخلاص۔ جو انہیں پیارے رسولؐ کی ذات اور تعلیم کے ساتھ تھا +

لہٰذا وہ سب طفیلی تھے۔ اور ان خصوصیات کا اصل تعلق نبی صلعم ہی کی ذات مبارک سے ہے +

---

[1] لوگوں کے ہاتھ تم سے روک لئے ۱۲ منہ

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ شرف حضورؐ کے خصائص میں سے ہے +

خصوصیت نمبر ۲۴

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب ع ۵)

خاتم اور ختم دونوں کے ایک معنی ہیں[1]۔ النبیین کا الف لام۔ جنس جملہ انبیاءؑ ورسلؑ پر حاوی ہے۔ کلام اللہ کی یہ آیت اعلان کر رہی ہے۔ کہ سیدنا مولانا محمد رسول النبی الامی صلعم کے وجود باجود پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے +

یہ ایک عجیب پیشگوئی ہے اور اس کے اندر ایک عجیب طاقت منجانب اللہ موجود ہے۔

ایران کو دیکھو۔ وہاں ہزاروں سال تک متواتر سروش آسمانی کی آواز بیسیوں پیغمبر بزرگوں کو سنائی دیتی رہی۔

ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ یہاں کروڑوں سال تک لاکھوں مہارشی ایسے ہوئے جن پر آکاش بانی کا پرکاش ہوتا رہا +

بنی اسرائیل کے حالات پڑھو۔ جہاں ایک ایک وقت میں دو۔ دو چار۔ چار نبی موجود پائے گئے +

مصریوں۔ چینیوں نے بھی سینکڑوں سال تک اپنے اندر نبوت و رسالت ہونے کے دعاوی کو بلند کیا +

لیکن جب سے کلام اللہ تعالیٰ میں آیت زیب عنوان کا اعلان ہوا ہے۔ اور ختم نبوت کا فرمان سنا دیا گیا ہے۔ اس وقت سے ان سب مذاہب اور ادیان نے بھی اپنے اپنے دروازوں پر قفل ڈال لیے ہیں +

مجوسی اب کیوں کسی شخص کو جاماسپ وزرتشت کے اورنگ پر نہیں بٹھلاتے۔ آریہ ورت اب کیوں آکاش بانی کا ایک حرف بھی نہیں سنتا +

بنی اسرائیل کیوں اپنی قوم اور اپنے ملک میں کسی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے +

---

[1] خاتم بفتح تا بمعنی ختم الخواص منتہی الارب۔ المنجد وغیرہ +

پیارے ناظرین۔ یہ سب قدرت الٰہیہ کا روشن کارنامہ ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنانے کے بعد تمام دنیا کے جملہ مذاہب کے دماغوں اور طبیعتوں سے بھی یہ بات نکال دی ہے۔ کہ خود ان کے مذہب کے اندر بھی کسی کو پیغمبر۔ نبی۔ رسول۔ وغیرہ کہا جائے +

دنیا بھر کا یہ عملی فیصلہ۔ یا طبعی میلان۔ بلکہ فطری وجدان ظاہر کرتا ہے۔ کہ قدرت ربانی نے اس خصوصیت کو وجود اقدس نبویہ سے خاص رکھنے میں کیسی زبردست حفاظت فرمائی ہے + کوئی غیر مسلم یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ نبی صلعم نے اپنی ذاتی توصیف کے لئے ایسا فرمادیا ہے +

اول۔ اس لئے کہ دعویٰ کرنا آسان ہے۔ مگر زمان مستقبل پر حکومت کرنا دشوار ہے یہاں تو چودہ صدیوں کا زمانہ[1] اور مختلف و متعدد مذاہب کا متفقہ رویہ اس کی تائید میں موجود ہے جس شے کی تائید میں خود نیچر ہو۔ وہاں تصنع کا کیا دخل رہ جاتا ہے +

دوم۔ اگر نبی صلعم کو اپنا ذاتی فخر بھی قائم کرنا مقصود ہوتا۔ تو حضورؐ ایسا کر سکتے تھے۔ کہ اپنے متبعین کو نبوت کے منصب سے ممتاز بناتے اور موسیٰؑ سے بڑھ کر اپنے اتباع کرنے والے انبیاءؑ کی شان اور تعداد کا اظہار کرتے +

بعض مسلمان صوفیہ کی نسبت یہ بات زبان زد عوام ہے۔ کہ انہوں نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اول تو ان روایات کی صحت بالکل مشکوک ہے۔ دوم۔ اگر ثابت بھی ہو جائے۔ کہ کسی شخص نے اَنَا الْحَقّ بھی کہا۔ یَا سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ بھی کہا۔ تب بھی یہ نتیجہ تو صاف نکلتا ہے۔ کہ خدا بننا تو ان کو سہل نظر آیا۔ مگر نبی کہلانے کی جرأت وہ بھی نہ کر سکے۔ ایسے ہی لوگوں میں یہ مصرعہ بہت شہرت یافتہ ہے ع

"باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار"

ذیل میں اُن اسلامی روایات کا اندراج ضروری ہے۔ جو آیت زیر عنوان کی تفسیر میں نبی صلعم سے باسناد صحیحہ ثابت ہیں۔

---

[1] ۔ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ کو یوم ولادت مطہرہ سے پورے ۱۳ سو برس ہو جاتے ہیں۔ یعنی سنہ ۱۳ میں ۵۳ سال حضورؐ کی عمر وقت ہجرت کو جمع کر لینا چاہئے۔ ۱۲ منہ

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (متفق علیہ)

(۱) امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے بالاتفاق ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میری مثال اور دیگر سب انبیاءؑ کی مثال ایک محل کی سی ہے۔ جسے خوب بنایا گیا تھا۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی دیکھنے والے آتے تھے۔ مکان کی عمدگی اور اُس خالی جگہ کے متعلق تعجب ظاہر کرتے تھے اب میں ہوں جس نے اُس خالی جگہ کو بھر دیا ہے میرے ذریعہ ہی سے عمارت ختم ہوئی۔ اور میری وجہ ہی سے رسول ختم کیے گئے اور وہ اینٹ میں ہوں اور میں سب نبیاءؑ کا ختم کرنیوالا ہوں ✦

(۲) عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ (متفق علیہ)

(۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں متفقہ روایت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ہے۔ کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا ہے حضور فرماتے تھے میرے کئی نام ہیں میں محمدؐ ہوں۔ میں احمدؐ ہوں[1] میں ماحی ہوں۔ اللہ نے میرے ذریعہ سے کفر کو محو کر دیا میں حاشر ہوں۔ کہ لوگ قیامت کو میرے بعد اُٹھائے جائینگے میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی اور نہ ہو ✦

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ

صحیح مسلم میں بروایت ابوہریرہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ مجھے سب انبیاءؑ پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ۱۔ مجھے کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے۔ ۲ مجھے رعب

[1] اس حدیث میں حضورؐ نے اپنے پانچ نام فرمائے۔ محمدؐ و احمدؐ۔ ان کے معانی نہیں فرمائے۔ ۳ ماحی۔ ۴ حاشر۔ عاقبؐ ان کے معانی بتلائے۔ اس سے واضح ہوا۔ کہ محمدؐ و احمدؐ ذاتی نام ہیں۔ اور ماحی و حاشر و عاقب وصفی نام ہیں ✦

الْكَلِمِ - نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ - وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ - وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا - وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ - (رواہ مسلم)

(۴) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خُطْبَةِ الْوَدَاعِ - اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَكُمْ

(رواہ ابن جریر و ابن عساکر)

۵ - رَوَى اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا اَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ

(زرقانی جلد ۵ ص ۲۷۶)

۶ - عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلٰثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (رواہ مسلم)

۷ - عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (رواہ الترمذی)

سے مدد دی گئی۔ (۳) مال غنیمت میرے حلال کیا گیا (۴) روئے زمین کو ہمارے لئے مسجد اور سبب طہارت بنایا گیا۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا۔ (۶) میری ذات پر انبیاء کا خاتمہ ہو گیا[1]

ابن جریر اور ابن عساکر نے ابو امامہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ نبی صلعم نے خطبۃ الوداع میں فرمایا تھا "لوگو یاد رکھو۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں +

زرقانی (شرح المواہب اللدنیہ) میں ہے کہ امام احمد، امام ترمذی، امام حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی۔ لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا۔ اور نہ کوئی نبی ہو گا +

صحیح مسلم میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت میں تیس شخص ایسے ہوں گے۔ جو کذاب ہونگے اُن میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہو گا۔ کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں +

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کسی کو نبی ہونا ہوتا۔ تو عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوتے +

[1] اس حدیث کی شرح ہم آگے چل کر لکھیں گے۔ ۱۲ منہ

سب جانتے ہیں۔ کہ عمر فاروقؓ نبی نہ تھے۔ ثابت ہو گیا کہ حضورؐ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا +

۸۔ جنگ تبوک کے موقع پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا +

سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں۔ کہ غزوہ تبوک میں نبی صلعم نے حضرت علی کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ علی نے عرض کیا۔ کہ حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ اُس وقت حضور نے فرمایا۔

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔	کیا تم اس پر خوش نہیں۔ کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰؑ کے لئے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہ ہوگا۔ (بخاری)

موسیٰؑ میقات ربی کے لئے طور پر چالیس یوم ٹھہرے تھے۔ اور اپنے بعد ہارونؑ کو خلیفہ بنا گئے تھے۔ نبی صلعم کو بھی غزوہ تبوک میں قریباً پچاس یوم مدینہ سے باہر رہنے کا اتفاق ہوا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس واقعہ میں خلافت بعد وفات رسول کا اشارہ تک نہیں۔ کیونکہ ہارونؑ کی وفات موسیٰؑ سے بہت پہلے ہوئی تھی +

۹۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نبی صلعم کو آخری غسل دے رہے تھے۔ تو اپنی زبان سے یوں فرما رہے تھے:

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا یَنْقَطِعُ بِمَوْتِ غَیْرِكَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَآءِ (نہج البلاغت ص۱۰۵ چاپ دار السلطنت تبریز ۱۲۷۶ھ)	میرے ماں باپ حضورؐ پر قربان ہوں۔ حضورؐ کی موت سے وہ چیز ختم ہو گئی جو اور کسی شخص کی موت سے ختم نہ ہوئی تھی۔ یعنی نبوت اور اخبار غیب اور آسمان سے خبروں کا آنا سب ختم ہو گیا +

ان صحیح ترین روایات اسلامیہ کی تصدیق قدرت قاہرہ نے جملہ مذاہب کی زبان بندی سے فرما دی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت وہ خصوصیت خاصہ ہے جو بالکل حضورؐ ہی کی ذات اقدس کو حاصل ہے +

اس آیت کے ساتھ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی تفسیر بھی پڑھ لینا چاہئے

تاکہ معلوم ہو جائے کہ ختم نبوت کا منصب اُس کو شایاں ہے۔ جو اکمال دین اور اتمام نعمت کی بشارت سے بھی مبشر ہو۔

الغرض آیت زیر عنوان نہایت مستحکم دلائل اور قطعی براہین کے ساتھ حضورؐ کی خصوصیت "ختم المرسلین" کو واضح کر رہی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اب اگر اہل اسلام کے اندر کوئی شخص ایسا ہے۔ جسے اپنی نبوت کا زعم ہو۔ تو اُسے مناسب ہے۔ کہ صحیح مسلم کی روایت کو پیش نظر رکھ کر اگر چاہے۔ تو اُن تیس کے شمار میں داخل ہو جائے۔ یا ارشاد نبوی کے سامنے اپنے زعم باطل کو چھوڑ کر تائب و مومن بنجائے۔

خصوصیت نمبر ۲۵

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء)

ہم نے جو تجھے بھیجا ہے۔ تو سب عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

دنیا میں ہزاروں نامور اشخاص گزرے ہیں۔ جو آسمان شہرت پر روشن انجم ہو کر چمکے اُن کے خطابات سے اُن کی شخصیتوں پر روشنی پڑتی ہے۔

کسی کا لقب مہاراجہ دھیراج ہے۔

کوئی شہنشاہ کہلاتا ہے۔

کوئی مہادیو۔

کوئی مہابلی۔ کوئی تہمتن کوئی روئین تن۔ کوئی گوپال۔ کوئی فرزند نور۔ کوئی یودھا (یعنی بیدار) کوئی سولہ کلاں سپورن۔ کوئی چندر بنسی۔ کوئی سورج بنسی وغیرہ وغیرہ۔

یہ اور اس جیسے اور دیگر خطابات اس شخص کی اپنی ذات اور اوصاف کے متعلق ایک نمایاں خصوصیت کے مظہر ہیں۔ لیکن ایسے خطابات سے یہ واضح نہیں ہوتا۔ کہ دنیا بھر کی مخلوقات اس ہستی کو کیا نسبت ہے۔

لیکن رحمۃ للعالمین ایسا خطاب ہے۔ جو صرف اُسی نسبت اور تعلق کا مظہر ہے۔ جو

ممدوح الوصف کو مخلوقات کے ساتھ ہے ✦

رحمت ۔ کے معنی پیار ۔ ترس ۔ دیا ۔ ہمدردی ۔ غمگساری ۔ محبت ۔ اور خیر گیری ہیں ۔ ان الفاظ کے معانی اس لفظ کے اندر پائے جاتے ہیں ✦

کون شخص ہے ؟ جو یہ کہہ سکتا ہے ۔ کہ اُسے مندرجہ بالا اخلاق کی کچھ ضرورت نہیں ۔ اور وہ ان اوصاف کے فیوض سے مستغنی رہ سکتا ہے ۔ غالباً کوئی بھی ایسا شخص نہیں نکلیگا ۔

عالم ۔ علمیت کی صفت سے بنا ہے ۔ یعنی وہ ہر ایک شے جس میں نمود اور ہونے ۔ ظہور پکڑنے اپنی ہستی کو نمایاں کرنے اور اپنے وجود کی نمود رکھنے کی قابلیت ہے ۔ وہ لفظ عالم سے موسوم ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ✦

اس لفظ کا استعمال انواع و اصناف و اجناس کے تمیز کرنے میں اکثر کیا جاتا ہے ۔ عالم جمادات ۔ عالم نباتات ۔ عالم حیوانات ۔ عالم علوی ۔ عالم سفلی اور جذبات و ذہنیات و کوائف کیلئے بھی استعارۃً اس کا استعمال کیا جاتا ہے ۔ عالم وجد ۔ عالم شوق ۔ عالم شباب وغیرہ ✦

الغرض لفظ عالم کا استعمال مخلوق مادی و ذہنی تک وسیع ہے ۔ عالمین صیغہ جمع ہے ۔ اور جملہ عوالم پر اس کا احاطہ ہے ✦

اب اندازہ کرو ۔ اس مقدس ہستی کا ۔ جس کا سب سے پیار ہے جو سب پر ترس کھاتا ہے جو ہر ایک کا ہمدرد و غمگسار ہے جس کی محبت عام ہے ۔ جو ہر ایک کی مقتضیات کو اپنی تعلیم سے پورا کر سکتا ہے ۔ جو ہر ایک وسائل کو اپنے حقائق سے ہدرد و درست بنا سکتا ہے جس کے فیوض سے مادیات و ذہنیات ۔ تصورات ۔ تصدیقات کو شادابی و درستی ۔ صحت اور صداقت حاصل ہوتی ہے ✦

رب العالمین نے سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلعم کو رحمت للعالمین فرما کر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ جس طرح پروردگار کی الوہیت عام ہے ۔ اور اس کی ربوبیت سے کوئی ایک چیز بھی باہر نہیں رہ سکتی ۔ اسی طرح رسول کریم کی تعلیمات و تفہیمات سب کے لئے اور سب کے فائدہ کے لئے ہیں ۔ اور کوئی شے بھی حضور کی رحمت سے خود کو مستغنی ثابت نہیں کر سکتی ✦

شاید کسی بے فکر سے کہہ دینا آسان ہو ۔ کہ اُسے سورج کی روشنی اور گرمی کی احتیاج نہیں ۔ لیکن ایک عالم اور صاحب دماغ کے لئے یہ کہنا سخت دشوار ہے کہ اسے

تعلیمات محمدیہ کی مطلقاً حاجت نہیں ۔

دنیا اور دنیا کی قومیں غور کریں۔ کہ نبوت محمدیہ کے بعد کیونکر انہوں نے حضورؐ کی تعلیمات کا اقتباس بالواسطہ یا بے واسطہ طریق سے کیا ہے اور کیا کیا بھیس بدل بدل کر اس خرمن حیات سے خوشہ چینی کی ہے ۔

حضورؐ کی سیرت پر غور کرو۔ اور حضورؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا مفہوم اُس سیرت سے سمجھنے کی سعی کرو ۔

(۱) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے ۱۴۔ ۱۵ سال کی عمر میں حرب الفجار کو دیکھا۔ اور اُسی وقت سے ایک قوم کا دوسری قوم پر حملہ آور ہونا۔ انسان کا انسان کو شکار غضب و وحشت بنانا ناپسند فرمایا ۔

(۲) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس کی فطرت سلیمہ اور طینت طیبہ نے حلف الفضول[1] کے عہد و پیمان کو مستحکم دستوار بنایا۔ اور ایک شریف النفس کے لئے داد خواہی مظلوماں اور دستگیری مظلوماں حفاظت مسافراں اور اعانت بیچارگاں کے اوصاف کا حاصل کرنا لازم ٹھہرایا ۔

(۳) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے دشمن کو بھی دوست بنا لینے کی تدبیر سکھائی ۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ	برائی کی مدافعت خوبی و نیکی سے کرو۔ پھر تو تمہاری عداوت والا بھی تمہارا گرم جوش دوست بن جائیگا۔

(۴) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے عداوت کرنے والے دشمنوں۔ حقوق جائز سے محروم کرنے والے دشمنوں عبادت سے روکنے والے دشمنوں کے ساتھ بھی ہر ایک انتقامی کارروائی کرنے سے اہل ایمان کو روکا۔ اُس وقت جبکہ اہل ایمان میں انتقام لینے کی طاقت و قوت بھی موجود تھی ۔

---

[1] قبل از نبوت محمدیہ کہ معظمہ میں ایک انجمن قائم کی گئی تھی جس کے ممبر قسم کھایا کرتے تھے۔ کہ وہ مظلوموں کی امداد کیا کریں گے۔ عورتوں اور یتیموں پر ظلم نہ ہونے دیں گے۔ قتل و غارتگری کے روکنے کی سعی کیا کریں گے۔
اس انجمن میں فضل نام کے کئی ممبر شامل تھے۔ اس لئے اس انجمن کا نام حلف الفضول ہو گیا تھا ۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا (الآیۃ)	اُس قوم کا بُغض جس نے تم کو حرمت والی مسجد سے روک دیا تھا اس امر کی طرف نہ کھینچ کہ نہ لیجائے کہ تم بھی اُن سے خلاف انصاف کرنے لگو ✦

(۵) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے کاہنوں کے تسلط کو۔ ہندوؤں کے جوگ اور سنیاس کو یہودیوں کے فرقہ لاماسس کو یونانیوں کے گردہ کلبیہ کو۔ عیسائیوں کے تن اور منک کو اور ان سب کے افسوسناک اور عبرت خیز نتائج کو دیکھا اور

رَهْبَانِيَّةً نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ۔	رہبانیت تو لوگوں کی خود ساختہ گھڑت ہے اللہ نے تو اُسے انسان کیلئے کبھی مفید نہیں فرمایا۔

کا فرمان سنایا اور لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ (اسلام میں رہبانیت نہیں) کے ارشاد سے تمدن اور انسانیت کو تاج امتیاز فرمایا۔

(۶) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جو یہودیوں کی ایک خاص نسل ہی کے افراد کو اللہ کی برگزیدہ قوم کے لقب سے مخصوص نہیں کرتا۔ جو کاتھولیکو کی طرح آسمان کی کنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔ جو گنگا اور یہوپا کے برہمنوں ہی کو نرگ اور سرگ میں آدم انسانی کے دھکیل دینے کی طاقت کا ٹھیکہ دار نہیں بناتا۔ جو چین والوں کی طرح کسی خاص رقبہ میں پیدائش کی بنیاد پر اُن کو فرزندان آسمانی کا خطاب عطا نہیں کرتا ✦

جو زرتشتیوں اور لاماؤں کی طرح پیروان خاص کے سوا باقی سب پر رحمت و افضال سے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا ✦

(۷) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس کی نگاہ میں رومی۔ یونانی مصری و سوڈانی۔ سب مساوی ہیں جس کے دربار میں بدھ گم سوڈانی۔ بلال حبشی۔ فیروز خراسانی۔ سلمان پارسی۔ صہیب رومی۔ اسامہ نجدی اور عدی طائی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔ جہاں جندل کا بادشاہ اکیلا نہیں بلکہ عمان کا حکمران جیفران آل حمیر کا مدعی الوہیت ذوالمکلاع اور ملک یمن کا بڑا کاہن ضماد غلامان بارگاہ سے بہت پیچھے صف نعال میں خرم و شادماں موجود ہے ✦

(۸) رحمۃ للعالمین وہ ہے جو یہود جیسی متحد دل و منضوب قوم کو جسے نہ صرف عیسائیوں نے بلکہ بت پرستوں نے بھی ذلیل و خوار ٹھہرایا تھا۔ مستقل قوم ہونے کا درجہ عطا فرماتا ہے اور

معاہدات میں ان کو مساویانہ حقوق کے عطیہ سے شاد کام فرماتا ہے +

(۹) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جو جملہ عیسائی اقوام کی اس وقت حفاظت فرماتا ہے جبکہ دوسری مذہبی کونسل پہلی مذہبی کونسل کو اور تیسری مذہبی کونسل دوسری مذہبی کونسل کو کفر و لعنت کا تحفہ پیش کرنے کے بعد اپنی مذہبی کارروائی کیا کرتی تھی +

وہ عیسائیوں کے جان و مال کو اس وقت محفوظ فرماتا ہے۔ جبکہ مسیح کے جسم ایک روح یا دو روحوں کے ہونے کے مسئلے نے یروشلم اور روما اور مصر میں خونریزی کو عام کر رکھا تھا +

(۱۰) رحمۃ للعالمین وہی ہے۔ جس کی تعلیم لوتھر کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس کے مخالف اسے خفیہ مسلمان ہونے کا الزام بھی لگاتے ہیں۔ مگر وہ رحمۃ للعالمین کے فیوض سے استفاضہ کرنے میں نہیں جھجکتا۔ اور بالآخر یورپ کو الوہیت سے انسانیت پر لے آتا ہے اور ظاہر پرستی کو گرجاؤں سے دور کر دیتا ہے +

(۱۱) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جو جملہ اقوام و ممالک عالم کو دین صحیحہ کی تعریف سے روشناس فرماتا ہے:۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔	اللہ کی پیدا کردہ فطرت جس پر انسانی سرشت بنائی گئی ہے۔ اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں۔ اسی کو دین قیم کہتے ہیں +

اہل روما نے اپنی اپنی مقدس کتابوں سے اور فلسفی اپنے بہتر رہنماؤں کی تعلیمات میں سے نکال کر دکھلائیں کہ دین صحیحہ کی یہ تعریف کبھی کسی اور جگہ بھی بتلائی گئی ہے +

دین صحیحہ کے متعلق ایک دوسرا اصول سکھایا گیا ہے۔

وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ	دین کے متعلق ارادہ الٰہی یہ نہیں کہ وہ انسان کو تکلیف اور دشواری میں رکھے +

تیسرا اصول جس پر شریعت مصطفوی کے احکام کا نفاذ ہوا ہے +

وَلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ	ہاں شریعت سے ارادہ الٰہی کا مقصود یہ ہے کہ انسانوں کو پاک و صاف ٹھہرائے اور ان پر اتمام نعمت بھی فرمائے +

تعریف بالا اور اصول بالا کو مسلم رکھتے ہوئے بھی یہ ارشاد ہے۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ دین کے بارے میں کسی پر زور اور زبردستی نہیں ہدایت اور ضلالت کو کھلے طور پر واضح کر دیا ہے

(۱۲) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس کی تعلیم اختلاف الوان اور تبلیل زبان اور تباین ملکی سے بہت بلند ہے۔ جس کی تعلیم میں حسب و نسب کا خاکی دعویٰ صداقت سے عاری ہے +

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے سب سے پہلے ھواللہ احد کے دین واحد کی دعوت یکساں طور پر خویش و بیگانہ کو دی۔ جس نے سب سے پہلے احمر و اسود۔ غربی و شرقی۔ مبتدین و غیر مبتدین کو قوم واحد بنایا۔ ایک ہی کلمہ زبان پر ایک ہی ولولہ دماغ میں ایک ہی ارادہ دلوں میں قائم کر دیا +

(۱۳) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے ترھب اور تبتل میں تفریق کی جس نے ایک گرہستی گرہست میں رہ کر سنیاسی بنایا۔ اور جس نے مصائب دنیوی کے خوف سے قطع تعلق کرنے والے کو ناخوشنودی رحمٰن کا مورد بتلایا +

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے امراض قلوب کو بیان کیا۔ امراض کی علامات اور علاج کے طریقے بتلائے جس نے قلب سلیم کی تعریف بتائی اور قیام سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا +

(۱۴) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے دیکھا کہ کہیں تو عورت کو اناج غلہ روپیہ پیسہ کی طرح دان میں دیا جاتا ہے (ہندو مت) اور کہیں عورت کو بے روح بتایا جاتا ہے یا کبھی عورت کو مجسم شیطان تعبیر کیا جاتا ہے۔ (سترھویں صدی سے پہلے پہلے کی عیسویت) کہیں اُسے صرف اغراض شہوانی کا آلہ قرار دیا گیا ہے۔ (یہودیت)

اور کہیں بے جان زمین کی طرح اُسے سب مردوں کا کلکد کوب ہونا تجویز کیا ہے (ایران کے مزدکیہ و مانویہ)

اور ان جملہ حالات میں اس کی شخصیت ذہنیت اور حقوق کا ذرہ بھی پاس و لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ان جملہ مصائب کو دور کرنے کے لئے یہ حکم سناتا ہے +

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے

ہی عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔
علم نحو میں لام استحقاق و تخصیص و تملیک کے لئے آتا ہے۔ لہذا لَهُنَّ کا لام عورتوں کو بہت کچھ حقوق عطا کرتا ہے +

اور شاد فرمایا۔

اَلنِّسَآءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔	عورتیں مردوں ہی کا ایک جزو۔ اور حصہ ہیں یا عورتوں مردوں کے لئے گل و ریحان ہیں +

ارشاد فرمایا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَآءِ	عورتوں کے معاملات میں تقویٰ الٰہی سے کام کرنا

(۱۵) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے رسوم کی زنجیروں اور اندھی تقلید کی بیڑیوں اور آبائی مراسم کی ہتھکڑیوں سے انسان کو آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے ان کارناموں کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ	بوجھ اتار دیئے اور زنجیر و طوق کو ان سے اتار کر دور پھینک دیا +

(۱۶) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جو قوموں کو قوموں کے ساتھ موالات کے اصول سکھاتا ہے۔ اور عدم موالات کی حدود کو بھی قائم کر دیتا ہے۔ تاکہ موالات کی تعریف جامع ہو جائے۔ اور مانع بھی۔ حضور نے یہ فرمان سنایا +

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔	جملہ اقسام نکوئی ہیں اور جملہ انواع خدا ترسی ہیں تم سب کے ساتھ تعاون کیا کرو۔ اور جملہ اصناف گناہ میں نیز جملہ اشکال عدوان میں تم کسی کی مدد نہ کیا کرو۔

(۱۷) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس کا کام جملہ خصائل رذیلہ۔ اور اخلاق نکوہیدہ سے انسان کو پاک و صاف کر دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ	وہ انکے میل کچیل کو دور کر کے انکو پاک صاف بناتا ہے

(۱۸) رحمۃ للعالمین وہ ہے جو انسانیت کے درجہ رفیع کو نہ تو زر و دولت کے لباس میں دیکھتا ہے اور نہ فقر و تہیدستی کے وقت اس کی نفی فرماتا ہے۔ بلکہ انسانیت کا ملا

اور ابن آدم کہلانے کا استحقاق وہ صرف ایمان اور علم پر مبنی کرتا ہے۔
لفظ ایمان فرائض البیہ پر۔ اور لفظ علم واجبات وجود پر پوری طرح سے حاوی ہے۔
فرمان ذیل پر غور کرو:۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

اللہ تعالےٰ درجے بلند کرتا ہے اُن کے جو تم میں سے ایمان لاچکے ہیں۔ اور اُنکے جنکو علم دیا گیا۔

فضیلت علمی کو اچھی طرح سے ذہن نشین کرنے کے لئے فرمایا۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ۔

عالم کی عابد پر فضیلت اتنی ہے۔ جتنی نبی کو ادنیٰ امتی پر ہوتی ہے ✤

(۱۹) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ (ابوداؤد) کے راز سے دنیا کو واقف بنایا۔ اور سمجھایا۔ کہ طلاق کا وجود خاص خاص دشواریوں کے حل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اور اُس وقت طلاق کی ضرورت ایسی ہی ہوجاتی ہے جس طرح ایک عضو میں سمیت آجانے کی وجہ سے اُس کا جسم انسانی سے بذریعہ قطع و برید جدا کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ اگرچہ قطع عضو بہرحال ناپسندیدہ سمجھا جائے۔

ہاں یہ حکم طلاق دینے والے کو سمجھایا جاتا ہے۔ کہ اب وہ ایسے خطرناک فعل کا اقدام کرنے لگا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو صرف ناپسند ہی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو اُس سے بغض بھی ہے۔ لہذا جب تک یہ مسلم نہ ہوجائے کہ صرف یہی ایک صورت مرد کے بقا و صحت و حفاظت ایمان و عزت کے لئے رہ گئی ہے۔ اُس وقت تک اس پر عمل نہیں کرنا چاہئے ✤

(۲۰) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے طلاق کے روکنے کے لئے ایسی تدابیر کو ضروری ٹھہرایا۔ جن پر عمل کرنے سے ہر ایک جلد بازی۔ اور ہر ایک انجام سے بے پروا اور ہر ایک مغلوب الغیظ کو طلاق کی بُرائی سے محفوظ فرمالیا ہے ✤

الف۔ زوجین کے اختلاف و شقاق کے مٹانے کے لئے پہلی تدبیر یہ بتائی۔ کہ دو ثالث مقرر کئے جائیں۔ ایک مرد کے گھرانے کا۔ ایک عورت کے گھرانے کا۔ وہ دونوں ان زوجین کے حالات و شکایات کو سنیں۔ اور فیصلہ کردیں ✤

ب۔ اب بھی اگر اصلاح نہ ہو۔ اور قصور کا بوجھ صرف عورت پر ہو۔ تو مرد کو لازم ہے کہ کچھ عرصہ

کے لئے ہمبستری ترک کر دے۔ یہ تدبیر بہت مؤثر ہے۔

ج۔ اب بھی کوئی درستی نہ ہو تو تادیب کے طور پر ہلکی سی مار مارے۔ ہلکی مار یہ ہے کہ چہرہ پر نہ مارے۔ ایسی ضرب نہ مارے جس سے جلد پر نشان نمایاں ہو جائے۔ یہ تدبیر بھی پست درجہ کی سمجھ والیوں میں مؤثر ہوتی ہے۔

د۔ یہ تدبیر بھی ناکافی ثابت ہو۔ تب ایک طلاق دے سکتا ہے۔ اس ایک طلاق دینے کے لئے شوہر کو اُس وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔ جب وہ ماہواری ایام سے پاک صاف ہو جائے۔ ان ایام کا یہ انتظار بھی پہلی طلاق کی روک کے لئے ہے۔

اس طلاق کے بعد ضروری ہے۔ کہ خاوند بیوی ایک ہی گھر میں رہیں۔ ایک ہی جگہ خوابِ گراں۔ اس سکونت یک جائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ زوجین میں سے ہر ایک کو پھر اپنی خصلت و عادت اور فعل پر جس کی طفیل نوبت بجنے رسید ہو گئی ہے۔ غور کرنے اور اصلاح کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس طرح پر اگر وہ مل بیٹھے۔ ایک نے دوسرے کی ہمبستری کا موقع حاصل کر لیا۔ تو وہ ایک طلاق اُن کو خاوند بیوی کی معاشرت سے ذرا روک نہیں۔

ھ۔ ایک مہینہ گذر گیا۔ عورت کو دوسرے مہینہ کے ایام بھی دیکھنے پڑے۔ اُن کے بعد پھر مرد کو دوسری طلاق کے دینے کا اختیار ہے۔ لیکن اس دوسری طلاق کے بعد بھی زوجین کو ایک ہی جگہ رہنا سہنا۔ سونا۔ بیٹھنا ہو گا۔ اب پھر ایک مہینہ کی لمبی میعاد ان کے درمیان ہے۔ جذبات انسانی جھوٹے غصہ۔ بے جا بدگمانیوں اور فضول شکایتوں کو جلد مغلوب معدوم کر دیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا۔ تو پھر یہ جوڑا میاں اور بیوی کا ہے۔ دونوں طلاقوں کا اُن پر کوئی بوجھ نہیں۔

و۔ اب تیسری طلاق کا موقع آجائے گا۔ اُس وقت جب عورت ماہواری مرض سے فارغ ہو۔ اب شریعت اُسے بتلاتی ہے۔ کہ دیکھ یہ تیرے ہاتھ سے نکلنے والی ہے پرند اُڑ جاتا ہے۔ تو کف افسوس ہی ملنا پڑتا ہے۔ سمجھ لے۔ اور تیسری طلاق سے رُک جا۔

ان ہدایات پر بھی اگر نفرت و شقاق کی بنیاد ایسی مضبوط ہے۔ کہ مرد اب تک طلاق

سی پر تُلا ہے۔ تب شریعت اُسے مجبور نہیں کرتی۔ اور معاہدہ شادی کو لعنت زندگی کا طوق نہیں بنا دیتی +

رحمۃ للعالمین کی تعلیم نہ تو یہ گوارا کر سکتی ہے۔ کہ کسی وفادار بیوی کو محض کسی بیرونی جاہل کے طعن پر بیکبارگی گھر سے نکال دے۔ جیسا کہ سیتا جی کا معاملہ ہے یا یہودیوں کی طرح جن کے نزدیک بیوی کا درجہ ایک ملازم کے برابر بھی نہیں۔ بلاوجہ و بے سبب شریک زندگی سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ علی ہذا یہ بھی گوارا نہیں۔ کہ عورت پر تہمت زنا لگانے کے بغیر اُس کی بدمزاجیوں۔ گستاخیوں۔ یا امراض مخصوصہ کے بعد بھی اُس سے گلو خلاصی نہ ہو سکے۔ جیسا کہ انجیل کی تعلیم کو سمجھ لیا گیا ہے۔ ہاں حقوق زوجین کا از حد خیال رکھتے ہوئے رحمۃ للعالمین نے ایک ایسی سڑک تیار کر دی ہے۔ جس میں نہ تفریط کی گھاٹیاں آتی ہیں۔ اور نہ افراط کے پہاڑ حائل ہیں +

(۲۱) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے عرب کے اُس رواج کو توڑا۔ کہ میت کا ورثہ خاندان کے صرف اُن لوگوں کو ملے گا۔ جو تلوار و نیزہ اُٹھا سکتے ہوں۔ عورت اور معصوم بچے بیٹی بہن کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ وہ ایک عورت کو باپ کی جائداد سے بوجہ بیٹی ہونے کے بھائی کی جائداد سے بوجہ بہن ہونے کے شوہر کی جائداد سے بوجہ زوجہ ہونے کے اور اولاد کی جائداد سے بوجہ والدہ ہونے کے متعدد حصے دلاتا ہے۔ اور حضور کے تعلیم کردہ قانون توریث کو اصولاً بہت سی غیر مسلم قوموں نے بھی لے لیا ہے +

(۲۲) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے وقف علی الاولاد کے آئین سے اولاد کو فقر و تنگدستی سے اور جائداد کو تباہی سے اور خاندان کو ہلاکت سے محفوظ بنایا۔ اس مسئلہ سے دنیا کلیتہً ناواقف تھی +

(۲۳) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے جواز جنگ کے لئے مظلوم ہونے حقوق ملی و قومی سے بلاوجہ محروم کر دیئے جانے دین حقہ کی حفاظت کرنے والوں کی جان و مال کے غیر محفوظ ہو جانے یا امن عامہ کا قیام مفقود ہو جانے اور مذاہب عالم اور اُن کے ماننے والوں کے معرض تلف میں آ جانے کو بطور شروط اولیں قرار دیا +

یہ حقیقت آیات ذیل سے آشکارا ہے :-

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا

جنگ کرنیوالوں کو اذن دیا گیا کیونکہ وہ مظلوم تھے اور بیشک اللہ اُن کی مدد کی ضرور قدرت رکھتا ہے یہ وہ ہیں جو اپنے وطن سے بلاسبب نکالے گئے۔ صرف اس بات پر کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا تھا۔ ہاں اللہ تعالیٰ اگر کچھ لوگوں کی دوسرے اشخاص کے ذریعہ سے مدافعت نہ کرتا۔ تب یہودیوں کے

سعید علیسائیوں کے گرجا۔ صابئین کی عبادت گاہیں۔ نیز مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے ضرور گرادی جاتیں +

(۲۱) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے شراب کو قطعی حرام ٹھہرایا۔ اور اسے ام الخبائث بتلایا۔ اور اس تھوڑی سی رعایت کا بھی رجو بالآخر انتہائی اجازت تک پہنچ جاتی ہے، جو پہلے اس نے مرعی رکھی تھی۔ کہ تبدیل مزہ کے لئے پانی میں تھوڑی سی شراب ملالیا کر سدباب کر دیا +

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدہ)

شراب اور قمار کو شرک منہیہ کے برابر بیان فرما کر اُسے شیطانی فعل بتایا اور پھر اُس سے بچنے کا حکم محکم الفاظ میں صادر کیا +

اس حکم کے ساتھ یہ تفسیر بھی شامل کر دی کُلُّ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ جس کی بڑی مقدار میں نشہ ہو۔ اُس کی ادنیٰ مقدار بھی حرام ہے +

(۲۲) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے زنا کی حملہ اقسام کو جس کے عرب اور ہندوستان اور دیگر ممالک میں عجیب عجیب نام اُس کی قباحتوں کو چھپانے کے لئے رکھ لئے گئے تھے۔ حرام ٹھہرایا۔ اور اس حکم کو منبر و محراب میں خوب شائع کیا +

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ

فلاح والے وہ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیویاں۔ اور وہ جن کے مالک انکے دہنے ہاتھ ہوئے اس سے مستثنیٰ ہیں اور انکی بابت

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (مومنون)

اُن پر کوئی ملامت نہیں۔ مگر جو کوئی ان کے سوا اور عورت کی تلاش کرتا ہے۔ تو وہ لوگ اللہ کی حدود سے بڑھ جانے والے ہیں +

(۲۱) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے اسیران جنگ کی جان بخشی و رحم فرمائی کے اصول واضح فرمائے۔ توراۃ میں دشمنوں کی جان تو کیا۔ اُن کے حیوانوں اور عورتوں کی جانوں کا بچانا بھی حرام اور موجب غضب الٰہی بتایا گیا تھا +

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً (محمد)

جب کافروں سے مٹھ بھیڑ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو۔ اور جب اُن کو چور چور کر دو۔ تب مضبوط طریقہ سے اُن کو باندھ لو۔ اور پھر اس کے بعد اُن پر احسان کرو۔ یا اُن سے فدیہ لے لو +

حملہ آور دشمن پر مغلوب اور اسیر ہونے کے بعد احسان نمائی۔ یا فدیہ گیری کا اصول ایسا ہے۔ کہ دنیا بھر کی تمام اقوام اس سے نابلد رہی ہیں۔ اور عملاً کسی نے ایسے کارنامہ کی نظیر پیش نہیں کی۔ لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بدر و اُحد۔ مکہ و حنین کی فتوحات سے ہر موقع پر اسیران جنگ اور دشمنان دین اور قاتلان مومنین اور محاربین رسول کے ساتھ یہی معاملہ فرمایا۔

(۲۲) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے بے پڑھی لکھی قوموں کے سامنے جو اپنے اُن پڑھ ہونے پر فخر کیا کرتے۔ اور اُن پڑھ رہنے کو نوزائیدہ اُمّی بچہ کی معصومی کا چربہ سمجھا کرتے تھے۔ علم سے روشناس کیا۔ علم کا درجہ اُن کے دلوں میں قائم کیا۔ علم کا شائق بنایا۔ پھر اُن کو معلم اور مقری کے منصب پر بلند فرمایا۔

آیات ذیل پر غور کرو:۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

اللہ وہ ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں اپنا عظیم الشان رسول بھیجا۔ جو انہی میں سے ہے۔ وہ اُن کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا اور پاک بناتا۔ اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یہ لوگ تو اس

رسول سے پہلے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

(۲۷) وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ تم کو وہ وہ کچھ سکھاتا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے +

(۲۸) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے امراض قلوب کو بیان کیا۔ امراض کی علامات اور علاج کے طریقے بتائے جس نے قلب سلیم کی تعریف بتائی اور قیام سلامتی کی تدابیر کو واضح کر دیا +

(۲۹) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے گنہگار انسان کو اسرار توبہ کی تعلیم دی توبہ کے اجزاء بتائے۔ ہر ایک جزو کی جداگانہ خاصیت اور ترکیبی ماہیت کو تفصیل سے سمجھایا +

(۳۰) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے تزکیہ نفس۔ تصفیہ باطن کو جداگانہ ابواب میں مرتب فرمایا جس نے اخلاق فاضلہ اور ابواب احسان کو الگ الگ کر کے بتایا +

(۳۱) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے تقویٰ اور خشیت من اللہ۔ انقطاع تام اور اُنس کامل مدارج رجوع۔ مراتب احسان۔ حقیقت ورع و توکل اور روح اخلاص و صدق اور مقامات قرب و رضا کا عرفان عطا کیا۔

(۳۲) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے عبد اور معبود کے درمیان ایک حَبْلُ اللّٰہِ المتین کا نشان دیا اور چاہ ضلالت میں گرے ہوؤں کو آسمانی ہدایت پر پہنچ جانے کی تدبیر بتائی +

(۳۳) رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے علوم مابعد الطبیعیہ کو آثار نفسی و آفاقی سے مبرہن کیا۔ جس نے اعمال اور اعمال کا روح سے تعلق جس نے میزان اور حق و باطل کا توازن بتلایا۔

(۳۴) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے وحشیوں کو چوپانی اور بادشاہوں کو اخوانی سکھائی۔ جس نے غلاموں کو سلطانی دی۔ جس نے بساط کیانی پر اونٹ چرانے والوں کو بٹھلا دیا +

(۳۵) رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے شمالی عرب کو روما کی غلامی سے۔ اور جنوبی عرب کو ایران کی غلامی سے آزاد کیا۔ جس نے طوائف الملوکی کا خاتمہ کر دیا۔ جس نے قتل و غارتگری کو قتل و غارت کر دیا۔ جس نے خون انسانی کی قدر و قیمت کو سارے جہان کی قیمتی اشیاء سے بڑھ کر قیمتی بنایا۔ جس نے ایران کو فواحش سے اور روما کو حیوانی تعیش سے نجات دی جس نے

تمام دنیا کی طرف امن کا ہاتھ پھیلایا۔ جس نے ایوان صلح کو مرتفع کیا۔ جس نے حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا کے لئے جملہ مساعی کو ختم کر دیا +

(۳۶) رحمۃٌ لِّلعالمین وہ ہے جس نے غلامی کے نقائص دور کرنے کی تدابیر کیں۔ غلاموں کو برابر کا کھلانا۔ برابر کا پہنانا۔ اُن کی استطاعت سے بڑھ کر کام نہ لینا فرض ٹھہرایا۔ اور اس طرح پر غلاموں کو خاندان کا ایک جزو۔ یا ممبر بنا دیا +

(۳۷) رحمۃٌ لِّلعالمین وہ ہے جس نے غلام کو حق مکاتبت بخشا۔ جس کا مطالبہ وہ عدالت میں کر سکتا ہے۔ اور آقا مجبور ہے کہ اُسے مقررہ قیمت پر آزاد کرے +

(۳۸) رحمۃٌ لِّلعالمین وہ ہے۔ جس نے مکاتب غلام کو چندہ دینے کا حکم سب کو دیا۔ حتیٰ کہ وہ آقا بھی چندہ دے۔ جس کی غلامی سے اُس نے آزاد ہونا ہے +

(۳۹) رحمۃٌ لِّلعالمین وہ ہے۔ جس نے اسلامی سلطنت کی آمدنی صدقات میں سے ۱/۸ حصہ خزانہ میں غلامی کے مٹانے کے لئے مقرر فرمایا۔ وَفِی الرِّقَابِ (سورہ توبہ)

(۴۰) رحمۃٌ لِّلعالمین وہ ہے جس نے قانون شریعت میں آزادی غلامان کے لئے مواقع نکالے اس کی تفصیل مسائل ظہار و صوم و حج کے ابواب میں دیکھنی چاہیئے +

(۴۱) رحمۃٌ لِّلعالمین وہ ہے جس نے آقاؤں کو عتاق من النار کا ذریعہ آزادیٔ غلام ثابت کیا +

(۴۲) رحمۃٌ لِّلعالمین وہ ہے جس نے آزاد کو آقا کے برابر حقوق عطا فرما کر آقا کو غلام کا مولیٰ اور غلام کو آقا کا مولیٰ ٹھہرایا +

(۴۳) رحمۃ لِّلعالمین وہ ہے جس نے آزادی غلام کے بعد بھی آقا و غلام میں ایک ایسی نسبت ایک ایسا علاقہ پیدا کر دیا۔ جو صرف خون کے رشتہ میں ہوتا ہے۔ یعنی آقا کے لاوارث ہونے پر غلام کو۔ اور غلام کے لاوارث ہونے پر آقا کو اُس کا وارث ٹھہرایا +

(۴۴) رحمۃٌ لِّلعالمین وہ ہے۔ جس نے غلاموں پر حصول قرابت و صہریت اور اخذ امارت و حکومت اور نصب امامت و ولایت اور اعداء کو عطائے صلح و امان کے حقوق سے مالا مال فرمایا +

لہ یہانتک کہ جنگ اپنے سلاحات کو رکھ دے۔ ۱۲ منہ

کر ہوا ہے ✤

حضرت داؤدؑ بادشاہ سے اجازت لے کر جالوت کے مقابلہ کو نکلے۔ انہوں نے اپنے فلاخن سے پتھر چلایا۔ اور وہ پتھر اُس کی پیشانی کے اندر اتنا گھس گیا۔ کہ پیشانی کے اندر چھپا فلسطینی گر پڑا۔ داؤد نے اُسی کی تلوار اُس کی کمر سے نکالی اور اُس کا سر کاٹ لیا ✤

بعد ازاں حضرت داؤدؑ ترقی کرتے کرتے سپہ سالار فوج ہو گئے۔ اور پھر بادشاہ کے داماد بن گئے۔ بادشاہ اُن کے روز افزوں اقبال سے حسد کرنے لگا۔ اور حضرت داؤدؑ بادشاہ سے جان بچاتے پھرتے۔ آخر ساؤل بادشاہ نے فلسطینیوں سے ایک مقام پر شکست کھا کر خودکشی کر لی۔ اور اُس کے ولیعہد نے بھی خودکشی کر لی۔ تب بنی اسرائیل کے اتفاق سے حضرت داؤد بادشاہ ہوئے۔ انہوں نے چالیس سال تک نہایت کامرانی و اقبال کے ساتھ سلطنت کی ✤

حضرت داؤدؑ کی ازواج اور حرموں کی تعداد ۹۹ تھی۔ اُن کے ۱۸ فرزند اور ۱ لڑکیاں تھیں۔ لیکن وراثت داؤدؑ صرف سلیمانؑ ہی کو ملی

حضرت داؤدؑ کا انتقال نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ۱۵۸۶ سال پہلے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال کی تھی ✤

سلیمان علیہ السلام

بنت سلع دختر النعام کے بطن سے یروشلم میں پیدا ہوئے۔ جبکہ داؤدؑ سلطنت حاصل کر چکے تھے۔ انہوں نے شاہ مصر کی بیٹی سے شادی کی۔

انہوں نے اپنے جلوس کے چوتھے سال کے دوسرے مہینہ میں بیت المقدس کو بنانا شروع کیا۔ اصل مسجد ۶۰ ہاتھ طویل ۲۰ ہاتھ عریض اور تیس ہاتھ بلند تھی۔ اور اُس کے اردگرد بہت مکانات تھے۔ یہ عمارت سات سال میں ختم ہوئی تھی ✤

حضرت سلیمانؑ نے چالیس سال سلطنت پورے عروج اور اقبال و دولت کے ساتھ کی۔ ان کا عہد بالکل امن کا عہد تھا۔ ان کی بیگمات کی تعداد سات سو۔ اور لونڈیوں کی تعداد تین سو ہے۔

ان کا انتقال نبی صلعم سے تقریباً ۱۵۴۶ سال ماقبل ہے ✤

خصوصیت نمبر ۲۶

فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام ۹۰)

تو بھی ان سب کی ہدایت کی موافقت کر

اقتدا کے معنی اصل لغت میں شخص ثانی کا شخص اوّل سے موافقت کرنا ہے

آیت بالا پر جو کوئی شخص سرسری نظر ڈالے گا۔ وہ سمجھے گا۔ کہ حضورؐ کو کسی دوسرے شخص کے مقتدی (پیرو) ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی کافۂ اہل اسلام کے اس مسلمہ اعتقاد کے خلاف ہیں۔ کہ حضورؐ امام الانبیاء ہیں۔

لہذا آیت بالا شرح طلب ہے اور شرح معانی کے بعد واضح ہو جائے گا۔ کہ آیت بالا نبی صلعم کی افضلیت کا ثبوت ہے۔

ناظرین کو آیت وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ سے غور شروع کرنا چاہئے۔ اس رکوع میں اللہ تعالےٰ نے اٹھارہ انبیاء کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس ذکر ترتیب زمانی یا ترتیب مدارج کو چھوڑ کر ایک اور ترتیب بدیع اختیار کی گئی ہے۔

اوّل ترتیب اصول نسب

اس صنعت میں نوحؑ و ابراہیمؑ و اسحٰق و یعقوبؑ علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ جملہ انبیاء عالم کے انساب انہی پر منتہی ہوتے ہیں۔ اور اکثر اقوام کا انتساب نسلی انہی کی جانب ہے۔

دوم ترتیب ملک و قدرت

اس صنعت میں داؤدؑ و سلیمان علیہما السلام خصوصیت سے قابل بیان تھے۔

ترتیب بلحاظ مراتب صبر و شکر

اس صنعت میں ایوبؑ اور یوسفؑ علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ترتیب بلحاظ معجزات و ظہور آیات

اس صنعت میں موسیٰؑ و ہارونؑ علیہما السلام کے نام مذکور ہوئے ہیں۔

ترتیب بلحاظ زہد و اعراض عن الدنیا

اس صنف میں زکریاؑ۔ یحییٰؑ و عیسیٰؑ و الیاسؑ کا تذکرہ ہوا۔

ترتیب بلحاظ تبلیغ امم مختلفہ

اس صنف میں اسمٰعیلؑ و الیسعؑ و یونسؑ و لوطؑ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے

مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ ان انبیاء مذکورہ کے مختصر حالات بھی لکھ دیئے جائیں۔

نوح علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ نوحؑ بن لامک بن متوشالخ بن اخنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہم السلام۔

حضرت نوحؑ کی پانچ سو سال کی عمر تھی۔ جب سام۔ حام اور یافث اُن کے ہاں پیدا ہوئے اُن کی عمر کے چھ سو سال کے بعد دوسرے مہینے کی سترھویں تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس دن تک پانی اوپر سے برستا۔ اور زمین سے اُبلتا رہا۔ پھر بڑھنا بند ہوا۔ اور ڈیڑھ سو دن میں پانی کم ہوا۔ ساتویں مہینے کی سترھویں تاریخ تھی۔ کہ کشتی ارارات کے پہاڑ پر رُک گئی۔ سنہ ۶۰۱ عمر نوح کے دوسرے مہینے کی ستائیسویں تاریخ کو حضرت نوحؑ نے کشتی چھوڑ کر زمین پر قدم رکھا ایک سال ۱۱ یوم کشتی میں رہے۔ طوفان کے بعد حضرت نوحؑ ۳۵۰ سال زندہ رہے۔

نبی صلعم کی پیدائش طوفان نوح سے ۵۳۷۵ سال بعد ہے۔

ابراہیم علیہ السلام

ان کا نسب نامہ حضرت نوح تک یہ ہے۔ ابراہیم بن آذر (تارح) بن ناحور بن سروج بن رعو بن فالج بن عابر بن شالخ بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہم السلام۔

نبی صلعم سے ان کا زمانہ ۲۵۸۵ سال پیشتر کا ہے ۷۵ سال کی عمر میں اپنے وطن سے ہجرت فرمائی اور کنعان کے ملک میں پہنچے (کنعان بن حام بن نوح کا ملک)

اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ یہ ملک تیری اولاد کو دیا جائے گا۔ پھر مصر گئے۔ مصر سے واپس آکر کنعان میں ٹھہرے۔ یہاں سے اُن کے برادر زادہ لوط علیہ السلام ہجرت میں اُن کے ساتھ تھے

علیحدہ ہوئے اور دریائے پاروں کے پرلے کنارہ پر آباد ہوئے۔ یہ علاقہ شاہ صدوم کا تھا۔ شاہ صدوم پر شاہ عیلام نے مع اپنے تین اتحادیوں کے حملہ کیا۔ اور حضرت لوطؑ کو بھی اسیر کر کے لے گئے۔ تب حضرت ابراہیمؑ نے اُن کے خلاف جہاد کیا۔ حضرت لوطؑ کو چھڑا لیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اسّی سال کی عمر تھی۔ جب آپ کے گھر میں اسماعیلؑ از بطن ہاجرہؑ خاتون جو بادشاہ مصر کی دختر تھیں، پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۹۹ سال کی تھی۔ جب ختنہ کا حکم نازل ہوا۔ اسی عمر میں حضرت نے اپنا ختنہ خود کیا۔ اور اسمٰعیلؑ کا ختنہ بھی کر دیا گیا۔ حضور کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی۔ جب حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ کا خطاب خلیل الرحمٰن ہے۔ اور لقب عمود عالم۔ اور آدم ثالث کنیت ابو محمد اور ابو الانبیاء۔ ۱۷۵ سال کی عمر تھی۔ جب خلیل الرحمٰن نے انتقال فرمایا۔

خانہ کعبہ اور مناسک حج حضور کی نبوت کی دائمی یادگار ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے بعد، جو کوئی نبی ہوا۔ خواہ کسی ملک اور کسی قوم میں ہوا۔ وہ حضور ہی کے خانوادہ اور نسل کا تھا۔

اسحٰق علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی، جب اُن کے ہاں اسحٰقؑ از بطن سارہؑ خاتون پیدا ہوئے سارہ خاتون حضرت ابراہیمؑ کے دادا کی نسل سے ہیں۔ اور اول الاسلام ہیں

حضرت اسحٰقؑ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ جب اُن کی شادی رلیقہ خاتون سے ہوئی۔ رلیقہ حضرت ابراہیمؑ کے برادر حقیقی نحور کی پوتی ہیں۔

رلیقہ خاتون سے دو توام بچے پیدا ہوئے۔ عیسو یعقوب علیہ السلام

حضرت اسحٰقؑ نے ۱۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

یعقوب علیہ السلام

ابھی کا لقب اسرائیل بھی ہے۔ ان کے گھر میں لیاہ بیگم سے چھ فرزند۔ راخیل خاتون سے دو فرزند زلفہ لونڈی سے دو فرزند۔ اور بلہہ لونڈی سے دو فرزند پیدا ہوئے۔

جب یوسفؑ نے اُن کو مصر میں مع افراد خاندان طلب کیا۔ تب اُن کی عمر ۱۳۰ سال تھی۔

۱۷ سال مصر میں قیام کے بعد انہوں نے مصر ہی میں وفات پائی۔ یوسفؑ اُن کا جنازہ شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ کنعان لائے۔ اور وہ حضرت ابراہیمؑ و اسحٰقؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ان کی وفات ق۔م ۱۹۸۶ سال اندازہ کی گئی ہے۔

یوسف علیہ السلام

راخیل خاتون کے پہلے بیٹے ہیں۔ یوسف کے معنی عربی میں "مزید" ہیں۔ ان کی پیدائش کے وقت ماں نے کہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور بھی بیٹا دے گا۔

۱۷ سال کے تھے۔ جب چاہ میں گرائے گئے۔ تین شب چاہ میں رہے۔ چھ سال عزیز مصر کے گھر قیام فرمایا۔ سات سال زندان میں بسر کئے۔ ۳۰ سال کی عمر میں مصر کے حاکم مطلق با اختیارات شاہی مقرر ہوئے۔ ۴۰ سال کی عمر تھی۔ جب یعقوب علیہ السلام سے مصر میں ۲۳ سالہ فراق کے بعد ملاقات ہوئی۔ ہشتاد سالہ فرماں فرمائی کے بعد ۱۱۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ پوتے اور پڑپوتے دیکھے۔ ان کی شادی ملک مصر کے شہر اُون کے کاہن کی دختر نیک آسناتھ سے ہوئی تھی۔ ان کے ہر دو فرزند منسی و فرائم اسی خاتون کے ہیں۔

داؤد علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ داؤد بن یسی (ایشاء) بن عوبید بن سونجز بن سلمار (سلمون) بن یحسون بن عمداب بن ارام بن حصرون (حصروم) بن فارص بن یہوداہ بن یعقوب علیہم السلام۔

یہ اپنے باپ کے ساتویں بیٹے تھے۔ چھ بھائی ان سے بڑے تھے۔

ان کی ابتداء شہرت کا باعث وہ جنگ ہوئی۔ جو فلسطینی اسرائیلیوں سے کر رہے تھے۔ فلسطینی فوج میں ایک بہادر جولیت (جالوت) تھا۔ جس کا قد چھ ہاتھ اور ایک بالشت تھا۔ وہ پیتل کی خود۔ اور زرہ اور موزے پہنا کرتا تھا۔ چالیس دن تک وہ میدان جنگ میں نکل کر مبارز طلب کرتا رہا۔ اسرائیلیوں میں سے کسی کا حوصلہ نہ ہوا۔ حضرت داؤدؑ اپنے تین بڑے بھائیوں کی رجوشامل جنگ تھے، خبر لانے کو رزم گاہ میں گئے تھے۔ وہاں انہوں نے سنا کہ ساؤل شاہ بنی اسرائیل نے اس شخص کے قاتل کے لئے اپنی بیٹی کا رشتہ مع دیگر انعامات دینے کا اعلان

اسلام سے پیشتر غلامی تو جملہ ممالک میں اور جملہ اقوام میں اور جملہ ادیان میں موجود تھی۔ کیا حضورؐ رحمۃ للعالمین سے پیشتر کسی نے غلامی کے محدود ذائل کرنے اور غلاموں کو ایسے بلند مناصب تک پہنچانے میں بھی کوئی کارروائی کی۔ یہ ہندوستان ہے۔ جہاں اچھوت اقوام کی تعداد آج تک برہمنوں کھتریوں اور دیگر اشرافیہ قوموں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ اور اچھوت ہونے کی بیڑی اور طوق اس طرح اُن کا لازمۂ جسم و روح ہوگیا ہے۔ کہ سینکڑوں نسلوں اور ہزاروں۔ لاکھوں پول کی امتداد مدت بھی اُن کو رہائی نہیں دلا سکی۔ اچھوت تو میں ہندو لاء کے حکم سے معاشرت تمدن۔ علم اور مذہب کے جملہ حقوق سے قطعاً محروم رکھی گئی ہیں۔ برہمنوں کو شودروں کے مال کا مالک بنایا گیا ہے۔ اور کوئی برہمن کسی شودر مقتول کے قتل میں مستوجب قصاص نہیں سمجھا گیا۔

اسلام میں کوئی انسان بھی اچھوت نہیں۔ سب کی جان و مال کو یکساں حُرمت و احترام کے حقوق حاصل ہیں۔ معاشرت اور تمدن میں سب برابر ہیں۔ ہر ایک ادنیٰ شخص سلطنت دینوی یا امامت دینی تک فائز ہو سکتا ہے۔

ہمارا یہ مضمون طویل ہو رہا ہے۔ اور کتاب ہذا کا موضوع یہ نہیں کہ ہر ایک مسئلہ پر پورے بسط سے تحریر کیا جائے۔ لہٰذا اس دلچسپ و دلربا مضمون کو ہم اس جگہ ختم کرتے ہیں۔ اور آپ سے یہ کہہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ "رحمۃ للعالمین" صرف حضورؐ کی خصوصیت ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بطور اسم اور علم بھی مستعمل ہے اور یہ نام کسی غیر کا تجویز کردہ نہیں۔ مانا پ کا رکھا ہوا نہیں کسی شاعر کے تخیل کا نتیجہ نہیں۔ کسی فدائی کا جوشِ محبت میں کہا ہوا نہیں۔ بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کا انکشاف حق تعالےٰ نے فرمایا ہے یہ ایک صداقت کا گنجینہ ہے۔ اور اس گنجینہ کا نشان خود ہادیٔ مطلق نے دیا ہے۔ یہ ایک بشارت ہے جسے قدرت ربانی ہر ایک مخلوق کے کان تک پہنچانا چاہتی ہے۔ یہ ایک نوید ہے جو عالم عالمیان کو شیفتہ احسانات الٰہیہ بناتی ہے۔

ایوب علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ ایوب بن آموص بن رازح بن روم بن عیص (عیسو) بن اسحٰق علیہم السلام یہ ارض عوض (الیشاء کوچک) میں رہتے تھے۔ ان کے سات بیٹے تین بیٹیاں تھیں +

یہ سات ہزار بھیڑوں۔ تین ہزار اونٹوں۔ پانچ سو جوڑی بیلوں اور پانچ سو خرما چہ کے مالک تھے۔ نوکر چاکر بہت تھے۔ اہل مشرق میں ان جیسا کوئی مال دار نہ تھا +

جب مصیبت آئی تو ایک دن ایسا ہوا۔ کہ اُن کے سب بیٹے۔ بیٹیاں اپنے بڑے بھائی کے گھر کھانا کھا رہے تھے۔ کہ سخت آندھی آئی۔ اُس نے مکان کی چھت کو اُٹھایا اور اُن پر گرا دیا +

اُسی وقت ایک دوسرے شخص نے اطلاع دی۔ کہ بیلوں اور گدھوں کو ملک کے سب لوگ لوٹ کر لے گئے۔ نوکروں کو قتل کر گئے۔ صرف میں بچ رہا ہوں +

اُسی وقت ایک دوسرے نے آکر اطلاع دی کہ آسمان سے آگ پڑی۔ اور سب بھیڑوں کو اور نوکر چاکروں کو جلا کر خاک کر گئی۔ اکیلا میں بچ نکلا۔

اُسی وقت ایک اور شخص آیا۔ اُس نے بتلایا۔ کہ قوم کسدی کے لوگوں نے تین طرف سے حملہ کیا۔ اونٹوں کو لے گئے۔ اور نوکروں کو تلوار کی دھار سے قتل کیا۔ فقط میں ہی بچ رہا ہوں +

ایوب نے سب کچھ سنا۔ اور پھر سجدہ میں گر پڑے۔ کہا میں اپنی ماں کے پیٹ میں سے ننگا پیدا ہوا تھا۔ اور اُس کے حضور میں ننگا ہی پیش ہوں گا +

بعد ازاں اُن کے جسم میں خارش پیدا ہوئی۔ وہ کھجلاتے۔ تو وہاں پھوڑے بن جاتے اس طرح سارا جسم پک گیا۔ لیکن اب بھی اُن کی زبان سے کوئی خطا کی بات نہ نکلی۔ اُس وقت اُن کا بستر صرف راکھ کا ہوتا تھا +

یہ مصیبت چند سال تک رہی۔ آخر حضرت ایوب کے توبہ و استغفار پر رحمت الٰہی نے اُن پر توجہ کی۔ وہ تندرست ہو گئے۔ اُن کے مال و مویشی کی مقدار پہلے سے دوچند ہو گئی +

اُن کو پھر اللہ تعالےٰ نے سات بیٹے اور سات بیٹیاں عطا فرمائیں۔ انہوں نے اپنی

اولاد کی چار پشتیں دیکھیں۔ اور مصیبت کے بعد ۱۴۰ سال تک دولت و حشمت اور آرام و فراغت میں بسر کر کے انتقال فرمایا۔

ان کا زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے تقریباً اکیس صدی پیشتر کا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام

ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام بعض نے عمران (عمرام) کو قاہث کا بیٹا بتایا ہے۔ درمیان میں یصہر کا نام درج نہیں کیا ان کے حالات قرآن پاک اور توراۃ میں بہت تفصیل سے ملتے ہیں۔ انہوں نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ اور وادی موآب میں فوت ہو کر دفن ہوئے۔

ان کا زمانہ انتقال نبی صلعم سے تقریباً ۳۰۲۲ سال پیشتر کا ہے۔

ہارون علیہ السلام

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ ایک سال بڑے۔ انہوں نے موسیٰ سے تقریباً تین سال پیشتر کوہ حور پر وفات پائی تھی۔

زکریا علیہ السلام

مجموعہ بائیبل میں کتاب زکریا شامل ہے۔ یہ زرّ بابل کے ہمعصر ہیں اور مسیح سے پانچ صدی پیشتر ان کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ مریم و آل عمران میں جس زکریاؑ کا ذکر ہے۔ وہ یحییٰؑ کے والد ہیں۔ ان کے گھر میں مسیح کی خالہ تھیں۔ مسیح کا اصطباغ حضرت یحییٰؑ کے ہاتھ پر ہوا تھا۔ اس لئے وہ زکریاہ نہیں ہو سکتے۔ جن کا ذکر بائیبل میں ہے۔ ہر دو بزرگواروں میں صرف وحدت اسمی پائی جاتی ہے۔

زکریا علیہ السلام جن کا مذکور قرآن حکیم میں ہے۔ بیت المقدس کے امام و متولی تھے اور مریم صدیقہؑ کے کفیل و سرپرست۔ ان کا اور ان کے فرزند کی پیدائش کا واقعہ انجیل لوقا کے باب اول میں مذکور ہے۔

یحییٰ علیہ السلام

ان کو بائیبل میں یوحنا بپتسمہ دینے والا لکھا جاتا ہے۔ حضرت زکریا کے بیٹے ہیں۔ انہی

کی پیدائش کا ذکر سورہ آل عمران و سورہ مریم میں ہے۔ ان کا نام بھی منجانب اللہ رکھا گیا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد بیابان ہی میں رہے جنگلی شہد اور ٹڈ کو خوراک بنا رکھا تھا۔ بیابان میں وعظ و تذکر کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ توبہ لینے کے وقت تائب کو پانی میں غسل دلایا کرتے تھے۔ بپتسمہ کی رسم یہیں سے جاری ہوئی۔ یہ حضرت مسیحؑ سے چھ ماہ بڑے تھے۔ مگر انہوں نے مسیحؑ سے چھ سال پیشتر تبلیغ شروع کر دی تھی +

اُن کے وقت میں چوتھائی ملک کا حاکم ہیرودیس رومی تھا۔ اور اُس کے ناجائز تعلقات اپنے بھائی فیلیوس کی جورو سے تھے۔ حضرت یحییٰؑ حاکم کے افعال پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ حاکم نے اُن کو قید کر دیا تھا +

حاکم کی بھاوج کا نام ہیرودیاس تھا۔ وہ ہمیشہ حاکم کو یوحنا کے خلاف بھڑکایا کرتی تھی۔ مگر حاکم اُس کی بات نہ سنتا تھا۔ اتنے میں ہیرودیاس کی سال گرہ کا دن آیا۔ مسماۃ ہیرودیاس کی لڑکی اپنے چچا کے سامنے خوب ناچی۔ گائی اور حاکم نے قسم کھائی۔ کہ جو کچھ وہ مانگے۔ اُسے وہی دیا جائے گا۔

لڑکی نے اپنی ماں کی سکھلاوٹ پر حضرت یحییٰ کا سر مانگا۔ حاکم نے جلاد کو حکم دیا۔ اور اُسی وقت اُن کو جیل میں جا کر قتل کیا اور اُن کا سر لڑکی کے حوالہ کیا گیا۔ جس نے اپنی ماں کی خدمت میں یہ تحفہ پیش کر دیا +

یہ واقعہ ۳۰ء یعنی ولادت نبی صلعم سے ۶۰۱ سال پہلے کا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام

سیدنا عیسیٰ کا نام عبرانی میں یسوع ہے۔ ان کے خاندان کے افراد کے نام حضرت موسیٰؑ کے خانوادہ عالی کے افراد کے مطابق تھے۔

ان کا نام یسوع تھا۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اوّل یوشع بن نون کی یادگار میں رکھا گیا تھا۔ ان کی والدہ کا نام مریمؑ تھا۔ جو خواہر موسیٰؑ کا نام تھا۔ اُن کے ماموں کا نام ہارون تھا۔ جیسا کہ موسیٰؑ کے بڑے بھائی کا نام تھا۔ سیدنا عیسیٰؑ کے نانا کا نام عمران تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے والد کا بھی یہی نام تھا

قرآن مجید میں ہے کہ جب مریم صدیقہؑ اپنی ماں کے پیٹ میں تھیں۔ تب اُن کی والدہ نے

یہ نذر مانی۔ کہ وہ اپنے پیٹ کے پھل کو محرر آزاد۔ یا تذیر۔ یا بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص بنائے گی۔

لیکن جب لڑکی (مریمؑ) پیدا ہوئی۔ تو وہ حیران رہ گئی۔ کیونکہ لڑکی کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن وہ نیک خاتون اپنی نیت اور نذر کے مطابق مریمؑ بیت المقدس میں لے گئی۔ اور یروشلم کے اراکین نے فیصلہ کیا۔ کہ اس لڑکی کو خدمت کے لئے لے لیا جائے حضرت زکریاؑ کو اُن کا متکفل بنایا گیا۔

پھر جب مریمؑ جوان ہوئیں۔ تب فرشتے نے اُن کے سامنے آکر اللہ تعالےٰ کے حکم سے بشارت سنائی۔ کہ اُن کے پیٹ سے عیسیٰ پیدا ہوں گے۔ اگرچہ اُن کو کسی مرد نے نہیں چھوا۔ بشارت کے مطابق مولود پیدا ہوا۔ تو بشارت ہی کے موافق اُن کا نام (عیسیٰؑ) یسوع رکھا گیا۔ انہوں نے طفولیت مصر میں بسر کی۔ اور تیس سال کی عمر تک یہودیوں کی حالت پر غور کرنے کے بعد انہوں نے اپنے نبوت کی تبلیغ شروع کی۔ تبلیغ میں اتنے سرگرم تھے۔ کہ ایک رات سے زائد ایک مقام پر قیام نہ فرماتے تھے۔ انہوں نے فلسطین میں بنی اسرائیل کی ہر ایک بستی میں اپنی آواز کو پہنچایا۔ تین سال بعد اُن کو رفع الی السماء حاصل ہوا۔ اس عرصہ میں اُن کو صرف بارہ شاگرد ملے۔ جن میں سے ایک غدار نکلا۔ کتاب الاعمال کے مصنف لوقا کا خیال ہے۔ کہ کل ۱۲۰ تعداد ایسے اشخاص کی مل جاتی ہے۔ جو اُن کے معتقد تھے۔

آج تحریر مضمون ہذا کے وقت ۱۱ دسمبر ۱۹۲۶ء سال عیسوی کی تاریخ ہے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ عیسوی ولادت مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن اب تفحص و تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ مسیح کی ولادت اس سنہ سے چار سال پیشتر تھی۔

حضرت عیسیٰؑ کے رفع و نزول کے علمی مباحث بہادری کتب غایت المرام و تائید الاسلام میں ملاحظہ طلب ہیں۔

الیاس علیہ السلام

حضرت ادریسؑ کا دوسرا نام الیاسؑ بھی ہے۔ مگر اس آیت میں اُن سے مراد نہیں۔ کیونکہ اس آیت میں ذریت نوحؑ کا ذکر ہے۔ اور ادریسؑ حضرت نوحؑ کے آبا کرام میں سے ہیں۔

حضرت الیاس کا نسب نامہ یہ ہے۔ الیاس بن یاسین بن فنحاص بن عیزار بن ہارون

لہذا ان کا زمانہ نبی صلعم سے تقریباً ۱۹ صدی پیشتر کا ہے۔ بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ الیاسؑ ابھی زندہ ہیں۔ مگر اُن کی حیات کی بابت کوئی روایت نبی صلعم سے ثابت نہیں۔ لہذا یہ خیال محض بے بنیاد ہے +

اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام

سیدنا ابراہیم خلیل الرحمٰنؑ کے فرزند ہیں۔ سیدہ ہاجرہ خاتونؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ فلسطین ان کا مولد اور مکہ ان کا دارالہجرت۔ اور مصر ان کا ننھیال ہے۔ حجاز دین و حضرموت ان کا رقبہ تبلیغ تھا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے والد بزرگوار کے سہیم کار تھے۔ اللہ کے ذبیح۔ اللہ کے گھر کے محافظ۔ ان کا زمانہ نبی صلعم سے تقریباً ۲۰۰۰ سال پیشتر ہے۔ مصری۔ بابلی۔ فلاسطینی۔ عربی زبان کے ماہر کامل تھے۔ ان کی ایک شادی مصر میں اور ایک شادی عرب میں ہوئی +

اولاد عرب شاہزادی سے ہوئی۔ بارہ بیٹے ہوئے۔ ہر ایک اپنے اپنے قبیلہ کا سردار اور جداگانہ علاقہ کا حکمران تھا۔ ان کی دختر کی شادی حضرت اسحٰقؑ کے فرزند کلاں عیسو سے ہوئی تھی۔ نبی صلعم سردار قیدار فرزند دوم حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے ہیں۔ جن کا نام بائیبل میں بکثرت آیا ہے۔

حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق برکات الٰہی میں برابر ہیں۔ تاہم اسمٰعیلؑ کو چند فضائل حاصل ہیں

۱۔ یہ بیت الحرم کے بانی اور محافظ ہیں اور حضرت اسحٰقؑ کسی بیت الحرم کے بانی و محافظ نہ تھے۔

۲۔ یہ ذبیح اللہ ہیں۔ گو مسلمانوں اور اہل کتاب میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ مگر آثار قدیمہ کی شہادت انہی کے حق میں ہے۔

۳۔ یہ وہ فرزند ہیں۔ کہ جس روز اللہ تعالےٰ نے ابراہیمؑ سے عہد باندھا یہ اُسی روز اُس عہد میں شامل ہوئے۔ اسحٰقؑ سنوند پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ لہذا عہد کے فرزند یہی ہیں۔ (کتاب پیدائش ۱۷ باب)

۴۔ ان کا رقبہ نبوت بہت وسیع تھا۔ اور اُنہوں نے اپنی تبلیغ کو عرب العربا کے سب

خاندانوں تک پہنچا دیا تھا۔ لیکن حضرت اسحٰق کے رقبہ تبلیغ کے متعلق ہم کو ایسی معلومات اسرائیلی روایات یا اسلامی روایات میں کچھ نہیں دستیاب ہوتی ہیں۔ قیاساً کہا جا سکتا ہے۔ کہ اُن کا رقبہ تبلیغ بہت محدود تھا۔ واللہ اعلم عند اللہ۔

الیسع علیہ السلام

میں سمجھتا ہوں کہ الیسع سے مراد ایشیاہ ہوں گے۔ جن کی کتاب مجموعہ بائبل میں موجود ہے اور بہت سی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔ ان کا زمانہ شاہان یوعزو یوتام کے برابر ہے۔ لہٰذا نبی صلعم سے یہ ۱۲۲۰ سال پہلے ہوئے ہیں۔

یونس علیہ السلام

ان کا ذکر قرآن مجید کی سورہ صافات و انعام و نساء میں بھی ہے۔ اور ایک سورت بھی ان کے نام سے نامزد ہے۔ نبی صلعم نے عدالس نیاوری کے سامنے ان کو یونس بن نبی فرما کر اپنا بھائی فرمایا تھا۔ انہی کو سورہ ن میں صاحب الحوت بھی فرمایا گیا ہے ان کا واقعہ بہت مشہور ہے +

لوط علیہ السلام

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سگے بھتیجے۔ سفر ہجرت کے رفیق۔ مصر سے واپس آنے کے بعد یہ حضرت ابراہیم سے علیحدہ ہو کر آزوے دریائے اردن پر رہتے تھے۔ اور یہی علاقہ اُن کی تبلیغ کے لئے تھا۔ ناپاک اور نافرمان قوم نے نبی اللہ کی تحقیر کی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بستیوں کو اُلٹ دیا۔ اور اُنپر آسمان سے پتھراؤ کیا گیا۔

ہاں آیت بالا پر غور کرو

اصول نسب کی بنیاد پر نبی صلعم کو یہ شرف خاص حاصل ہے کہ قیامت کے دن جملہ حسب نسب منقطع ہو جائیں گے صرف حضور کا انتساب باقی رہے گا۔

اصول حکومت کی بنیاد پر غور کرو۔ کہ حضور ہی نے عرب کو پنجۂ اغیار سے چھڑایا۔ اور حضور ہی نے عرب کو فرمان فرمائی پر پہنچایا۔

آیت بالا میں حضور کو جملہ انبیاء کرام کی صفات عالیہ اپنے اندر جمع کر لینے کا حکم ہے۔ کیونکہ موافقت اخلاقی اسی طریق سے حاصل ہو سکتی ہے +

گویا یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ نبی صلعم کو حسب و نسب میں خود صاحب عمود عالم ہونا چاہئے اور لوگوں کو نوحؑ و ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ و یعقوبؑ کی جانب انتساب سے مستغنی کر دینا چاہئے۔ نبی صلعم کو چاہئے کہ داؤدؑ کی طرح عرب کے قبائل متعددہ اور شعوب مختلفہ کو متحد بنا دیں۔ تاکہ وہ سب مل کر قوم واحد بلکہ شخص واحد کی شان پیدا کر لیں اور هُمْ يَدٌ وَّاحِدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ کے مصداق بن جائیں۔

نبی صلعم کو سلیمانؑ کی طرح امن محکم۔ اور صلح استوار سے ملک کو سرسبز و شاداب بنا دینا چاہئے۔ نیز عبادت الٰہی کے لئے ایک ایسا معبد تیار کر دینا چاہئے۔ جو تقدیس میں بیت المقدس سے بڑھ کر۔ اور اعداء کی دست بُرد سے بالاتر ہو۔

نبی صلعم کو صبر ایوبیؑ کا وہ نمونہ دکھلانا چاہئے۔ کہ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا توقیع خاص حضور کے لئے صادر ہو جائے۔

اور عفو یوسفؑ کا نمونہ بعید ترین اعداء اور سنگین ترین اشقیاء کو بھی ایسا دکھلانا چاہئے۔ کہ اُن کے کینہ اور غل کا پورا پورا درمان بھی ہو جائے اور آئندہ کے لئے اُن کے دل حضور کی محبت سے معمور اور ذوق اطاعت سے پرنور ہو جائیں۔

نبی صلعم کا کام تھا۔ کہ موسیٰؑ کی طرح براہین صادقہ اور آیات باہرہ سے فرعون سرشت لوگوں پر عجیب الٰہی کا اتمام فرماتے۔ اور سحر کاران ماہر فن پر باب نجات کھول دیتے۔ حضور کا کام تھا کہ ایک آتشیں شریعت کی جگہ نور آگین شریعت سے اتمام نعمت فرما دیتے۔

حضور کی شان ہے۔ کہ ہارونؑ کی طرح منبر کو اپنے خطاب سے اور محراب کو اپنی امامت سے سربلند فرمایا۔ بے جانوں میں جان ڈال دی اور سوکھی ہوئی نخلوں کو درد محبت کا نشانہ بنا دیا۔

نبی صلعم ہی کا کام ہے کہ زکریاؑ کی طرح دنیا کو دعا کی طاقت سے باخبر فرمایا۔ اور مزید برآں آداب دعا و اوقات دعا و الفاظ دعا۔ اور مراتب دعا سے اپنی امت کو حقیقت شناس بنا دیا۔

نبی صلعم ہی ہیں کہ جنگلی شہد۔ اور بیابانی ملخ پر گزران کرنے والے یحییٰؑ کی طرح خشک کھجوروں اور آب مقطر کو اپنی اور اپنے اہلبیت کی مستقل غذا قرار دیا۔ اہل و عیال والے نبی

کے گھر میں بھی مہینوں تک چولہا روشن نہ ہوا۔

الیاس خشک لبوں اور بیابان نوردوں کو سیراب کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ نبی صلعم ہی ہیں کہ سنگلاخ زمینوں پر معرفت کے چشمے بہا دیتے اور ہر ایک قصیدہ لب کے سامنے جام کوثر لے کر خود آگے بڑھتے۔

اسمٰعیلؑ نے بیت اللہ کی عمارت کو مکمل کیا۔ حضور نے کعبہ کو قبلہ بنا کر جن و انس و ملائک کا مرکز عبادت اور مسطر عبادت قرار دیا۔

یونسؑ تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اور نبی صلعم تین ستمبانہ روز غار کے پیٹ میں سکون پذیر ہوئے۔

یونسؑ کی زبان پر استغفار تھا۔ اور حضور کی زبان معیت الٰہی کے عرفان سے گہر ریز تھی۔

لوطؑ کے مواعظ تحریم خبائث پر مشتمل تھے۔ نبی صلعم نے بھی اس بارہ میں سعی بلیغ اور کوشش کامل فرمائی مقدمات زنا کو بھی حرام ٹھہرایا اور ان اسباب و ذرائع کو بھی جو فسق و فساد تک پہنچانے والے ہیں۔ داخل محرمات کیا۔ حتیٰ کہ امت کے سامنے تقویٰ کا وہ بلند ترین مقام رکھ دیا۔ کہ ہر ایک بندہ رحمٰن امام المتقین بننے تک اپنی ہمت و ارادہ اور عزم اور سعی کو ترقی دے سکے

ناظرین رجب دیکھیں گے کہ آیت زیر عنوان نبی صلعم کو ان جملہ صفات عالیہ کا جامع تمام ہی ہے۔ تو انہیں بطوق تمام اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ یہ مقام جامع بھی نبی صلعم کے خصائص میں سے ہے

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ

نوٹ:- مصنف نے خصائص نبوی کے تحت مذکورہ بالا ۲۶ آیات کے علاوہ آیہ کریمہ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (۲) وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۳) وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ (۴) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کا ذکر بھی کیا ہے مگر افسوس کہ ان پر چھ آیات کی تفسیر ہمیں دستیاب نہیں ہوئی نہ معلوم وہ اوراق مدوہ کہاں سے کہیں الگ کر دیئے گئے یا گم ہو گئے۔ ہم کوشش کریں گے کہ مرحوم کے دیگر کاغذات میں کہیں مل جائیں اور آئندہ ایڈیشن میں لگا دیئے جائیں۔

خادم سید رودی

فصل سوم

خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ وَّجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْیُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ مِّنْ قَبْلِیْ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً۔

مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں (۱) ابھی ایک ماہ کی مسافت ہو کہ دشمن میرا رعب طاری ہو جاتا ہے (۲) ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے (۳) غنیمت کا مال میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا (۴) مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے (۵) پہلے نبی اپنی قوم کے لئے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کے لئے نبی ہو کر آیا ہوں +

صحیح مسلم کی روایت میں جو ابو ہریرہؓ سے ہے فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ فرمایا گیا ہے اُس حدیث میں اُعْطِیْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ ۱ پر اور خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ ۲ پر ہیں۔ ۱ میں نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ اور ۲ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ ۳ پر جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا ۴ پر اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً ہیں۔

صحیحین کی ایک متفق علیہ روایت عن ابی ہریرہ میں جوامع الکلم اور نصرت بالرعب کے بعد خزائن الارض کی مفاتیح کا خواب میں حضور کے سامنے رکھا جانا بیان ہوا ہے۔

جملہ روایات پر اجمالی غور کرنے سے آٹھ امور حاصل ہو جاتے ہیں۔

(۱) نصرت بالرعب (۲) روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا (۳) حلت مغانم (۴) اعطائے منصب شفاعت (۵) بعثت عامہ (۶) عطیہ جوامع الکلم (۷) ختم نبوت (۸) خزائن ارض کی کلیدیا کا حضورؐ کے سامنے خواب میں رکھا جانا۔

لہذا ہر ایک کے متعلق مختصراً گزارش کیا جائے گا۔

اوّل۔ نصرت بالرعب نبی صلعم کے ۲۳ سالہ عہد نبوت پر نظر غائر ڈالو۔ سرور عالم تبلیغ و دعوت کے لئے شہر مکہ کے اندر اور آبادیٔ مکہ سے باہر یکہ و تنہا رات ہو یا دن تن تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر کسی شخص کو حضور پر جہاں سال حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ منڈیوں اور میلوں میں جہاں ہزارہا اشخاص اور بچاسوں مختلف قبائل کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ حضورؐ جاتے اور کلمہ توحید کا اعلان فرماتے۔ دیوتا دیوی کے ماننے والوں میں سے کوئی بھی حضورؐ پر حملہ آور نہ ہو سکتا تھا۔

مکہ سے دور و دراز قبائل میں جو خشونت اخلاق اور خونریزی دیے باکی میں بہت زیادہ شہرہ تھے۔ حضور نے تبلیغ کے لئے متعدد چکر لگائے۔ اس سفر میں ابوبکر صدیقؓ کے سوا اور کوئی بھی حضورؐ کا ہمرکاب نہ ہوتا تھا۔ ابوبکرؓ سے بھی ان قبائل کو کچھ تعارف نہ تھا۔ حضور ہر جگہ دعوت فرماتے ہر ایک حجت الٰہیہ ختم کرتے۔ اور کوئی بھی حضورؐ کے سامنے برسر پیکار نہ آتا۔

آغاز سفر ہجرت سے تین روز پہلے ایک ایک قبیلہ کا بہادر دشمنوں نے جمع کر لیا تھا۔ انہوں نے حضورؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ لیکن ہر ایک کے دل پر کتنا رعب تھا۔ کہ تختہ توڑ کر اندر داخل ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ ساری رات اس انتظار میں پوری کر دی کہ حضور خود ہی باہر تشریف لائیں تو یہ حملہ کریں۔ جب حضور تن تنہا باہر بھی نکلے تو شاہیت الوجود کا لَا یُنْصَرُوْنَ کے کلام سے اُن کو غصہ بھی دلایا۔ اور مٹھی بھر خاک اُٹھا کر اُن کے سروں پر بھی پھینک دی۔ بایں ہمہ کسی نے سر نہ اُٹھایا۔ اور حضور کے چہرہ تاباں کی طرف کوئی نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا۔

طائف کا حکمران اور تمام باشندے حضور کے خلاف ہیں۔ مگر اُن کی سنگ باری اور شرارت صرف اسی حد تک محدود رہی۔ کہ حضور کی تقریر نہ ہو سکے۔ آخر وہی اہل طائف ہیں اور وہی اُن کا حکمران ابن عبد یالیل۔ کہ خود مدینہ منورہ میں حاضر ہوتے۔ اور داخل اسلام ہو جاتے ہیں۔

نصرت بالرعب کی مثالیں اس زمانہ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے حالات سے بھی ہویدا ہیں۔ یمن سلطنت ایران کے قبضہ سے نکل جاتا ہے اور کسی جنگ کے بغیر مطیع اسلام ہو جاتا ہے۔ مگر سلطنت ایران یمن کی طرف منہ بھی نہیں کرتی۔ اس لئے کہ حضور کا رعب اُن کے دل و دماغ پر مستولی تھا +

شمالی عرب سلطنت روما کے اقتدار سے نکل جاتا ہے اور روما کا شہنشاہ فراہمی افواج اور حملہ آوری کا حکم بھی جاری کر دیتا ہے۔ اور اُسی کی مدافعت کے لئے حضور عرب کی سرحد تبوک تک تشریف بھی لے جاتے ہیں۔ مگر ایک مہینہ کی راہ پر یروشلم میں بیٹھے ہوئے ایمپر کا دل خوف سے بھر جاتا ہے۔ اور سابقہ احکام جنگ کو منسوخ کر کے دم بخود ہو کر بیٹھ جاتا ہے +

عرب کی قدیم ترین سلطنتیں حیرہ و غسان قائم ہیں۔ انہی کے دربار کے شعراء خاص حسان بن ثابت اور کعب انصاری تاجپوش بادشاہوں کو چھوڑ کر بوریانشین رسول کے آستان پر حاضر ہو گئے ہیں مگر ان سلطنتوں میں سے کسی کو یہ حوصلہ نہیں پڑتا۔ کہ اپنے شعراء خاص کو واپس لینے کے لئے بھی اظہار طاقت کریں۔ اور دربار عالی کے خدام تک کوئی دھمکی سے ملا ہوا فقرہ بھی پہنچا سکیں +

ذی ظلیم ذی یزن کی حکومتیں یمن کی جانب اور مکہ سے متصل قائم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک حکومت کے پاس باقاعدہ فوج بھی موجود ہے اور خزانے بھی معمور ہیں۔ وہ گھر بیٹھے حضور کا کاسہ بڑھنے لگے ہیں۔ عداوت و سرکشی کا خیال تک بھی اُن کے دماغ میں نہیں آتا +

ذوالکلاع حمیری اپنے گھر میں بیٹھا ہوا پندرہ ہزار غلاموں سے سجدہ کراتا۔ اور خدا کہلاتا ہے۔ لیکن ایسے رسول سے وہ بھی دل ہی دل میں ڈر رہا ہے۔ جس نے کئی ایسے دعاوی فرعونیت کو غرقاب کر دیا ہے۔ اس عبدہ و رسول کہلانے والے کا رعب مسجود و معبود بننے والے کو مغلوب کئے ہوئے ہے

نبی صلعم کی یہ صفت خاص نزدیک و دور ہر جگہ جلوہ گستر تھی۔ امیر المؤمنین علی مرتضےٰ کا فقرہ ہے مَنْ رَاٰہُ بَدِیْہَۃً ھَابَہٗ جو کوئی حضور کے سامنے یکایک آجاتا وہ دہشت زدہ ہو جاتا +

یہ وہ نصرت الٰہیہ تھی۔ جو رعب بن کر حضورؐ کی شمت و عظمت کو دوبالا کر رہی تھی صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

دوم روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا

یہود اپنے کنیسہ اور عیسائی اپنے کلیسا کے بغیر نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔ مجوسی بھی پاک آگ کے آتشکدہ کے بغیر سرگرم عبادت نہ ہوا کرتے تھے۔ ہنود کا بھی حال مندروں کے متعلق تھا۔

مسلمانوں کی نماز نہ محراب عبادت کی محتاج ہے اور نہ کسی نبی لادی کی قبول توبہ کے لئے اُن کو حاجت ہے۔ اُن کا گرمایا ہوا دل۔ اور روشن آنکھیں آگ کی حرارت اور ضیا سے بے نیاز ہیں۔ اس لئے روئے زمین کا ہر ایک قطعہ اُن کی سجدہ ریزی کے لئے موزون ہے اُن پر یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ کھڑے۔ بیٹھے اور لیٹے لیٹے ذکر کی حالت طاری ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے روئے زمین کو حضورؐ کی مسجد بنا دیا ؎

زنہار کہ بیروں روم از سجدہ گہ خویش آنجا کہ خدا ست مرا سجدہ رواست

یہ شرف اُسی حقائق شناس کو ملا۔ جس کی نگاہ میں کائنات کا پتہ پتہ توحید کے ترنم میں ہے جس کے سامنے ریگستان کا ذرہ ذرہ انوار قدسی کا آئینہ دار ہے۔ جسے ہر شے مظہر جمال لم یزلی اور مرآۃ جلالی قدسی نظر آتی ہے۔ جس کے کانوں میں پتھروں کی تسبیح اور سبزہ کی تحمید بروقت گونج رہی ہے۔ جسے آسمان و زمین کی فضاء نعرۂ تکبیر و زمزمۂ تہلیل سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ اُسی کے لئے تمام روئے زمین مسجد بھی بنا دی گئی۔

طہور سے مراد وضو ہے۔ اطراف بدن کا ہدایت شرعی کے مطابق پانی سے دھونا وضو کہلاتا ہے۔ وضو نماز کے لئے شرط ہے۔ مگر نماز کا ترک کسی حالت میں روا نہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جا سکتا تھا۔ کہ شرط کے نہ ہونے سے مشروط بھی مفقود ہو جانا چاہیئے۔ اور جہاں وضو کے لئے پانی میسر نہ ہو۔ وہاں نماز بھی معاف ہو جانی چاہیئے۔

لیکن کیا نماز اُن لوگوں پر معاف ہو جاتی۔ جو گھاس کے پتے پتے سے وحدہٗ لاشریک سننے والے۔ اور درخت کے پتے پتے کو دفتر معرفت جاننے والے ہیں۔

ضرر تھا۔ کہ انسان حصول طہارت کے لئے کوئی دوسری تدبیر اختیار کرتا۔ انسان

مٹی ہی سے بنا ہے۔ مٹی ہی اس کی اصل ہے۔ اور مٹی ہی اُس کو بن جانا ہے۔ مٹی ہی مخلوقات کا گہوارہ ہے۔ اور مٹی ہی سے کائنات ارضی اپنی خوراک حاصل کرتی ہے۔ اس لئے اس مٹی ہی کو طہور بھی بنا دیا گیا۔

ہندوؤں میں سندھیا کے لئے ہون ضروری ہے۔ اور ہون کے لئے ۳۰ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اُن میں سے ایک گھی بھی ہے۔ گھی کے سولہ چمچے آگ میں ڈالنے ضروری ہیں۔ ہر ایک چمچہ ۱ ماشہ کا ضرور ہو (ستیارتھ پرکاش)

سندھیا کے لئے ہون کی شرط نے اور ہون کے لئے ۳۰ چیزوں کی موجودگی کی شرط نے ہندو قوم کے افراد کو سندھیا سے محروم کر دیا ہے۔

مٹی کہاں نہیں مل سکتی؟ جہاں پانی نہ ہوگا۔ وہاں پر مٹی تو ضرور ملجائے گی۔ خاک آلود ہاتھوں کا چہرہ پر پھیر لینا اُس عجز و نکسر کو ہی ظاہر کرتا ہے۔ جس نے طہور تراب پر ایماندار کو مجبور کیا۔

الغرض یہ خصوصیت نبی صلعم ہی کی ہے کہ حضور نے تراب روئے زمین کو ہمارے لئے طہور بنا دیا۔ اور حضور کی بارگاہ ربانی سے کسی حالت میں بھی دور و مہجور نہ ہونے دیا +

(۴) حلت مغانم

حضرت موسیٰ و حضرت یوشع بن نون کی فتوحات میں جس قدر مغانم حاصل ہوتے تھے اُن کو آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ تورات میں جانوروں تک کو جلا دینے اور بستیوں میں آگ لگا دینے کا ذکر ملتا ہے۔

نبی صلعم کے غزوات میں سب سے پہلے غزوہ بدر میں غنیمت حاصل ہوئی۔ مال غنیمت جمع بھی ہوا۔ اور تقسیم بھی کیا گیا۔ لیکن پھر بھی لشکر میں ایسے لوگ موجود تھے۔ جو شریعت موسوی کی نظیر پر مال غنیمت کا لینا خطرناک امر سمجھتے تھے +

اللہ تعالےٰ نے انہی کے اطمینان کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ	اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے کتاب میں ایسا نہ
فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ	ہوتا تب جو کچھ تمنے وصول کیا ہے اس کے لئے تم پر عذاب

سلہ یہ اشارہ سورہ انفال کی آیت فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ کی طرف ہے۔ ۱۲ منہ

كُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ (الانفال ع ۶) ہوتا اب تو غنیمت کو حلال طیب سمجھو اور کھاؤ۔

دوسری جگہ ہے:-

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (سورہ فتح ع ۲)

اللہ نے تم سے مغانم کثیرہ کا وعدہ کیا جنکو تم حاصل کروگے۔ لہٰذا یہ تو تمکو جلد ہی دیدی (خیبر) اور دشمنوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا ہے تاکہ مومنین کے لئے یہ ایک نشان ہو۔ اور تمکو اللہ صراط مستقیم پر چلائے گا۔ اور بھی مغانم بہت ہیں تمکو ان پر قدرت نہیں۔ مگر اللہ نے ان پر احاطہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ ہر شے پر قدرت والا ہے۔

یہ مغانم کثیرہ ہی ہیں۔ جو سلطنت ہائے ایران اور روما پر فتوحات حاصل کرنے میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔ چونکہ یہ وعدہ مومنین کو مخاطب فرما کر کیا گیا تھا۔ اس لئے اس وعدہ کا ایفاء بھی خلافت راشدہ کے وقت میں ہوا۔ جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عالم بقا کو سدھار گئے تھے۔

واضح ہو کہ یہ ایک وعدہ نہ تھا۔ بلکہ مومنین سے تین وعدے کئے گئے تھے۔ دوسرا وعدہ یہ تھا۔ کہ دشمن کے ہاتھ تم سے کوتاہ رہیں گے۔ اس وعدہ کے مطابق خلافت راشدہ کے وقت میں کوئی دشمن اسلامی فوجوں پر غالب نہیں آسکا تھا۔

تیسرا وعدہ ہدایت صراط مستقیم کا تھا اور وہ بھی اپنی ظاہری و باطنی برکات کے ساتھ اسی طرح پورا ہوا۔ جس طرح پہلے دو وعدے۔ اس آیت سے مجاہدین عہد خلافت راشدہ کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(۴) عطائے منصب شفاعت

شفاعت شفع سے ہے۔ شفع کے معنی ہیں۔ ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ جو اسی کی جنس سے ہو شامل کر دینا۔ اکثر اوقات کسی اعلیٰ مرتبت شخص کا کسی ادنے کے ساتھ مل کر کوئی کام سرانجام دینے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

(۲) مسئلہ شفاعت کا عرب میں بھی مسلم تھا۔ اور یہود و عیسائیوں میں بھی تسلیم کیا جاتا تھا۔

کفار اور عیسائی یہ سمجھتے تھے۔ کہ شفیع اپنی عزت و وقار اور ذاتی اقتدار و اختیار سے جسے چاہے اُسے اللہ تعالےٰ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ شفیع اُن سب کو جو اُسی کے نوکر ہیں۔ نعمائے اُخروی و دنیوی عطا فرما سکتا ہے۔ ان عقیدہ والوں کو اللہ کی ہستی اور اُس کی قدرت کا انکار نہ تھا۔ لیکن وہ یہ سمجھتے تھے۔ کہ الٰہی اقتدار اُن اشخاص کو بھی حاصل ہے۔ جو اُن کے شفیع ہیں۔ لہٰذا شفیع کی عبادت کرنا۔ اللہ کی عبادت سے مستغنی کر دیتا ہے۔ شفیع کی رضامندی اللہ کی رضامندی سے مقدم تر ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر غضبناک بھی ہو۔ اور اُس کا شفیع زبردست ہو۔ تو وہ اسے اللہ تعالےٰ کے غضب سے بچا لیگا۔ لیکن اگر شفیع غضبناک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اُس شفیع کو بندہ پر مہربان نہ کر سکے گا۔ اسی عقیدہ کو کسی پنجابی شاعر نے اپنے شعر میں یوں بیان کیا ہے ؎

ہر روٹھے تب تھوڑ ہے گور روٹھے نہیں تھوڑ ہتر روٹھے گو رسیل سی۔ گو رروٹھے ہر ناہ

خدا روٹھ جائے۔ تب پناہ کی جگہ باقی رہتی ہے۔ مگر مرشد کے روٹھ جانے سے کوئی جائے پناہ نہیں ملتی۔ خدا اگر روٹھ جائے گا۔ تب مرشد لا دے گا۔ لیکن اگر مرشد روٹھ جائے تب خدا نہیں ملا سکتا۔

اللہ تعالےٰ نے انہی لوگوں کے متعلق فرمایا ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ (یونس)

یہ لوگ اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ اُن کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ فائدہ کر سکتے ہیں یہ لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ تو ہماری شفاعت کرنے والے ہیں اللہ کے پاس۔

انہی لوگوں کے حق میں دوسرے مقام پر فرمایا۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ (زمر ع ۱)

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور دوست اولیا بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اُن کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمکو اللہ کے قریب میں لیجائیں گے

عیسائی حضرت مسیح کو اپنا شفیع بناتے ہیں۔ اور پھر اُسی کو خداوند و مشکل کشا کہتے۔ اُسی کو دعا اور مناجاتوں میں پکارتے۔ اُسی سے مرادیں مانگتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں۔ کہ وہ اللہ

تعالےٰ کے تخت پر اُس کے دہنے ہاتھ جا بیٹھا ہے۔ جو کوئی اُسے پکارتا۔ اُس سے مدد مانگتا اُسے اپنا کارساز جانتا ہے۔ اُس کو مسیح خود ہی اپنے باپ خدا سے بچا لیتا۔ اور بخشوا لیتا ہے۔

قرآن مجید نے اوّل تو کا فردل اور عیسائیوں وغیرہ کے اس عقیدہ کا بطلان فرمایا۔ اور اس کے رد و بطلان کے لئے مختلف اسلوب کے ساتھ کلام الٰہی نازل ہوا۔ اور پھر شفاعت کبریٰ کا اثبات فرمایا۔ اور اس اثبات کو دو اصول پر منحصر رکھا۔

الف۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (آیت الکرسی) — کون ہے وہ ایسا جو اللہ کے پاس اُس کے اذن کے بغیر شفاعت کر سکے۔

فرمایا:۔

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ — اُس دن سب فرشتے اور جبرئیل صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ کوئی نہ بولیگا۔ مگر وہی ایک جس کو اذن ملے گا۔

اصول اوّلین سے ثابت ہوا کہ اذن الٰہی کا قبل از شفاعت حاصل ہونا ضروری ہے۔

ب۔ وَ قَالَ صَوَابًا (نعم) — اور وہ شفیع ٹھیک ٹھیک بات کہے گا۔

یہ اصول دوئم ہے۔ کہ شفیع نہایت صادق۔ راست باز۔ پوری پوری بات کہنے والا ہوگا۔

آیت مَنْ اَذِنَ لَہٗ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ شفیع صرف ایک ہوگا۔

ہمارا ایمان ہے۔ اور یہ ایمان قرآن و حدیث کے اخبار پر مبنی ہے کہ وہ شفیع سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا — تیرا رب تجھے مقام محمود پر ضرور کھڑا کرے گا۔

مقام محمود وہی مقام شفاعت ہے۔ کہ جب نبی صلعم اُس مقام پر ایستادہ ہوں گے۔ تو جملہ اوّلین و آخرین حضور کی حمد کریں گے (تفسیر خازان) اس آیت کی تفسیر میں وہ حدیث صحیح موجود ہے جسے امام بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی تفسیر میں بروایت انس رضی اللہ عنہ درج فرمایا ہے۔ کہ

"جب اللہ تعالےٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کریگا۔ تب اُن کے دل میں یہ بات ڈالی

جائے گی۔ کہ ہم اگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی کو شفاعت کے لیے پیش کریں تو خوب ہے تا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس جگہ سے نجات دے۔ تب لوگ آدمؑ کے پاس آئیں گے۔ اور کہیں گے کہ آدم ابوالبشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ پھر جنت میں ٹھہرایا۔ پھر فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء کی تعلیم آپ کو دی۔ لہٰذا آپ ہماری شفاعت کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہاں سے نجات راحت دے۔ وہ کہیں گے نہیں۔ میں نہیں کر سکتا۔ پھر وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کر کے کہیں گے کہ تم نوحؑ کے پاس جاؤ وہ پہلے رسول ہیں۔ تب لوگ نوحؑ کے پاس جائیں گے نوحؑ کہیں گے نہیں میں نہیں۔ وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کریں گے۔ اور فرمائیں گے تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ وہ کہیں گے نہیں میں نہیں۔ وہ بھی اپنی خطا کو یاد کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کریں گے کہیں گے موسیٰؑ کے پاس جاؤ۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام بھی کی۔ اور انہیں توراۃ بھی دی۔ وہ کہیں گے نہیں میں نہیں۔ وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور حیا کا۔ پھر کہیں گے کہ عیسیٰؑ روح اللہ کے پاس جاؤ۔ لوگ عیسیٰؑ روح اللہ و کلمۃ اللہ کے پاس آئیں گے۔ وہ کہیں گے۔ میں نہیں۔ تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ سنہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں۔ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اگلا پچھلا سب کچھ معاف کر دیا ہے۔

رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ تب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں اپنے رب سے اذن حاصل کروں گا۔ مجھے اذن دیا جائے گا۔ پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے دعا سکھلائے گا۔ جو کچھ میں چاہے گا میری زبان سے کہلائے گا۔

تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا یا محمدؐ ارفع راسک قل تسمع۔ سل تعطی اشفع تشفع۔ اے محمدؐ اپنا سر اٹھاؤ۔ بولو۔ تمہاری سنی جائے گی۔ مانگو تم کو دیا جائے گا۔ شفاعت کرو۔ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔

رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ میں سر اٹھاؤں گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا۔ وہ محمد مجھے اللہ تعالیٰ ہی سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ پھر میرے لئے ایک

حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں اتنے لوگوں کو آگ سے نکالوں گا۔ اور جنت میں داخل کر دونگا۔

انسؓ کہتے ہیں۔ کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ پھر میں کہ دوں گا کہ اے رب اب تو آگ میں وہی رہ گیا ہے۔ جس کو قرآن نے روک رکھا ہے یعنی وہی جس پر خلود واجب ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی صلعم نے پھر یہ آیت عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا پڑھی اور فرمایا کہ مقام محمود جس کا وعدہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے نبی سے کیا ہے۔ وہ یہی مقام ہے "

حدیث بالا سے ثابت ہوا۔ کہ منصب شفاعت بالتخصیص نبی صلعم ہی کو عطا ہوا ہے۔ آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بھی شفاعت کی جرأت نہ کرینگے۔ اور بالآخر سب کے نزدیک حضور ہی اس منصب علیا اور شفاعت کبریٰ کے اہل ثابت ہوں گے۔

لوگوں کا حضورؐ سے پہلے دیگر انبیائے اولوالعزم کی خدمت میں جانے سے یہ نکتہ حاصل ہوتا ہے کہ کسی شخص کو یہ شبہ باقی نہ رہے۔ کہ اگر ہم سرور عالمؐ کے سوا کسی دوسرے کے پاس جاتے تو ممکن تھا کہ وہ بھی شفاعت کر ہی دیتے۔ اب جب ہر جگہ سے صاف جواب ملجائے گا۔ تو سب کو یہ یقین معلوم ہو جائے گا۔ کہ منصب شفاعت میں کوئی نبی کوئی مرسل کوئی اولوالعزم بھی حضورؐ کا سہیم و شریک نہیں اور یہی امر حضورؐ کی خصوصیت خاصہ کا مظہر ہے۔

(۵) بعثت عامہ

اس کے متعلق قبل ازیں خصوصیت وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ کی تحت میں لکھا جا چکا ہے۔ ناظرین اسی کتاب میں اسے ملاحظہ فرمالیں۔

(۶) جوامع الکلم کا عطیہ

بعض اہل قلم نے جوامع الکلم سے قرآن مجید کو سمجھا ہے۔ کون ہے۔ جو قرآن مجید کے جامع ہونے سے انکار کر سکے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اس جگہ وہ کلام قدسی نظام مراد ہے۔ جسے حضور نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہا جاتا ہے۔

جب کوئی شخص ان الفاظ پاک پر غور کرے گا۔ جو حضور پر نور کے دل و زبان سے گوش عالمیاں تک پہنچے۔ اسے یقین ہو جائے گا۔ کہ بیشک یہ کلام "کلام نبوت" ہے۔ مختصر سادہ

صاف پر صدق معانی کا خزینہ۔ ہدایت کا گنجینہ۔

اسی کتاب کے متعدد مقامات پر احادیث پاک کا اندراج کیا گیا ہے۔ ناظرین کو تدبر اور تفکر کے بعد کلام نبوی کی جامعیت کا حال کھل جائے گا۔ اور بخوبی سمجھ میں آجائے گا۔ کہ یہ کلام صدق نظام صرف منطلع نبوت ہی سے جلوہ گر ہو سکتا ہے۔ تیمناً و تبرکاً ایک حدیث درج کی جاتی ہے:۔

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ تَعَالَى۔ اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ وَدَمُهُ وَعِرْضُهُ۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَجْسَادِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ۔ اَلتَّقْوَى هٰهُنَا اَلتَّقْوَى هٰهُنَا (وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ) لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ (رواہ الستۃ الا النسائی وھذا لفظ مسلم عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

خبردار بدگمانی کو عادت نہ بنانا۔ بدگمانی تو بالکل جھوٹی بات ہے (۲) لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا (۳) اور نہ ایسی باتوں کو اپنے کان تک پہنچنے دینا (۴) بڑھنے کیلئے مت جھگڑنا (۵) باہمی حسد نہ کرنا (۶) باہمی بغض نہ رکھنا (۷) کسی کی پس پشت برائی نہ کرنا۔ (۸) اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہنا جیسا کہ تمکو اللہ کا حکم ہے۔ (۹) مسلم مسلم کا بھائی ہے۔ بھائی پر نہ کوئی ظلم کرے (۱۰) نہ اسے رسوا کرے نہ حقیر جانے (۱۱) انسان کیلئے یہی برائی بہت زیادہ ہے۔ کہ اپنے مسلم بھائی کو وہ حقیر سمجھا کرے (۱۲) مسلم کا مال۔ خون۔ عزت دوسرے مسلم پر بالکل حرام ہے (۱۳) اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا۔ وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے (۱۴) دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے (۱۵) خبردار۔ ایک کی خرید پر دوسرا شخص خریدار نہ بنے (۱۶) اللہ کے بندو۔ بھائی بھائی بنو۔ (۱۷) مسلم پر حال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے (نسائی کے سوا صحاح ستہ میں ہے)

خصوصیت معراج

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ

معراج نبوی کا ذکر اس کتاب کی جلد اول میں بھی کیا جا چکا ہے۔ اور جلد دوم میں بھی ہر دو مقامات پر یہ واقعہ الگ الگ اسلوب سے بیان ہوا ہے

اب اس مضمون "خصائص النبی صلعم" میں بھی اس عنوان کا شامل ہونا ضروری تھا۔ الحمد للہ کہ اس جگہ تیسرے طرز بدیع میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ناظرین یاد رکھیں کہ معراج نبی صلعم اُن خصوصیات میں سے ہے جس میں اور کوئی نبی و رسول حضورؐ کا سہیم نہیں۔

لفظ معراج کا مادہ "عروج" ہے۔ چونکہ احادیث میں الفاظ عُرِجَ بِیْ استعمال فرمائے گئے تھے۔ لہٰذا اس واقعہ مبارک کے لئے لفظ "معراج" خاص ہو گیا۔

لفظ معراج کے معنے زینہ بھی ہیں۔ چونکہ عروج دار تقا منزل بمنزل ہوا تھا۔ لہٰذا واقعہ باطنی کے لئے یہ تشبیہ ظاہری بھی خوب ہے۔

تعدد معراج

علماء میں سے بعض تعدد معراج کے قائل ہوئے ہیں۔ اور لفظ "اسرا" و لفظ معراج کے معانی کا فرق بتلایا ہے۔ اور اسی لئے انہوں نے ان واقعات کے لئے مختلف اسالوں اور مہینوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر حافظ ابن کثیرؒ نے جو بڑے محقق ہیں۔ اپنی تفسیر میں لکھ دیا ہے۔ کہ تعدد معراج کا قول بے سند ہے۔ اور احادیث صحیحہ کے مفہوم کے بھی مخالف ہے۔

تعیین زمانہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین خدیجہ کی وفات تین سال قبل از ہجرت تھی۔ دوسری روایت ہے کہ طاہرہ خدیجہؓ کی وفات فرضیت نماز پنجگانہ سے پیشتر تھی (بخاری عن عائشہ) نتیجہ یہ ہوا کہ واقعہ معراج بعد از وفات سیدہ خدیجہؓ تھا۔ اور اس واقعہ کو ہجرت سے تین سال زیادہ کا تاخر نہیں دے سکتے ۔

ذکر ہجرت کا آغاز عقبہ کی اُس اوّلین ملاقات سے جس میں انصار کے صرف چھ اشخاص حضور سے ملے تھے۔ شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا واقعہ معراج کو ہجرت سے قریب ترین تعلق ہے۔ امام ابن عبدالبر نے واقعہ معراج کو دیباچہ الاستیعاب میں ۵۲ سنہ ولادت نبوی کا بتلایا ہے۔ نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس کی تفصیلی بحث انہوں نے کتاب "التمہید" میں کی ہے۔ زرقانی کہتے ہیں کہ امام ابن عبدالبرؒ اور امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری اور امام نووی ر تبعاً للرافعی ے معراج کے لئے ماہ رجب کا تعین کیا ہے +

حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرور المقدسی وفات ۱۳ ربیع الآخر ۶۰۰ھ نے ستائیسویں رجب کو جملہ اقوال پر ترجیح دی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ہمیشہ سے عملاً اسی تاریخ پر اتفاق کیا گیا ہے +

مندرجہ بالا اقوال کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ معراج ستائیسویں رجب ۵۲ سنہ ولادت نبوی کو ہوا۔

میں نے نبی صلعم کی سیرت مبارکہ کے متعلق ۲۳ سالہ جنتری خود تیار کی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ماہ رجب ۵۲ سنہ کا پہلا دن جمعہ تھا۔ لہٰذا ستائیسویں رجب کی شب کے بعد طالع ہونے والا دن چہار شنبہ تھا۔ اور اسلامی طریق سے شب معراج بھی شب چہار شنبہ تھی +

راویان احادیث معراج مع حوالہ کتب احادیث

ذیل میں دکھلایا جاتا ہے کہ احادیث معراج کن کن صحابہ کرامؓ سے کن کن دواوین حدیث میں مروی ہیں۔

حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ		
الف صحیح بخاری و ابن جریر	بطریق شریک بن عبداللہ عن انسؓ	د۔ ابن ابی حاتم ہ۔ ابن جریر و ابن مردویہ بطریق دیگر از یزید بن مالک بطریق عبدالرحمن بن ہاشم عن انسؓ
ب صحیح مسلم ج نسائی و ابن ماجہ	بطریق ثابت عن انسؓ بطریق یزید بن مالک عن انسؓ۔	و۔ احمد و ترمذی۔ عبدؓ بن حمید و ابن جریر و ابن مردویہ و ابونعیم بطریق قتادہ عن انسؓ

ز۔ ابوداؤد واحمد[۱۲] بسند صحیح | بطریق عبدالرحمٰن بن جبیر عن انسؓ

ح۔ ابن مردویہ | بطریق قتادہ وسلیمان التیمی وعلی بن زید عن انسؓ

ط۔ ابن سعد۔ سعید بن منصور[۱۲] بزار[۱۲] بیہقی۔ ابن عساکر[۱۲] | عن ابی عمران الجونی عن انسؓ

(۲) حدیث جابر بن عبداللہ صحابی بن صحابی

الف۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم | عن جابر

(۳) حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما

الف۔ صحیحین | من طریق قتادہ عن ابی العالیہ عن ابن عباسؓ

ب۔ صحیح مسلم | ایضاً عن ابن عباسؓ

ج۔ احمد ابونعیم۔ ابن مردویہ بسند صحیح | من طریق طاؤس عن ابیہ عن ابن عباسؓ

د۔ احمد۔ ابویعلی۔ ابونعیم ابن مردویہ | من طریق عکرمہ عن ابن عباسؓ

ھ۔ احمد نسائی۔ بزار طرانی بیہقی۔ ابن مردویہ | من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس

و۔ ابن مردویہ | من طریق شہر بن حوشب عن ابن عباسؓ

(۴) حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

الف صحیح بخاری | من طریق علقمہ عن ابن مسعودؓ

ب۔ صحیح مسلم | من طریق مرۃ الہمدانی عن ابن مسعودؓ

ج۔ صحیح مسلم و بیہقی و ابونعیم | من طریق زر عن ابن مسعودؓ

د۔ احمد ابن ماجہ۔ سعید بن منصور۔ حاکم صحیح | من طریق موثر بن عفار عن ابن مسعودؓ

ھ۔ ترمذی۔ دحشہ۔ ابن مردویہ | من طریق عبدالرحمٰن عن ابن مسعودؓ

و۔ بزار۔ ابویعلی۔ حارث بن ابی اسامہ۔ طبرانی ابونعیم۔ ابن عساکر | من طریق عائشہ عن ابن مسعودؓ

(۵) حدیث مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ

الف۔ صحیح بخاری و مسلم احمد | من طریق قتادہ عن انس، ان مالک حدثہ۔

(۶) حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ

الف صحیحین | من طریق الزہری عن انس قال کان ابوذر یحدث بسندہ عن ابی ذر

ب۔ مسلم

(۷) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

الف۔ صحیح مسلم و احمد و ابن مردویہ۔ | من طریق ابی سلمہ

ب۔ احمد۔ ابن ماجہ۔ ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ | من طریق ابی الصلت

---

[۱۲] نہایت قلیل الروایت ہیں۔ یہی ایک حدیث ان سے بطریق صحیح محفوظ ہے جو نہایت اتقان سے مروی ہے۔ ۱۲ منہ

ج۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ۔ بزار۔ ابو یعلیٰ۔ بیہقی — من طریق ابی العالیۃ عن ابی ہریرہؓ۔

د۔ ابن مردویہ — من طریق سلیمان التیمی

ھ۔ سعید بن منصور۔ ابن سعد۔ طبرانی (اوسط) ابن مردویہ — عن ابی وہب مولیٰ ابی ہریرہؓ

(۸) حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

الف۔ احمد ابن ابی شیبہ ترمذی حاکم۔ وصححاہ ونسائی د ابن جریر وابن مردویہ ہ بیہقی — عن حذیفہ

(۹) حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

الف ابن مردویہ — عن سمرہؓ

(۱۰) حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

الف ابن عساکر — عن سہل بن سعدؓ

(۱۱) حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ

الف ابن ابی حاتم۔ بیہقی وصححہ بزا۔ طبرانی۔ ابن مردویہ — عن شدادؓ

(۱۲) حدیث صہیب رضی اللہ عنہ

الف طبرانی۔ ابن مردویہ — عن صہیب بن سنانؓ

(۱۳) حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما

الف ابوداؤد۔ طبرانی (اوسط) بیہقی۔ — عن ابن عمرؓ

(۱۴) حدیث ابن عمرو بن شعیبؓ

الف ابن مردویہ — عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔

(۱۵) حدیث عبداللہ بن اسعد بن زرارہ صحابی بن صحابی

الف بزار۔ ابن قانع۔ ابن مندہ لبغوی ابن عساکر — عن عبداللہ بن اسعدؓ

(۱۶) حدیث ابو ایوب رضی اللہ عنہ

الف ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ — عن ابی ایوبؓ

(۱۷) حدیث ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ

الف طبرانی۔ ابن قانع۔ ابن مردویہ۔

(۱۸) حدیث ابی العمراء رضی اللہ عنہ

الف طبرانی۔ ابن قانع۔ ابن مردویہ

(۱۹) حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ

الف ابن جریر۔ ابن المنذر ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ بیہقی۔ ابن عساکر — من طریق ابی ہارون العبدی

ب ابن مردویہ — من طریق ابی نضرۃ عن ابی سعید۔

ج۔ ابن مردویہ من وجہ آخر — عن ابی نضرۃ

د " " " — من طریق حلقہ عن ابی سعید

(۲۰) حدیث ابی یعلیٰ رضی اللہ عنہ

الف طبرانی (وسط) ابن مردویہ — من طریق محمد بن عبدالرحمن

(۲۱) حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

الف۔ ابن مردویہ حاکم فی صحیحہ من طریق زہری عن عروۃ

بیہقی

(۲۲) حدیث اسماء بنت الصدیق رضی اللہ عنہما

(۲۳) حدیث ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا

الف۔ ابن اسحٰق۔ ابن مردویہ عن یعلی عن ابی صالح عن ام ہانی

(۲۴) حدیث عمر فاروق رضی اللہ عنہ

الف۔ احمد عن عبید بن آدم عن امیر المومنین عمرؓ

ب۔ ابن مردویہ من طریق مخوف بن عبدالرحمٰن

(۲۵) حدیث ابی سفیان اموی

الف۔ ابونعیم عن محمد بن کعب القرظی عن ابی سفیان بطریق ابلیہ موذن

(۲۶) حدیث امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ

الف۔ طبرانی من طریق الحسین عن ابیہ

ب۔ ابونعیم من طریق عمرو بن الحنفیہ

ج۔ ابن مردویہ من طریق زید بن علی بن زائدہ عن علیؓ

(۲۷) حدیث عبدالرحمٰن بن قرط الثمالیؓ

الف۔ سعید بن منصور۔ طبرانی ابن مردویہ ابونعیم فی المعرفۃ عن عبدالرحمٰن بن قرط

(۲۸) حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ

الف۔ ترمذی۔ حاکم (صحیحہ) ابونعیم عن بریدہ رضی اللہ عنہ

ابن مردویہ بزار

صحابہ رضوان اللہ علیہم جس قدر راویان حدیث ہیں۔ ان میں کئی مہاجر بھی ہیں اور کئی انصار بھی واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہوا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے کہ انصار اصحاب نے بعد میں جو کچھ بیان کیا وہ مہاجرین سے سنا ہوا تھا۔

اوّل۔ تو راوی صحابہ کی خود صراحت کہ انہوں نے حدیث کو نبی صلعم تک پہنچایا۔ اس بات میں کافی دلیل ہے۔

دوم یہ قدرتی امر ہے کہ جب انصار کبار نے معراج کے متعلق اپنے مہاجر بھائیوں سے کچھ سنا۔ تو اُن کے شوق و ذوق کا تقاضا یہی ہونا چاہیئے تھا۔ کہ وہ خود سرور عالم کی زبان سے سننے کی درخواست کرتے۔ جیسا کہ محدثین میں ہمیشہ علو اسناد کے حاصل کرنے کا شوق پایا گیا ہے۔ یہ صرف قیاس ہی نہیں بلکہ بعض روایات میں صراحتہً اس کی بابت الفاظ موجود ہیں۔ حدیث شداد بن اوسؓ میں ہے۔

قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ اُمِرَتْ بِکَ لفظ قُلْنَا پر غور کرنا چاہیے۔ کہ یہ درخواست ایک مجمع صحابہؓ کی طرف سے تھی۔

صحیحین کی روایت مالک بن صعصعہ میں ہے اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَھُمْ (خود نبی کریم صلعم نے ان سے حدیث بیان فرمائی)

لہٰذا معراج کی احادیث مرفوعہ خواہ اُن کے راوی مہاجرین ہیں۔ یا انصار سب کی سب نبی صلعم سے سُنی ہوئی ہیں۔

بعض صحابہؓ مثلاً ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے نبی صلعم سے روایت براہ راست بھی کی ہے اور بالواسطہ کسی دوسرے صحابیؓ سے بھی۔ اُن کی طرف سے ہر دو گونہ روایات ہیں۔ اس تمیز کا قائم رکھنا بھی ثابت کرتا ہے۔ کہ انہوں نے مرسل کو مرفوع کہنے کی جرأت کبھی نہیں کی۔

یہ امر اور بھی موجب اطمینان ہے۔ کہ صحیحین کی احادیث واقعہ معراج کے متعلق زیادہ مکمل اور زیادہ مفصل ہیں۔

اب واقعات معراج کو بیان کیا جاتا ہے

(۱) صحیح مسلم کی حدیث میں طریق ثابت عن انس میں ہے "میں سواری پر سوار ہوا۔ اور بیت المقدس پہنچا۔ سواری کو اسی حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ مسجد میں جا کر میں نے دو رکعت نماز ادا کی اور وہاں سے آسمان کی طرف عروج ہوا"

(۲) ابن ابی حاتم کی ایک روایت عن یزید بن ابی مالک عن انس میں نماز بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے کہ

"میرے پہنچ جانے کے بعد وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اذان دی گئی اور اقامت کہی گئی۔ صفیں درست ہو گئیں۔ میں انتظار میں تھا۔ کہ نماز کون پڑھائے گا۔ جبرائیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کھڑا کر دیا۔ بعد از نماز جبرئیل نے پوچھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں جبرئیل نے کہا یہ سب وہ انبیاء ہیں۔ جو منجانب اللہ مبعوث ہو چکے"

(۳) امام احمد کی روایت عن عبید بن آدم میں بیت المقدس کے متعلق یہ صراحت ہے

کہ۔

"جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پہنچے۔ تب کعب سے پوچھا۔ کہ مجھے نماز کہاں پڑھنی چاہیئے۔ اس نے کہا صخرہ کے پیچھے۔ امیر المومنین نے کہا۔ نہیں میں وہاں پڑھوں گا جہاں نبی صلعم نے پڑھی تھی"۔

(۴) مالک بن صعصعہ کی حدیث من طریق انس رضی اللہ عنہم بھی صحیحین میں موجود ہے۔

مالک بن صعصعہ نہایت ہی قلیل الروایت ہیں۔ حتیٰ کہ اکثر محدثین کا خیال ہے۔ کہ اس ایک حدیث کے سوا ان سے اور کوئی حدیث مروی ہی نہیں۔ ایسے بزرگوار نے حدیث کو نہایت ہی اتقان کے ساتھ یاد رکھا اور روایت کیا ہوگا۔ کیونکہ ان کی ساری عمر کی کمائی یہی ہے اور غالباً یہی پختہ ہے۔ کہ انسؓ نے خود مرفوعاً روایت کرنے کے بعد بھی بزرگوار ابن صعصعہ سے روایت کرنا اپنے لئے موجب مخر و مسرت سمجھا۔ اب مالک بن صعصعہ والی حدیث ہی کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

"نبی صلعم نے فرمایا۔ کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔ (قتادہ نے لفظ "حطیم" کی جگہ کہیں لفظ "حجر" بھی استعمال کیا ہے۔ دونوں نام ایک ہی مقام کے ہیں یعنی خانہ کعبہ کی اندر کی وہ زمین جسے قریش نے باہر چھوڑ دیا تھا) جب آنے والا (جبرائیل) میرے پاس آیا۔ اس نے اپنے ساتھی (میکائیل) سے کہا۔ کہ ان تین میں سے درمیان والے نبی صلعم ہیں۔ پھر وہ میرے پاس آیا۔ سینہ سے لے کر زیر ناف تک میرا جسم شق کیا۔ پھر سونے کا طشت لایا گیا۔ جو ایمان و حکمت سے پُر تھا۔ میرے قلب کو دھویا اور ایمان و حکمت سے بھر دیا۔ پھر زخم درست کر دیا۔ پھر میرے لئے سواری لائی گئی۔ جس کا قد خچر سے کم اور حمار سے اونچا تھا۔ اس کا قدم اس کی حد بصر تک پڑتا تھا۔ مجھے سوار کیا گیا۔ جبرئیل میرے ساتھ ساتھ چلا۔ آسمان دنیا تک مجھے لے کر پہنچ گیا۔ دروازہ کھلوایا۔ اندر سے پوچھا کون۔ کہا جبرئیل۔ کہا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمدؐ۔ انہوں نے کہا کیا آپ کو بلوایا گیا؟ جبرئیل نے کہا ہاں فرشتوں نے مرحبا کہا۔ اور کہا کہ خوب تشریف لائے دروازہ کھلا میں اندر گیا تو وہاں آدم تھے۔ جبرئیل نے کہا یہ تمہارے ابا آدم علیہ السلام ہیں۔ سلام کیجئے میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اور ابن صالح و نبی صالح فرما کر مرحبا بھی کہا۔

پھر جبرئیل دوسرے آسمان تک پہنچے دروازہ کھلوایا (وہی گفتگو پہلے آسمان والی ہوئی) میں اندر گیا۔ تو۔ ہاں تیسرے دو عیسیٰ تھے یہ دونوں خالہ زاد بھائی۔ جبرئیل نے بتایا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اور اخ صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا بھی کہا۔

پھر تیسرے آسمان پر گئے (وہی گفتگو ہوئی دروازہ کھلا) وہاں یوسفؑ تھے۔ سلام و جواب کے بعد انہوں نے بھی اخ صالح و نبی صالح کے الفاظ میں مرحبا کہا۔

پھر جبرئیل چوتھے آسمان تک بلند ہوا۔ دروازہ کھولنے کو کہا۔ پوچھا کون؟ کہا جبرئیل پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمدؐ۔ پوچھا کیا بلوائے گئے ہیں؟ کہا ہاں۔ فرشتوں نے مرحبا کہا اور میرے جانے پر اظہار خوشی کیا۔ اندر گئے تو وہاں ادریسؑ تھے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور اخ صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

اسی طرح پانچویں آسمان والے فرشتوں کی بات جبرئیل سے ہوئی میں اندر گیا۔ وہاں ہارونؑ ملے سلام کا جواب دے کر مجھے اخ صالح و نبی صالح کے ساتھ مرحبا کہا۔

اسی طرح چھٹے آسمان پر جبرئیل اور فرشتوں کی گفتگو ہوئی۔ میں اندر گیا۔ تو وہاں موسیٰؑ تھے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اور اخ صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

میں ان سے آگے گیا تو موسیٰ رو پڑے۔ پوچھا گیا۔ کہ تم کیوں روئے؟ کہا یہ نوجوان میرے بعد نبی ہوا اور اس کی امت کے لوگ میری امت سے بہت زیادہ تعداد میں داخل جنت ہوں گے۔

پھر ساتویں آسمان پر جبرئیل پہنچا۔ فرشتوں سے گفتگو ہوئی۔ اور وہاں میں نے دیکھا کہ ابراہیمؑ موجود ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اور ابن صالح و نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک اٹھایا گیا۔ اس کا پھل بڑی چاٹوں جیسا اور اس کے پتے ہاتھی کے کان جیسے بڑے ہیں۔ جبرئیل نے بتایا کہ سدرۃ المنتہیٰ یہی ہے۔ وہاں چار نہریں دیکھیں دو اندر بہتی تھیں۔ دو کھلم کھلا۔ جبرئیل نے بتایا کہ اندر اندر چلنے والے دریا تو بہشت کے دریا ہیں۔ اور کھلے چلنے والے نیل و فرات۔

پھر سامنے بیت المعمور نمودار ہوا (قتادہ جو راوی حدیث ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حسن نے ہم کو ابو ہریرہؓ سے انہوں نے نبی صلعم سے یہ بیان کیا تھا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ بیت المعمور میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں۔ اور پھر لوٹ کر نہیں آتے۔ اس قدر ایذا دہی کے بعد قتادہ نے پھر حدیث انس کی طرف رجوع کیا) نبی صلعم نے فرمایا۔ پھر میرے سامنے شراب اور دودھ کے برتن پیش کئے گئے میں نے دودھ لے لیا۔ جبرئیل نے کہا یہی وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے۔ پھر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ روزانہ پچاس نمازیں۔ پھر میں نیچے آیا اور موسیٰ تک پہنچا۔ تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں روزانہ۔ موسیٰ نے کہا کہ آپ کی اُمت میں اس کی استطاعت نہ ہوگی۔ اور میں نے بنی اسرائیل کی اُمت کا امتحان کر چکا ہوں۔ اور بنی اسرائیل کی تدبیر کرتا رہا ہوں۔ آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں اور امت کے لئے تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس گیا۔ دس نمازیں کم کر دی گئیں میں نے لوٹ کر یہی موسیٰ کو بتایا۔ وہ بولے پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس گیا۔ اور دس نمازوں کی تخفیف کر دی گئی۔ میں نے پھر موسیٰ کو یہی آکر بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ پھر واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں واپس گیا۔ تب دس نمازوں کی اور تخفیف کر دی گئی۔ انہوں نے پھر کہا کہ واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں اسی طرح جاتا رہا حتیٰ کہ پانچ نمازوں کا حکم ہو گیا۔ اور میں نے موسیٰ کو یہ بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی امت میں اس کی استطاعت بھی نہ ہوگی۔ مجھے لوگوں کا خوب تجربہ ہے۔ اور میں نے بنی اسرائیل کے لئے بڑی بڑی تدبیریں کی ہیں۔ لہٰذا واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔

رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا کرتا شرمسار بھی ہو گیا ہوں۔ اب تو میں اسی کو خوشی سے مانوں گا۔ اور تسلیم کر لوں گا۔ اس وقت پکارنے والے کی ایک آواز آئی۔ کہ میں نے اپنے فریضہ کو جاری کر دیا۔ اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی +

وہ (شیخین کی حدیث عن انس میں مزید یہ ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نبی صلعم سے یوں روایت کیا کرتے تھے کہ

آدمؑ جب دائیں جانب دیکھتے تب ہنستے اور جب بائیں جانب دیکھتے تب روتے۔

+ یعنی نمازیں پانچ اور ثواب پچاس کا۔ ۱۲ منہ

جبرئیل نے نبی صلعم کے پوچھنے پر بتلایا کہ دائیں بائیں اولاد آدمؑ کی ارواح ہیں۔ دائیں جانب اہل جنت ہیں، بائیں اہل نار۔ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنس پڑتے ہیں اور بائیں کو دیکھتے ہیں۔ تو رو پڑتے ہیں۔

(۶) زہری کہتے ہیں کہ ابن حزم نے مجھے بتلایا کہ ابن عباس اور ابا حبۃ الانصاری یہ بھی کہا کرتے تھے کہ۔

"نبی صلعم فرماتے تھے۔ کہ مجھے بلندی پر لے جایا گیا۔ اور میرے سامنے مستوی آگیا۔ میں صریف الاقلام سنتا تھا۔

(پانچ نمازوں کی تعیین کے بعد) موسیٰ بھی میرے ساتھ چلے۔ میں سدرۃ المنتہیٰ پر واپس آیا۔ اس پر ایسے رنگا رنگ الوان پڑ رہے تھے۔ کہ جن کی صفت بیان سے باہر تھی۔ پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا۔ جس کی کنگریاں آبدار موتی ہیں۔ اور جس کی زمین مشک خالص کی ہے"۔

ساتوں آسمانوں پر آٹھوں انبیاؑ کی ملاقات کا راز

مختلف آسمانوں پر الگ الگ انبیاء علیہم السلام کی ملاقات بہت سی نصائح دینی پر مشتمل ہے

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح شاہان عالم عزیز مہمان کے اکرام کے لئے اپنی سرحد خاص سے لے کر دربار خاص تک درجہ بدرجہ امراء عظام کو مقرر کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ان انبیاء کرام کا تعین بھی آسمان اوّل سے آسمان ہفتم تک کیا گیا۔

(۲) آدمؑ اول البشر ہیں۔ ادل الانبیاء ہیں۔ اس لئے انکا تعلق آسمان اوّل سے ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ آدمؑ ہیں جن کو ترک جنت کا الم اٹھانا پڑا۔ مگر جب زمین پر آئے اور خلافت الارض کا تاج اُن کے سر پر رکھا گیا۔ اور اُن کی اولاد در فقاء سے زمین آباد ہوگئی۔ تب اُن کا وہ الم مبدل بہ سرور ہوگیا۔

نبی صلعم بھی "اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلٰی اللّٰہِ" کو ترک کرنے والے تھے۔ لیکن اقامت مدینہ طیبہ اشاعت اسلام اور نشر علوم کا سبب تھی۔ یہیں سے نصرت و فتح کے اعلام بلند ہوئے۔ اور یہی بلدہ طیبہ حضور کے خلفاء کا بھی مستقر ثابت ہوا۔

(۳) یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام میں قرابت بھی ہے۔ مسیح نے اصطباغ بھی یحییٰ سے پایا تھا۔

احوال زہد و محنت میں بھی دونوں متحد الاحوال ہیں۔ اس لئے وہ دونوں ایک ہی مقام پر جمع تھے اور دونوں کو نبی صلعم کے زہد و توکل اور اعراض عن الخلق و استقبال کا دکھلانا بھی مقصود تھا۔ یحییٰؑ نے اپنا کام عیسیٰ مسیحؑ پر چھوڑا تھا۔ اور عیسیٰ مسیحؑ نے اکمال صداقت اور اتمام حقانیت کا حضور کے ہاتھوں سے پورا ہونا بتلایا تھا۔ لہذا ضروری تھا۔ کہ دونوں بزرگوار اپنی بہترین تمناؤں کو مکمل شدہ حالت میں دیکھ لیتے۔

(۴) یوسفؑ کے احوال مبارکہ کو نبی صلعم سے مماثلت کلی ہے۔ دونوں صاحب الجمال والکمال ہیں۔ دونوں کو امتحانات سابقہ دینے پڑے۔ دونوں میں عفو و کرم کا دور ہے۔ دونوں نے اخوان جفا پیشہ کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کے مژدہ سے جان بخشی فرمائی ہے۔ دونوں صاحب امر و حکومت ہیں۔ اور دنیا سے پوری کامرانی و حکمرانی اور جاہ و جلال کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں۔

(۵) چوتھے فلک پر ادریسؑ کی ملاقات ہوئی۔ کثرت درس اور توغل تعلیم اور شغف تدریس میں ادریسؑ کا خاص درجہ ہے۔ اور یہی کیفیت نبی صلعم کی تھی يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ حضور ہی کے القاب گرامی میں داخل ہے۔

(۶) پانچویں پر ہارونؑ ملے۔ ہارونؑ اپنی قوم دامت میں ہر دل عزیز اور محبوب قلوب تھے ہارونؑ مسجد کے امام تھے۔ ہارونؑ تفرقہ و فرقہ بازی کو سب سے بُرا سمجھتے تھے اور یہ وہ صفات عالیہ ہیں۔ جن کے انوار حضور کی سیرت میں واضح و آشکار ہیں۔

(۷) چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ کی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب شریعت بھی ہیں۔ صاحب کتاب ہیں۔ غازی و مجاہد ہیں۔ مہاجر و مناظر بھی۔ نبی صلعم کے ساتھ ان محاسن میں مشابہ تر ہیں۔ ان کا رتبہ ان مجموعی محاسن کی وجہ سے پانچوں آسمانوں والے انبیاء سے بڑھ کر خاص امتیاز رکھتا ہے۔

(۸) ساتویں آسمان پر سیدنا ابراہیم صلے اللہ علیہ و آلہ وبارک وسلم نظر آئے۔ یہی بانیٔ کعبہ مقدسہ ہیں اور یہی کعبہ آسمانی (بیت المعمور) کے مہتمم ہیں۔ یہی امام خلق ہیں خلیق الرحمٰن ہیں نبی صلعم نے کعبہ کو ارجاس اوثان سے پاک کیا۔ نبی صلعم کی مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے کعبہ کو قبلہ نماز بنایا۔ نبی صلعم ہی نے ملت حنیفیہ کو زندہ کیا نبی صلعم ہی نے

مناسک حج کو سنت ابراہیمیہ کے مطابق حکم فرمایا۔ نبی صلعم نے درود پاک میں اپنے نام کے ساتھ ابراہیم اور آل کی آل پاک کے نام کو شامل فرمایا۔ نبی صلعم حلیہ کے لحاظ سے بھی سیدنا ابراہیم سے نہایت مماثل تھے۔

جو رفعت حضور کو مقام ابراہیم ربیت المعمور سے اوپر حاصل ہوئی اس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ حضور ہی مقام محمود والے ہیں۔ اور حضور ہی اَدْنٰی وَمَنْ دَنَا فَتَدَلّٰی فرمانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

قرآن کریم اور معراج شریف

قرآن کریم نے واقعہ معراج کو دو سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

اوّل۔ سورہ بنی اسرائیل جس کے آغاز ہی میں یہ آیات ہیں۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

کلمہ "سبحان" تنزیہہ کے لئے آیا ہے اور شروع کلام میں اس لئے لایا گیا ہے کہ جن واقعات بعد کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔ اللہ کی قدرت اور طاقت اُس کو ظہور میں لانے سے عاجز و درماندہ نہیں۔ لَیْلًا کی تنوین رات کی مقدار قلیل کو ظاہر کرتی ہے۔

بِالَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ اسی مقام کے قرب و جوار میں اشجار ثمرہ اور انہار جاریہ اور ثمرہ مبارکہ زیتون وغیرہ ہے۔ اسی کا حوالی انبیاء کثیر کا مہبط وحی اور معجزات باہرات کا مصدر رہا ہے +

مِنْ اٰیٰتِنَا سے مراد وہ مشاہدات ارضی بھی ہیں۔ جو بنی اسرائیل کے اقبال و ادبار اور شرف و ذلت کی زندہ زبان ہیں۔

اور وہ مشاہدات عظمیٰ بھی اسی لفظ میں شامل ہیں۔ جو حضور نے مسجد اقصیٰ سے عروج کے بعد ملکوۃ السمٰوٰت والارض میں ملاحظہ فرمائے۔

دوم۔ سورہ النجم میں ذکر ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر تدبر کرو۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی اُس نے اپنے رب کی ان آیات کو دیکھا جو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں "کبریٰ" بزرگ تر ہونے کی صفت سے موصوف ہیں +

اس کے تحت میں جبرئیل کا بصورت اصلی یا سدرۃ المنتہیٰ اور اس پر چھا جانے والے انوار قدسیہ کا بصورت تجلی یا جنت و نار کا بہیئت موجودہ یا عجائبات ملکوت کا تفصیلی معاینہ کچھ بھی لکھ دیا جائے۔ لیکن یہ سب کے سب اپنی مجموعی شان میں بھی لفظ کبریٰ کے سامنے کم ہی ہوں گے۔ اس لئے ان کا حصر و تعقل دشوار ہے۔

ب۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ اس آیت میں نبی صلعم کے شوق دید کا بھی بیان ہے اور مراعات حسن ادب کا بھی ذکر ہے اور نبی صلعم کے ثبات و وقار اور تحمل و استعداد رویت کا بھی تذکرہ ہے۔

موسیٰؑ کے حال میں فرمایا گیا ہے فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی۔ تب پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔)

سیدنا محمد صلعم خوب آنکھیں بھر کر اُن انوار کو دیکھ رہے ہیں۔ مشتاق آنکھ نہ جھپکتی ہے اور نہ اِدھر اُدھر تاکتی ہے۔ قوت رویا یہ متوجہ نمائش ہے اور بصارت محمدیہ کمال قوت نظارہ کے ساتھ وقف دید صلعم۔

ج۔ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔ (جو کچھ آنکھوں نے دیکھا۔ دل نے اُسے نہیں جھٹلایا)

بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ روشن صاف آنکھیں ایک شے کو دیکھتی ہیں۔ اور دل آنکھ کی دیکھی ہوئی حالت کو جھٹلاتا ہے۔ مثلاً ہم ہر صبح کو دیکھتے ہیں۔ کہ سورج ایک زرین طشت کی صورت میں مشرق سے نمودار ہوتا ہے۔ اُس کا قد و قامت اُس وقت اتنا چھوٹا نظر آتا ہے۔ کہ کرہ ارض سے کروڑوں حصے کم ہوگا لیکن دل کہہ دیتا ہے کہ ایسا سمجھنا آنکھ کی غلطی ہے یہ تو زمین سے کروڑوں حصے بڑا ہے اور یقیناً بڑا ہے۔

ہم پانی کے اندر گری ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ اُبھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ حالانکہ آنکھ کا اُسے ایسا دیکھنا غلط ہوتا ہے۔

ہم سورج کی روشنی کو دیکھ کر اُسے صرف ایک صاف سفید روشنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دل بتلاتا ہے کہ اس روشنی میں سات رنگوں کا اجتماع ہے۔

جب دیدہ و دل میں ایسا اختلاف پایا جاتا ہے۔ تب یہ سمجھنا کہ آنکھ حقیقت اصلیہ کو

دیکھ رہی ہے غلط ہوتا ہے۔ لیکن جب حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر دل و دیدہ کا یقین اور وثوق اور اعتبار مجتمع ہو جائے تو شک نہیں کہ یہ نظارہ بصیرت افروز اور بصارت افزا ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا یہی مقصود ہے۔ کہ نبی صلعم کے نظارہ پاک کو جملہ ظنون و شکوک سے برتر اور جملہ صداقتوں اور حقیقتوں پر حاوی یقین کرنا چاہیئے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (پھر اپنے بندہ پر جو وحی بھی بھیجنی تھی وہ بھیجی)

آیات بالا میں دیدہ و دل کی کیفیات کا ذکر تھا۔ اس آیت میں گوش و دل کے حقائق کا ذکر ہے۔ مَا اَوْحٰی کا لفظ اجمال کے لئے نہیں۔ بلکہ تفخیم کے لئے ہے۔ اس سے تفخیم وحی بھی مقصود ہے اور یوحی الیہ کی تعظیم بھی۔ اور اُن کی عظمت اصلیہ تو لفظ عبد میں پنہاں ہے پنہاں بھی ہے اور عیاں بھی۔

کچھ شک نہیں کہ واقعہ معراج نبی صلعم کے مقامات اعلیٰ سے ایک برترین مقام ہے۔ اور اس واقعہ کے ذکر میں اللہ تعالےٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں بھی اور سورہ النجم میں بھی لفظ عبد ہی کا استعمال فرمایا ہے تاکہ مخلوق الٰہی خوب سمجھ لیں اور اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں کہ اُس مقدس ہستی کے لئے بھی جس کی شان "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" سے آشکار ہے۔ سب سے بلند ترین مقام عبودیت ہی کا ہے۔ اور ہم سب کو اسی مقام عبودیت میں ارتقاء بقدر قابلیت و استعداد کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ بیشک اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ کے معانی بھی اس نکتہ سے حل ہوتے ہیں۔ کیونکہ اظہار عبودیت، و بیان عجز و افتقار اور تشکل بندگی و ابتہال کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی صورت متحقق نہیں۔

بیداری و خواب کی بحث

بعض علماء کو آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ سے یہ خیال ہوا ہے کہ اس آیت کا اشارہ معراج کی طرف ہے اور چونکہ اسے رؤیا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہٰذا معراج کے واقعات خواب میں نظر آئے تھے۔

اس اشکال کو امام لغت ابن وحیہ نے حل کر دیا ہے کہ رویت و رؤیا کا استعمال

بمعنی واحد ہوتا ہے اہل لغت کا قول ہے رَأَیْتُ رُؤْیَۃً وَرُؤْیَا قُرْبَۃً وَقُرْبٰی ہے۔ اب یہ وہم اُٹھ گیا کہ رؤیا صرف خواب ہی کے لئے مستعمل ہے۔

زمخشری نے جو ائمہ لغت و معانی و بیان میں سے ہیں اپنی تفسیر کشاف جلد دوم ص۱۹۱ پہ آیت بالا کے تحت میں لکھا ہے کہ اس رؤیا کا تعلق واقعہ بدر سے ہے۔ جبکہ حضورؐ نے ہر ایک کافر کے گرنے کا نشان و مقام بھی بتلا دیا تھا۔ اور کفار حضورؐ کے اس ارشاد کو استہزاء ہی بتاتے رہے۔ بعد ازاں لفظ قیل کے ساتھ اس نے یہ بیان کیا ہے۔

"اِنَّمَا سَمَّاهَا رُؤْیَا عَلٰی قَوْلِ الْمُکَذِّبِیْنَ حَیْثُ قَالُوْا لَهٗ لَعَلَّهَا رُؤْیَاءُ رَأَیْتَهَا وَخَیَالٌ خَیَّلَ اِلَیْكَ"

"لفظ رویا کا استعمال تکذیبین کے استعمال کے موافق ہے۔ وہ معراج کا حال سُن سن کر کہتے تھے۔ کہ شاید خواب دیکھا ہوگا۔ شاید خیال ہوگا۔

اس کی مثال ان آیات میں ہے فَرَاغَ اِلٰی اٰلِهَتِهِمْ۔ اَیْنَ شُرَكَآءِیْ۔ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ۔

اب محدثین کی سُنئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کے تحت میں بروایت عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ الفاظ تحریر کئے ہیں۔

"هِیَ رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ رَأَتْهُ عَیْنَاهُ" (یہ آنکھ کا نظارہ تھا جو نبی صلعم کو شب اسریٰ دکھلایا گیا)

ابن عباسؓ بہتر امت محمدیہ اور ادعیائے رسول پاک) بہترین مفسر قرآن ہیں۔ اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ وہ لغت، و ادب کے بھی ائمہ عظام میں سے ہیں۔

میرا ایمان ہے کہ نبی صلعم کا معراج بیداری اور جسم کے ساتھ تھا۔ یہی اعتقاد اکثر ائمہ اہلسنت محدثین و فقہاء تابعین و صحابہ کا ہے جو لوگ ایسے واضح ثبوت کے بعد بھی معراج

لہ میرے سامنے جو صحیح بخاری موجود ہے اور بہ قام بمبئی ۱۲۶۰ھ میں لکھی گئی، اور ۱۲۷۰ھ میں چھاپی گئی اُس میں لفظ رُؤیا (بالالف) ہے آیت میں بھی اور تفسیر ابن عباس کے الفاظ میں بھی۔ اس لئے میں نے اس جگہ بالالف نقل کیا ہے مگر میرے پاس ایک پرانی قلمی صحیح بخاری ہے۔ اس میں وما جعلنا الرویا تو رسم الخط قرآنی کے مطابق لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔ ۱۲ منہ

کو خواب ہی سمجھا کریں۔ وہ حدیث ذیل پر ذرا غور کریں ؎

عَنِ الشَّیْخَیْنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ حِیْنَ اُسْرِیَ بِیْ اِلَی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ۔

صحیح بخاری و مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کفار نے میرے بیت المقدس تک جانے کو جھٹلایا اور نشانات پوچھنے لگے۔ تب حطیم میں کھڑا ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں عمارت کو دیکھتا جاتا تھا۔ اور جو جو نشان وہ پوچھتے میں اُن کو بتاتا جاتا تھا ؎

یہ ظاہر ہے۔ کہ اگر حضور نے واقعات معراج کو خواب کے رنگ میں بیان کیا ہوتا تو کفار بیت المقدس کے نشان پتے دریافت کرنے کا کیا حق رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی کیا ضرورت تھی کہ بیت المقدس کو حضورؐ کے سامنے ظاہر و جلوہ گر کر دے اور حضورؐ اسے دیکھ دیکھ کر سب نشانات کے جوابات بھی دیتے رہیں۔

خواب کے لئے تو اتنا ہی جواب کافی تھا۔ کہ میں تو اپنا خواب بیان کر رہا ہوں پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو اپنی آیات کبریٰ دکھلائیں اور وراء الوراء کی سیر کرائی ؎

طے کنم این نامہ را گر نکنم چوں کنم
حوصلۂ خامہ نیست تاب رقم داشتن

فصل چہارم

معجزات نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لفظ معجزہ عجز سے بنایا گیا ہے۔ عجز کا استعمال لفظ قدرت کے مقابلہ میں کیا جاتا ہے۔

دراصل عجز سے یہ مفہوم لیا گیا ہے۔ عجز انسان کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں کَاَنَّھَا اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ میں یہی معنے ملحوظ ہیں۔ پھر اس عجز سے کسی کام میں تاخیر رہنے کا مفہوم اور پھر اس سے درماندگی کا مفہوم لیا جاتا ہے۔

عَجُوْز اُس مرد یا عورت کو کہتے ہیں۔ جو پیرانہ سالی کی وجہ سے بہت سے امور کرنے سے درماندہ و عاجز رہ جائے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب قابیل کے سامنے ایک کوّے نے دوسرے کوّے پر مٹی ڈال کر اُسے زیر خاک کیا۔ تب قابیل بولا یٰوَیْلَتٰی اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ (افسوس میں تو اُس کوّے جیسا بھی نہ ہوا) کوّے جیسا بننے میں عاجز رہ گیا۔

اللہ تعالےٰ نے سرکش کفار سے فرمایا ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ۔ یاد رکھو کہ تم لوگ اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے۔

اس لغوی معنے کے بعد لفظ معجزہ کا استعمال عام طور پر انبیاء اللہ کے اُن افعال نبوت پر کیا جانے لگا ہے۔ جو اُن کی شانِ نبوت کے مظہر ہوتے ہیں۔

بروئے تواریخ یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ لفظ معجزہ کا استعمال اس خاص معنی میں کس زمانہ سے ہونے لگا۔ اور وہ پہلا کون شخص تھا۔ جس نے اس مفہوم میں اس کا استعمال کیا۔ مگر اس امر کا مجھے اطمینان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یا نبی صلعم کے کلام میں یا کسی دوسرے نبی کے

کلام میں اس لفظ کا اس معنی میں استعمال کہیں بھی نہیں ہوا۔

اب لفظ معجزہ کی تعریف کی طرف آیئے۔

"معجزہ کو معنے معینہ الا میں معجزہ کہنے والے کہتے ہیں کہ معجزہ وہ ہے جو خارق عادت ہو"

اس تعریف کے بعد ہی وہ اس بحث میں پڑ جاتے ہیں کہ کیا خرق عادت ممکن بھی ہے یا نہیں؟

عادت کے معنے کئے جاتے ہیں "استمرار قوانین فطرت"۔

اور خرق کے معنے کئے جاتے ہیں "بطلان استمرار مذکورہ"

مبحث کے اس مقام پر پہنچکر اہل قلم چند اصناف پر منقسم ہو جاتے ہیں۔

اوّل۔ وہ جو فطرت کے لئے کسی مقررہ قانون کا ہونا بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں پر بازار معقولات میں خوب خوب آوازے کسے جاتے ہیں۔

دوم۔ وہ جو قانون فطرت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور ایسے قانون کی تنسیخ (یعنی خرق) جائز نہیں سمجھتے۔ یہ قسم بھی دو اصناف پر مشتمل ہے

الف۔ جو طرق عادت کو نہ ملتے ہوئے کسی ثابت شدہ واقعہ کا وجود یا امکان بھی نہیں مانتے

ب۔ وہ جو کسی ثابت شدہ واقعہ کی ایسی تاویل کرتے ہیں۔ جس سے خرق عادت کا ہونا صحیح نہ سمجھا جائے۔

سوم۔ وہ ہیں جو قانون فطرت میں مستثنیات کا اندراج بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس لئے ہر ایک ثابت شدہ واقعہ کو خود قانون فطرت ہی مان لیتے ہیں۔ اس لئے کہ استثنائے قانون کا وجود بھی پہلے سے اس قانون کے اندر موجود تھا۔

معجزات سے منکرین۔ یا اوّلین یا ثانین کا شمار انہیں اقسام ثلثہ میں آ جاتا ہے۔

ان اقسام ثلثہ کا تعلق متعلقین لفظ خرق عادت سے تھا۔ لیکن ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو لفظ معجزہ کی تعریف "خرق عادت" سے نہیں کرتے اور لفظ خرق عادت کا استعمال ہی نہیں کرتے وہ صرف یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ معجزہ نبی اللہ کے اس فعل کو کہتے ہیں۔ جو اُس وقت دوسروں کو ویسا فعل کرنے سے عاجز بنا دے۔ اس تعریف میں خدشہ یہ رہ جاتا ہے کہ اگر کسی دوسرے وقت میں کوئی غیر نبی اُس فعل کے کرنے پر قادر ہو جائے۔ تو اس میں بھی صورت التباس

پیدا ہو جاتی ہے۔

ان تمام غلطی میں پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے علماء محققین نے یہ راہ اختیار کی کہ جب صحف سماویہ میں لفظ "معجزہ" اور لفظ "خرق عادت" آتے ہی نہیں۔ تو اس خارزار میں دامن الجھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

قرآن مجید تو لفظ آیت کا استعمال کرتا ہے۔ وہ انجیل و تورات میں بھی لفظ نشان ہی کا استعمال ہے۔ اس لئے ہم بھی لفظ آیت ہی استعمال کریں گے۔

استعمال ہذا میں چند فوائد اور بھی ہیں۔

(۱) لفظ آیت نہایت وسیع المعنی ہے۔

الف۔ اس کا استعمال مادیات پر بھی ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے کشتی نوح کو آیت بتلایا۔ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [1]

اللہ تعالےٰ نے رات اور دن کو آیت بتلایا وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ (یٰسین) وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ (حٰمٓ سجدہ)

انسانوں کا مٹی سے بنایا جانا بھی آیت بتلایا وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (روم) [2]

بجلی کی چمک اور بادل کی کڑک کو بھی آیت فرمایا وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ (روم) [3]

آسمان و زمین کی موجودہ بناوٹ و استقامت کو بھی آیت بتلایا۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ (روم) [4]

---

[1] پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی۔ اور کشتی کو سب کے لئے ایک نشان بنایا (عنکبوت)

[2] اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم کو مٹی سے بنایا۔

[3] اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھلاتا ہے۔

[4] اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین ٹھہرے ہوئے ہیں۔

امن عامہ کشائش و آسودگی۔ ترفہ اور سرسبزی کو بھی آیت بتلایا لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ[1] آيَةٌ فرعون کی مردہ لاش کو بھی جو عبرت بخش عالم ہے۔ آیت بتلایا۔ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً (یونس)

سیدنا صالحؑ کی اونٹنی کو بھی آیت بتلایا۔ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ[2] آيَةً (اعراف)

یہی لفظ اللہ تعالےٰ نے عصائے موسیٰؑ اور ید موسیٰؑ کی نسبت بھی جبکہ اُن کا ثعبان اور بیضاء ہو جانے کا امتحان کرا دیا گیا۔ فرمایا ہے۔

مادہ پرست پہلی آیت کو سُنکر ان اشیاء دی کا آیت یا نشان ہونا قابل تو سمجھ بھی نہ خیال کرینگے لیکن اگر ان واقعات کے مقابلہ میں کوئی ایسا واقعہ جس میں ذرا سی ندرت ہو۔ بیان کیا جائے تو جھٹ اُس کا انکار کر بیٹھیں گے۔ اور اُسے خرق عادت قرار دیں گے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ ہر ایک وہ واقعہ جسے بزبان عوام معجزہ کہا جاتا ہے۔ فی الواقع آیت ہے۔ جیسا کہ یہ واقعات بھی آیات ہیں۔ جن کو فہم کی نارسائی۔ یا عدم تدبّر سے آیت نہیں سمجھا گیا

ذرا غور کرو۔ کیا کشتی نوح آیت الٰہی نہیں۔ عقل سے معلوم ہوگا۔ کہ وہ ضرور آیت ہے ایک ایسے طوفان میں جس نے طوفان زدہ رقبہ کے پہاڑوں کو بھی چھپا لیا ہو۔ ایک معمولی کشتی کا بچ رہنا اُس کی سواریوں کا جانبر ہونا۔ جیسا کہ قبل از اُن کو یقین بھی دیا گیا تھا۔ حقیقتاً آیت ہے۔

کیا شب و روز کا وجود آیت نہیں۔ رات۔ اُس کی تاریکی۔ اُس کی دہشت۔ اُس کا سکون رات کو چرند و پرند انسان و حیوان کا طبعاً استراحت پذیر ہو جانا کیا قدرت کا بڑا نشان نہیں دن اُس کی روشنی۔ اُس کی تجلّی۔ اُس کے اشتغال۔ زندگی کی ہنگامہ آرائیاں۔ ہر جاندار شے کا اپنے اپنے مساکن سے نکلنا۔ طلب روزی وغیرہ کا انہماک کیا قدرت کا نشان نہیں۔

کیا انسان کا مٹی سے مخلوق ہونا آیت قدرت نہیں۔ انسان اپنے لئے ہر ایک چیز مٹی سے بناتا ہے۔ یا ہر ایک چیز مٹی سے پاتا ہے۔ معدنیات نباتات۔ جواہرات حیوانات۔ پتھر۔ سیم و زر

---

[1] سبا والوں کو اپنے وطن میں نشانی تھی (رسبا)

[2] تاکہ تو پچھلے آنے والوں کی نشانی بنے۔ اس لئے تیرا لاشہ باہر پھینکا جائے گا

[3] یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے۔ ۱۲ منہ

گھاس پات۔ رزق و فواکہ۔ مکان دالیوان سب کچھ مٹی ہی کے ہیں۔ اگر انسان خود مٹی کا نہ ہوتا تو مٹی میں اُس کے اتنے حقوق بھی نہ ہوتے۔

کیا بجلی کی چمک آیت نہیں۔ دن صاف نکھرا ہوا ہے ہوا تھمی ہوئی ہے۔ اتنے ہی میں کونسی طاقت ہے جو چلتی ہوئی ہوا کو بند کر دیتی ہے۔ سمت مقابل سے دوسری ہوا آتی ہے۔ وہ بادل کو ساتھ ساتھ لاتی ہے بادل سورج کو چھپا لیتے ہیں۔ آبادی پر چھا جاتے ہیں۔ ٹکراتے ہیں۔ غراتے ہیں۔ گویا بیسیوں شیر ہیں۔ جو جنگل میں منگل بنا رہے ہیں۔ انسان کے بچے سہم رہے ہیں۔ دہل گئے ہیں لوگ کاروبار کو مختصر کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ بجلی بھی کوندنے لگتی ہے۔ وہ چمکتی ہے تو سینکڑوں کوس تک روشنی پھیل جاتی ہے۔ مسافر ڈرتا ہے اور زمیندار بے اختیار خوشی سے ہنس رہا ہے کہ اب خوب برسے گا۔ غلہ آئے گا۔ قحط ٹوٹے گا۔ قرض ادا ہوگا۔ بیٹے بیٹی کا فرض بھی اتار سکوں گا۔

ایک ہی چیز ہے۔ جس نے خوف و طمع کے مختلف تاثرات پیدا کر دیئے ہیں۔ اب وہی بجلی ہے جو ٹیلیگراف میں کام کرتی ہے۔ جو لاسلکی اخبار کے لئے تجربہ میں آچکی ہے۔ وہی بجلی ہے جس نے ردِ متجنن بن کر گوشت کے نیچے چھپے ہوئے اعصاب اور استخوان کو آنکھ کے سامنے کر دیا ہے۔ ابھی معلوم نہیں کہ یہ کیا کیا نشان دکھائے گی۔ اور کن کن علوم میں "آیت" بن کر درخشاں ہوگی۔

کیا اس زمین کا قیام آیت نہیں۔ اگر زمین کی حقیقت یہی ہے۔ کہ وہ سورج میں سے ٹوٹا ہوا ایک ٹکڑا ہے۔ تو اس کا بعہد ماضی سورج ہی کا جزو۔ اور جزو ہو کر گرم و درخشاں ہونا ضرور ایک نشان تھا۔ اور پھر اُس گرمی و درخشندگی سے قطعی جدا ہو کر ایک اور صورت میں جلوہ گر ہو جانا ضرور دوسرا نشان ہے۔ کیا یہ نشان لاٹھی سے سانپ اور سانپ سے لاٹھی کے نشان سے کم ہے۔

کیا عالم بالا کا وجود۔ اور اس وجود کا قیام آیت نہیں۔ ہزار دو ہزار ثوابت و سیار کا مقررہ دور مقررہ انضباط کے ساتھ چلنا پھرنا۔ موسموں کا تغیر۔ اور لیل و نہار کا انقلاب ظہور میں آنا کیا آیت نہیں۔

نہیں۔ ہاں!!! قدرت الٰہیہ کی ہر شے آیت ہے۔ اور جب عوام کے اذہان و افہام اسے

آیت سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ تو انبیاء کرام کے بیان سے اُن کا آیت ہونا مسلّم ہو جاتا ہے۔
مجھے اُن سب معجزات کے تسلیم کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں۔ جن کا ثبوت قطعی ہو۔ اگرچہ کسی سائنسدان کا فہم اُس کی علت و اسباب کے سمجھنے میں عاجز بھی ہو۔
اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوقات (مادی و غیر مادی) میں جس قدر خواص پیدا کئے ہیں۔ اُن سب کا احاطہ نہ انسان سے ہو سکتا ہے۔ اور نہ کبھی کسی انسان نے ایسا دعوےٰ کیا ہے۔
اللہ تعالےٰ اپنے برگزیدہ رسولوں پر اسرار کائنات کا انکشاف کر دیتا ہے۔ وہ کیمیائی تدبیر جو قلت کو کثرت سے بدل دے۔ یا ہوا کو پانی بنا دے۔ جو جامد کو متحرک یا متحرک کو جامد بنا دے۔ اُن کے علم و تجربہ میں ہوتی ہیں۔ نیز اُن کا علم اور تجربہ اور تدبیر اہل دنیا کی طرح آلات یا مشق یا تدریجی معلومات کا منت پذیر نہیں ہوتا۔
ہم یہ سب باتیں معجزات انبیاء کو قریب بالفہم کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ لیکن ایمان کی بات یہ ہے کہ کُنْ فَیَکُوْن ارشاد کرنے والے کی طاقت اور قدرت انبیاء اللہ کی تائید و نصرت میں ہوتی ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کو یہ منظور ہوتا ہے۔ کہ کسی مقدس ہستی کا برگزیدہ بارگاہ ربانی ہونا عوام پر بھی ثابت کرے۔ تب اُسی طاقت و قدرت کو انبیاء اللہ کے توسط سے ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ اُسی کو آیات الٰہی کہتے ہیں۔ اور اسی کو معجزات۔
سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلعم کے جو معجزات بروایات صحیحہ ثابت ہیں۔ اُن کا شمار بہت زیادہ ہے۔ اور ہر ایک نبی کے معجزات سے اُن کی تعداد بھی افزوں ہے۔ اور ندرت میں بھی اُن کی شان اعلےٰ ہے۔
ذیل میں چند معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ اہل ایمان کی ترقی ایمان کا موجب ہو اور نبی کریم صلعم کی عظمت اور عظمت کے ساتھ محبت بھی زیادہ دل نشیں ہو جائے۔
میرا ارادہ معجزات پر ایک جداگانہ کتاب لکھنے کا ہے۔ اس وقت مختلف عنوانات کے تحت مختصر واقعات لکھ دینا کافی ہیں۔

نبع الماء

پانی کا معجزہ

قرآن مجید میں ہے

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (البقرہ ع ۷)

جب موسیٰ نے اپنی قوم کی سیرابی کے لئے دعا کی۔ تو ہم نے کہا کہ پتھر کو اپنا عصا مار و۔ تب پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

سورہ اعراف ع ۲۰ میں بھی یہی مذکور ہے۔ فرق یہ ہے کہ سورہ اعراف میں فَانْۢبَجَسَتْ ہے اور البقرہ میں فَانْفَجَرَتْ ہے۔ لفظ انبجاس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پانی پہلے تھوڑا تھوڑا نکلتا تھا۔ اور لفظ انفجار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پھر پانی خوب بہ نکلا تھا۔

آیات بالا سے یہ مستفیض ہے کہ جب پانی کا فقدان ہو اور ساتھ کی تمام جماعت پانی نہ ملنے کی وجہ سے زندگی اور آرام سے مایوس ہو جائے تب لوگ نبی اللہ کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں اور اُس وقت نبی اللہ کی دعا اور برکت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پانی مل جایا کرتا ہے۔

توراۃ کی کتاب الخروج کے ملاحظہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ بیابان سور میں تین دن تک سفر کرنے کے بعد رونما ہوا تھا ۱۵/۲۱ خروج۔ لیکن یہ مذکور ہیں ۱۲ چشموں کا عصائے موسیٰ کی ضرب سے برآمد ہونا نہیں بتلایا گیا۔ بلکہ ظاہر کیا ہے۔ کہ مقام ایلیم میں اُن کو وہ جگہ مل گئی۔ جہاں پانی کے ۱۲ چشمے اور ستر درخت کھجور کے تھے ۱۵/۲۷ خروج۔

اہل اسلام میں جو لوگ معجزات کی تاویلات کرنے میں مشاق ہیں۔ انہوں نے معجزہ موسوی کی تاویل اس طرح کر دی۔ کہ پہاڑ میں سے پانی کا رستا۔ بہنا ایک معمولی امر ہے کسی چشمہ کا اور سوت کا بیرونی رکاوٹوں سے بند ہو جانا بھی ایک معمولی بات ہے۔

جب موسیٰ نے اللہ تعالےٰ سے پانی مانگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُس پتھریلی زمین میں دبے ہوئے چشموں کا نشان بتلا دیا۔ چشموں کو حصا سے پھر نکال لیا گیا۔ اور چشمے بہنے لگے۔

یہ تاویل خواہ الفاظ قرآنی سے کتنی ہی بعید کیوں نہ ہو۔ مگر لفظی معجزہ پھر بھی نہیں ہوتی۔ یعنی

اللہ تعالیٰ کے علم سے ہدایت ملنا اور موسیٰؑ کے فعل سے برکت کا ظاہر ہونا پھر بھی مسلمہ ہتا ہے۔

اب عہد سرور کائنات میں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ الفاظ قرآنی کی تفسیر عملاً کر دکھائے۔ تاکہ موسیٰ کی صداقت اور نبی صلعم کی فضلیت بھی آشکار ہو جائے۔ پتھریلی زمین کی جگہ اب گوشت پوست میں سے پانی کے نکلنے کا عجیب ترین معجزہ ظہور میں آتا ہے۔

واضح ہو۔ کہ فوران ماء و فیضان آب کے واقعے نبی صلعم کی ذات اقدس سے بار بار و مختلف اسلوب سے ظہور میں آئے ہیں۔ احادیث کے تتبع سے واقعات کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

محرم ۶ھ

(۱) جابرؓ سے صحیح مسلم میں بصراحت مذکور ہے کہ ہم غزوہ ذات الرقاع اور وادی[1] افیع میں تھے کہ نبی صلعم نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا۔ جابرؓ ڈھونڈتے لشکر میں ایک قطرہ نہ ملا۔ پھر حضورؐ کے حکم سے جابرؓ اس انصاری کے پاس پہنچے۔ جو حضورؐ کے پینے کا پانی رکھا کرتے تھے۔ وہاں بھی دیکھا تو ایک پرانی مشک رشجب کی۔ ہاتھ پر ایک قطرۂ آب نظر آیا۔ اور بس حکم دیا وہی لے آؤ۔ پھر کاٹھ کا ٹکڑہ منگایا گیا۔ نبی صلعم نے اس میں اپنا ہاتھ انگلیاں پھیلا کر رکھ دیا۔ جابرؓ نے حکم کے مطابق بسم اللہ کہہ کر وہ قطرہ آب اس بحر سخا کے دست مبارک پر ڈال دیا۔ جابرؓ کی عینی شہادت ہے کہ تب انگلیوں میں سے پانی فوارہ وار نکلا۔ پانی نے لکڑی کے ٹکڑے کو بھی چکر دے دیا۔ سب کو بلایا گیا۔ اور سب نے سیرابی حاصل کی۔ جب حضورؐ نے ہاتھ اٹھا لیا تب بھی وہ کٹہڑہ پانی کا بھرا ہوا تھا۔

رحمۃ للعالمین جلد دوم کے لاحظہ سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس غزوہ میں چار سو غازی ہمرکاب مصطفوی تھے۔

ذی قعدہ ۶ھ

(۲) صحیح بخاری میں جابر بن عبداللہ الشہیدؓ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلعم نے وضو کیا۔ پانی ایک رکوہ (کوزہ) میں تھا۔ مسلمان اُسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ نبی صلعم نے پوچھا

[1] فتح کا ترجمہ امع ہے۔ منقول ہے کہ یہ اس وادی کا اسم ہے یا صفت ۱۲ منہ۔

کیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ کہ پانی نہ وضو کے لئے ہے نہ پینے کے لئے۔ بس یہی کوزہ آب ہے۔ جو حضورؐ کے سامنے رکھا ہے حضور نے اسی کوزہ میں ہاتھ رکھ دیا۔ تب پانی حضور کی انگلیوں میں سے پھوٹ پڑا۔ اور تمام لشکر سیراب ہوگیا۔ سب نے وضو بھی کر لئے۔ جابرؓ نے سالم ابن ابی جعد کے سوال پر بتلایا۔ کہ اُس وقت ہم پندرہ سو تھے۔ یہ بھی کہا کہ اگر ایک لاکھ بھی ہوتے۔ تب بھی وہ پانی سب کو کفایت کر جاتا۔

(۳) مقام حدیبیہ ہی کا دوسرا واقعہ بھی جابرؓ نے بیان کیا ہے۔ جو صحیح بخاری میں موجود ہے چونکہ حدیبیہ میں نبی صلعم کا قیام ایک ہفتہ تک رہا تھا۔ اس لئے جمع بین الاحادیث کے قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ واقعہ اوّل پہلے روز کا ہے۔ اُس کے بعد پانی کی پھر ضرورت لاحق ہوئی تب نبی صلعم اُس چاہ پر تشریف لے گئے۔ جس کا نام حدیبیہ تھا۔ اور یہ مقام اسی چاہ کے نام سے معروف تھا۔ چاہ کا پانی خشک ہو چکا تھا۔ بخاری کی روایت بالا میں ہے۔ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَفِيرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبِئْرِ فَمَكَثْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ اسْتَقَيْنَا یعنی نبی صلعم چاہ کی منڈیر پر آ بیٹھے۔ پانی منگایا کُلی کی۔ اور چاہ میں ڈال دی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم چاہ سے پانی لینے لگے۔ اور سیراب ہوئے۔

ڈیڑھ ہزار کے لشکر کے لئے یہ مستقل انتظام تھا۔ امام بخاری نے اس واقعہ کو براء رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ كُنَّا أَكْثَرَ مِمَّا كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ۔

امام احمد کی روایت سے ظاہر ہے کہ چاہ کا پانی اُبل پڑا۔ ہم سے آخری شخص چادر لے کر بھاگا کہ کہیں ڈوب نہ جائے۔ اور پھر یہ پانی نہ نکلا۔

۷ھ ہجری

(۴) عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ہم سفر میں تھے۔ (معارج النبوۃ میں اسے سفر تبوک بتایا گیا ہے) صبح کی نماز دن چڑھے پڑھی گئی۔ کیونکہ سب سوتے رہ گئے تھے۔ مجھے نبی صلعم نے آگے

ملہ یہ قوم خزاعہ سے ہیں اور فضلائے صحابہ میں سے ہیں۔ سنہ خیبر میں مسلمان ہوئے۔ ۵۲ھ میں بمقام بصرہ وفات پائی۔ ۱۲ منہ

آگے چلنے کا حکم دیا ہم کو سخت پیاس لگی۔ راہ چلتے ہوئے ہم کو ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی کے دو مشکیزے تھے۔ اُس سے معلوم ہوا۔ کہ پانی اُس کے گاؤں سے ایک دن اور رات کی مسافت پر ہے۔ صحابہؓ اُس عورت کو نبی صلعم کے پاس لے گئے۔ وہاں عورت نے یہ بھی کہا۔ کہ وہ یتیموں کی ماں ہے۔ نبی صلعم نے اُس کے مشکیزوں کو ہاتھ سے چھوا دیا فَسَبَحَ مِنْ کَلَامِہٖ پانی بہ نکلا۔ چالیس صحابہؓ نے جو سخت پیاسے تھے سیر ہو کر پانی پی لیا۔ اور مشک مشکیزے جتنے ساتھ تھے۔ وہ بھی بھر لیے راویوں کو وہ پانی نہیں پلایا۔ عمران کہتے ہیں کہ اُس وقت وہ مشکیزے پانی سے ایسے بھرے بھرے دیکھے جاتے تھے۔ گویا اب پھٹ پڑیں گے۔ وَھِیَ تَکَادُ تَنْفَضُّ مِنَ الْمَآءِ۔

اس عورت نے گھر جا کر لوگوں سے کہا کہ میں نے بڑے جادوگر کو مل کر آئی ہوں۔ یا اُسے نبی کہنا چاہیئے۔ جیسا کہ اُس کے ساتھیوں کا یقین ہے۔

اس عورت کی اس اطلاع پر بہ دور اُنتا وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ اور وہ بھی اسلام لے آئے۔

عجیب معجزہ ہے کہ دیکھنے والی اُس وقت غیر مسلمہ ہے۔ اور حضور کا ذکر اَسْحَرُ النَّاسِ کے لفظ کے ساتھ کرتی ہے۔ مگر سننے والی قوم فوراً اس نتیجہ پر پہنچ جاتی ہے۔ کہ سحر میں یہ طاقت کہاں۔ کہ پیاسے سیر بھی ہو جائیں۔ اور مشک مشکیزے بھی پُر کریں۔

سحر تو صرف نظر بندی کا نام ہے۔ ساحر قوت مسمریزم سے ناظرین کی قوت متخیلہ پر اور نظر پر اثر ڈالتا ہے۔ اور ایسا معمول کسی شے کو اُس کی حقیقت کے خلاف کچھ اور شے سمجھنے اور دیکھنے لگ جاتا ہے۔ یہ تغیر صرف دیکھنے والے معمول کی نگاہ اور تخیل میں ہوتا ہے ورنہ وہ شے جوں کی توں اپنی اصلیت پر موجود ہوتی ہے۔ سحر کی قریب ترمثال ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی شخص ایک رسّی کو اندھیرے میں سانپ سمجھ لیتا ہے اور اپنی اس سمجھ کی وجہ سے اس پر آثار خوف و ہراس وغیرہ ویسے ہی طاری ہو جاتے ہیں۔ جیسے اصلی سانپ کی موجودگی سے ہوتے حالانکہ وہ رسّی رسّی ہی ہوتی ہے۔ اور اس ڈر پر ک پر وہ بذات خود کسی طرح مؤثر نہیں ہوتی۔

انبیاء کے معجزات میں حقیقت اصلیہ ہوتی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جو نبی کو ساحر سے بلند ارفع و اعلےٰ اور پاک و برتر ثابت کرتی ہے +

قرآن مجید میں ساحران موسیٰ کا قصہ موجود ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اپنے فن میں کمال رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ۔ (اعراف ع ۱۴) اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ سحر عظیم کیا تھا۔

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (طٰہٰ ع ۴) اُن کی رسیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے سحر کی وجہ سے دوڑتی ہوئی خیال کی جاتی تھیں۔

ساحروں کی اس نمائش کا نتیجہ کیا ہوا اَسْتَرْهَبُوْهُمْ (اعراف ع ۱۴) لوگوں کو ڈرا دیا۔ بس ساحروں کی سب سے بڑی کامیابی یہی تھی۔ کہ لوگوں کو یہ تماشا دکھا کر ڈرا دیا۔

پھر موسیٰ کو حکم ہوتا ہے۔ وہ اپنا عصا پھینک دیتے ہیں۔ وہ اژدہا بن جاتا۔ اور جادوگروں کی سب لاٹھیاں اور رسیوں کو ہڑپ جاتا ہے۔ اگر معجزہ موسوی کی حقیقت صرف اتنی ہی ہوتی۔ کہ وہ عصا صرف ساحروں کی نگاہ میں اژدہا نظر آنے لگ جاتا تو ساحروں کے دلوں پر بھی اتنا ہی اثر ہوتا۔ جتنا فرعون کے دل پر ہوا تھا۔ یعنی اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ (یہ تمہارا بڑا گرو ہے) مگر ساحر تو فوراً سمجھ گئے۔ کہ موسیٰ کا کام صد سحر سے بالا تر ہے۔ وہ دیکھتے ہیں۔ کہ وہ سانپ رسیاں اور سینکڑوں لاٹھیاں موجود نہیں ہیں۔ اس لئے ثعبان موسوی کا ان رسیوں اور لاٹھیوں کو ہڑپ کر جانے کا نظارہ صرف تخیل ہی نہ تھا۔ بلکہ حقیقتاً تھا۔ اور بہترین صداقت رکھتا تھا۔ اسی اصلیت پر فائز ہو جانے کے بعد وہ ساحر لوگ جہت سحر سے تائب ہو گئے۔ موسیٰ کا کلمہ پڑھ لیا۔ وہ انکشاف حقیقت کے بعد نہ فرعون کی پھانسی سے ڈرے اور نہ دست و پا کی قطع و برید کا عذاب اُن کو اسلام سے مرتد کر سکا۔ رحمت الٰہیہ کو دیکھئے کہ یہ ساحر جب میدان مقابلہ میں آئے تھے۔ اُس وقت بارگاہ ربوبیت کے مقہور و مخذول تھے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد آستان رحمانیت کے مغفور و مقبول بن گئے تھے۔

یہی حال اس عورت اور اُس کے قبیلہ کا ہوا۔ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے۔ حدیث بالا کو صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں نے روایت کیا ہے ہم نے بخاری کے الفاظ کو یہاں لیا ہے۔

بیہقی کی روایت میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ راویان حدیث کو خود نبی صلعم نے بھیجا تھا اور فرمایا تھا۔ کہ اس طرف کو جاؤ۔ تمہیں ایک ایسی عورت ملے گی۔ اندریں صورت یہ روایت نہ صرف ایک معجزہ پر۔ بلکہ ایک اور پیشگوئی پر بھی مشتمل ہے۔

(۵) صحیح بخاری میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایکبار نماز کا وقت آگیا۔ جن لوگوں کے قریب تھے۔ وہ گھروں میں جاکر وضو کر آئے باقی رہ گئے۔ نبی صلعم کے لئے پتھر کے پیالہ میں پانی لایا گیا وہ اتنا چھوٹا تھا۔ کہ اُس میں نبی صلعم کا پورا ہاتھ نہ پھیل سکتا تھا۔ اُسی پانی سے سب سے زیادہ لوگوں نے وضو کر لیا۔

(ب) بیہقی کی روایت میں ہے کہ نبی صلعم نے اُس پیالہ میں اپنی چار انگلیاں ڈالی تھیں۔ انسؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے اُس وقت دیکھا۔ کہ انگلیوں میں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے یہ واقعہ مقام قبا کا ہے۔

(ج) صحیحین میں انس بن مالکؓ سے ایسی ہی روایت مقام زوراء کی بابت بھی ہے۔ کہ حضورؐ نے پیالہ میں ہاتھ رکھ دیا۔ اور پنجہ مبارک سے پانی بہ نکلا۔ اُس روز حضورؐ کے ہمراہیوں کی تعداد تین سو کس تھی۔

(د) صحیح بخاری میں ایک روایت ابن مسعودؓ کی بھی ایسی ہی ہے کہ حضورؐ نے برتن میں ہاتھ رکھ دیا۔ اور پانی حضور کے مبارک ہاتھوں سے پھوٹ نکلا۔ اور نبی صلعم نے زبان پاک سے فرمایا حَیَّ عَلَی الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ۔ ابن مسعود کہتے ہیں۔ کہ اس پانی سے سب ہی نے وضو کر لیا تھا۔

نبی صلعم نے اس پانی کو طہور اور مبارک فرمایا ہے۔ علماء امت کا اتفاق ہے کہ برکت و عزت میں آب زمزم سے بڑھ کر وہ پانی تھا۔ جو حضور اقدس کی انگلیوں میں سے نکلا تھا۔ ایسے ہی واقعات اور بھی ہیں۔ اور روایات کی خصوصیتوں پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ انگشتان مبارک سے پانی پھوٹ پڑنے کے واقعات بار بار ہوئے۔ بکثرت ہوئے۔ بیشک عرب جیسے گرم اور خشک ملک میں اور غزوات کے سفرہائے طول و طویل میں اگر یہ معجزہ نہ ہوتا تو اُس بے سرسامانی کی حالت میں جو بعہد نبوی اسلامی لشکروں میں پائی جاتی تھی۔ ضرور تھا۔ کہ مجاہدین ہلاک ہو گئے ہوتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس معجزہ کی مثال عہد موسوی میں نزول من اور حصول سلویٰ کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی معجزہ نبوی کا درجہ عہد موسوی کے معجزات سے اسی قدر زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ جس قدر نقائے حیات میں پانی درجہ طعام پر فائق ہے۔

میں یہ بھی عرض کردوں گا۔ کہ نبی صلعم کے اس معجزہ اور اس خصوصیت لاثانی کی خبر بھی انبیاء پیشین کے مبارک کلام میں دے دی گئی تھی۔

یسعیاہ میں ہے۔

"خداوند خشک بیابانوں میں پانی کے چشمے بہائے گا"

ہم کو ان الفاظ کی تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ فی الواقع اُن خشک میدانوں میں جہاں پینے کو پانی نہ ملتا تھا نبع الماء کے معجزات متواترہ نے چشمے جاری کرکے دکھلا دیئے تھے۔ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

دودھ کی برکت

پانی کے بعد جس شے کا درجہ ہے۔ وہ دودھ ہے۔ شب معراج کی حدیث میں ہے کہ نبی صلعم کے سامنے دودھ اور شراب کے پیالے آسمان پر پیش کئے گئے۔ اور حضورؐ نے اُن میں سے دودھ کو پسند فرمایا۔ اور جبرائیل امیں نے یہ نظارہ دیکھ کر کہا۔ اِخْتَرْتَ الْفِطْرَۃَ حضور نے فطرت کو پسند کیا۔ اسی لئے اسلام کو بھی دودھ کے ساتھ تشبیہ دی جایا کرتی ہے۔

انسان کا ہر ایک بچہ دودھ سے پلا ہے مگر ایک بچہ بھی دنیا میں ایسا نہیں۔ جس کی رضاعت شراب سے ہوئی ہو۔ اس سے ثابت ہوجاتا ہے۔ کہ دودھ فطرت انسانی کا راز دار ہے۔

داعئ ایمان و ہادئ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کو تعلیم پاک کے دودھ سے بھی پرورش کیا۔ اور اُن کے لب و کام کو معجزانہ دودھ سے بھی ذوق آشنا بنایا۔ ایسے واقعات بہت ہیں۔

اوّل امام بخاریؒ نے ایک باب باندھا ہے کہ نبی صلعم اور حضورؐ کے اصحاب کی گزران کا کیا حال تھا۔ اس باب میں ابوہریرہؓ کی حدیث بیان کی ہے۔ جو معجزہ نبویؐ کی بھی مظہر ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ظاہر کرتی ہے کہ سرور کائنات و فخر موجودات کی حیات طیبہ اس دنیا میں کیسی زاہدانہ تھی۔

(۱) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ بھوک کے مارے کبھی ایسا ہوتا۔ کہ میں جگر کو تھام کر

زمین پر گر جاتا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں سر راہ آ بیٹھا۔ جہاں سے لوگ آیا جایا کرتے تھے۔ ابوبکرؓ آئے اور میں نے ان سے قرآن کی ایک آیت کی بابت دریافت کیا۔ میرا مطلب یہ تھا۔ کہ شاید وہ مجھے کچھ کھلا بھی دیں گے۔ وہ یونہی چلے گئے۔ پھر عمرؓ آنکلے۔ ان سے بھی ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ غرض وہی تھی۔ کہ کچھ کھانے کو دیں گے۔ وہ بھی یونہی چلے گئے۔ اتنے میں ابوالقاسم صلعم تشریف لائے۔ مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ میرے جی کی بات سمجھ گئے۔ میرے چہرہ کو تاڑ لیا۔ ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہؓ ساتھ ساتھ چلے آؤ۔ میں پیچھے پیچھے ہو لیا حضورؐ گھر میں گئے۔ وہاں حضورؐ نے پیالہ میں دودھ دیکھا۔ گھر والوں نے حضورؐ کو اس شخص کا نام بتلایا۔ جس نے دودھ کا ہدیہ بھیجا تھا۔ حضورؐ نے مجھے فرمایا۔ ابوہریرہؓ جاؤ۔ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ وہ لوگ ہوتے تھے۔ جن کا کوئی گھر بار نہ ہوتا۔ جن کو کسی شخص کا کوئی سہارا نہ ہوتا یہ اضیاف الاسلام (اسلام کے مہمان) ہوتے۔ نبی صلعم کی سیرت پاک یہ تھی۔ کہ کوئی صدقہ آتا۔ تو سب کا سب ان کو دے دیتے تھے۔ اور ہدیہ آتا۔ تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرما لیتے تھے۔

ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے سمجھا اہل صفہ میں اس دودھ کی حقیقت کیا ہوگی۔ اگر مجھے مل جاتا۔ مجھ میں کچھ سکت آجاتی۔ اب دیکھئے اس میں سے کچھ ملتا بھی ہے یا نہیں۔ یہی خیالات تھے اور اطاعت خدا و رسولؐ کے بغیر کچھ چارہ کار نہ تھا۔ میں سب کو بلا لایا۔ آکر بیٹھ گئے۔ مجھے رسول اللہ نے فرمایا۔ ابوہریرہؓ یہ پیالہ لو۔ اور سب کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ لے لیا۔ ہر ایک کو دیتا جاتا تھا۔ جب ایک شخص پی پی کر سیراب ہو جاتا۔ تب میں دوسرے کو دہی پیالہ دیتا تھا۔ اسی طرح سب سیر ہو گئے۔ تو میں نے آخر میں نبی صلعم کے سامنے پیالہ پیش کر دیا۔ حضورؐ نے لے کر اسے دست مبارک پر رکھ لیا۔ مجھے دیکھا اور مسکرائے۔ فرمایا ابوہریرہؓ اب تو میں رہ گیا۔ یا تو رہ گیا میں نے کہا حضورؐ سچ ہے فرمایا اچھا اب تو پی لے۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے دودھ پی لیا۔ فرمایا۔ اور پیو۔ میں نے اور پیا۔ پھر حضورؐ یہی فرماتے رہے پیو۔ پیو۔ آخر میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ کہ اب تو گنجائش بالکل نہیں رہی۔ فرمایا لاؤ پیالہ میں نے پیش کیا حضورؐ نے اللہ کا شکر کیا۔ بسم اللہ پڑھی اور پیالہ ختم کر دیا۔[1]

[1] بخاری کتاب الرقاق۔

یہ حدیث تو ایک ہے۔ لیکن آیات و علامات نبوت کی اتنی جامع ہے۔ کہ دودھ کی نہریں بہ رہی ہیں۔

الف۔ سرور عالم و عالمیاں کا گھر ہے اور اس میں جسمانی غذا نام و نشان کو بھی نہیں۔

ب۔ کسی نے ہدیتہً کچھ بھیجا بھی ہے تو دودھ کا ایک پیالہ۔

پیالہ کتنا بڑا تھا؟ ابوہریرہ کہتے ہیں صرف ایک آدمی کے پی لینے کا۔

ج۔ نبی صلعم اتنی سی خوراک پر اُن سب کو بُلا لیتے ہیں۔ جو گھر بار کو تج کر۔ جو اہل و عیال کو چھوڑ کر۔ کر۔ جو مال و منال سے منہ موڑ کر اولیتان نبوت میں پہنچ گئے تھے۔

یہ حالات تو اخلاق محمدی کے مظہر ہیں۔

د۔ اب آیات نبوت مشاہدہ ہوں کہ ہر ایک شخص نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ اور پیالہ پھر بھرا کا بھرا رہ گیا۔ ابوہریرہؓ نے تو یہاں تک پیا۔ کہ حلف کرنا پڑا۔ کہ اب گنجائش ہی نہیں رہی۔

ھ۔ کہ کوئی سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی تعداد ختم کر سکتی تھی۔ ہرگز نہیں لاکھ ہوتے تو کیا۔ اور دس لاکھ ہوتے تو کیا۔ سب ہی اُس سے سیراب ہو سکتے تھے۔ اس پیالہ کو ختم کرنے کی طاقت بھی اُسی میں تھی۔ جس کی برکت دین سے وہ چیز سب کے لئے کفایت کر گئی تھی +

و۔ حدیث پر مکرر غور کرو۔ کہ پیالہ ہاتھ میں لے کر اللہ کی حمد کی۔ یہی وہ چیز ہے جو تعلیم نبوت کی روح رواں ہے۔

ز۔ ممکن ہے کہ کوئی غیر نبی ایسے عجوبہ کو دیکھ کر اپنی بڑائی کا خیال کر بیٹھے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص اُسے ذاتی کمالات میں سے شمار کرنے لگے۔ مگر اللہ کا نبی ہر وقت اپنے مالک قادر کو یاد کیا کرتا۔ اور جملہ عطیات کو اُسی کی جانب سے قرار دیا کرتا تھا۔ جس کی ربوبیت اس شکل میں جلوہ گر ہوتی تھی۔

دوم۔ سفر ہجرت میں نبی صلعم کا گزر ام معبد عاتکہ بنت خالد بن خُنَید خزاعیہ کے خیمہ پر ہوا یہ عورت عمر رسیدہ تھی۔ قاعدہ تھی اور خیمہ کے سامنے بیٹھی رہتی۔ آئے گئے کو پانی پلاتی کھجوریں غیرہ بھی فروخت کر لیا کرتی تھی۔ اُس وقت نبی صلعم کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ تھے۔ جو حضورؐ کے ساتھ

پچھلی نشست پر سوار تھے۔ دوسری سواری پر عامرؓ بن فہیرہؓ تھے۔ یا ابن ارقط تھا۔ جو اس راہ کا واقف تھا۔ اور اُسے اُجرت پر ساتھ لے لیا گیا تھا۔ یہ مبارک قافلہ اس خیمہ پر رستانے۔ آرام لینے کے لئے ٹھہر گیا۔ بڑھیا سے پوچھا گیا۔ کہ اُس کے پاس کچھ کھانے پینے کو بھی ہے وہ بولی نہیں اگر کچھ ہوتا۔ تو میں خود پیش کر دیتی۔ (ان ایام میں قحط بھی سخت پڑا ہوا تھا)

ام معبد کے بھائی حبیش بن خالد رقتیل البطحاؓ) کا بیان ہے کہ خیمہ میں ایک دُبلی کمزور بکری کھڑی ہوئی تھی۔ نبی صلعم نے اُس بکری کی بابت پوچھا۔ ام معبد نے جواب دیا۔ کہ یہ کمزوری بہت سے ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اس لئے یہاں رہ گئی۔ نبی صلعم نے کہا اگر اجازت ہو۔ تو ہم اس سے دُودھ لیں۔ وہ بولی اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے۔ تو دوہ لیجئے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ ایک بڑا برتن لاؤ پھر بسم اللہ کہہ کر بکری سے دودھ نکالنا شروع کیا۔ برتن بھر گیا۔ تو سب کو پلایا۔ دوبارہ پھر دودھ نکالا۔ برتن بھر گیا تو دوبارہ پھر سب کو پلایا گیا۔ آخر میں نبی صلعم نے پیا۔ سہ بارہ پھر دودھ نکالا۔ اور گھر والوں کے لئے چھوڑ دیا گیا۔[۳]

آیت نبوت نے دودھ پلایا اور خلق محمدی نے بھی اپنا معجزہ دکھلایا۔ کہ رفقائے راہ کو حضور پہلے سیراب فرماتے ہیں۔ اور خود سب کے بعد نوش جان فرماتے ہیں۔ اور اہل خانہ کے لئے کافی ذخیرہ چھوڑتے ہیں۔

تکثیر طعام

تکثیر طعام سے مراد وہ معجزہ ہے۔ کہ تھوڑا سا طعام بہت کے لئے کافی ہو جائے۔ انجیل کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس معجزہ کا ظہور مسیح سے بھی ہوا۔ انہوں نے چار روٹیوں اور تین مچھلیوں سے بہت بڑی جماعت کو سیر کیا۔

---

[۱] یہ غلام تھے۔ اسلام لے آئے۔ صدیقؓ نے اُن کو خرید اور آزاد کر دیا تھا۔ سنہ ۴ھ کو واقعہ بیر معونہ میں شہید ہوئے ان کی لاش نہیں ملی۔

[۲] فتح مکہ کے دن یہ جُنیش اور کرز بن جابر فہری شہید ہوئے تھے۔ اس لئے ان دونوں کو قتیل البطحا کہتے ہیں۔

[۳] حاکم و صححہ البیہقی وابن عبد البر وابن شاہین وابن السکن والطبرانی وغیرہم (الزرقانی جلد ۱ صفحہ ۳۴۵)

نبی صلعم کی آیات نبوۃ میں بھی ایسے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں بکثرت ہے۔

(۱) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واقعہ خندق کے ایام میں مَیں نے دیکھا۔ کہ نبی صلعم نے پیٹ کو باندھ رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور نے بھوک کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اس حالت میں بھی حضور اہل صفہ کو سورۃ نساء کی تعلیم دے رہے تھے۔

انسؓ نے اپنے باپ (شوہر والدہ) کو جاتا یا نہیں نے کچھ مزدوری کی اور جَو حاصل کئے۔ اُن کی والدہ نے آدھ سیر جَو پیس لئے روٹی پکائی۔ کہ اگر نبی صلعم اکیلے تشریف لے آئیں تو بخوبی سیر ہو سکتے ہیں۔ ایک آدھ کوئی ساتھ آگیا۔ تب بھی کفایت سے کام چل جائے گا۔ انسؓ کو ہاں! پہنچے جیسا۔ اچھی طرح سمجھا دیا۔ کہ لوگوں کے سامنے کچھ نہ کہنا۔ جب حضور اُٹھ کر اندر گھر میں جانے لگیں تب عرض کر دینا کہ ہمارے ہاں تشریف لے چلئے۔

انسؓ پہنچے۔ تو نبی صلعم ابو طلحہ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا تجھے ابو طلحہؓ نے بھیجا ہے۔ عرض کی ہاں۔ فرمایا کھانے کے لئے۔ عرض کی ہاں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ لوگو۔ چلو۔ ابو طلحہؓ کے گھر۔ سب کھڑے ہوئے۔ انسؓ نے لپک کر باپ کو اطلاع دی۔ اس نے بیوی سے کہا۔ کہ ام سلیمؓ رسول اللہ صلعم تو پوری جماعت کے ساتھ آرہے ہیں۔

یہ خاتون بلند پایہ سمجھ گئی۔ کہ کیا ہوگا۔ بولی اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ نبی صلعم کو ابو طلحہؓ نے آگے بڑھ کر بتلا بھی دیا۔ کہ ایک ٹکیا موجود ہے۔ حضورؐ نے وہاں پہنچ کر فرمایا۔ کہ رُمکہ (گھی کی کپی) لے آؤ۔ کپی سے چند قطرے گھی کے نکلے۔ نبی صلعم نے انگشت مبارک سے روٹی چپڑ دی۔ روٹی پھولنے لگی۔ برتن سے اونچی ہوگئی۔ نبی صلعم نے مردانہ مکان کھلوایا۔ روٹی رکھ دی۔ اور زبان سے فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَعْظِمْ فِیْھَا الْبَرَکَۃَ۔ دس دس آدمی روٹی پر بیٹھتے جاتے اور سیر ہو ہو کر اُٹھتے جاتے تھے۔ اسی طرح اسّی شخصوں نے اُس روز کھانا کھایا۔[1]

(۲) جابرؓ کا بیان ہے کہ اُن کے والد عمرو احد میں شہید ہوگئے تھے۔ اور بھاری قرض چھوڑ گئے تھے جب کھجور کی فصل آئی۔ مَیں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا۔ کہ حضور چلے چلیں۔ تاکہ قرضخواہ حضور کو دیکھ کر مجھ سے رعایت کریں۔ فرمایا۔ تم چلو ہر قسم کی کھجوروں کی ڈھیریاں الگ الگ لگا دو۔ مَیں نے تعمیل کر دی۔ اتنے میں سرور عالم آگئے۔ حضور نے بڑے ڈھیر کو تین بار پھر پھر

[1] فتح الباری ص ۳۲۹ جلد ۱۲ صحیح بخاری۔ از بخاری و مسلم۔ مسند احمد وغیرہ

کر دیکھا۔ اور بعد ازاں وہیں بیٹھ گئے۔ فرمایا قرضخواہوں کو بلاؤ۔ وہ آ گئے تو ہر ایک کو ناپ ناپ کر حضورؐ نے کھجوریں دینی شروع کیں۔ حتیٰ کہ سب قرضدار نپٹ گئے۔ اور وہ ڈھیر مجھے جوں کا توں نظر آتا تھا۔ گویا ایک دانہ بھی اُس میں سے کم نہیں ہوا۔

میں تو اتنے ہی پر مجوش تھا۔ کہ ساری پیداوار قرضخواہ لے لیں۔ اور مجھے گھر لے جانے کو ایک کھجور بھی نہ ملے (صحیح بخاری عن شعبی عن جابرؓ)

(۳) صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ سب قرضداروں کو چکانے کے بعد پھر ایک یہودی بھی آ گیا۔ اُس کا قرض ۳۰ وسق[1] کھجور کا تھا۔ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو ڈھیریاں باقی ہیں اُنہیں یہودی لے لے۔ یہودی نے انکار کر دیا۔ نبی صلعم ایک بار اُن ڈھیروں میں سے گزر گئے پھر حکم دیا۔ کہ یہودی کو ناپ ناپ کر دے دو۔ چنانچہ اُس کے ۳۰ وسق پورے ہو گئے اور ۷ وسق ابھی اور بھی باقی رہ گئے۔ عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ کہ جب حضورؐ ڈھیریوں میں سے ہو کر نکلے تھے۔ میں تب ہی سمجھ گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان میں برکت ڈال دے گا۔ شیخینؒ بروایت وہب بن کیسان عن جابرؓ)

(۴) صحیح مسلم میں ہے کہ اُم مالک کے گھر ایک کُپی گھی کی تھی۔ وہ اُس میں سے نبی صلعم کے لئے گھی نکال نکال کر بھیجا کرتی تھی۔ اُس کے بیٹے جب سالن مانگتے اور سالن نہ ہوتا تو اُسی کُپی میں سے گھی نکال کر اُنہیں بھی دیا کرتی۔ مدتوں یہی طریقہ جاری رہا۔ ایک روز اُم مالک نے اُسی کُپی کو نچوڑ لیا۔ بعد ازاں اُس میں سے گھی نہ نکلا۔ نبی صلعم نے فرمایا لَوْ تَرَکْتِیْهَا مَا زَالَ قَائِمًا اگر تم نچوڑ نہ لیتیں تو اُس میں ہمیشہ گھی پایا جاتا۔

(۵) ابن ابی شیبہ اور احمد اور طبرانی اور ابن سعد نے حباب کی بیٹی سے روایت کیا ہے کہ اُن کا والد جہاد پر چلا گیا۔ نبی صلعم اُن کے گھر آتے اور بکری کا دودھ دوہ جاتے۔ گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ سے بھر جاتا۔ جب حبابؓ واپس آ گئے۔ انہوں نے دودھ نکالا تو اتنا ہی نکلا۔ جتنا پہلے اس بکری کا ہوا کرتا تھا۔

(۶) صحیح بخاری میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ کی روایت ہے۔ کہ ایک سفر میں ۱۳۰ نفر نبی صلعم کے ہمرکاب تھے۔ جب منزل پر اترے تو حضورؐ نے پوچھا۔ کہ کسی کے پاس کچھ کھانے

---

[1] ایک وسق ۶۰ صاع کا اور ایک صاع ۵ سیر ۱۲ چھٹانک کا ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ

کو بھی ہے۔ ایک صحابیؓ کے پاس قریباً دو سیر آٹا تھا، وہ گوندھ لیا گیا۔ پھر ایک شخص ریوڑ لئے ہوئے وہاں پہنچا۔ اُس سے ایک بکری خرید لی گئی۔ بکری کی کلیجی آگ پر بھون لی گئی۔ اور سب حاضرین کو تقسیم کر دی گئی۔ بعد ازاں وہی کلیجی دو برتنوں میں ڈالی گئی۔ سب نے اُسے سیر ہو کر کھایا پھر بھی وہ ختم نہ ہوئی۔ تو اسے ہم نے اونٹ پر رکھ دیا۔

نباتات پر اثر

(۲) حنین جذع

حنین لغت میں مُشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں۔ جو فراق محبوب میں اُس کے منہ سے نکلے جذع کھجور کے کٹے ہوئے تنہ کو کہتے ہیں۔ ہم اس جگہ جس روایت کا اندراج کرنے والے ہیں اسے دواوین حدیث میں سے صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان اور مسند شافعی و مسند احمد و سنن نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و مستدرک حاکم و بیہقی و طبرانی اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں اس روایت در روایت عینی کے بیان کرنے والے۔ سیّد القراء ابی بن کعب رمات سنہ ۱۹ھ) و جابر بن عبداللہ الشہید رمات سنہ ۷۳ھ) و خادم الرسول انس بن مالک رمات سنہ ۹۲ھ) و عائشہ الصدیقہ بنت عبداللہ بن عمر الفاروق رمات سنہ ۵۷ھ) و ابن عم النبی عبداللہ بن عباس رمات سنہ ۶۸ھ) و سہل بن سعد الساعدی رمات سنہ ۹۱ھ) و ابو سعید سعد بن مالک الخدری رمات سنہ ۷۴ھ) و بریدہ بن الحطیب سلمی رمات سنہ ۶۳ھ) و ام المومنین ام سلمہؓ رمات سنہ ۵۹ھ) اور مطلب بن ابو وداعہ القرشی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ تو شروع شروع میں کوئی منبر نہ تھا۔ نبی صلعم خطبہ کے وقت ایک کھجور کے خشک تنہ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد تمیم داریؓ نے نبی رسول اللہ صلعم کی اجازت سے کرباتوم نجار سے جو ایک انصاریہ کے غلام تھے منبر تیار کرالیا۔ وہ تین زینہ کا تھا۔ یعنی دو زینے اور تیسری نشست کی جگہ۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کہ جب پہلی دفعہ نبی صاحبؐ نے منبر پر خطبہ شروع

لہ منبر۔ آواز کو بلند کرنا۔ سنہرا آواز بلند کرنے کی جگہ۔

سہ تمیم بن اوس بن خارجہ۔ دراصل قبیلہ لخم کا قبیلہ ہے۔ قبل از اسلام یہ عیسائی عالم تھے

فرمایا۔ اور کھجور کا تنہ حضور کی ٹیک لگانے کی عزت سے محروم رہ گیا۔ تب اُس سے آواز گریہ کی شروع ہوئی۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں صاحَتِ النَّخْلَةُ صِیاحَ الصَّبِیِّ (یعنی وہ بچوں کی طرح چلایا) اور جابرؓ بن عبداللہؓ کی روایت میں ہے سَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ (دس ماہہ حاملہ اونٹنی کی سی آواز ہم نے اس کی سُنی) نبی صلعم منبر سے اُترے۔ اُس پر دست شفقت رکھا۔ تو وہ چُپ کر گیا۔

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ پھر نبی صلعم نے اُسے منبر کے متصل دفن کرا دیا (زیادہ تفصیل راقم کے سفرنامہ حجاز میں درج ہے)

ابن ابی حاتم نے کتاب مناقب الشافعی میں درج کیا ہے۔ کہ امام شافعیؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ہمارے نبی صلعم کو اللہ تعالےٰ نے جو عطیات عطا فرمائے تھے۔ وہ کسی نبی کو نہیں ملے کسی شخص نے پوچھا کہ عیسیٰؑ کے معجزۂ احیائے موتیٰ کے بالمقابل حضورؐ کو کیا عطا ہوا تھا۔ امام نے

ف محمد بن ادریس، قرشی المطلبی کے از آئمہ اربعہ ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ مصر میں مدفون ہیں۔ از روئے نسب بعد الحرمین کے اندر نبی صلعم سے یہی قریب تر ہیں۔

ع ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اس معجزہ نمائی کی طاقت عطا فرمائی تھی۔ کہ وہ باذن اللہ کسی مردہ کا احیا فرما سکیں۔ اُن کی اس خصوصیت کا ذکر قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں ہے۔ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ اب یہ بات رہ جاتی ہے۔ کہ کبھی عملاً اس کا ظہور بھی ہوا۔ معالم التنزیل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ عیسیٰؑ نے چار شخصوں کو زندہ کیا تھا (۱) عازر۔ مسیحؑ کا دوست جسے تین دن کے بعد قبر میں سے نکالا۔ (۲) ایک بڑھیا کا بیٹا۔ جس کا جنازہ لے جا رہے تھے۔ اور لوگوں کے کندھوں سے اتر کر گھر آگیا۔ (۳) ایک چونگی کے محصول لینے والے کی بیٹی۔ ایک دن کی مری ہوئی گھر میں پڑی تھی (۴) سام بن نوحؑ۔

واضح ہو کہ صاحب معالم نے اس روایت کو بلا سند روایت کیا ہے لہٰذا محدثین کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مصنفین اناجیل اربعہ نے بھی ایسا کوئی واقعہ معجزات عیسیٰ کا درج کیا ہے یا نہیں۔

لعزر کا ذکر صرف انجیل یوحنا میں ہے وہ اس عورت کا بھائی ہے جس نے مسیح کے قدموں پر قدرتی عطر انڈیل دیا تھا۔ یوحنا کہتا ہے۔ کہ یہ واقعہ یروشلم سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہوا تھا۔ اور اسی وقت مشہور ہو گیا تھا۔ تعجب ہے کہ مصنفین اناجیل دیگر سے یہ واقعہ کیونکر پوشیدہ رہا (ب) بڑھیا کے بیٹے کا ذکر اناجیل میں مطلق نہیں (ج) ابن عباس کی روایت میں جسے بنت العاصر کہا ہے۔ اُس کا ذکر لوقا مرقس نے کیا ہے اور اسے عبادت خانہ کے رئیس کی صاحبزادی

فرمایا۔ کہ حنین جذع کا واقعہ موجود ہے۔ جس کا تھرتھرانا روایت نسائی اور رونا چلانا روایت صحیحین وغیرہم سے ثابت ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۲

سردار کی بیٹی بتلایا ہے۔ انجیل لگا رکھتے ہیں کہ سردار کے گھر سے اطلاع آئی کہ لڑکی مر گئی۔ اور مسیح نے کہا۔ کہ وہ نہیں مری مسیح اُن کے گھر پر گیا۔ جہاں لوگ رو رہے تھے۔ مسیح نے لڑکی کو دیکھ کر کہا کہ وہ نہیں مری۔ لڑکی کو فرمایا کہ وہ اٹھ بیٹھے تو وہ اٹھ بیٹھی ہم مسلمان مسیح کے منہ کے لفظوں کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں۔ کہ وہ لڑکی نہ مری تھی۔ بلکہ اُس پر سکتہ یا ضعف طاری ہو گیا تھا اور مسیح کی برکت سے اُس نے شفا پائی۔ (۲) سام بن نوحؑ کے زندہ کرنے کا قصہ بھی اناجیل میں نہیں۔ میرا مقصود اناجیل کے ان سوانحات کا اس مقام پر ذکر کرنے سے یہ ہے کہ مسیح کی قوت احیا موتیٰ سے اناجیل خاموش ہیں۔ اور ادھر شہادت اور روایت اور تواتر میں بڑھا ہوا واقعہ حنین جذع ہے

ہاں اناجیل کی صحت سے زیادہ صحت اور ثبوت والی روایت ہمارے دواوین میں بھی موجود ہے۔ جیسے طبرانی اور ابونعیم و ابن مندہ اور ابن ابی الدنیا نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کو امام ابن عبد البر نے کتاب الاستیعاب میں اور قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں اور قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں درج کیا ہے۔ کہ زید بن خارجہؓ کا بعہد خلافت عثمان ذوالنورینؓ راہ چلتے ہوئے گر کر انتقال ہو گیا تھا عصر کے وقت اُن کے کوچہ میں سے مردہ اٹھایا گیا۔ اور گھر پہنچایا گیا۔ مغرب وعشا کا درمیانی وقت تھا۔ انکی لاش سر پر رکھی ہوئی تھی۔ کپڑا پڑا ہوا تھا۔ گھر کی عورتیں جمع تھیں۔ کہ اَنْصِتُوْا اَنْصِتُوْا کی آواز آئی۔ سب چپکے ہو گئے۔ کہ یہ آواز کدھر سے آئی دیکھا تو کپڑے کے نیچے سے آواز آتی تھی۔ مرد عورت جمع ہو گئے۔ زیدؓ کے چہرہ سے کپڑا ہٹا دیا گیا۔ تو انہوں نے مندرجہ ذیل کلام کیا۔

"محمد[1] رسول اللہ النبی الامی وخاتم النبیین کان ذالک فی الکتاب الاول صدق صدق۔ السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ احمد اسمی فی الکتاب الاول ابوبکر الصدیق الضعیف فی نفسہ القوی فی امر اللہ فی کتاب الاول صدق صدق عمر بن الخطاب القوی الامین فی الکتاب الاول۔

صدق صدق عثمان علی منہاجہ مضت الاربع وبقی ثنتان انت الفتن

باقی اگلے صفحہ پر)

[1] یہ الفاظ کو شرح لقطہ مصنفہ ملا علی قاری از کتاب الاستیعاب سے نقل کیا گیا ہے ۱۲ منہ

راقم عرض کرتا ہے۔ کہ احیائے موتیٰ سے مراد جسم موتیٰ میں اُس وقت حیات کا اعادہ ہے۔ جو شخص میت میں پہلے کبھی حاصل تھی۔ مگر گر یہ نخل تو اُس سے بھی عجیب تر ہے یعنی ایک نباتی جسم کے کے اندر ایک ایسی صفت کا پیدا ہو جانا جو خاص انسانی صفت ہے۔ یہ انسانی صفت نہ صرف تھرتھرانا۔ کپکپانا۔ اور رونا ہے۔ بلکہ فراق محبوب کا احساس اور فقدان شرف کا علم بھی اس کے اندر حاصل ہے۔ بلکہ یہ تو ایک عاشقانہ رنگ ہے۔ جو ایک کھجور کے ٹنڈ میں نظر آیا۔

امام حسن بصریؒ اس واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے۔ تو کہا کرتے تھے۔ اے دعویداران بشریت۔ فراق رسول میں ایک ٹنڈ کا یہ حال تھا۔ تو اب اپنی حالتوں کا بھی اُس سے مقابلہ کرلو۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس واقعہ کو قاضی عیاض و دیگر محدثین کرام نے مشہور و متواتر تسلیم

لہ امام حسن بصری ابوسعید ابوالحسن یسار نام ولادت ۲۱ھ وفات یکم رجب ۱۱۰ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۳

وکل الشئی یدا الضعیف وقامت الساعۃ وسیاتیکم خبر بئر اریس دما بئر اریس[1]

ترجمہ۔ اللہ کے رسول محمد میں (صلعم) وہ نبی الامی ہیں۔ اور انبیاء کو ختم کر دینے والے ہیں۔ سچ لوح محفوظ میں اسی طرح ہے۔ اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ کا صلوٰۃ وسلام اور برکتیں ہوں۔

میں اللہ کی حمد کتاب اوّل میں کرتا ہوں۔ ابوبکر صدیقؓ جسم میں کمزور۔ مگر اللہ کے حکم میں بہت مضبوط۔ کتاب اول میں اسی طرح ہے۔ سچ سچ۔ عمرؓ قوی اور امین ہے۔ کتاب اوّل میں اسی طرح ہے۔ سچ سچ۔ عثمانؓ ٹھیک سنہ پہلے چار سال نکل گئے۔ دو رہ گئے۔ فتنے اور مصیبتوں کو کمزور کا نگل جانا آپہنچا۔ قیامت قائم ہو گئی۔ تم کو چاہ اریس کی خبر ملے گی۔ خبر بھی کیسی کچھ"

واضح ہو کہ اس روایت کی صحت اندراجات انجیل سے ضرور بڑھ کر ہے۔ زیدؓ بن خارجہؓ۔ باپ بیٹا دونوں صحابی اور سرداران انصار میں سے ہیں فقط

---

[1] اس واقعہ میں بھی ایک پیشگوئی موجود ہے جسے چاہ اریس کا واقعہ بتلایا ہے نبی صلعم کی انگشت پاک کی خاتم مبارک حضورؐ کے بعد صدیقؓ اور صدیقؓ کے بعد فاروقؓ اور فاروقؓ کے بعد ذوالنورینؓ (رو رجبہ رجہ انتقال خلافت کے بعد پہنا کرتے تھے۔ آخر امام خلافت میں ذوالنورینؓ چاہ اریس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ خاتم اس میں گر گئی اور تلاش کرنے سے پھر نہ ملی۔ اسی دن سے اختلال خلافت کا آغاز ہوا فقط

کیا ہے۔

میرا فہم ناقص یہ ہے کہ نبی صلعم کا اُس نخلہ کو دفن کرا دینا غالباً اسی لئے تھا۔ کہ وہ صفات انسانی کا مظہر بن گیا تھا۔ اس نکتہ کے بعد امام شافعیؒ کی دلیل میں اور بھی زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

حیوانات پر اثر

(۱) صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلعم کے ہمرکاب گیا تھا۔ میرا اونٹ رہ گیا تھا۔ اور چل نہ سکتا تھا۔ نبی صلعم مجھے راہ میں مل گئے۔ پوچھا۔ اونٹ کیسا ہے۔ میں نے کہا بیمار ہے۔ نبی صلعم نے اونٹ کو ڈانٹا اور دعا بھی فرمائی وہ سب سے آگے آگے چلنے لگا۔ حضورؐ نے پھر مجھ سے پوچھا۔ تو میں نے عرض کر دیا۔ کہ اب وہ اچھا ہے اور اُسے حضور کی برکت کا حصہ مل گیا ہے۔

(۲) صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو بلایا۔ اُس نے حاضر ہو کر کہا کہ میری اونٹنی ایسی ہو گئی ہے کہ مجھے حاضر ہونے میں دیر لگی۔ حضورؐ نے اونٹنی کے ایک ایڑ لگائی۔ وہ سب سے آگے نکلنے لگی۔

(۳) مسند احمد میں خبابؓ کی بیٹی سے روایت ہے کہ خبابؓ تو جہاد پر گئے ہوئے تھے۔ نبی صلعم ہماری خبر گیری فرماتے اور ہماری بکریاں دوہ جاتے اور گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ سے بھر جاتا۔ جب خبابؓ واپس آ گئے۔ تو بکریوں کا دودھ بھی اتنا رہ گیا۔ جتنا پہلے ہوا کرتا تھا۔

(۴) بیہقیؒ نے جبیل سے روایت کی ہے۔ کہ میں ایک غزوہ میں نبی صلعم کے ساتھ تھا میرے پاس ایک کمزور دبلی سی گھوڑی تھی۔ اور میں سب سے پیچھے رہا کرتا تھا۔ نبی صلعم مجھے آ ملے۔ فرمایا۔ گھوڑی والے چلو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ تو دبلی بھی ہے اور کمزور بھی۔ نبی صلعم نے اپنا چابک اُسے لگایا۔ اور یہ الفاظ بھی زبان سے فرمائے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَہٗ فِیْھَا پھر تو وہ ایسی تیز ہو گئی کہ مجھے اُس کی لگام سنبھالنا اور سب سے آگے نکل جانے سے روکنا مشکل ہو

گیا تھا۔ بعد ازاں میں نے اُس کے شکم کے دس بچھڑے بھی فروخت کئے۔

۵۔ ابن سعد ابو یعلی۔ بزار و ابن مندہ۔ بیہقی و ابو نعیم اور حاکم نے رمعہ تصحیح) سفینہؓ سے جو حضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ روایت کی ہے کہ اُنہوں نے بحری سفر کیا۔ کشتی ٹوٹ گئی اور ایک تختہ پر بہتے ہوئے ایک ساحل پر پہنچ گئے۔ جس کے ساتھ جنگل تھا۔ اس میں شیر تھے۔ ایک شیر میری طرف آیا۔ میں نے کہا۔ اے شیر۔ میں رسول اللہ صلعم کا غلام ہوں۔ شیر دُم ہلانے لگا۔ اور میرے برابر برابر چلتا ہوا مجھے رستہ پر ڈال گیا۔ جب میں اُس سے الگ ہوا تو وہ دہاڑتا تھا۔ گویا مجھے رخصت کر رہا تھا۔

افلاک پر اثر

اور

معجزۂ شق قمر

نبی صلعم کے اشہر معجزات میں سے شق قمر کا معجزہ ہے۔ کفار نے علماء یہود سے دریافت کیا تھا۔ کہ ہم کو محمد (صلعم) سے اُس کی صداقت کا نشان کیا طلب کرنا چاہیئے۔ اُنہوں نے کہا کہ سحر کا اثر صرف زمین تک محدود ہے۔ تم کہو کہ ہم کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلائے۔ اگر کہ محمدؐ کچھ نہ دکھلا سکے گا۔ اُنہیں کی سکھلاوٹ سے کفار نے شق قمر کا سوال کیا تھا۔[1]

احادیث شق القمر کے راوی عبد اللہؓ بن مسعود۔ امیر المومنین علی مرتضیٰ۔ جبیرؓ بن مطعم نوفلی انسؓ بن مالک۔ عبد اللہؓ بن عباس۔ اور عبد اللہؓ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہم ہیں۔

صحیحین میں ابن مسعودؓ کی روایت ہے۔

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ

[1] مجھے خیال گزرتا ہے۔ کہ یہود نے موسیٰؑ کے سب سے بڑے معجزے فلق بحر سے شق قمر کا تخیل پیدا کیا تھا۔ وہ قلباً جانتے تھے کہ حضرت موسیٰؑ جیسا معجزہ دکھلانا ہی دوسرے کے لئے محال ہے۔ چہ جائیکہ ایسا معجزہ جو پہلے معجزہ کے مقابلہ میں زمین اور آسمان کا فرق رکھتا ہو۔ فقط۔

وَفَوْقَهٗ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوْا

کے ادھر اور دوسرا اُس سے نیچے تھا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ دیکھو گواہ رہنا۔

اس روایت میں لفظ اِشْهَدُوْا۔ اس لئے ہے کہ شق قمر کا وقوع طلب کفار کے بعد بطور معجزہ رسول اختیار واقع ہوا تھا۔ ورنہ تاکید شہادت کے کیا معنی۔

انس بن مالکؓ کی روایت سے صحیحین میں ہے۔

اِنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَاَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا۔

اہل مکہ کفار نے نبی صلعم سے درخواست کی تھی کہ اُن کو کوئی بڑا نشان دکھایا جائے۔ نبیؐ نے انہیں چاند کا پھٹنا دکھایا۔ اُس کے دو ٹکڑے تھے کوہ حرا اُن دونوں کے درمیان تھا۔

صحیحین کی ایک روایت عن ابن مسعود میں یہ بھی صراحت ہے۔ کہ اِنْفَلَقَ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی جب چاند پھٹا ہے تو اُس وقت ابن مسعود بھی مع دیگر صحابہ کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔

علی ہذا بیہقی اور ابو نعیم نے جو روایت جبیر بن مطعمؓ سے بیان کی ہے۔ اُس میں بھی یہ صراحت ہے کہ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ بِمَكَّةَ ہم مکہ میں تھے جب شق قمر کا واقعہ ہوا۔

ان تصریحات سے واضح ہے کہ اجلہ صحابہؓ میں سے تین بزرگوں سیدنا علیؓ۔ و عبداللہ بن مسعود۔ و جبیر بن مطعم نوفلی کی شہادت چشم دید ہے۔ اور عبداللہ بن عباس اور انس بن مالک کی روایت مرسل صحابی ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ہر دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اور غالب ظن یہ ہے کہ وہ بھی چشمدید راوی ہیں[1]۔ کیونکہ اُن کے آخری لفظ یہ ہیں فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ رسول اللہ نے فرمایا کہ یا اللہ گواہ رہنا (کہ میں نے کفار کو یہ نشان دکھلا دیا ہے)

---

[1] عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ۷۳ھ میں بعمر ۸۶ سال انتقال کیا۔ یعنی اُن کی عمر ہجرت کے وقت ۱۳ سال کی تھی۔ ان کا اسلام اپنے والد کے ساتھ ۶ نبوت میں تھا۔ اور واقعہ شق قمر ۵ نبوت کا ہے۔ لہٰذا شہادت چشم دید ہے۔

اس معجزہ کی توثیق

قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ	وقت آگیا۔ اور چاند پھٹ گیا۔ اور کفار جب
وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا	کوئی بڑا نشان دیکھتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں
سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ	کہ یہ تو ہمیشہ سے جادو ہوتا رہا ہے۔

علماء جانتے ہیں کہ قرب کی بجائے اقتراب کا استعمال وقوعہ کی تاکید کے لئے ہے الساعۃ سے مراد خواہ قیامت ہے اور شق قمر جیسے واقعات اس تغیر عظیم کے قریب ہونے کی خبر دینے والے ہیں۔ جیسا کہ شمس و قمر۔ اور نجوم و کواکب اور جبال و ارض سب کے سب ہی تلف ہو جائیں گے۔

خواہ الساعۃ سے مراد وہ وقت مقررہ ہے۔ جو علم الٰہی میں واقعہ شق قمر کے لئے تھا۔ اس معنی کا اطلاق قرآن مجید میں مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہے۔

(۱) لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً (۲) مَا لَبِثُوْا اِلَّا سَاعَةً۔ لیکن ان مقامات پر ساعۃ معرف باللام نہیں۔

شبہ کرنے والے بیان شبہ سے نہیں چوکا کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ دراصل قمر میں انشقاق نہ ہوا تھا۔ بلکہ روایت انسؓ میں لفظ اَرَاھُمْ واقع ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کفار کی آنکھوں کو چاند کا دو ٹکڑوں میں ہو جانا دکھلا دیا گیا تھا۔

کاش یہ لوگ اسی روایت میں اور اسی لفظ اَرَاھُمْ سے پہلے کے الفاظ سَاَلُوْا اَنْ يُّرِيَھُمْ اٰيَةً کو دیکھ لیتے۔ کیا کفار کا سوال یہی تھا۔ کہ "چاند خواہ شق ہو یا نہ ہو۔ مگر ہم کو شق شدہ نظر آجائے"۔ یقیناً اُن کا یہ سوال نہیں تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اَرَاھُمْ تو اسی يُرِيَھُمْ کے وقوع کی اطلاع ہے۔

دوسروں کا شبہ یہ ہے کہ یہ تو زمان مستقبل کے متعلق اطلاع ہے کہ چاند پھٹ جائے گا لیکن اقتراب اور انشق دونوں لفظ صیغہ ماضی کے ہیں۔

اور مزید براں خود کفار نے اُسے دیکھ کر سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ کہا ہے۔ اگر اس کا تعلق مستقبل سے ہوتا۔ تو وہ اس واقعہ کو سحر مستمر سے کیوں تعبیر کرتے۔

الغرض شک و شبہ کے شبہات پیدا کرنے کے بعد بھی واقعہ ہذا بکمال صحت ثابت ہے۔

پرانے زمانہ کے متشککین جو دنیا نوسی ہیئت سے روشنی گیر تھے۔ خرق والتیام اجرام سماوی کے امکان وعدم امکان پر بھی بحث کیا کرتے تھے لیکن اب نہ اُن کی وہ زمین باقی ہے اور نہ آسمان۔ اس لئے وہ اعتراضات بھی بادر ہوا ہو گئے۔

کاش ان لوگوں کو زلزلہ ارضی سے سبق ملتا۔ کہ کس طرح زلزلہ کے جھٹکے سے ہموار زمین میں غار پڑ جاتے ہیں۔ اور کیونکر وہی غار دوسرے جھٹکے میں پھر ہموار شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ہم کو اپنے زمانہ میں جو اعتراض سننا پڑتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اگر چاند پھٹ گیا ہوتا۔ تو کیا ہندوؤں اور عیسائیوں کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور نہ ہوتا۔

ہندوؤں کا اعتراض تو تب صحیح ہوتا جب اُن کے ہاں تاریخ کی کتابیں بھی پائی جاتیں۔ جس ملک میں سرے سے کوئی تاریخ ہی موجود نہ ہو۔ جہاں واقعات ملک و قوم کی کوئی یادداشت موجود نہ ہو۔ اُن کو دوسرے ملک کی بابت کہنا کہ ہماری کتابوں میں اس کا ذکر نہیں۔ کہاں تک زیبا ہو سکتا ہے۔

مصریوں کو دیکھو۔ یہ بھی تہذیب قدیم کے بلند دعاوی میں ہندوؤں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر اُن کی کتابوں میں واقعات موسیٰؑ کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ جس ملک کی تاریخ ایسے ایسے واقعات اعظمی سے خالی ہو۔ ان سے یہ توقع کہ ان کے ہاں چھوٹے واقعات سماوی بھی ضروری نکتہ ہونے چاہئیں۔ کیونکر درست ہو سکتی ہے۔

ہاں یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھو کہ وہ کتاب یشوع ۱۰/۱۲ کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں۔

یسوع نے کہا۔ اے آفتاب جیعون پر ٹھہرا رہ۔ اور اے ماہتاب تو وادی ایلون کے مقابل ۱۰/۱۳ تب آفتاب نے درنگ کیا اور ماہتاب کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ اُن لوگوں نے اپنے دشمنوں سے انتقام لیا۔

۱۰/۱۳ قریب دن بھر کے سورج بیچھم کی طرف مائل نہ ہوا۔

کیوں جناب سورج اور چاند کا ۱۲ گھنٹے کے لئے اپنی رفتار سے رُک جانا۔ کس قدر زیادہ عجیب ہے۔ شق القمر کا واقعہ تو رات کا تھا۔ ہزاروں مقامات پر لوگ سوئے ہوں گے۔ ہزاروں انسان گھروں کے اندر ہوں گے۔ لیکن سورج کا ۱۲ گھنٹے رُک جانا تو سارے جہان میں تہلکہ

ڈال دینے والی بات تھی۔ مگر اُس کا ذکر یسوع کی معاصر کتابوں میں کہیں بھی نہیں ملتا۔ اور بارنہمہ آپ اس واقعہ کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر اب ہم دکھلانا چاہتے ہیں کہ اگر کہ مقدس میں یہ واقعہ رات کو ۹ بجے وقوع پذیر ہُوا۔ تو اُس وقت دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں اوقات کیا تھے۔

نام ملک	گھنٹے	منٹ ملے	نام ملک	گھنٹے	منٹ ملے
ہندوستان	۱۲	۵ شب	ہزائر سنڈوک	۷	۵۰ دن
مارلیشس	۱۱	۲۰ شب	انگلستان۔ آئرلینڈ۔ فرانس بلجیم۔ سپین۔ پرتگال۔ جبل الطارق الجیریا۔	۶	۰ دن
رومانیہ۔ بلگیریا۔ ٹرکی۔ یونان جرمن گلسبرگ۔ ڈنمارک۔ سویڈن	۸	۲۰ دن			
	۰		پیرو۔ پناما۔ جمیکا۔ جاپان۔ امریکہ	۱	۲۰ بعد نیم شب
آکس لینڈ۔ ملیریا	۵	۲۰ دن	سموآ	۶	۲۰ دن
مشرقی برازیل	۲	۲۰ بعد نیم شب	نیوزی لینڈ	۶	۵۰ صبح
متوسط برازیل و چلی	۲	۲۰ بعد نیم شب	تسمانیہ۔ وکٹوریا۔ نیو ساؤتھ ویلز	۵	۲۲ صبح
برٹش کولمبیا	۱۰	۲۰ قبل دوپہر	جنوبی آسٹریلیا	۴	۵۰ صبح
لوکن	۹	۲۰ قبل دوپہر	جاپان۔ کوریا	۴	۲۰ بعد دوپہر
برہما	۱	۵۰ بعد نیم شب	مغربی آسٹریلیا۔ شنگاپور۔ نیو جزائر فلپائن۔ ہانگ کانگ چین	۳	۲۰ بعد دوپہر
سہلی لینڈ ڈنمارک	۱۰	۲۰ شب			
ریاستہائے ملایا	۲	۲۰ بعد نیم شب			

لہ یہ نقشہ اوقات سٹینڈرڈ ٹائم کے حساب سے ہے۔ ۱۲ منہ

معجزات کی قسم دوم

یعنی اطلاع اخبار مستقبلہ و واقعات آئندہ

عہد مستقبل کا علم کسی انسان کو حاصل نہیں وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا۔ کسی شخص کو بھی یہ پتہ نہیں۔ کہ آنے والے کل کو وہ کیا کیا کرے گا۔

علم غیب کا مالک صرف رب العالمین ہے۔ کہ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

رب العالمین ہی اپنے برگزیدہ انبیاء و رسل پر علم غیب کا اس قدر حصہ ظاہر فرماتا رہا ہے جس کی اُن کو ضرورت ہوئی۔ یا جس کی ضرورت اُن کی صداقت و رسالت کا یقین دلانے کے لئے پائی گئی۔ (فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ) وہ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ مگر جس رسول سے وہ خوش ہو،

معجزات مادی کا انکار کرنے والے اور شکوک و اوہام کے دام میں گرفتار تو بہت پائے جاتے ہیں۔ مگر اخبار مستقبلہ کی اطلاع صحیح کی تاویل ایسے لوگ بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ بھی معجزات میں داخل و شامل ہیں۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ کسی کے نزدیک معجزات مادی کا درجہ بڑا ہے اور کسی کے نزدیک اظہار اخبار غیب کا درجہ بڑا۔

صدیقہ بنت صدیق ام المؤمنین عائشہؓ سے صحیحین میں مروی ہے۔ کہ نزول وحی سے پیشتر حضور پر رویائے صادقہ کا باب کھولا گیا تھا۔ حضور پُر نور جو کچھ خواب میں دیکھ لیتے۔ بیداری میں وہ واقعتاً اسی طرح ظہور پذیر ہوتا۔

انبیاء علیہم السلام کے رویاء کو دیگر اکابر صالحین کے رؤیا پر یہی فوقیت ہے کہ اوروں کے خواب تمثیلی رنگ میں بھی ہوتے ہیں۔ مگر انبیاء کے رؤیا میں جلوۂ حقیقت ہوتا ہے۔ ذبح پسر کے متعلق امام المخلصین ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ حضور اپنے فرزند اسمٰعیل سے فرماتے ہیں۔ یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تم غور کرو۔ کہ

اس میں تمہاری رائے کیا ہے؟

خلیل الرحمٰن کا فرزند ذبیح اللہ کا منصب پانے کا آرزومند نبی بن نبی جواب دیتا ہے

یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ بزرگ باپ جو حکم آپ کو ملا ہے اُس پر عمل کیجئے۔

غور کرو کہ صورت مرئیہ سلام کا نام انہوں نے امر الٰہی رکھا ہے۔ چنانچہ اُس کی تعمیل ٹھیک اُسی صورت میں کی گئی۔

اللہ تعالےٰ نے نبی صلعم کے بھی ایک خواب کا ذکر سورۃ الفتح میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ۔

اللہ نے اپنے رسولؐ کے اس خواب کو پوری حقانیت کیساتھ پورا کر دیا کہ تم انشاءاللہ احمد میں داخل ہو گئے اُس وقت بعض مسلمانوں نے سر منڈاتے ہوئے ہوں گے۔ اور بعض نے بال کٹواتے ہوئے۔

یہاں بھی مسجد الحرام۔ اور حلق و تقصیر اپنے اصلی معنی میں تھے۔

خواب کے بعد نبی صلعم کے وہ مشاہدات اور اعلامات ہیں۔ جن میں حضورؐ نے اللہ تعالےٰ سے اطلاع پاکر اہل دنیا کو مطلع فرمایا ہے۔ عنوان بالا کے تحت میں ہم ایسے ہی واقعات کا ذکر بالاختصار کرتے ہیں۔

اطلاع اخبار مستقبلہ

(۱) حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی صلعم کھڑے ہوئے اور حضورؐ نے ہر ایک بات جو قیامت تک ہونے والی تھی۔ بیان فرما دی۔ جسے یاد ہے اُسے یاد ہے۔ جو بھول گیا۔ وہ بھول گیا۔ میرے ساتھی بھی جب وہ ایسا واقعہ آجاتا ہے جو میں بھول چکا تھا۔ تو اُسے دیکھتے ہی سمجھ جاتا ہوں۔ جیسے ہم کسی شخص کو بھول جایا کرتے ہیں۔ اور پھر اس کا منہ دیکھ کر اُسے پہچان لیا کرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم، صحیح مسلم بروایت ابوزید روایت بالا کے متعلق یہ مزید صراحت ہے کہ حضورؐ نے نماز فجر کے بعد نماز ظہر تک خطبہ فرمایا۔ نماز پڑھکر پھر خطبہ شروع کر دیا۔ غروب شمس تک یہی ہوتا رہا۔ اس خطبہ میں واقعات تا قیامت کا ذکر فرمایا تھا۔ جسے وہ خطبہ زیادہ محفوظ رہ گیا ہے۔ وہ ہم میں سے زیادہ عالم ہے۔

جہاد بحری کی اطلاع

(۱) انسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی صلعم نے ام حرامؓ کے گھر میں آرام فرمایا۔ جب بیدار ہوئے تو حضور ہنس رہے تھے۔ ام حرامؓ نے وجہ پوچھی۔ فرمایا مجھے میری امت کے وہ غازی دکھلائے گئے جو سمندر میں جہاد کے لئے سفر کریں گے۔ وہ اپنے جہازوں پر ایسے بیٹھے ہوں گے۔ جیسے ملوک اپنے تخت پر نشست کرتے ہیں۔ ام حرامؓ نے عرض کی کہ میرے لئے بھی دعا فرمایئے۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے۔ حضور نے دعا کر دی اور پھر لیٹ گئے۔ پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ فرمایا مجھے میری امت کے دوسرے غازی جہازوں پر سوار ہو کر جہاد کرنے والے دکھلائے گئے۔ ام حرامؓ نے کہا۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے۔ فرمایا نہیں۔ تو پہلے لوگوں میں سے ہے۔

امیر معاویہ کے زمانہ میں جب عبادہ بن صامتؓ بحری جہاد کو گئے۔ تو یہ ام حرامؓ بھی اپنے شوہر کے ساتھ گئیں۔ غزوہ سے واپسی کے وقت ام حرامؓ کے لئے سواری لائی گئی وہ سوار ہونے لگیں۔ تو جانور نے لات ماری۔ اور ان کا انتقال وہیں ہو گیا (صحیح بخاری و مسلم)

پیشگوئی

(۲) صحیح بخاری میں عدی بن حاتم طائیؓ کی روایت ہے کہ میں نبی صلعم کے حضور میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک شخص آیا۔ اور اس نے فاقہ کی شکایت کی۔ دوسرا آیا۔ اس نے ڈکیتیوں کی شکایت کی۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ کہ اے عدی اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھ لوگے۔ کہ ایک بڑھیا حیرہ سے اکیلی چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی۔ وہ اللہ کے سوا اور کسی سے نہ ڈرتی ہوگی (میں نے اپنے دل میں کہا کہ طے کے ڈکیت کدھر چلے جائیں گے۔ جنہوں نے تمام بستیوں کو تباہ کر دیا ہے)

(پھر فرمایا) اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانوں کو جا کھولو گے۔ میں نے پوچھا کیا کسریٰ بن ہرمز۔ فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز (پھر فرمایا) اگر تیری عمر لمبی ہوئی۔ تو تو دیکھ لے گا کہ ایک شخص زکوٰۃ کا سونا اور چاندی لئے ہوئے پھرے گا۔ اور اسے کوئی نہ ملے گا۔ جو زکوٰۃ کا پیسہ

لینے والا ہو۔

عدی کہتے ہیں۔ میں نے ایسی بڑھیا کو بھی حج کرتے دیکھ لیا۔ جو کوفہ سے اکیلی حج کو آئی تھی۔ اور اللہ کے سوا اسے کسی اور کا خوف نہ تھا۔ وہ خزائن کسریٰ کی فتح میں تو میں شامل تھا تیسری بات بھی اے لوگو تم دیکھ لو گے۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کی سلطنت میں تیسری بات بھی پوری ہو گئی۔ کہ زکوٰۃ دینے والے کو تلاش سے بھی کوئی فقیر نہ ملتا تھا۔ اور وہ اپنا مال گھر واپس لے جایا کرتا تھا۔

پیشگوئی متعلق فتوحات ممالک

(۴) بیہقی و ابونعیم نے براء بن عازبؓ سے روایت کی ہے۔ کہ خندق کھودتے ہوئے ایک بہت بڑا۔ اور بہت سخت پتھر نکل آیا۔ جس پر کدال کا اثر نہ ہوتا تھا۔ ہم نے نبی صلعم سے یہ حال عرض کیا۔ حضور نے پتھر کو دیکھا۔ کدال کو ہاتھ میں لیا۔ اور بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا۔ اس وقت حضور نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الشَّامِ (مجھے ملک شام کے خزانے یا کنجیاں عطا کی گئیں، بخدا میں نے وہاں کے سرخ سرخ محلات کو ابھی دیکھ لیا ہے۔ پھر دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر توڑ دیا۔ پھر فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ فَارِسَ۔ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْاَبْیَضَ۔ مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ اور میں اس وقت مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور سارا پتھر چکنا چور کر دیا۔ اور فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْیَمَنِ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُبْصِرُ اَبْوَابَ صَنْعَآءَ مِنْ مَکَانِیْ اَلسَّاعَۃَ۔ مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں واللہ میں یہاں سے اس وقت شہر صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔"

یہ پیشگوئی اس وقت فرمائی تھی۔ جب مدینہ پر کفار کے عساکر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اور ان سے بچاؤ کے لئے شہر کے گرداگرد خندق کھودی جا رہی تھی۔ ایسے ضعف کی حالت میں اتنے ممالک کی فتوحات کی اطلاع دینا اللہ کے نبی ہی کا کام ہے۔ جسے اللہ تعالےٰ نے حرف بحرف پورا فرمایا۔

فتح مصر کی پیشگوئی

رسول نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

إِنَّكُمْ سَتَفْتَحُونَ أَرْضًا يُذْكَرُ فِيهَا الْقِيرَاطُ فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْرًا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا فَإِذَا رَأَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَخْتَلِفَانِ عَلَى مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجُوا مِنْهَا (مسلم عن ابی ذر)

تم عنقریب اس ملک کو فتح کرو گے۔ جہاں (سکہ قیراط) ہے۔ تم وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا۔ کیونکہ انکو ذمہ اور رحم کے حقوق حاصل ہیں۔ پھر ابوذر سے فرمایا۔ جب تم دیکھو کہ دو شخص ایک اینٹ برابر کی زمین پر جھگڑ رہے ہیں۔ تب وہاں سے چلے آئیو۔

ابوذرؓ نے فتح مصر کو بھی دیکھا۔ اور وہاں بود و باش بھی اختیار کی۔ اور یہ بھی دیکھا۔ کہ ربیعہ اور عبدالرحمٰن بن شرجیل اینٹ برابر زمین کے لئے جھگڑ رہے ہیں۔ تب یہ وہاں سے چلے بھی آئے صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا کی تفسیر بیہقی و ابونعیم کی حدیث عن کعب بن مالک میں موجود ہے کہ ہاجرہ ام اسمٰعیلؑ اور ماریہ قبطیہ ام ابراہیم بن رسول اللہ صلعم مصریہ ہیں حدیث بیہقی و ابونعیم میں ملک مصر کا نام صراحتہً ہے۔

ملک عرب سے ممالک مفتوحہ کے قطع تعلق کی پیشگوئی

رسول نبی صلعم نے فرمایا۔

مُنِعَتِ الْعِرَاقُ دِرْهَمَهَا وَقَفِيزَهَا وَمُنِعَتِ الشَّامُ مُدْيَهَا وَدِينَارَهَا وَمُنِعْتُمْ مَعْلُومَ أَرْدَبِّكُمْ وَدِينَارَكُمْ ثُمَّ عُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ (صحیح مسلم عن ابی ہریرہ)

عراق نے اپنے درہم و قفیز کو۔ شام نے اپنے مد دینار کو۔ اور مصر نے اپنے اردب و دینار کو روک لیا۔ اور تم ویسے کے ویسے رہ گئے جیسے شروع میں تھے۔

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں۔ کہ نبی صلعم نے اس حدیث میں صیغہ ماضی کا استعمال فرمایا ہے۔ حالانکہ اس کا تعلق عہد مستقبل سے تھا۔ اس لئے کہ علم الٰہی میں ایسا ہی مقدر ہو چکا تھا۔

لہ قفیز۔ اردب اناج کے پیمانے ہیں۔ قفیز مکوک کا ربع ہے۔ رطل یا بقول بعض ۱۲ رطل کا اور اردب ۲۴ صاع کا ہوتا ہے۔ (مجمع البحار)

حدیث بالا اس زمانہ کے متعلق پیشگوئی ہے۔ جب مدینہ منورہ میں خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اور دمشق میں سلطنت امویہ کا قیام ہو گیا تھا۔ کہ پھر حجاز میں ان ممالک سے مالیہ بالکل سکہ اور بالکل جنس کبھی حجاز کو حاصل نہ ہوا۔ یہ پیشگوئی اب تک بارہ صدیوں سے اسی طرح پر چلی آتی ہے۔

پیشگوئی کہ شہنشاہ ایران کے کنگن سراقہ اعرابی کو پہنائے جائیں گے

۱۔ نبی صلعم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا۔

کَیْفَ بِکَ اِذَا لُبِسْتَ سِوَارَیْ کِسْرٰی (بیہقی من طریق ابن عتبۃ)	تیری کیا شان ہو گی جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

بیہقی کی دوسری روایت میں ہے کہ جب عمر فاروقؓ کے پاس فتح ایران کے مال غنیمت میں کسریٰ کے کنگن پہنچے۔ تو انہوں نے سراقہ بن مالک کو بلایا۔ اور اسے وہ کنگن پہنائے۔ جو سراقہ کے بازوؤں کے اوپر تک پہنچے۔

فاروقؓ نے کنگن پہنا کر زبان سے کہا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے کسریٰ بن ہرمز سے جو اپنے آپ کو رب الناس کہلاتا تھا۔ یہ کنگن چھین لئے۔ اور آج سراقہ بن مالک اعرابی مدلجی کو پہنائے۔

امام شافعیؒ نے تحریر کیا ہے۔ کہ یہ کنگن سراقہ کو نبی صلعم کی پیشگوئی کی تعمیل میں پہنائے گئے تھے۔

حدیث بالا کے مختصر فقرہ پر غور کرو۔ جو تین پیشگوئیوں پر مشتمل

۱۔ خلافت فاروقؓ کی صداقت پر۔ جس نے نبی اللہ کے ارشاد کو پورا کیا۔

۲۔ فتح ایران پر۔

۳۔ فتح ایران تک سراقہ کے زندہ رہنے پر۔ کتاب الاستیعاب سے واضح ہے۔ کہ سراقہؓ نے ۲۴ھ میں وفات پائی تھی۔ یعنی فتح ایران سے صرف چند سال بعد وہ زندہ رہے۔

معجزات قسم دوم

اب ایسی پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا اندراج کتب احادیث میں پہلے سے ہو چکا تھا۔ اور اُن کتب کو عالم اسلام میں تداول بین الناس۔ اور اشاعت تام کا درجہ حاصل تھا۔ پھر ان پیشگوئیوں کا ظہور دنیا کے سامنے بعد میں ہوا۔

اس سے ثابت ہوگا۔ کہ ایسی پیشگوئیوں کی نسبت تصنع۔ یا ساخت کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نیز ان سے یہ بھی ثابت ہوگا۔ کہ قرب قیامت کی علامات و اشراط جن احادیث میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ اور جن کا ظہور آج ۱۳۴۸ھ تک نہیں ہوا۔ اُن کا ظہور بھی یقیناً اپنے اپنے اوقات پر۔ جو علم الٰہی میں مقرر ہے، اپنے ظاہری الفاظ۔ اور کمال تطابق کے ساتھ بصیرت افروز مومنین ہوگا۔

۳۹۴ سال پیشتر کی پیشگوئی

سنن نسائی و بیہقی میں غزوۂ ہند کی پیشگوئی بایں الفاظ درج ہے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْهِنْدِ (الفاظ بیہقی)	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا۔ کہ مسلمان ہندوستان میں غزا کریں گے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حدیث امام نسائی نے اپنی صحیح میں درج کی ہے۔ امام نسائی ۲۱۵ھ کو پیدا ہوئے اور ۳۰۳ھ کو اُنہوں نے وفات پائی۔

نسائی طائر بزا دو از جہاں فیرو زرفت،

ہند پر سب سے پہلے سلطان محمود نے ۳۹۲ھ کو حملہ کیا تھا۔ یعنی اشاعت کتاب سنن نسائی سے قریباً ایک صدی بعد۔ جبکہ سنہ ہجرت ۳۹۱ تھا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اہل اسلام کی کتابوں میں [illegible] کا نام ہے۔ اور اسی مناسبت سے اُنہوں نے ماورائے [illegible] کے رہنے والی قوموں کا نام ھند رکھا تھا۔ انگریزی میں ہندوستان کا نام انڈیا بھی اسی مناسبت سے ہے۔ لہٰذا حدیث ہذا کا مصداق، وای غزوہ

ہوسکتا ہے یہیں میں اٹک سے عبور کیا گیا۔

۶۵۴ سال پہلے کی پیشگوئی

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْٓءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی۔	قیامت نہیں آئے گی جب تک حجاز میں ایسی آگ نمایاں نہ ہو جو بصری کے اونٹوں پر اپنی روشنی ڈالے گی۔

یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ امام محمدؐ بن اسمٰعیل بخاریؒ نے ۲۵۶ھ کو امام مسلم بن الحجاجؒ نے ۲۶۱ھ کو انتقال فرمایا تھا۔ اور ان ائمہ کبار کی ہر دو کتب صحیحین، اُن کی زندگی ہی میں جملہ ممالک اسلام میں داخل درس و تدریس ہو چکی تھیں۔ اور روز افزوں اشاعت کی وجہ سے یہ کتابیں ہر ایک اسلامی علاقہ میں کثرت کے ساتھ پائی جاتی تھیں۔

نبی صلعم کے فرمودہ الفاظ کا ظہور جمادی الثانی ۶۵۴ھ کو ہوا۔ یعنی شیخین المحدیث کی وفات سے بھی چار صدیوں کے بعد۔

گواہان عینی نے اس آگ کے متعلق جس کی ابتداء پہاڑ کی آتش فشانی سے ہوئی، جداگانہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ شیخ صفی الدین مدرس مدرسہ بصری کی شہادت موجود ہے۔ کہ جس روز اس آگ کا ظہور حجاز میں ہوا۔ اسی شب بصریٰ کے بدوؤں نے آگ کی روشنی میں اپنے اپنے اونٹوں کو دیکھا۔ اور شناخت کیا۔

یہ آگ یکم جمادی الثانی کو پہاڑ سے پھوٹ پڑی تھی۔ دوسری تاریخ کو زلزلہ کی رفتار تیز محسوس ہوتی تھی۔ تیسری کو زلزلہ کی شدت بڑھ گئی۔ چوتھی کو زلزلہ کے ساتھ گرج کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ گویا عدفلک زور زور سے کڑک رہا ہے۔ پانچویں کو دھوئیں نے زمین و آسمان اور افق کو چھپا لیا۔ آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ پتھر پگھلنے لگے۔ ایسا نظر آتا تھا کہ پہاڑ پر سے نہر احمر کی آبشار گر رہی ہے۔ روز بروز آگ کا رُخ جانب شہر مدینہ تھا۔ باشندگان مدینہ نے جمعہ کی شب مسجد نبوی صلعم میں حاضر ہو کر بسر کی۔ اور تمام شب تضرع و زاری کرتے رہے صبح کو دیکھا۔ کہ آگ کا رُخ پلٹ گیا ہے

تعجب خیز امر تھا۔ کہ اس شدت نار کے وقت بھی مدینہ میں جو ہوا آتی تھی۔ وہ ٹھنڈی

نسیم ہوتی تھی۔

۶۵۶ سال پہلے کی پیشگوئی

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا:۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْکَ صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَ الْوُجُوْہِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَۃُ۔	قیامت قائم نہ ہوگی کئی باتوں کے بعد فرمایا بیشک تم ان ترکوں سے جنگ کروگے۔ جو چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہرے والے۔ پست ناک والے ہوں گے اُن کے چہرے ڈھال جیسے چوڑے ہوں گے۔

یہ نتیجہ تتر کی خبر ہے۔ ہولاکو خاں کے لشکروں نے خراسان و عراق کو تباہ کیا۔ بغداد کو لوٹا تھا۔ اور باقی خراسان کو بھی ایشیائے کوچک میں شکست عظیم ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ۶۵۶ھ کا ہے۔ اور چین میں پانچ صدی پیشتر سے رواج چلا آتا تھا۔

۷۰۰ برس پہلے کی پیشگوئی

طبرانی و ابونعیم نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا۔

اُتْرُکُوا التُّرْکَ مَا تَرَکُوْکُمْ فَاِنَّ اَوَّلَ مَنْ یَسْلُبُ اُمَّتِیْ سَلْبَھُمْ	ترکوں کو چھوڑ دو جب تک وہ تم کو نہ چھیڑیں کیونکہ پہلی وہ قوم ہے جو سب سے پہلے میری امت سے ملک چھین لے گی۔

۸۵۵ سال پیشتر کی پیشگوئی

مسند امام احمد میں اور صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہؓ اور سنن ابی داؤد میں بروایت معاذ بن جبلؓ فتح قسطنطنیہ کا ذکر موجود ہے۔

امام ہمام احمد بن حنبلؒ کا انتقال ۲۴۱ھ میں ہوا۔ اور ان کی کتاب مسند تاریخ تدوین سے ہمیشہ علماء امت اور ائمہ محدثین کے پیش نظر رہی ہے۔

محمد فاتح سلطان نے قسطنطنیہ کو ۸۵۵ھ / ۱۴۵۳ء میں فتح کیا۔ یعنی کتاب مسند سے چھ صدیوں اور سال ہجرت سے ساڑھے آٹھ صدیوں کے بعد دنیا نے نعم الامیر اور نعم الجیش کا نظارہ بچشم

جیسا کہ نبی صلعم نے فرمایا تھا۔

۱۳۴۸ سال کی پیشگوئی

فتح مکہ کے دن (پنجشنبہ ۲۰ رمضان ۸ھ) نبی صلعم نے شیبہ بن عثمان اور عثمان بن طلحہ کو بیت اللہ کی کلید عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔

خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَأْخُذُهَا	لو یہ کنجی سنبھالو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ تم سے
مِنْكُمْ إِلَّا ظَالِمٌ	یہ کلید کوئی نہ چھینے گا۔ مگر وہی جو ظالم ہوگا۔

ان مختصر الفاظ میں تین پیشگوئیاں مندرج ہیں۔

(۱) خاندان ابو طلحہ کا دنیا میں برابر باقی رہنا تسل قائم رہنا۔

(۲) کلید بیت اللہ کی حفاظت و خدمت کا انہی سے متعلق رہنا۔

(۳) ان کے ہاتھوں سے کلید چھیننے والے کا نام ظالم ہونا۔

نمبر ۱ و ۲ کی بابت اب تک کل دنیا کو معلوم ہے کہ یہ کلید بنو شیبہ میں آج تک موجود ہے اور یہ نسل اب تک جاری ہے۔

نمبر ۳ کی بابت مؤرخین کا بیان ہے کہ یزید پلید نے اُن سے یہ کلید چھین لی تھی اُس کے بعد پھر یہ ۱۳۴۳ سال کا زمانہ شاہد صدق ہے کہ کسی اور شخص نے اللہ کے رسولؐ کی زبان سے ظالم کہلانے کی جرأت نہیں کی۔

پیشگوئی جس کی تصدیق زمانہ حال ہمارے سامنے بھی کر رہا ہے

صحیح مسلم میں ابو مسلم رضؓ دمشقی کی روایت موجود ہے کہ انہوں نے عمرو بن العاص فاتح مصر کے سامنے یہ بیان کیا۔ کہ آخری زمانہ میں یورپین عیسائیوں کا دنیا میں زور ہو جائے گا۔ عمرو بن العاص نے اُسے رد کیا۔ اور کہا دیکھو۔ کیا کہہ رہے ہو۔ انہوں نے کہا میں تو وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے نبی صلعم سے سنا ہے۔ عمرو بولے۔ تب تو درست ہے

ناظرین غور کریں کہ یہ روایت صحابی رسولؐ نے اُس وقت بیان کی جب عساکر اسلام تمام اطراف عالم میں مظفر و منصور تھے۔ جب اُن کو عراق و شام و مصر و خراسان و ایران و سوڈان کی

فتوحات میں کہیں ایک جگہ بھی شکست نہ ہوئی تھی۔ عیسائی مسلمانوں کے سامنے جملہ ممالک میں پیچھے ہٹ رہے تھے اور عقل و وہم و قیاس کے نزدیک یورپین اقوام کی کثرت و غلبہ کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آسکتی تھی۔

دنیا سے اسلام کی یہی حالت امام مسلم (المتوفی ۲۶۱ھ) کی زندگی تک موجود تھی۔ مگر صحابی روایت کرتا ہے۔ اور امام الحدیث اُسے اپنی کتاب میں ایمان و ایقان صحت کے ساتھ درج بھی کر دیتا ہے۔ آج دنیا دیکھ لے۔ کہ امریکن (جو اپنی اصلی زادونہاد کے اعتبار سے یورپین ہیں) برطانیہ۔ فرانس۔ ایطالیہ۔ پرتگال۔ سویڈن۔ ناروے۔ سوئٹزرلینڈ۔ سپین۔ جرمنی وغیرہ کی حالت کیا ہے؟

پیشگوئی جس کی صداقت کی شہادت موجودہ زمانہ ادا کر رہا ہے

بیہقی و حاکم نے ابوہریرہ و معاویہ سے اور طبرانی نے عوف بن مالک اشجعی سے بنی صلعم کے یہ الفاظ (بطبی روایت ہیں) بیان کئے ہیں۔

تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثَۃٍ وَّ سَبْعِیْنَ فِرْقَۃً | میری اُمت میں تہتر فرقے بن جائیں گے۔

نزول قرآن پاک کے وقت اُمت محمدیہ کے جملہ افراد کا منفرداً و مجتمعاً ایک ہی نام تھا یعنی مسلم جیسا کہ قرآن پاک میں ہے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ تمہارے باپ ابراہیمؑ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کی خلافت کے آغاز تک یہی واحد اور جامع نام سب کا معروف رہا۔ لیکن خروج خوارج کے بعد نئے نئے فرقے اور اُن فرقوں کے نئے نئے نام نکلنے شروع ہو گئے۔ ہر ایک فرقہ کو اپنے مختص نام پر ناز ہے۔

یہ پیشگوئی ایسی ہدایت اور صداقت کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔ اور ہو رہی ہے۔ کہ کروڑوں مسلمانوں کے متدعویہ دعاوی اس کی تصدیق میں موجود ہیں۔

جامع کتاب کا مقصد صرف سیدنا و مولٰنا محمد رسول اللہ صلعم کے معجزات (اخبار من الغیب) کی شکل میں بیان کرنا ہے۔ الحمد للہ کہ جو کچھ اس بارہ میں لکھا گیا۔ وہ ثبوت مقصد کے لئے کافی ہے۔ ہر چند کہ حصر دشوار ہے۔

قسم سوم از معجزات نبوی صلعم

بندوں کی دعاؤں کا قبول فرمانا رب العالمین کے صفات علیا میں سے ہے۔ وہ رؤف الرحیم ہر ایک بندہ کی دعا کو بشرطیکہ پورے افتقار و اضطرار سے کی گئی ہو۔ قبول فرماتا ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وہ کون ہے (اللہ کے سوا) جو مضطر کی پکار کو قبول فرماتا ہے۔

وہ رحمٰن الدنیا و رحیم الآخرہ اہل اطاعت کی دعاؤں کو خصوصیت سے منظور فرماتا ہے۔

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ اللّٰہِ اِذَا دَعَانِ جب مجھ سے مانگنے والے مجھ سے مانگتے ہیں۔ تو میں اُن کی پکار کو سن لیتا اور درخواست کو منظور کر لیتا ہوں۔

وہ عزیز الحکیم اپنے عبد اور رسول کی عزت اور بزرگی کو جہان و جہانیاں کے دلوں میں مستحکم و استوار کرنے کے لئے اُن کی دعاؤں کو بسرعت و بکثرت منظور فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ علامت بجائے خود ایک معجزہ (دنیا کو اُس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز کرنے والی) ایک نشان (طالبان ہدایت کو راہ ہدایت پر لانے والی، ایک آیت (اللہ تعالیٰ کے قرب تک پہنچانے والی) بن جاتی ہے۔

سینکڑوں ایسے نظائر موجود ہیں کہ نبی صلعم کی زبان صدق سے جو الفاظ نکلے وہ پورے طور پر اُسی طرح منجانب اللہ پورے کئے گئے۔ جیسا کہ اُن الفاظ کے معانی لغوی کا اقتضا تھا۔ ایسے نظائر کا حصر دشوار ہے۔ مگر سیرت نگار کا فرض ہے کہ اس چمن فردوس بہار کی شمیم سے ناظرین کے دماغ کو عنبر آگین بنانے کی سعی کرے

(۱) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انسؓ سے روایت ہے کہ عہد نبوی میں قحط پڑا۔ انہی ایام میں نبی صلعم جمعہ کا خطبہ منبر پر بیان کر رہے تھے۔ کہ ایک اعرابی اُٹھا۔ اُس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ مال تباہ ہو گیا۔ اور عیال بھوک سے نڈھال ہے۔ ہمارے لئے دعا فرمایئے۔ نبی صلعم نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔ اُس وقت آسمان پر کوئی بدلی بھی نہ تھی۔

اللہ کی قسم کہ ابھی حضور نے ہاتھ نیچے بھی نہ کئے تھے کہ پہاڑوں جیسے بادل جمع ہو گئے۔ پھر حضور ابھی منبر سے نہ اترے تھے کہ حضور کی ریش مبارک پر قطرات بارش نظر آنے لگے۔ اس روز سارا دن برستا رہا۔ پھر اگلے دن بھی اور اگلے دن۔ غرض دوسرے جمعہ تک یہی حال رہا۔ اور پھر وہی اعرابی حضور کے سامنے کھڑا ہوا۔ کہا اے اللہ کے رسول اب تو مکانات گرنے لگے۔ نبی صلعم نے ہاتھ اٹھا کر یہ لفظ کہے۔ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا لَا عَلَیْنَا۔ الٰہی گرد و نواح میں برسے ہم پر نہ برسے۔ پھر حضور جدھر کے بادلوں کی طرف اشارہ فرما دیتے تھے۔ وہی چھٹ جاتے تھے حتیٰ کہ مدینہ صاف نکھر گیا اور شہر سے باہر جل تھل کا نظر ہو گیا۔ اور باہر سے بھی جتنے لوگ آئے۔ سب نے بارش کا ہونا بتلایا[1]

قتل سے مصئون رہنے کی دعا

(۲) طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے کہ ضمرہ بن ثعلبہ رضی نبی صلعم کے حضور میں آئے۔ اور درخواست کی۔ کہ میرے شہید ہونے کی دعا فرمائی جائے۔

حضور نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّمُ دَمَ ابْنِ ثَعْلَبَۃَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ۔ الٰہی میں مشرکین پر ابن ثعلبہ کا خون حرام کرتا ہوں۔

یہ بزرگ جہاد میں دشمن پر بیدھڑک حملے کیا کرتے۔ اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے اور پھر صحیح سلامت واپس آجاتے۔

دعائے عفت

(۳) امام احمد نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نبی صلعم

---

[1] بیہقی و ابن عساکر نے اس موقع پر حضور کی دعا استسقاء کے الفاظ یہ روایت کئے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا عَلَدًا تَامًّا طَبَقًا عَاجِلًا غَیْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ تَمْلَأُ بِہِ الضَّرْعَ وَتُنْبِتُ بِہِ الزَّرْعَ وَتُحْیِی بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَکَذٰلِکَ تُخْرِجُوْنَ (خصائص الکبریٰ جلد ۱ صـ ۱۴۲)

کے حضور میں آیا۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے زنا کی اجازت مل جائے۔ لوگ سنتے ہی اُسے دیکھنے اور جھڑکنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ قریب آؤ۔ اور بیٹھ جاؤ۔ وہ جوان قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

حضورؐ نے فرمایا۔ کیا تو اپنی ماں کے لئے یہ بات پسند کرتا ہے۔ وہ بولا قربان جاؤں نہیں۔

فرمایا۔ ہاں کوئی شخص بھی اپنی ماں کے لئے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضورؐ نے پوچھا۔ تم اپنی بیٹی کے لئے یہ چیز پسند کرتے ہو۔ وہ بولا قربان جاؤں نہیں۔

فرمایا۔ ہاں کوئی شخص بھی اپنی بیٹی کے لئے یہ پسند نہیں کرتا۔

پھر حضورؐ نے پوچھا۔ تم اپنی بہن کے لئے یہ چیز پسند کرتے ہو۔ وہ بولا قربان جاؤں نہیں۔

فرمایا۔ ہاں کوئی بھی اپنی بہن کے لئے ایسا پسند نہیں کرتا۔

پھر پوچھا۔ تم اپنی پھوپھی کے لئے یہ بات پسند کرتے ہو۔ وہ بولا قربان جاؤں نہیں۔

فرمایا۔ ہاں کوئی انسان بھی اپنی پھوپھی کے لئے پسند نہیں کرتا۔

پھر پوچھا۔ تم اپنی خالہ کے لئے یہ بات پسند کرتے ہو۔ وہ بولا۔ قربان جاؤں نہیں۔

فرمایا۔ ہاں کوئی بشر بھی اپنی خالہ کے لئے اسے پسند نہیں کرتا۔

بعد ازاں حضورؐ نے دست مبارک اُس پر رکھا۔ اور یہ الفاظ زبان سے کہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَاَحْصِنْ فَرْجَہٗ الٰہی اس کا گناہ دور کر دے۔ اس کا دل پاک کر دے اور اس کا ستر محفوظ کر دے۔

اس دعا کے بعد یہ جوان کبھی ایسی بات کا خیال بھی نہ کیا کرتا تھا۔

قبل ازیں عاجز نے صلعم اُسے استدلالاً یہ سمجھانا چاہتے تھے۔ کہ اگر زنا کی اجازت دی جائے تو زانیہ بہرحال کسی نہ کسی کی بیٹی۔ یا بہن۔ یا ماں۔ یا خالہ۔ یا پھوپھی وغیرہ ہوگی اور یہ رشتے ایسے ہیں کہ خود سائل اور جملہ دیگر اشخاص بھی فطرۃً پسند نہیں کرتے۔ کہ اُن کی ایسی قرابت میں زنا کا وجود پایا جائے۔ لہٰذا جواز زنا کی درخواست جیسا کہ ایک غیور انسان کی فطرت کے خلاف ہے۔ اسی طرح وہ جملہ نوع بشری کی غیرت و حمیت کے خلاف ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی انسان

زنا کو پسند نہیں کر سکتا۔ یہ نکتہ سمجھانے کے بعد پھر حضورؐ نے اُس کے حق میں دعاء خیر فرمائی۔

---

(۴) صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ کسریٰ خسرو پرویز نے نبی صلعم کے فرمان دعوت کو پڑھ کر چاک کر ڈالا تھا۔

نبی صلعم نے اُس کے حق میں فرمایا مُزِّقُوْا کُلَّ مُمَزَّقٍ وہ خود پارہ پارہ ہو گئے۔

قوم پارسی کو دیکھو۔ اور وطن سے اُن کی جُدائی کا خیال کرو۔ اور دیکھو کہ اب وہ کیسی تفریق اور پراگندگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

بیہقی نے بروایت عبدالرحمٰن بن عبدالباری بیان کیا ہے۔ کہ نبی صلعم نے فرمایا تھا۔ مَزِّقْ کِسْرٰی مُلْکَہٗ۔ کسریٰ نے اپنی سلطنت کو چاک کر ڈالا۔ صفحہ ۱۰ پر تلاش کرو۔ کہ جب سے آخری کسریٰ خلیفہ ارشد عثمان ذوالنورینؓ کے لشکر سے ہلاک کیا گیا۔ اُس کے بعد کوئی کسریٰ بھی ہوا؟ پارسی قوم میں حکومت یا سلطنت کا نام و نشان بھی کہیں پایا جاتا ہے؟ خسرو کا انجام بہت ہی حسرتناک ہوا۔ اُس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں "شیریں" پر عاشق ہو گیا۔ باپ کو رشک رقابت میں خنجر سے ہلاک کر دیا۔[1]

چاک فرمان نبی کی ہے سزا چاک شکم — دیکھ لے خسرو پرویز یہ بیداد نہیں

---

(۵) بیہقی نے بروایت عبداللہ بن ابوبکر بیان کیا ہے۔ کہ بجیر بن بجرہ نے جو قسطنطنیہ کی واقعہ دومۃ الجندل کے متعلق اپنا شعر رسول اللہ صلعم کو سنایا۔ حضورؐ نے خوش ہو کر فرمایا۔ لَا یَعْضَنَّ اللّٰہُ فَاکَ وہ نوے برس کی عمر تک پہنچے۔ ان کی سب ڈاڑھیں اور دانت سالم تھے۔

---

[1] شعر یہ ہے۔

قبارک سالق البقعات انی — رأیت اللہ فی کل ھاد

فمن ولد معاویۃ بن ذی یزن — فانک من ذوی یزن الجواد

(خصائص الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۷۵)

سائب بن یزید کے لئے دعا

(۱) صحیح بخاری میں محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ سائب ابن یزید ۹۴ سال کے ہو کر فوت ہوئے اور یا نہیں مضبوط۔ معتدل تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ یہ نبی صلعم کی دعا کا ثمرہ ہے کہ میری بینائی و شنوائی اب تک درست ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ کیلئے دعا

(۱) صحیحین میں انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے عبدالرحمٰن کو بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فرما دیا تھا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں۔ اس کی برکت اب تک یہ ہے کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا ہوں تو توقع ہوتی ہے۔ کہ یہاں سے مجھے سونا یا چاندی دستیاب ہوگی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے دعا

(۱) صحیحین میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے مجھے ان الفاظ میں دعا دی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْمَا رَزَقْتَهٗ الٰہی اس کے مال اس کی اولاد کو بڑھا۔ اور جو کچھ تو اسے عطا فرمائے اس میں برکت دے انسؓ کہتے ہیں بخدا میرے پاس مال کثیر ہے اور میرے بیٹوں اور پوتوں کا شمار ایک سو کے قریب تک ہے۔

ترمذی اور بیہقی میں ابو العالیہ سے روایت ہے کہ انسؓ کے پاس ایک باغ تھا۔ جس کے درخت سال میں دو دفعہ پھل دیا کرتے۔ اس باغ میں ایک ایسا پھول تھا جس کی خوشبو کستوری جیسی تھی۔

مالک بن ربیعہ سلولی کیلئے دعا

(۹) ابن عساکر اور ابن مندہ نے یزید بن ابو مریم سے روایت کی ہے کہ میرے والد انک بن ربیعہ نے مجھے بتایا تھا کہ نبی صلعم نے میرے لئے کثرت اولاد کی دعا فرمائی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے اسّی فرزندانِ نرینہ عطا فرمائے۔

تکبر کی سزا

(۱۰) صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ نبی صلعم نے فرمایا "داہنے ہاتھ سے کھاؤ"۔ وہ بولا میں نہیں کھا سکتا۔ یہ جواب اُس نے صرف غرور میں آکر دیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا "تو نہ کھا سکے" بعد ازیں اُس کا داہنا ہاتھ منہ تک نہیں اُٹھ سکتا تھا۔

شکستہ استخوان کی درستی کا معجزہ

(۱۱) صحیح بخاری میں براءؓ کی روایت سے ہے۔ کہ جب عبداللہ بن عتیکؓ قتل ابو رافع کے بعد زینہ سے اُترے۔ تو گر پڑے اور ان کی پنڈلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے نبی صلعم سے ذکر کیا۔ فرمایا۔ پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دیا۔ حضورؐ نے اُس جگہ دستِ مبارک رکھ دیا۔ فوراً میں ایسا تندرست ہو گیا۔ گویا کبھی کوئی شکایت ہی نہ تھی۔

فصل پنجم

اسماء الرسول

ہمارے سید و آقا خواجہ ہر دو سرا کا مقدس نام "محمد" ہے صلعم اللہ علیہ وسلم۔ یہ نام قدرت الٰہیہ کی طرف سے خود آیت عظیم ہے کہ اس کا مسمّٰی ضرور امام الانبیا اور سرتاج کائنات و مافیہا ہے۔ اس کی شرح آیت محمد رسول اللہ کے تحت میں موجود ہے۔

ہاں حضورؐ کے چند بزرگوں کے نام پر غور دلانا ضروری ہے۔ ان اسماء کو "اسماء خصوصیت" قرار دینا صحیح ہوگا۔ حضورؐ کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ ہے والدہ مکرمہ معظمہ کا نام آمنہ ہے حضورؐ کی دایہ (انا) کا نام حلیمہ ہے

یعنی حضورؐ ہی ایسے مقدس ہیں۔ جن کا پیکر اطہر عبودیت کے خون سے بنا۔ جنہوں نے امن کے بطن میں مراتب وجود کو مکمل فرمایا۔ جن کی تربیت حلم و بردباری کے شیر سے ہوئی۔

کیا ایسے اسماء کا اجتماع محض اتفاقی ہے؟ نہیں بلکہ قدرت اس مولود مسعود کی شان رفیع کی آئینہ داری فرما رہی ہے اور بتلا رہی ہے کہ جس بچہ کے پیکر عنصری میں ایسے فضائل کی جامعیت نمودار ہو۔ ضرور ہے کہ وہ بچہ حقیقۃً محمد ہو۔

اب غور کرو کہ لغوی معنی کے تحت میں ایک پیشگوئی بھی شامل ہے اور عالم الغیب الشہادۃ کی جانب سے جملہ عوالم و اہل عالم پر یہ راز آشکار کیا گیا ہے کہ اس اسم کے مسمّٰی کی مدح و ثناء دنیا میں سب سے بڑھ کر سب سے زیادہ تواتر کے ساتھ کی جائے گی۔

وہ کون ہے جس کا مقدس نام آج کروڑوں اشخاص کی زبانوں پر جاری اور قلوب میں ساری ہے۔ وہ کون ہے جس کے مقدس نام کی نوبت شاہانہ مساجد کے بلند ترین میناروں سے سامعہ نواز ہے۔

وہ کون ہے جس کی سیرت پاک انسانی زندگی کے ہر لمحہ و ہر ساعت میں اور ہر درجہ اور ہر مقام پر رہنما ہے۔

وہ کون ہے جو اپنے افعال میں محمود ہے اور اپنی تعلیم سے محمود۔

وہ کون ہے جس کی رفعت فرش سے عرش تک ملی ہوئی ہے۔

وہ کون ہے جس کی تعلیم کی وسعت بر و بحر پر چھائی ہوئی ہے

(۱) بیشک وہ محمدؐ ہے اسم بھی محمدؐ ہے اور سنّی بھی محمد ہے اور حمد کو اس کی ذات یا لوفی ہے نسبت خاص ہے۔

اُسی کے مقام شفاعت کا نام "مقام محمود" ہے۔ اور اُسی کی اُمت حمّادون کے لقب سے روشناس ہے اُسی کی لائی ہوئی کتاب کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے افتتاح ہوتا ہے۔

(۲) ہاں اُسی کا نام احمدؐ ہے۔ یہ بھی اُسی سرچشمہ حمد سے نکلا ہے۔ دونوں نام اپنے منبع و ماخذ کے اعتبار سے اتحاد تام رکھتے ہیں اور اشتراک کلیہ کے ساتھ ساتھ انوار و برکات خاص سے مختص بھی ہیں۔

وہ محمدؐ ہے اور اسی لئے کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کا ثنا گستر و مدح خواں ہے۔

وہ احمدؐ ہے اور اسی لئے اس نے بارش کے قطرات سے اور ریگ کے ذرات سے بڑھ کر اپنے مالک، اپنے خالق، اپنے رازق، اپنے ہادی، اپنے معطی کی حمد و ثنا پھیلائی ہے۔

ہاں وہ محمدؐ ہے اور کل دنیا اس کی مداح ہے۔

وہ احمدؐ ہے اور وہ کل دنیا سے بڑھ کر اپنے رب کا حامد ہے۔

ترا محمدؐ و احمد زمین خواند و زماں — حمید باشد و محمود ذات ربّانی

فزوں تر از تو کسے را نہ مدح گفت زباں — نہ برتر از تو کسے گفت حمد سبحانی

محمد احمد

ہاں وہ پیارا ہے۔ اُسی نے دشمن و دوست سب سے پیار کیا ہے

وہ حبیب ہے۔ اور اسی نے محبت کو تاج اکمال سے مزین فرمایا ہے۔

وہ محبوب ہے۔ مگر محبتین سے بے نیاز ہے

(۲) وہ معطوب ہے، مگر طالبین سے کوئی احتیاج نہیں رکھتا۔
(۳) وہ متبوع ہے اور اس کی متابعت دوسرے کو مطاع بنا دیتی ہے
(۴) وہ نبی ہے اور اسی کی نبوت نے ہزاران ہزار حجاب چشم بصیرت سے ہٹا دیئے ہیں۔
(۵) وہ رسول ہے اور اسی کی رسالت نے نوع بشر کو تمام نعمت۔ اور اکمال دین اور رضوان حق کے انعامات سے ممتاز فرما دیا ہے
(۶) وہ عبد ہے اور اسی کی عبودیت نے عبودیت کو اورنگ خلافت پر متمکن کر دیا ہے۔
(۷) وہ معلم ہے اور اسی کی تعلیم نے یتیم کے اس قول اور امیہ کو پورا کر دیا ہے کہ وہ صداقت کی ساری تعلیم دے گا۔

اس نے اپنی درسگاہ قدس کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ اس نے اپنی تعلیم پر کوئی فیس نہیں مقرر کی۔ وہ مرموزات و تمثیلات میں تعلیم نہیں دیتا ہے۔ اس نے اپنے اور اپنے تلامذہ کے درمیان اشارت خاص نہیں تجویز کئے ہیں۔ اس کے ادبستان پر یُعَلِّمُکُمْ مَا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ اس کے پاک درس کا آغاز انسان کے جاننے پہچاننے علوم اور معارف کے اختتام سے ہوتا ہے۔

(۸) وہ امین ہے۔ اس کا یہی نام یوحنا رسول کو مکاشفات میں بتایا گیا۔ اور اس کا یہی نام قریش کی زبان پر جاری ہوا۔ اسی نام سے حضورؐ کا احتشام و وقار نمایاں ہے۔ اور اسی نام سے حضورؐ کا دی آسمانی کا امانت دار ہونا واضح ہے۔ اسی معنی کی طرف حدیث مسلم عن ابی سعیدؓ میں صراحت کی گئی ہے۔ کعب بن اشرفؓ کا شعر ہے ؎

امین محب للعباد مسلم بخاتم رب قاھر للغواتم

(۹) وہ اُمّی ہے اور ام القریٰ کی عزت و وقعت اسی نسبت قدسیہ سے ہے۔
وہ اُمّی ہے اور ولید سعید کی طرح جملہ افعال و اقوال میں معصوم ہے۔
وہ اُمّی ہے اور اس کی تعلیم حرف کتابی یا نقوش مرسّبہ کی احتیاج مند نہیں۔
(۱۰) وہ برہان ہے قرآن مجید میں قَدْ جَآءَکُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فرمایا گیا ہے اور امام سفیانؒ بن عیینہ نے اس کی تفسیر میں برہان آنحضورؐ ہی کو فرمایا ہے۔
(۱۱) وہ برہان ہے اور محبت اللہ ہے۔

وہ برہان ہے اور حضورؐ کی ذات ہمایوں بذات خود ایک روشن دلیل ہے

(۱۱) وہ بشر ہے اور اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ کے تاج سے متوج ہے۔ آدم کے لئے ابوالبشر ہونا اسی لئے صد گونہ افتخار کا موجب ہے کہ حضورؐ بشر ہیں۔

ہاں: وہ بشر ہے اور حضورؐ کا حسن ظاہر و جمال اظہر اہل لغت کو اس معنی لغوی کی تعلیم دیتا ہے

(۱۲) وہ بشیر ہے اور اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا کے خطاب سے مخاطب ہے

وہ مبشر بھی ہے اور مسیحؑ کی نبوت کا مقصد حضورؐ ہی کی بشارت کا پہنچا دینا ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ وہ بشارت رسال بھی ہے اور اہل ایمان القبال کے لئے ہزار در ہزار بشارت کا انعام فرمانے والا ہے

(۱۳) وہ بینہ ہے۔ وہ خود آیات باہرہ اور علامات واضحہ اور دلائل حقہ کا مجموعہ ہے۔ اس کا وجود سراپا صداقت ہے اور اس کا پیکر سراپا حقانیت ہے یہی بینہ اہل کتاب اور مشرکین کی ظلمات کو دور کرنے والا تاریکیوں کو اٹھانے والا عالم تیرہ تار میں اجالا پھیلا دینے والا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مثال حضورؐ ہی پر صادق ہے۔

(۱۴) وہ حبیب اللہ ہے اور اس لقب کا مالک ہے۔ جس کا ذکر حدیث صحیح میں بندۂ عابد و ساجد کے لئے ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ (الحدیث)

(۱۵) وہ حلیم ہے۔ حلیم حلم بالضم سے بھی ہے اور یہ لفظ وفور دانش اور کمال عقل پر دال ہے۔ حلیم حلم بالکسر سے بھی ہے۔ وہ مصائب کا برداشت کرنے والا۔ دشمنوں کے ہاتھوں سے پتھر کھانے والا اور جواہر لٹانے والا۔ گالیاں سننے والا اور دعائیں کرنے والا ہے۔

حضورؐ کا یہ اسم گرامی قبل از نبوت مشہور عالم تھا۔ سردار ابو طالب فرماتے ہیں۔

حَلِیْمٌ رَشِیْدٌ عَادِلٌ غَیْرُ طَائِشٍ یُوَازِنُ اَعْدَالَ الْجِبَالِ رَزَانَۃً

(۱۶) وہ خازن ہے۔ امام احمدؒ کی روایت میں ہے اِنَّمَا الْخَازِنُ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ ہاں وہ خزینہ دار ربانی ہے۔ وہ گنجور رحمانی ہے۔ عطایائے سبحانی کی تقسیم اسی کے سپرد ہوتی ہے۔ گہرہائے بحر اسی ید مبارک کا خاصہ ہے۔

(۱۷) وہ خلیل الرحمٰن ہے۔ اہل عرب کے نزدیک محبت کے دس مراتب ہیں (۱) علاقہ۔ دل کا

ذرا سا اٹکاؤ (۲) ارادہ۔ وہ میلان جو علاقہ کے لیے نمودار ہو۔ (۳) صبابت۔ لغت میں صبا الصبی پانی کا نشیبی زمین پر سے نکلنا ہے۔ اور اس جگہ بے اختیاری شوق کا نام ہے (۴) غرام غرام قرض یا تاوان کو کہتے ہیں۔ اور یہاں اس محبت لازم کا نام ہے جو قرض ہو کر چمٹ جاتی اور کسی وقت علیحدہ ہی نہیں ہوتی۔ (۵) وداد۔ خلوص محبت اور مغز محبت کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام بھی وَدُود بتایا ہے (۶) شغف۔ شغاف پردۂ دل۔ اور شغف وہ محبت جو قعر دل تک جا پہنچے (۷) عشق۔ یہ عشقہ سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک بیل ہوتی ہے زرد رنگ کی جس درخت سے لپٹ جاتی ہے اُسے خشک کر دیتی ہے اور عشق کی تاثیر بھی عاشق کے حق میں یہی ہے۔ ابن عباسؓ اس حالت سے استعاذہ فرمایا کرتے (۸) التیتم۔ انکسار اور عجز تمام کو کہتے ہیں یتیم کا نام یتیم بھی اسی لئے ہوا کہ وہ انکسار اور عجز تام کا مورد ہوتا ہے (۹) التعبد۔ جبکہ محب جملہ دعاوی تملیک نفس و مال و عزت سے دستبردار ہو کر سارے دل و جان سے دوسرے کا غلام بن جائے (۱۰) خلت جبکہ دل وسوسہ غیر سے اور عقل تعقل غیر سے اور نہمت و عزم تعہد و تشوق غیر سے کلیتہً خالی ہو جائے۔ اس مرتبہ کی تکمیل سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلعم ہی نے فرمائی ہے

مشہور عوام یہ ہے کہ درجہ خلت حضرت ابراہیمؑ کے لئے ہے اور وہ خلیل الرحمٰن ہیں۔ اور درجہ محبت سیدنا محمد رسول اللہ کے لئے ہے اور وہ حبیب اللہ ہیں۔ لیکن دو احادیث صحیحہ میں نبی صلعم کا خلیل الرحمٰن ہونا بھی ظاہر فرمایا گیا ہے (۱) اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا (۲) لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اَھْلِ الْاَرْضِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنْ صَاحِبُکُمْ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ۔

(۱۸) وہ خطیب الانبیا ہے۔ حدیث الشفاعت میں ہے کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ (الف اخطیب خطیب سے ہے۔ خطب کے معنی فصاحت زبان ہیں۔ اور خطیب وہ ہے جو صاحب فصاحت و بلاغت ہو قرآن مجید میں موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ کی صفت فصاحت کا ذکر فرمایا ہے ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ اور حدیث بالا میں ہے کہ جملہ انبیاء کے مقدس ترین گروہ میں یہ شرف حضورؐ ہی کے لیے خاص ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ۔ سادہ صاف الفاظ شستہ ترکیب۔ مختصر عبارت میں ایسے معانی عالیہ کو بھر دینا جو عیں بھی

ہوں اور دقیق بھی داخل کمال فصاحت ہے۔ اور حضورؐ کا خطیب الانبیاء ہونا اسی اعتبار سے ہے۔

(ب) خطیب خطابت سے ہے اور اس سے مراد امر و نواہی اور مواعظ و امثال کا بیان کرنے والا ہے۔

(ج) خطیب سے معنی دمشق بھی ہیں۔ جس میں الوان بوقلموں شامل ہوں۔ اور خطیبہ وہ ہے جو جملہ انواع کلام اور اسالیب خطاب کا ماہر و قادر ہو۔

(۱۹) وہ خافض ہے۔ یہ نام قرآن مجید کی آیت ذیل سے مستنبط ہے

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

طیور کو دیکھو۔ وہ اپنے انڈوں یا اپنے بچوں کی تربیت کیسی محبت کیسے پیار کیسی ہوشیاری اور کیسی نگہداشت سے اپنے شہپر دل کے نیچے رکھ کر کرتے ہیں۔ اہل ایمان کے ساتھ نبی صلعم کی محبت و پیار اور نگہداشت و حفاظت کا سلوک اس مثال سے بھی بڑھ کر تھا۔

(۲۰) وہ خیرۃ اللہ ہے۔ خیرۃ کو علماء لغت نے بکسر خاء اور بفتح خاء بہر دو صورت روایت کیا ہے۔ اس اسم کے معنی یہ ہیں۔ کہ حضورؐ خیر الناس ہیں خیر البریہ افعال خیر میں افضل و اکثر ہیں۔

(۲۱) وہ داعی الی اللہ ہے کسی شخص کی طرف سے کسی کو دعوت دینے کا حق اسی وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ وہ اذن یافتہ بھی ہو۔ دنیا میں دیکھو۔ اگر کسی کو ملازم کسی کو دعوت طعام دے آئے۔ مہمان صاحب خانہ کے ہاں پہنچیں اور تب میزبان کو اور مہمان کو پتہ لگے۔ کہ نہ کسی نے بلایا اور نہ کوئی بلا یا گیا۔ تب طرفین کو کس قدر ندامت اور رنج کا احساس ہوگا۔ اور وہ دعوت دینے والا کس قدر ذلیل و حقیر اور جاہلین کی طرف سے ہدف ملامت سمجھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کا اسم داعیاً الی اللہ تجویز کیا۔ نو کلام پاک میں اس کے ساتھ ساتھ باذنہٖ بھی شامل فرمادیا۔ اور اہل عالم پر ظاہر کر دیا۔ کہ محمد صلعم کو اختیار کلی دیا گیا ہے۔ کہ سب کو اللہ کے گھر کا مہمان بنائیں۔ اور تقرب و رضوان کی دعوت دیں۔ یہ اسم حضورؐ کے اسماء خاصہ میں سے ہے۔

(۲۲) وہ رحمت ہے اور آیت قرآنیہ میں حضورؐ رحمۃ للعالمین فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود کو رب العالمین فرمایا اور قرآن حکیم کو ذکر للعالمین خانہ کعبہ کو

مُبَارَکًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ کشتی نوحؑ اور مریمؑ مسیحؑ کو اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ بنایا۔ مگر رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ صرف حضورؐ ہی کو فرمایا ہے۔ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ کے ارشاد کو پیش نظر رکھو اور دیکھو کہ رحمۃٌ لِّلعالمین کے خطاب میں کتنی وسعت۔ کتنی برکت۔ کتنا فیض موجود ہے۔ حضورؐ کی رحمت کا فیض انسان اہل ایقان کو بھی پہنچا۔ جو دنیا میں حکمران بنے۔ اور آخرت میں مغفرت و رضوان کے مستحق ٹھہرے۔ منکرین اور اہل خسران کو بھی پہنچا۔ جو ببرکت دعائے مصطفوی عذاب دنیوی غرق و حرق اور ہلاکت و تباہی سے امون کئے گئے۔

عورتوں۔ بچوں۔ یتیموں۔ رانڈوں۔ مسافروں۔ اسیروں۔ غلاموں۔ لونڈیوں۔ رعایا پر برابا۔ طبقہ امراء و گروہ حکم فرما کو بھی پہنچا۔ جن کی راحت و آسائش اور حقوق و مفاد کے متعلق حضورؐ نے مستحکم آئین شرع متین۔ ضابطہ مبین۔ دستور اساسی اور اصول مدنی و سیاسی وضع فرمائے اور اُن سب پر اپنی حیات طیبہ میں خود بھی عمل فرمایا ہے اور تمام امت کو بھی پابند عمل فرمایا۔

حضورؐ کی رحمت کا فیض طیور و وحوش اور مراکب و مواشی کو بھی پہنچا۔ جن کے ذبح و شکار کے قواعد اور تغذیہ و تربیت کے متعلق احکام نافذ فرمائے گئے۔

حضورؐ کی رحمت کا فیض شوارع و طرق اور مشارب و مواردکو بھی پہنچا۔ جن کو پر امن اور صفا و پاکیزہ رکھنے۔ نیز انجاس و ادناس و قاذورات سے پاک رکھنے کے قواعد مرتب فرمائے گئے۔ الغرض اس رحمت سے نہ کوئی کشتنی و گردن زدنی عدو محروم رہا اور نہ کوئی ذبح شدنی اُس سے مہجور رکھا گیا۔

لہٰذا حضورؐ کا سراپا رحمت ہونا اور بہمہ وجوہ رحمۃٌ لِّلعالمین ہونا مسلّم و ثابت ہے۔

(۲۳) وہ روح الحق ہے اس خطاب کا استعمال سب سے پہلے مسیح نے اپنی اس آخری تقریر میں فرمایا۔ جو اُنہوں نے دنیا چھوڑنے سے پیشتر اپنے خلفاء کے سامنے فرمائی تھی۔ (دیکھو یوحنا ۱۶ باب از ۱۱ تا ۱۶ درس)

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اناجیل اربعہ میں عام طور پر اسم روح القدس کا استعمال ہوا ہے۔ اور اس سے وہ ملکوتی قوت و شخصیت مراد ہے جسے اہل اسلام جبرائیل کہتے ہیں اور جسے مسیحی صاحبان اقانیم ثلثہ میں سے ایک اقنوم اور ارکان تثلیث میں سے ایک رکن بتاتے ہیں۔ اور بایں ہمہ

اس کی ہستی کے متعلق وہ ذرا بھی عرفان نہیں رکھتے۔

ہاں صرف یہی ایک مقام ہے جس میں اسم روح الحق کا استعمال ہوا۔ اس کے کام اور اس کی شان اور اس کی علامات کا اعلام کیا گیا۔ وہ روح الحق ہے اور ساری صداقت کی تعلیم دینا اس کا خاصہ ہے۔ وہ روح الحق ہے اور طالبان خاک نشین کو پستی سے اٹھا کر زندگی کے بلند ترین کنگرہ پر پہنچا دینا اس کا کام ہے۔ وہ روح الحق ہے اور زندگی بخش کلام اس کے منہ میں ہے۔ وہ روح الحق ہے اور قادر مردہ کو حیات روحانی کا عطا کرنا اس کے فرائض میں سے ہے۔ اس کی تعلیم ظاہر کو پاک اور باطن کو طاہر دماغ کو روشن اور قلب کو منور کرنے والی ہے۔

(۲۴) وہ سید ہے اور سیادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے

اے کہ بر تخت سیادت زازل جاداری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وہ سید ہے۔ اور سید کہلانے سے بے نیاز ہے۔ وہ سید ہے اور اپنے سید (اللہ تعالیٰ) کا عبد کہلانے پر زیادہ خوش ہوتا ہے۔ وہ سید ہے اور اسباط رسول اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (ترمذی عن ابی سعید وصحیحہ) کے خطابات صحیحہ سے معزز ہیں۔

وہ سید ہے اور اس کے در دولت بھی اسی اعزاز سے مشرف ہیں عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ ھٰذَانِ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ (رواہ الترمذی)

وہ سید ہے اور اس کے حلقہ نشین بھی اسی علم گرامی سے روشناس ہیں۔ سعد بن معاذؓ کی سواری دیکھ کر حضورؐ نے انصار سے فرمایا تھا۔ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔

وہ سید ولد آدم ہے ولد جمع ہے وَلَد کی۔ اس خطاب سے حضور کا سید اولاد آدمؑ ہونا آشکارا ہے۔ ظاہر ہے کہ ولد آدم کے دائرہ میں ہر ایک بشر ہر ایک انسان ہر ایک آدم زاد داخل ہے۔ جملہ اولین و آخرین اسی جملہ میں شامل ہیں۔ کیا کوئی وجہ التباس موجود ہے کہ خود آدمؑ بھی اسی میں داخل ہیں یا نہیں۔ شک کی ضرورت نہیں دوسری صحیح حدیث میں اٰدَمُ وَمَا دُوْنَہٗ تحت لوائی۔ موجود ہے۔ اور ہر دو احادیث بصیرت افروز و بصیرت افزا ہیں۔

(۲۵) وہ شارع ہے۔ شریعت بیان کرنا آسان بات نہیں۔ موسیٰؑ صاحب شریعت ہیں، اور اُن کے بعد بنی اسرائیل میں دو ہزار سال تک کوئی بھی صاحب شریعت نہ نکلا۔

بزرگوارِ مسیح نے بھی فرمایا: "یہ مت سمجھو کہ میں تورات منسوخ کرنے کو آیا۔ بلکہ اُسے مضبوط کرنے کو آیا ہوں"

ہندو میں منوجی مہراج ہوئے ہیں، جنہوں نے سمرتی پیش کی ہے۔ میں دنیا کی تمام قانون ساز کونسلوں اور ضوابط و قواعد مرتب کرنے والی حکومتوں سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ اُن ہر سہ شریعتوں کو دیکھیں اور رپورٹ کریں۔ کہ ان میں سے کونسی شریعت زیادہ مکمل زیادہ مفصل جزئیات پر حاوی کلیات پر مشتمل، ضروریات انسانی پر محتوی اور تمدن کی حامی ہے ع

بس ایک بات پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

جب شرائع موجودہ عالم کی جانچ پڑتال ان اصولوں پر کی جائے گی تو شریعت محمدیہ کی فوقیت اور حضور فداہ ابی و امی کا تفوق خود بخود آشکار اور واضح ہو جائے گا۔

(۲۶) وہ شافع ہے۔ شفاعت کے معنی لوگوں نے کیا سمجھے؟ کسی نے کہا شفیع وہ ہے جو اپنے اختیار و اقتدار سے غفران ذنوب فرماتا ہے۔ اس عقیدہ کے موجد عیسائی ہیں۔ یہ لوگ شفیع بمعنی غفور استعمال کرتے ہیں۔ لیکن خود لفظ شفیع اس معنی کا متحمل نہیں۔ کسی نے شفاعت کو بیجا دباؤ بتایا اور اس کے وجود کا انکار ہی کیا۔ اسلامی شفاعت دو اصول پر مبنی ہے (۱) مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ جسے اللہ اذن دے (۲) وَقَالَ صَوَابًا جو ٹھیک ٹھیک بات بیان کرے ہر دو اصول بالا شفاعت اسلامی کو ہر دو فریق کے افراط و تفریط سے الگ کر دینے والے شفاعت کو معقول اور قابل التسلیم بنا دینے والے ہیں۔ ہاں حضورؐ ہی صاحب مقام محمود ہیں اور حضورؐ ہی شفاعت کبریٰ کی خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

(۲۷) وہ شاہد ہے۔ اچھا شاہد اور سچا گواہ وہ ہے۔ جس کی شہادت واقعات صحیحہ کو گمان سے پرے دیکھ لے آئے۔ جس کی شہادت بے خبروں کو باخبر اور بے علموں کو باعلم اور غائبین کو مثل حاضر بنا دے۔ نبی صلعم شاہد ہیں اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت حملہ عالم کے سامنے حضورؐ ہی نے ادا فرمائی ہے، اور اپنی شہادت سے رب العالمین کے لئے

استحقاق الوہیت و معبودیت ثابت کیا ہے۔ عبادات و استعانت لغیر اللہ کے مسئلہ میں سینکڑوں مذاہب سرگردان و حیران و پریشان تھے۔ حضورؐ ہی کی شہادت نے ان حقائق خفیہ کو آشکار کیا حضورؐ ہی نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت ادا کی رسالت و نبوت کے خصائص و تجلی ربانی کی حقیقت۔ اعمال کا روح سے تعلق۔ جزاء و سزا کا اعمال پر ترتب۔ شریعت کی ضرورت اور شرائع الٰہیہ و نوامیس حکیمہ کا استحکام۔ یہ سب حضورؐ ہی کی شہادت سے ہوا۔ اللہ اکبر شاہد کیسی زبردست شہادت اور اعلیٰ صداقت کے ساتھ کھڑا ہوا اپنے کو اور ہی گاہ عالم میں شہادت کے لئے اکیلا آیا۔ اور اپنی واپسی سے پیشتر ہزارہا ہزار بندگان اللہ کو اس شہادت پر قائم بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے سامنے اُن کو بھی شاہد بنا گیا۔ اور وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کی سند عطا فرما گیا۔

(۲۸) وہ صاحب ہے۔ صاحب کے معنی ساتھ رہنے والا ہیں۔ مسیح نے حضورؐ کا نشان انہیں الفاظ میں دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس سے حضورؐ کی نبوت کا ابدی ہونا ثابت ہو گیا یہ ثابت ہے وہ نوع انسان کے ساتھ ساتھ اس وقت تک رہے گی۔ جب تک کہ خود یہ نوع باقی رہے منکرین مکہ بھی حضورؐ کو صاحب قریش کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ لفظ خواہ کیسی ہی نیت سے وضع کیا تھا۔ لیکن قدرت الٰہیہ نے اسے پاک ترین معنی میں استعمال کیا۔ اور وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ فرما دیا۔ انبیاء علیہم السلام میں ایسے بزرگوار بھی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے امت عاصی کے مفسدات اور قابل نفرت افعال کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا اور اُن کو چھوڑ کر خود اُن سے علیحدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نبی صلعم کے استقامت و صبر کی مدح و ثنا فرماتا ہوا ظاہر کرتا ہے کہ اس نبی کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ یہ نافرمانوں کی اصلاح سے مایوس نہیں ہوتا۔ اُن کو اپنے دیار سے دور نہیں کرتا۔ خود اُن سے علیحدگی کو پسند نہیں فرماتا۔ وہ صابر ہے اور اس کا صبر صرف اللہ ہی کی نصرت و معیت پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج تم اسے اپنا صاحب کہتے ہو۔ کل کو تمہیں خود اس کا صحابی بننا موجب فخر و عزت بن جائے گا

(۲۹) وہ صادع ہے صدع بیان و اشکاف کو کہتے ہیں۔ امر الٰہی کو صاف صاف بیان کرنا دنیا کی مخالفت و مخاصمت کی پروا نہ کرنا۔ دباؤ اور دھمکی کو وقعت نہ دینا۔ اعدا کی تدابیر فاسدہ

اور مکار کا سادہ سے مرعوب نہ ہونا حضورؐ کا خاصہ ہے۔

وہ صادع ہے اس نے عرب جیسے خونخوار وحشی خوں ریز بت پرستوں کو صاف صاف سنا دیا اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ تم بھی اور تمہارے معبود بھی جہنم کا ایندھن بنائے جاؤ گے۔ وہ صادع ہے جس نے یہودی قوم کو کہ تجارت کے مالک واحد ہونے کی وجہ سے تمام عرب پر چھائے ہوئے تھے۔ اور جن کے سود اور قرضے کی زنجیریں ہر ایک امیر غریب کی گردن میں پڑی ہوئی تھیں۔ نیز مسیحیوں کو جن کی حکومتیں شام و مصر و یمن اور ایشیا کوچک و یورپ میں پھیلی ہوئی تھیں صاف صاف لفظوں میں یہ سنا دیا تھا۔ قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ (المائدہ ع ۱۰) اے یہودیو! اے عیسائیو۔ تم تو سچائی کے کسی درجہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم (۱) تورات اور (۲) انجیل اور (۳) خدا کے اس کلام پر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ عامل نہ ہو جاؤ۔

ہاں صادع وہ ہے۔ جو اپنے کلمہ پڑھنے والوں کو بھی فرما دیتا ہے۔ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (سورہ جن) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نقصان یا بہبودی کا مالک نہیں۔ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا (جن) کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ سے اور کوئی بھی پناہ نہ دے سکے گا۔ اور میں تو اس کے سوا اور کسی کو اپنا سہارا بھی نہیں پاتا۔

ہاں صادع وہ ہے جو اپنے عزیز و اقارب کی نسبت بھی یہ پیغام سناتا ہے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ اپنے خاندان کے قریب ترین اشخاص کو بھی ڈرا دے۔

(۴) وہ صادق ہے۔ منازل روحانی میں صدق کا درجہ نہایت اعلےٰ ہے۔ صدق ہی روح اعمال ہے اور صدق ہی معیار احوال۔ صدق ہی وہ دروازہ ہے جو دربار ذوالجلال تک پہنچا ہے۔ صدق ہی بنیاد دین ہے اور صدق ہی کی چوب پر یقین کا خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ صدق ہی ہے جس کا سوال خلیل رب العالمین نے فرمایا تھا وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔

صدق ہی ہے جس کی مجلس دربار شاہی کے قرب میں منعقد ہوتی ہے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ

عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ یہ نبی صلعم ہی صادق ہیں اور حضورؐ کا یہ نام یوحنا کو مکاشفات میں بتایا گیا۔ حضورؐ ہی صادق ہیں اپنی قوم میں اور اپنے وطن میں اور اطراف واکناف میں حضورؐ اسی نام سے قبل از نبوت روشناس ہوئے اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وہ جو صدق کو لے کر آیا حضورؐ ہی ہیں۔ جس کے متبعین صدّیقیت و محدثیت کے مراتب پہ فائز ہوئے۔

(۳۱) وہ مصدوق ہے۔ اس کے صدق پہ زمین و آسمان گواہ ہیں۔ اس کے صدق کی شہادت میں بر و بحر تر زبان ہیں۔ عیسائیوں کے رہبان اور احبار یہودیوں کے ائمہ اور جبلان اس کی صداقت کے کلمہ خواں ہیں۔ لات و منات و عزیٰ کے پجاری اپنے اپنے کذب و بطلان اور حضور صلعم کے صدق و حقانیت کے معترف ہیں۔ زبور اور امثال۔ ذی الکفل اور دانیال۔ یسعیاہ و دیگر صحائف جملہ جوقوق و حزقائیل بھی و ملاکی زکریا و یحییٰ کے صحیفے اس کے صدق و حقانیت کے بیان سے مملو ہیں۔ عباس بن مرداس جو عیسائیوں کے مشہور بشپ تھے رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں:۔

فَاٰمَنْتُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ اَنَا عَبْدُہٗ ۔۔۔ وَخَالَفْتُ مَنْ اَمْسٰی بِرَیْدَ الْھَالِکَا
وَجَّھْتُ وَجْھِیْ نَحْوَ مَکَّۃَ قَاصِدًا ۔۔۔ وَبَایَنْتُ بَیْنَ الْاَخْشَبَیْنِ الْمُبَارَکَا
نَبِیٌّ اَتَانَا بَعْدَ عِیْسٰی بِنَاطِقٍ ۔۔۔ مِنَ الْحَقِّ فِیْہِ الْفَضْلُ مِنْہُ کَذٰلِکَا

(۳۲) وہ ظہ ہے۔ وہ زہرۃ الحیوٰۃ الدنیا سے دور ہے۔ وہ نعمت ہائے ما فیہ سے پرورش یافتہ ہے وہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ کی سند ہا تھ میں لے کر آیا ہے۔ اس کی راحت اس کی آسائش اس کی خوشنودی اس کی رضا کا رب العالمین خود نگراں ہے۔

(۳۳) وہ طیب ہے۔ اس کی اصل اس کی نسل اس کی ازدواج اس کی ذریت اس کا پیکر اس کا عنصر اجاس و انجاس و عیوب و نقائص قبائح اور رزائل سے پاک ہے وہ زکی ہے۔ وہ طاہر ہے طیبون اس کے ثناگستر ہیں اور قدوسی اس پہ درود خواں سیدنا حسان بن ثابت فرماتے ہیں۔

صَلَّی الْاِلٰہُ وَمَنْ یَحُفُّ بِعَرْشِہٖ ۔۔۔ وَالطَّیِّبُوْنَ عَلَی الْمُبَارَکِ اَحْمَدَ

(۳۴) وہ طاہر ہے وہ حسب و نسب میں عالی ہے آباء اوّلین و اسی کے نور کے حامل تھے سفاح سے پاک رہے اور عمود نسب سے جملہ بزرگان و محترمین اغیار کی غلامی سے آزاد۔

وہ طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ اسی نے طہارت کی تعلیم دی۔ اور اسی نے طہارت ظاہری

وباطنی سے اپنے متبعین کو پاک ٹھہرایا۔ اسی کی تعلیم نے فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ کی جماعت کو قائم فرمایا۔ اور اسی کے احکام و افعال کی غائت طَهَّرَهُمْ وَ نَزَّهَهُمْ کو ٹھہرایا ہے۔

(۳۵) وہ عبداللہ ہے۔ عبودیت ہی کمال انسانیت ہے اور عبودیت کی تکمیل منازل قربت ہی میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ جس جگہ کسی نبیؑ اللہ کا ذکر پیار اور محبت اور قبولیت کے لہجہ میں فرماتا ہے۔ تو اس جگہ لفظ عبد کا اضافہ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ (ص)

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَیُّوْبَ (ص)

ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِیَّا (مریم)

نبی صلعم کی عبودیت وہ شجرہ طیبہ ہے۔ جس کے پھل نہایت شیریں ہیں۔

الف۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ نزول قرآن کا سبب عبودیت کاملہ ہے

ب۔ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (زمر) کفایت الٰہیہ کا سبب عبودیت ہے

(ج) سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا (بنی اسرائیل) معراج عبودیت کا ثمرہ ہے۔

(د) فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی (نجم) خطابات عالیہ کا شرف عبودیت پر عطا ہوا ہے

یہ سچ ہے کہ مسیح نے بھی صدیقہ مریم کی گود میں اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ کہا تھا۔

اور حضور کو بھی آیت وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ (سورہ جن ع ۱) میں عبداللہ فرمایا گیا ہے۔

لیکن ہر دو مقامات پر تفاوت درجات کا نور اپنی اپنی ضیا میں روشن ہے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ حضرت مسیح کا اپنا قول ہے ہنوز فعل اس کی معیت میں نہیں۔ نبی صلعم کو خود رب العالمین نے عبداللہ فرمایا اور حضور کی قیام پر عبادت اور قیام پر دعوت کا تذکرہ بھی ساتھ ہی ساتھ موجود ہے۔

ہاں وہ عبداللہ ہے اور اس کی عبودیت کا شاہد خود معبود مسجود ہے

وہ عبداللہ ہے اور دعوت عبودیت میں وہ سب سے زیادہ کامیاب ہے۔ وہ عبداللہ ہے اور اس نے کلمہ توحید میں اپنے مبارک و محمود اسم کے ساتھ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کو جزو لاینفک بنا دیا ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص کلمہ شہادت پڑھنا چاہے اور وہ اسم اللہ کے ساتھ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ اور اسم محمد کے ساتھ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ نہ پڑھے۔

اے مالک میں بھی اس مقام پر کلمہ شہادت کو دہراتا ہوں اور تیرے خزائن رحمت میں بطور امانت سپرد کرتا ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ (صلعم) نَبِيًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا۔

(۳۶) وہ عفو ہے۔ عفو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے اور نبی صلعم کی صفات عالیہ میں سے بھی جملہ صفات نبوی اللہ تعالیٰ ہی کی صفات کے ظلال ہیں اور حضورؐ کے جملہ محاسن عطیات ربانی ہی کے مظاہر ہیں۔

(۱) کوہ تنعیم کے اسّی اعدائے دین کو جنہوں نے حضورؐ کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مصروف نماز دیکھ کر قاتلانہ حملہ کر دیا تھا۔ معاف کر دینے والا وہی ہے۔

(۲) زینب بنت الحارث بن سلام خیبری کو جو مسموم گوشت کا ہدیہ لے کر آئی اقبال جرم کے بعد معاف کر دینے والا وہی ہے۔

(۳) سرداران قریش کو جنہوں نے ۱۳ سال تک اشاعت اسلام کو روکا اور اسلام میں داخل ہونے والوں کو مشق ستم اور ہدف تیر و نیزہ بنایا۔ مغلوب کر لیے جانے کے بعد معاف کر دینے والا وہی ہے۔

(۴) ابن سلول رئیس المنافقین اور اس کی جماعت اہل یثرب کو بار بار معاف کر دینے والا وہی ہے۔

(۵) جنگ حنین کے چھ ہزار قیدیوں کو ایک زبانی درخواست پر آزاد کر دینے والا وہی ہے۔

حسانؓ فرماتے ہیں ؎

عَفُوٌ عَنِ الزَّلَّاتِ يَقْبَلُ عُذْرَهُمْ فَاِنْ اَحْسَنُوْا فَاللّٰهُ بِالْخَيْرِ اَجْوَدُ

دنیا کی تاریخ ایسے عفو و درگذر کے نظائر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(۳۷) وہ فاتح ہے۔ اگر فتح کے معنی کشور کشائی و ملک گیری ہیں تو یقیناً حضورؐ کی سیرت پاک میں اس کے نمونے بہت کم ملیں گے۔ حضورؐ کے مشہور غزوات جن میں لڑائی بھی ہوئی۔ بدر و احد احزاب خیبر اور حنین ہیں۔ ان پانچ میں سے فاتحانہ قبضہ صرف خیبر پر کیا گیا تھا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ وہاں کی اراضیات پر انہی دشمنوں کا قبضہ قائم رکھا گیا۔ اور ان سے صرف حق مالکانہ کا فیصلہ کر لیا

گیا تھا۔ باقی چار مقامات کی بابت سنو کہ احد اور احزاب کی جنگ خود مسلمانوں کی اپنی زمین پر ہوئی ہے اور بدر و حنین میں فتح کے بعد بھی کوئی علاقہ شامل خالصہ نہ ہوا تھا۔

بوجوہات بالا ضروری ہے کہ اسم فاتح کے معنی پر غور کیا جائے۔ قرآن مجید میں سورہ اِنَّا فَتَحْنَا موجود ہے اور اسی میں حضورؐ کی فتح مبین اور نصرت عزیز کا اعلان فرمایا گیا ہے وہ فتح صرف اسی ایک استحقاق حاصل کرنے کا نام ہے کہ آئندہ تبلیغ اسلام میں قریش مداخلت نہ کریں گے۔

ہاں حضورؐ فاتح ہیں کہ حضورؐ نے اپنی تعلیم سے ناواقفوں کے سینے کھول دیئے اسرار و رموز دانی واضح کر دیئے۔ صراط مستقیم پر چلنے والوں کے سامنے جو موانع موجود تھے۔ ان کو دور فرمادیا۔ حریت عطا فرمائی اور آزادی دین کے حقوق سے سب کو بہرہ مند فرمایا۔ عمان کا حکمران۔ ایدر کا بادشاہ حبشہ کا تاجور یمن کا فرمانروا شام کا حاکم مختار اپنے اپنے مقامات پر مقیم اور اپنے اپنے ممالک پر متصرف اور اورنگ نشین ہیں لیکن اُن کے دل و دماغ کو اس حبیب اللہ صلعم نے فتح کر لیا ہے اور اب اُن کو فدوی بااخلاص کہلانے میں وہ مزا ملتا ہے۔ جو شاہ گردوں قباب کہلانے میں نصیب نہ تھا۔

وہ دلوں کا فاتح ہے۔ وہ قلوب پر قبضہ کرنیوالا ہے۔ وہ روح دروال کی روح رواں ہے اور تاب و توان کی جان ہے۔

(۴۸) وہ قاسم ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ مُعْطِیْ دینے والا تو اللہ ہے اور تقسیم کر دینے والا میں ہوں۔ حضورؐ نے کن کن فیوض و برکات کو عام کیا اور کن کن تجلیات و تدلیات کو بصیرت افروز بنایا۔ کن کن آلاء و نعم سے دنیا کو متمتع کیا اور کن کن عطایا سے اہل دین کو ممتاز بنایا۔ یہ ایک وسیع بیان ہے۔

اس عرب کو جو گرسنہ علوم اور تشنہ حقائق تھا۔ حضورؐ ہی کی تقسیم نے سیر اور سیراب بنایا۔ جن نعمتوں کے گنجینہ دار اہل زر و ثروت تھے۔ اور جن آلاء کے خازن اسرائیل تھے۔ اللہ جس پر شاد کے بھنڈاری گنگا جمنا پر قبضہ کرنیوالے تھے۔ اُن جملہ خزائن و دفائن کو حضورؐ نے نکالا اور عرب پر تقسیم کر دیا۔ وہ عرب جو اب تک ریگ بیابان اور سنگلاخ وادی کے سوا اور کسی شے کے مالک نہ تھے انہی لوگوں نے اپنی عطایا میں کا حصہ دار ہر یک انسان کو بنایا۔ انہی نے ہر ایک صادر و وارد کو اپنے دستر خوان پر بٹھلایا۔ انہی نے مساکین و ابناء سبیل کے لئے مشرق سے مغرب تک لنگر جاری کئے۔ پیاؤ بٹھلائے برابر کا کھلایا برابر کا پلایا۔ غیروں کو اپنا کیا۔ اور دشمنوں

کو چھاتی سے لگایا اور اس طرح پر آج تمام دنیا زلفوار کرم مصطفےٰ ہے اور جملہ اہل عالم نمکخوار احمد مجتبےٰ ہے۔ ورنہ یہ حقائق یہ معارف دنیا کو کہاں نصیب تھے۔

(۲۹) وہ مصطفےٰ ہے۔ نبی صلعم کے خاص اسماء مبارکہ میں سے ہے حتیٰ کہ اسم مصطفےٰ اب حضورؐ کے لئے بطور علم مستعمل ہے اور دوسرے کے لئے نہیں۔ آیات قرآنیہ سے واضح ہے۔ کہ آدم اور نوح اور ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام خصوصیت سے وہ بزرگوار ہیں۔ جن کے لئے لفظ اصطفےٰ کا اطلاق ہوا ہے۔ اور اصطفےٰ کا سبب یا ذریعہ کلام الٰہی اور وحی ربانی کا نزول تھا۔ یہ وجوہ امتیاز بدرجہ اتم و اکمل وجود نبی صلعم میں موجود ہیں۔ کتاب استثناء کے باب ۱۸ میں نبی صلعم کی خاص وجہ شناخت یہی فرمائی گئی ہے کہ اس کے منہ میں اللہ کا کلام ہوگا۔ وحی کا نزول اور اس کا تسلسل تنزیل اور تکمیل کی کیفیت جو کچھ قرآن مجید میں پائی جاتی ہے وہ اور کسی دوسری کتاب میں نہیں۔ لہٰذا محمد صلعم ہی وہ برگزیدہ و چیدہ ہستی ٹھہرے جن کا نام مصطفےٰ ہو۔ اور جن کا اصطفےٰ ہر ایک مقدس کے اصطفاء سے برتر و اعلےٰ ہو۔

قرآن مجید میں اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران) فرمایا گیا ہے آل ابراہیمؑ میں سیدنا ابراہیمؑ خود اور حضورؐ کی آل ہر دو شامل ہیں۔ اور اس اسلوب کلام کے اختیار کرنے کی وجہ یہی ہے کہ آل ابراہیمؑ کا اصطفےٰ حضور ہی کی شمولیت پر مبنی ہے۔

(۳۰) وہ مطاع ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ ہی کی ذات سبحانی ہے جس کی اطاعت مقصود بالذات ہے اللہ تعالےٰ اپنے اطاعت کرنے والوں کی شناخت کے لئے یہ معیار مقرر کر دیتا ہے کہ انبیاء الٰہی کی اطاعت کرنے والے ہی اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرنے والے سمجھے جائیں گے۔ اور اطاعت انبیاء سے گریز کرنے والے ہی اطاعت ربانی سے گریز کرنے والے قرار دیئے جائینگے اس اصول کو اللہ تعالےٰ نے بطور قانون محکم ظاہر فرما دیا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔

اصولی حکم کے بعد ذات مبارک نبوی صلعم کی نسبت خصوصیت سے فرما دیا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ اس رسول کی جس نے اطاعت کی تو اس نے بالضرور اللہ ہی کی اطاعت کی۔

بعد ازاں فرمایا۔
اِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا۔ اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یاب بن جاؤ گے۔
قرآن مجید میں مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ حضرت جبرائیلؑ کی صفت میں فرمایا گیا ہے اور سورہ تحریم میں وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ نازل کیا گیا ہے مطلب یہ ہوا کہ وہ مطاع آسمانی اور امین وحی ربانی بھی حضور صلعم کے مددگاروں میں اسی طرح داخل ہیں۔ جیسے دیگر ملائکہ اور جملہ مومنین ہر دو آیات نے نبی صلعم کا سب سے بڑھ کر مطاع ہونا واضح فرما دیا۔

لہٰذا اب کوئی نبی یا مرسل کوئی ملک یا حامل وحی۔ کوئی پیر و مرشد۔ کوئی امام کوئی شہید یعنی مخلوق الٰہی میں سے کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہ جاتا۔ جو سیدنا و مولانا محمد صلعم کے سامنے مطاع کہلانے کی جرأت کر سکتا ہو۔ یا جس کی اطاعت محمد صلعم کی اطاعت کو چھوڑ کر باعث ہدایت و قرب ربانی بن سکتی ہو۔ حدیث پاک وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ اسی رازی کا کشف ہے۔ ہاں ہر ایک کلمہ خواں اسلام کا دین و ایمان یہی ہے کہ قرب الٰہی اور رضوان سبحانی اور مغفرت و نجات کا ذریعہ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف ایک ہے اور وہ اطاعت محمدی صلعم ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اگر آج کوئی شخص سیدنا موسیٰ کی اطاعت کا مدعی بن کر حضور کی اطاعت سے اظہار استغناء کرے تو وہ مغفرت و نجات سے دور ہے۔ اور قرب و رضوان کے منازل عالیہ سے مہجور۔

نبی صلعم ہی مطاع ہیں اور حضورؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ائمہ دین اور اصحاب کرام کے مدارج و مناصب اس لئے دیگر مخلوق سے برتر و عالی ہیں کہ یہ بزرگوار حضور کی اطاعت میں مستحکم اور کامل تھے ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سراست　　کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

مپندار سعدی کہ راہ صفا　　تواں یافت جز در پئے مصطفٰے

(۱) وہ آتی ہے۔ صحیحین کی متفق علیہ حدیث پاک عن جبیر بن مطعم میں ہے نبی صلعم نے فرمایا اِنَّ لِیْ خَمْسَۃَ اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ

وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ۔

حضورؐ ہی ہیں۔ کفر و ضلالت کو محو کرنے والے شرک اور ماسوا پرستی کو مٹا دینے والے۔ عجاب رسم و نفس کو اٹھا دینے والے۔ کفران و خذلان کے غاروں کو بھر دینے والے۔ طغیان و عصیان کی بلند بلند چوٹیوں کو پیوست کر دینے والے حضورؐ ہی ہیں۔ جنہوں نے عرب کے تین سو ساٹھ بتوں کو جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کا حکم سنا کر اوندھے منہ گرا دیا۔ حضورؐ ہی ہیں جن کے ارشادات کے بعد نصاریٰ نے سیدہ مریمؑ کو والدہ خدا کہنے سے اجتناب کیا۔ حضورؐ ہی ہیں۔ جن کی تعلیم نے مانی مشرک کی ناپاک تعلیم سے ایران کو نجات دی۔ حضورؐ ہی ہیں جن کی ہدایت نے وام ارگیوں۔ چترنگدیوں جیسے وحشی پسند فرقوں کا بیڑہ غرقاب کیا۔ حضورؐ ہی ہیں۔ جنہوں نے معصوم بچیوں کو بیوند خاک ہونے سے اور ناکردہ گناہ دلہنوں کو زندہ نذر آتش بنائے جانے سے بچایا۔ حضورؐ ہی ہیں جنہوں نے خمر و قمار کو رجس و نجس بتایا۔ حضورؐ ہی ہیں جنہوں نے ہر ایک نشیلی چیز کو جوہر صحت انسانی کا دشمن ظاہر کیا۔ الغرض مفاسد و رذائل کو مٹانا مکارم و محاسن کو محو کرنا حضورؐ ہی کی پاک اور طیب تعلیمات کا خاصہ ہے۔ لہٰذا حضورؐ کا ماحی ہونا مسلم ہے۔

(۲) وہ حاشر ہے۔ قیامت کے دن مرقد پاک اور آرام گاہ خاص سے سب سے پہلے سر اٹھانے والے احیائے موتیٰ کی کیفیت کا ملاحظہ کرنے والے مناد رب العباد کی ندا پر سب سے پہلے لبیک پکارنے والے غدر خواہی امت کی سب سے پہلے چارہ گری فرمانیوالے حضورؐ ہی ہیں۔

(۳) وہ عاقب ہے۔ سب سے پیچھے آنے والا۔ جملہ انبیاء کی اقتداء کو جمع کرنے والا عدیم النظیر عدیم المثال۔ آغاز نبوت کا انجام اور انجام رسالت کا اتمام۔

(۴) وہ نور ہے۔ اسی کے دین پر چلنے والا فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ روز روشن کی طرح ممتاز ہے۔ اس کی لائی ہوئی کتاب کا نور بتایا گیا ہے۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ (اعراف) اس نور کا اتباع کیا جو اس پر نازل کیا گیا ہے۔

اسی کا مبارک نام سورۂ مائدہ میں نور بتلایا گیا ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔

خازن و معالم میں لفظ کونی صلعم ہی کی ذات بتایا ہے۔ حضورؐ ہی وضوح امر اور تبیین نبوت

میں نور ہیں۔ اور حضورؐ ہی کی تعلیم تنویر قلوب کے لئے نور ہے۔

حبیب اللہ صلعم کی دعائے ذیل پر غور کرو اور دیکھو کہ مجیب الدعوات سے روزانہ کس شے کا سوال ہے؟ کیا ذات سبحانی کسی کا سوال رد بھی فرماتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّفَوْقِیْ نُوْرًا وَّتَحْتِیْ نُوْرًا وَّاَمَامِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّفِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ عَظِّمْ لِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اجْتَلِنِیْ نُوْرًا	الٰہی میرے قلب میں نور ہو۔ میری آنکھوں میں نور میرے کانوں میں نور میرے دہنے نور۔ میرے بائیں نور۔ میرے اوپر نور۔ میرے نیچے نور۔ میرے آگے نور۔ میرے پیچھے نور۔ نور کو میرا بنا دے۔ میری زبان میں نور ہو۔ میرے خون میں نور ہو میرے پٹھوں میں نور ہو۔ میرے بالوں میں نور ہو۔ میرے چہرے پر نور ہو۔ یا اللہ مجھے نور عطا فرما یا اللہ میرے نور کو بڑھا یا اللہ مجھے نور ہی بنا۔

کعب بن زہیرؓ قصیدہ "بانت سعاد" میں کہتے ہیں ۔ع

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَآءُ بِہٖ

(۴۵) وہ مدثر ہے۔ تدثیر کے معنی ہیں طائر کا اپنے گھونسلے کو درست کر لینا۔ کاشانۂ عالم حضورؐ کے علو مراتب کے مقابلہ میں ایک آشیانہ کی حیثیت رکھتا ہے اور حضورؐ کا اس آشیانہ کو درست و محکم بنا دینا اہل عالم کی ضروریات مادی و اخلاقی و روحانی کو مکمل فرما دینا ہے۔ یہ تکمیل ازبار اور تکمیر و تہلیل ربانی اور تظہیر خلائق از علائق مادی و قلبی کی تدابیر سے فرائی گئی ہے رجز و رجس کو دور فرما کر طہارت ظاہری و باطنی سے اہل عالم کو مطہر بنانا اسی مدثر کا کام ہے۔

(۴۶) وہ مزمل ہے۔ اس کی آنکھیں دنیائے تیرہ و تاریک کے بدنما چہرہ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کے کان عالم زور کے کذب و بہتان کو نہیں سن سکتے۔ وہ گھبرا کر غار حرا کے خلوت کدہ میں چلا جاتا ہے اس کی پاک فطرت کے مطابق تجلیات قدسیہ کو اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے ملکوت اعلیٰ کے مظاہر کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ کلام لم یزلی سامع نواز بنجا تا ہے۔ اس وقت تربیت اور تبتل کا راز آشکار کر دیا جاتا ہے

جو لوگ ظلمت کدہ آفرینش سے بیزار ہوئے اکثر انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ دانشمند

بدھ مرتاض دیوجانس۔ رشی ویدیاس وغیرہم نے جو آسمان تاریخ کے روشن کواکب ہیں۔ اسی روشن کو پسند فرمایا۔ ہزاروں نبی اور ملک نے نیک نیتی سے رہبانیت ہی کو اس دنیا، غدار سے چھوٹنے کی اعلےٰ تدبیر سمجھا۔ ہزاروں عیسیٰ درویش اسی ریاضت میں اپنی جان پر کھیل گئے +

قدرت ربانیہ نے تقبل کا نسخہ اسی مزمل کو بتایا۔ وہ فوراً کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کا سارا دن مخلوق کی رہنمائی اور عقدہ کشائی میں پورا ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری رات اپنے مالک کے سامنے معروضات کے پیش کرنے میں گزر جاتی ہے۔ اس کی انذار و بشارت بعض کے سامنے فرعونیل کے انجام کو قریب کر دیتی ہے اور بعض کو ہلاکت و تباہی کے بحر احمر سے بخیر و سلامت گزر جانے کے لئے دلیل راہ بن جاتی ہے۔ ہاں وہ مزمل ہے۔ وہ فرعونیوں کے لئے موسیٰؑ جیسا شکوہ اور ایمانیوں کے لئے عیسیٰؑ جیسا یقین اور ندوم عاقبت والوں کے لئے محمدی محمد لے کر آیا ہے

۱۷، وہ مشہود ہے۔ امام قرطبی کا بیان ہے کہ "انبیاء علیہم السلام شاہد ہیں اور محمد صلعم مشہور ہیں" قرطبیؒ کا فرمودہ درست ہے۔ سیدنا یعقوب۔ موسیٰؑ و داؤد۔ و سلیمان و شعیباہ و دانی ایل و یرمیاہ و حبقوق و یوحنا و مسیح علیہم الصلوات والسلام نے حضورؐ کی شہادت ادا کی ہے۔ حضورؐ کے خیر مقدم کی اطلاعیں دی ہیں۔ حضورؐ کا حلیہ۔ حضورؐ کا مقام ولادت و ہجرت۔ حضورؐ پر کلام اللہ کا نزول حضورؐ کی پاک تعلیم اور راست بازی کاملہ کے دروس پاک کا ذکر فرمایا ہے۔ لہٰذا حضور انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بالتحقیق مشہود ہیں۔

کارلائل۔ سرور و اسٹنگٹن۔ جان ڈیون۔ ایڈورڈ گبن وغیرہ بیباک آزاد خیال بھی حضورؐ کی روشن ضمیری۔ خیر خواہی خلائق بے لوث و نذگانی۔ پاک ترین حیات۔ پاک ترین مقصود کے لئے پاک ترین تدابیر کے عمل میں لانے کے مدحت طراز اور توصیف نگار ہیں۔

ہاں وہ زمین و آسمان جس میں رونما نہ ان کی عبودیت و رسالت کی شاہانہ نوبت اوقات خمسہ میں بلند آواز سے حضورؐ کا مشہود ہونا تسلیم کر رہے ہیں۔

۱۸، وہ رؤف اور رحیم ہے۔ ہر دو اسماء یقیناً اللہ تعالےٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کے کلام میں حضورؐ کا بالمؤمنین رؤف رحیم ہونا مسلم ہے۔ اختصار نگار

کے لئے یہی سند کافی ہے

(۹) وہ مذکر ہے۔ رات کی تاریکی میں جبکہ قافلہ بھی آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکتا ہو۔ وہ آگے بڑھتا ہے۔ خشک پتھروں کی اوٹ اور ریت کے بستر پر لیٹنے والوں کی تذکیر فرماتا ہے اور وہی مبارک نام جس کی تذکیر فرمائی گئی۔ سننے والوں کے دل و زبان پر بطور ذکر دوام جاری ہو جاتا ہے۔

وہ مخالفین کی محفلوں۔ سالانہ منڈیوں پُر رونق میلوں ٹھیلوں میں جاتا ہے۔ اور یَآ اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا کی تذکیر فرماتا ہے

وہ پہاڑ پر جاتا ہے۔ پتھر کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پاک نام غافلوں کی جماعت تک پہنچاتا ہے۔ وہ میدان جنگ میں نرغۂ اعداء میں گھرا ہوا ہے اس کا بازو اس کا سر اس کے دو دندان شکنی سے مجروح ہیں۔ لیکن وہ اس حالت میں بھی تذکیر فرما رہا ہے۔ وہ بستر پر پڑا ہوا ہے جو وہ دن سے شدید تپ ایک منٹ کے لئے بدن سے الگ نہیں ہوئی۔ درد سر بھی ہے۔ ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہے۔ لیکن وہ تذکیر میں مشغول ہے۔ وہ وصایا و نصائح سے اُمت کے مستقبل کی فکر فرما رہا ہے اور اللہ پاک کا نام تلقین کر رہا ہے۔ وہی مذکر ہے اور تذکیر اسی پر ختم ہے۔

(۱۰) وہ مبارک ہے۔ لفظ برکت برک البعیر سے ماخوذ ہے۔ اونٹ کا جم کر بیٹھ جانا اس لفظ کا مفہوم لغوی ہے۔ برکت میں استقرار اور دوام کے معانی داخل و شامل ہیں۔ وہ مبارک ہے اسی کا دین ہمیشہ تک رہنے والا ہے اُسی کی شریعت تسخ سے مبرا ہے۔ وہی تا قیام قیامت سب کا ہادی ہے۔ اسلام جہاں پہنچ گیا۔ جم گیا۔ سب ملک اسی کے ہیں۔ وہ ہر جگہ کو اپنا وطن سمجھتا ہے۔ سیدنا حسانؓ نے حضور کے لئے اس اسم کا استعمال کیا ہے۔

صَلَّی الْاِلٰہُ وَمَنْ یَّحُفُّ بِعَرْشِہٖ وَالطَّیِّبُوْنَ عَلَی الْمُبَارَکِ اَحْمَدٌ

سیدنا عباس بن مرداسؓ نے جو راہب نصرانی تھے اپنے نعتیہ قصیدہ میں کہا ہے:۔

وَجَّھْتُ وَجْھِیْ نَحْوَ مَلَّۃَ قَاصِدًا وَبَایَنْتُ بَیْنَ الْاَخْشَبَیْنِ الْمُبَارَکَا

(۱۱) وہ مہاجر ہے قرآن مجید مہاجرین و انصار کے فضائل و مدائح سے مملو ہے۔ مہاجرین کو انصار پر مزیت خاص اور امتیاز خاص ہے۔ مہاجرین وہی ہیں۔ جنہوں نے حضورؐ کی اقامت

کو پورا کیا۔ گھر بار خویش و تبار وطن و دیار کو ترک کر دیا۔ مگر حضورؐ کا ساتھ نہ چھوڑا مہاجرین کی ہجرت حضورؐ ہی کی ہجرت سے مقبول و ربانی ہوئی حضورؐ مہاجر ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم و لوط و اسمٰعیل و موسیٰ و ہارون و داؤد علیہم السلام بھی مہاجر تھے۔

۵۳ وہ ہادی ہے۔ ہدایت کے دو مفہوم ہیں۔ کسی کے دل میں ایمان ڈال دینا آیت ذیل میں اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (قصص)	تو ہدایت نہیں دے سکتا اُسے جسے تو پسند کرتا ہے لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کسی کو بھی وہ چاہے۔

(ب) کسی کو ایمان و یقین کی طرف بُلانا اور اپنی دعوت کی حقانیت کو دلائل و براہین و دعا فی یا عقلی سے اور اپنے افعال حمیدہ و اقوال حکیمہ سے مستحکم کرنا بلا شائبۂ غرض اور بلا آمیزش طمع خاصہ خیر خواہی و نیک سگالی کے فرائض ادا کرنا اس مفہوم کی تکمیل نبی صلعم ہی کی ذات پر ہوتی ہے اس آیت ذیل میں اس معنی کو بیان فرمایا گیا۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ	تو بالضرور سیدھی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔

نبی صلعم نے ہدایت اور دعوت الی الحق کے جملہ بہترین طریقوں کو جمع فرما دیا تھا۔ کشادہ روئی نرم خوئی خلق عظیم ایسی صفات تھیں۔ کہ دشمن بھی حضورؐ کو دیکھ کر اپنا دشمنی بھول جاتا تھا۔ شیریں کلامی، واضح بیانی ایسی کہ جو لفظ زبان مبارک سے نکلتا۔ سامع کے قلب میں اُتر جاتا تھا۔

دلائل و براہین کے وارد کرنے میں حضورؐ نے منطقیوں اور فلسفیوں کی ژولیدہ تقریروں اور مغلق الفاظ اور الزام خصم وغیرہ کے جملہ مسلک ترک کر دیئے تھے۔ حضورؐ کے دلائل انفسی اور آفاقی ہوتے تھے۔ انسان کے سامنے خود اسی کی فطرت کو پیش کر دیتا یا انسان کے ماحول کو انسان کے لئے دلیل راہ بنا دینا حضورؐ کا مبارک شیوہ تھا۔

اللہ تعالےٰ نے حضورؐ پر اُن قوانین فطرت کو کھول دیا تھا جن پر مخلوق کی آفرینش ہوئی ہے لہٰذا حضورؐ کے دلائل بھی براہ راست سرشت انسانی اور خلقت بشری کو متوجہ و بیدار اور مخاطب کرنے والے ہوتے تھے

مختصر حضورؐ نوع انسان کے لئے ایسا مکمل نمونہ تھے۔ کہ حضورؐ کے افعال حضورؐ کے اقوال کے مصداق ہوتے تھے۔ اور حضورؐ کے اقوال حضورؐ کے افعال کا معیار تھے۔ ظاہر و باطن کا تفاوت

اور اقوال کے مطابق نے حضورؐ کو نوع بشر کا سچا ہادی بنا دیا تھا۔ ضرار بن الخطاب الفہری نے فتح مکہ کے دن حضور کے سامنے ایک قصیدہ پڑھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

یَا نَبِیَّ الْھُدٰی اِلَیْکَ لَجَاجِی قُرَیْشٌ دَلَدْتَ حِیْنَ بَجَاءَ

نابغہ جعدی کا شعر ہے۔

اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذْ جَاءَ بِالْھُدٰی وَیَتْلُوْ کِتَابًا کَالْمَجَرَّۃِ نَیِّرًا

(۵۲) وہ نبی ہے۔ وہ سید ہے اور سید الناس ہے۔ وہ سید البشر ہے۔ اس کا صدق۔ اس کی دیانت اس کی راستی سب پر ثابت ہو چکی ہے۔ اب خواہ اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں۔ قرون، اضیہ میں بعض اقوام کے پاس یکے بعد دیگرے تین تین نبی بھیجے گئے۔ اور وہ صرف ایک قسم طیبہ کو جنت تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔ یہ سید وہ ہے جو اکیلا آیا۔ سینکڑوں اور ہزاروں کو ظلمات سے نکالنے اور نور میں پہنچانے کا سبب ٹھہرا۔ وہ کبھی عرب سے باہر نہیں گیا۔ مگر اس کی تبلیغ نے دنیا کے ہر ایک براعظم پر قبضہ کیا۔ وہی اندھوں کے لئے بینائی ہے اور وہی بینا دلوں کے لئے روشنی دلوں پر گرے ہوئے پردوں کو اٹھا دینے والا بہرے کانوں تک صدائے حق پہنچا دینے والا۔ اسرائیلیوں اور اسماعیلیوں کی منافرت کو دور کرنے والا۔ عرب اور عجم کو ایک کر دینے والا۔ وہ احرار کا سید اور غلاموں کا مولیٰ ہے۔ امویہ، عباسیہ۔ فاطمیہ، رخشندیہ مغلول اور ترک افریقی و مراکشی۔ الجزائری و حجازی اگرچہ اپنی اپنی فرمان دہی دھکڑائی میں اپنے آپ کو لاثانی سمجھتے ہیں۔ ایک سلطنت دوسری سلطنت کی اہمیت و شوکت سے انکاری ہے۔ لیکن حضورؐ کی کفش برداری کو ہر ایک تاجدار اپنا افتخار سمجھتا ہے۔ حضورؐ کے دربار میں خاک پر جگہ مل جانے کو تخت و اورنگ کی نشست سے بہتر جانتا ہے۔ درحقیقت حضور ہی سید ہیں اور حضور ہی سرور عالم۔

(۵۳) وہ خاتم النبیین ہے۔ آیت قرآنیہ میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمایا گیا ہے اس آیت میں کیسی برقی طاقت موجود ہے۔ طبائع انسانی پر اس کو کتنی قدرت حاصل ہے۔ اس آیت سے پیشتر ہی بنی اسرائیل میں سینکڑوں اور ہزاروں کو نبی تسلیم کیا گیا سینکڑوں میں کروڑوں اشخاص کو دیوتا مانا گیا۔ چین و ایران میں بھی سروش یزدانی کا نزول اور ملکوتی جلال کی تدلیات ہزاروں پر اترتی رہیں۔ مگر اس آیت کا اثر تھا۔ کہ تمام مذاہب اور جملہ ممالک اور جمیع اقوام

کے علم و خیال اور دل و دماغ سے وجود نبوت اور اس کے دعوے کے اظہار کا تصور و تخیل ہی اُٹھ گیا۔ سب نے اپنے اپنے گھروں میں بھی نبوت کے دروازوں پر قفل ڈال دیئے۔ اور ہر ایک مذہب نے اپنے طریق عمل سے صحت مضمون آیت پر صاد کر دیا۔

دیکھئے اسے کہتے ہیں نصرت ربانی۔ اسی سے کہتے ہیں کلام ربانی۔ جس کے نزول کے بعد منکرین نے بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور مخالفین نے بھی اس مسئلہ پر اپنا عملی اتفاق پیش کر دیا نظامی گنجوی فرماتے ہیں۔

عباس بن مرداس السلمیؓ فرماتے ہیں۔

یَا خَاتَمَ النَّبَاءِ اِنَّكَ مُرْسَلٌ بِالْحَقِّ كُلَّ هُدَى السَّبِيْلِ هَدَاكَا

اب میں اس مضمون کو جو اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اسم مبارک احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداد (۳۱) پر ختم کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ پھر کبھی اسے اسم مبارک محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اعداد (۹۲) تک وسعت دی جائے گی۔ اور معانی و لطائف میں بھی ذرا وسعت و نسبت سے کام لیا جائے گا۔ اور پھر بھی یہی ہوگا۔ کہ اس اعتراف کو بکمال سر کر دہرا تا ہوں گا۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین تو از تنگی دامان گلہ دارد

فصل ششم

سُنّت مصطفویہ وطریقہ محمّدیہ

قاضی عیاضؒ نے کتاب الشفاء میں حدیث ذیل بروایت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کی ہے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کا وضوح بخوبی ہوتا ہے۔

مصنفؒ کا جو درجہ حدیث میں ہے وہ اُن کی کتاب اکمال شرح صحیح مسلم اور مشارق الانوار سے بخوبی نمودار ہے۔ نبی کریمؐ کے فضائل وشمیم وخصائل کے بیان صحیح میں جو اُن کو شغف قلبی ہے وہ اُن کی کتاب الشفاء فی بیان حقوق المصطفےٰ سے خوب واضح ہے۔ مصنف کی ثقاہت اور امامت فی الدین توثیق حدیث کے لئے مکتفی ہے۔ مفہذا جملہ کلمات واردہ کی تطبیق دیگر روایات متعددہ سے ہو جاتی ہے۔

شرح حدیث کے وقت خوش قسمتی سے علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد الزرعی الدمشقی۔ الفقیہ الحنبلی المفسر النحوی الاصولی المتکلم الشہیر بابن قیم الجوزیہ کی کتاب مدارج السالکین بھی مل گئی۔ یہ کتاب شیخ الاسلام الہروی عبداللہ بن محمد بن علی الصوفی القدوۃ الحافظ احد الاعلام کی کتاب السائرین کی شرح ہے۔ اس شرح میں ہر دو کتب سے پورا پورا استفادہ کیا گیا ہے۔ جزاھما اللہ عنا خیر الجزاء۔

حدیث یہ ہے

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ سُنَّتِہٖ فَقَالَ اَلْمَعْرِفَۃُ رَاْسُ مَالِیْ وَالْعَقْلُ اَصْلُ	علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضور کا طریقہ (سنت) کیا ہے فرمایا معرفت میرا راس المال ہے

دِیْنِیْ وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیْ وَذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ وَالثِّقَۃُ کَنْزِیْ وَالْحُزْنُ رَفِیْقِیْ وَالْعِلْمُ سِلَاحِیْ۔ وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ وَالرِّضَا مَلْبُوْسِیْ وَالْیَقِیْنُ خَبْوِیْ وَالزُّھْدُ حِرْفَتِیْ وَالْبَقِیْنُ قُوَّتِیْ۔ وَالصِّدْقُ شَفِیْعِیْ وَالطَّاعَۃُ حَسْبِیْ وَالْجِھَادُ خُلُقِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ۔

عقل میری دین کی اصل ہے۔ محبت میری بنیاد ہے شوق میری سواری ہے۔ ذکر الٰہی میرا انیس ہے اعتماد میرا خزانہ ہے۔ حزن میرا رفیق ہے علم میرا ہتھیار ہے۔ صبر میرا لباس ہے۔ رضا میری غنیمت ہے۔ عجز میرا فخر ہے۔ زہد میرا حرفہ ہے۔ یقین میری خوراک ہے۔ صدق میرا سفارشی ہے۔ طاعت میرا بچاؤ ہے۔ جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اَلْمَعْرِفَۃُ رَأْسُ مَالِیْ

معرفت اصل پونجی ہے

راس المال اُس رقم کو کہتے ہیں۔ جس کے بغیر تجارت کا آغاز ہی نہیں ہو سکتا۔ جس سے تاجر اپنی تجارت کو شروع کیا کرتا ہے۔ حدیث ہذا میں معرفت کو راس المال فرمایا گیا ہے۔

معرفت لغت میں شناخت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح عرفا میں اس کا استعمال بدایت پر بھی ہوتا ہے اور نہایت پر بھی۔

واضح ہو کہ معرفت کی ابتدا خود نفس انسانی کی شناخت سے ہوتی ہے۔ سعید وہ ہے جس کے شعور کا آغاز خود اپنے عیوب کی شناخت سے ہو۔

بائیبل اور قرآن مجید میں سیدنا آدم کی بابت ہے۔ کہ تمیز کے بعد سب سے پہلے انہوں نے یہ شناخت کیا کہ وہ برہنہ ہیں۔ پھر اُسی وقت انہوں نے درختوں کے پتے جمع کئے۔ اور اُن کو ٹانک ٹانک کر اپنی برہنگی کا پردہ بنایا۔

پدر اعظم کا اپنی اولاد کو یہ پہلا سبق ہے کہ جب انسان کو اپنا کوئی نقص یا عیب نظر آئے تو فوراً اُس کے ازالہ کی تدبیر کرنا چاہئے۔

لغت اور شرع میں معرفت اور علم کے دو الفاظ ہیں جو شناخت کے لئے آتے ہیں۔ اہل علم کے نزدیک لفظ علم کا درجہ لفظ معرفت سے برتر ہے۔ گو متصوفین کی اصطلاح میں اب

لفظ معرفت کا درجہ لفظ علم سے برتر سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (مائدہ)

جب انہوں نے وہ کلام سنا جو رسول پر اتارا گیا تب انکی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حق کی شناخت کر لی +

(۲) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ۔

جس دن ہم ان کو اٹھائینگے اور وہ سمجھیں گے گویا ان کی ایک گھڑی برابر ہی وہ قبروں میں رہے ہیں تب وہ آپس میں ایک دوسرے کی شناخت کرلیں گے +

(۳) وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ۔ (یوسف)

جب یوسفؑ کے بھائی مصر آئے اور یوسف کے سامنے گئے تو یوسف نے ان کو شناخت کر لیا۔

(۴) اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ (بقرہ)

جن کو ہم نے کتاب دی ہے۔ وہ اس کی شناخت رکھتے ہیں جیسی شناخت انکو اپنے فرزند کی ہے۔

ہر چہار آیات بالا میں معرفت کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ اور اس فعل کے فاعل انسان ہیں +

اب لفظ علم کو مندرجہ ذیل آیات میں دیکھو۔

(۱) فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ (ہود)

جان لو کہ یہ اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے۔

(۲) اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ (نساء)

اللہ نے قرآن کو اپنے علم سے نازل فرمایا ہے۔

(۳) قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ (طٰہٰ)

اے نبی یہ دعا کیجئے کہ اے رب مجھے علم میں بڑھائیو

ان آیات میں علم کو ذات رب العالمین سے نسبت ہے۔

بلحاظ معنی معرفت و علم میں فرق یہ ہے کہ معرفت کسی شے کی ذاتی شناخت کو کہتے ہیں۔ اور علم کا اطلاق اس شے کے اندرونی احوال پر آتا ہے۔

لہٰذا معرفت کو تصور اور علم کو تصدیق کہا جا سکتا ہے۔

حدیث بالا میں معرفت کو رأس المال فرمانے سے اسی ابتدائی سلوک کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ جبکہ انسان کو اپنے بندہ ہونے کی اور رب العالمین کے مالک ہونے کی شناخت کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی شناخت یہی احساس بندہ کے لئے مادی راہ بنجاتا ہے۔

واضح ہو۔ کہ اہل تصوف نے امارت اور شواہد معرفت پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ شبلیؒ فرماتے ہیں۔

عارف کو تعلقات سے کیا علاقہ۔ محب کو شکوہ سے کیا نسبت، بندہ کو دعویٰ سے کیا تعلق جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا۔ عارف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا پانی کا رنگ ظرف کے رنگ کا سا نظر آیا کرتا ہے۔

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ بندہ پر انوار عبودیت کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ کبھی ابتلائے ربانی کے سامنے صابر ہوتا ہے اور کبھی نعمائے رحمانی کے سامنے شاکر۔ کبھی وعدہائے صدق کی بشارت سے اس کا قلب غلد بہار ہوتا ہے۔ اور کبھی مواعید الٰہی سے وہ سراپا عجز و انکسار۔

ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔ کہ عارف کی تین نشانیاں ہیں:۔

(۱) نور معرفت پر نور ورع غالب ہو۔

(۲) اعتقاد باطن حالت ظاہر سے متناقض نہ ہو۔

(۳) نعم الٰہیہ کی فراوانی سے محارم الٰہیہ میں نہ گر پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ معرفت سے ہیبت پیدا ہوتی ہے اور اس ہیبت ہی کے اندر انس و انشراح ہوتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے۔

اَنَا اَعْرَفُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّکُمْ لَہٗ خَشْیَۃً میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کا عرفان رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اُس کے سامنے خشیت والا ہوں۔

گویا معنی بالا کو الفاظ بالا میں ظاہر فرما دیا گیا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ معرفت وہ نور ہے۔ جو مومن کے سینہ میں رکھ دیا جاتا ہے کہ وہ صفات ربانی کو سمجھ سکے اور شواہد و براہین کا استعمال کر سکے۔

عارف صفات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اُن کو تشبیہ سے بالاتر سمجھتا ہے۔ وہ تشبیہ کی نفی کرتا ہے۔ اور تعطیل سے پرہیز کرتا ہے۔ آگے بڑھ کر وہ صفات و ذات کی تفریق سے اجتناب کرتا ہے اور آگے بڑھ کر وہ جملہ وسائل۔ وسائط۔ براہین اور شواہد سے منہ موڑ کر اپنے قلب و روح کو اپنے مالک کے انعام پر چھوڑ دیتا ہے۔ تب اسے معرفت کا حصہ بقدر ظرف حاصل ہو

جاتا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کا اشارہ اسی راز کی طرف ہے۔

(۲) اَلْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ

میرے دین کی جڑ عقل ہے

عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں۔ وہ عقیدۂ تثلیث کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ اس کی بنیاد فہم انسانی سے بالاتر ہے۔

وہ شاگرد کو تثلیث کی تعلیم دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ کہ اس لقمہ کو حلق سے نیچے نگل جاؤ۔ خواہ تمہارا دل چاہے یا نہ چاہے۔

مگر اسلام ایسے احکام نہیں دیتا۔ عقل اور عاقلین کی فضیلت آیات قرآنیہ سے بخوبی ہویدا ہے۔

(۱) كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (روم ع ۳)

ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر عقل والوں کے لئے بیان کیا کرتے ہیں۔

(۲) وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (عنکبوت ع ۴)

ہم نے اس کے روشن نشان چھوڑے ہیں عقل والوں کے لئے۔

قرآن پاک میں خارج از عقل لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے۔

(۳) وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (یونس ع ۱۰)

رجس انہی پر ہے جو عقل نہیں رکھتے۔

بتلایا گیا۔ کہ علم و عقل لازم و ملزوم ہیں۔ اور انہی دونوں کی آمیزش سے نتائج صحیحہ پیدا ہوتے ہیں۔

(۴) وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (عنکبوت ع ۵)

ان باتوں کی عقل اہل علم ہی کو ہے۔

بیشک جو شخص احکام شریعت کو پڑھے گا اور اُن حکم پر بھی غور کریگا جن کی وجہ سے ان احکام کا نفاذ ہوا۔ تو اسے بلیقین معلوم ہو جائے گا۔ کہ عقل کے ساتھ احکام شرعیہ کا تعلق بطریق مستحکم ہے۔

نماز کے لئے یہ حکم پڑھو!

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ (عنکبوت ع ۵)	نماز تو بدکاریوں اور بُرے کاموں سے روکنے والی ہے اور تحقیق اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔
روزہ کے لئے یہ حکم پڑھو۔	
کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ ع ۲۲)	تم پر روزے لکھ دیئے گئے جیسا کہ تم سے پہلوں پر لکھے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔
ادائے زکوٰۃ کے متعلق یہ حکمت معلوم کرو۔	
لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (ابراہیم ع ۱)	اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو بڑھا دوں گا۔
حج کی بابت جو حکم ہے اُس کے فوائد پر غور کرو۔	
لِیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ (حج ع ۴)	تاکہ تم اپنے اپنے نفع کو دیکھ لو۔
قصاص کا اثر مجرم کے لئے۔	
لِیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِہٖ (مائدہ ع ۱۱)	تاکہ اپنے بُرے کام کا وبال دیکھے۔
قصاص کا فائدہ ملک کے لئے۔	
وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ (بقرہ ع ۲۲)	تمہاری زندگی قصاص ہی کے جاری کرنے میں ہے۔

ہاں عقل ہی کو دوسرے مقام پر فطرت انسانی بتلایا گیا ہے۔ عقل ہی برہان کی برتری کو تسلیم کرتی ہے اور اسی لئے مخالفین کو فرمایا گیا ہے

قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (بقرہ ع ۱۴)	کہہ دیجئے کہ تم اپنی برہان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو

عقل جبر و اکراہ کے مخالف ہے اور اسی لئے کتاب حمید میں ہے۔

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (بقرہ ع ۳۲)	دین کے معاملہ میں کچھ جبر نہیں۔

اِن جملہ شواہد سے ثابت ہے کہ اسلام کا شجر ایک سرزمین عقل میں لگایا گیا ہے اور علم کے پانی سے اُسے پالا گیا ہے۔

نبی اسلامی صلعم کا یہ فرمانا کہ اَلْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ اُس دین کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل حتمی ہے۔ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

مسلمان نوجوانوں میں دیکھا جاتا ہے کہ وہ عقل سے مراد خود اپنی عقل اپنا فہم سمجھا کرتے ہیں۔ یہ نادانستگی کی پہلی دلیل ہے۔

جو لوگ قانون سلطنت کے فہم سے بھی عاری ہیں۔ جو لوگ خود انسانوں کی بنائی ہوئی عبادت کے مقفل کو تا رسنے سے عاجز ہیں۔ اُن کا کیا حق ہے۔ اپنی عقل سے برتر عقل کا کوئی درجہ بھی تسلیم نہ کریں۔ اور اپنے فہم کو صاحب شریعت کے فہم سے بالاتر سمجھنے لگیں۔

(۳) اَلْحُبُّ اَسَاسِیْ

محبت میری بنیاد ہے

واضح ہو کہ تغزل و ابیات میں لفظ عشق کا استعمال زیادہ تر ہوا ہے۔ مگر فرقانِ حمید اور حدیث پاک میں لفظ عشق اور اس کے مشتقات کا استعمال نہیں ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایک ذلیل لفظ ہے اور اصل لغت کے لحاظ سے معنی حُب سے عاری ہے۔ قاموس میں ہے اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ وَّالْعِشْقُ وَمِنْ فُنُوْنِہٖ (جنون کی بہت اقسام ہیں عشق بھی یکے از انجملہ ہے)

لہٰذا لفظ حُب کی تحقیق پر زیادہ توجہ کرنا چاہیئے۔ زبان عرب میں اس لفظ سے پانچ محاورات پائے جاتے ہیں۔

(۱) حَبَبَ الْاَسْنَانُ۔ دانت روشن اور صاف ہیں۔

(۲) حَبَبَ الْمَاءُ۔ پانی ٹھہرا ہوا پاکیزہ ہے۔ انہی معنی کے لحاظ سے بُلبلے کو حباب کہتے ہیں۔ جس میں لطافت اور صفائی پائی جاتی ہے۔

(۳) حَبَّ الْبَعِیْرُ۔ اونٹ نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اس محاورہ میں حَبَّ کو لزوم و ثبات کے معنی میں لیا گیا۔

(۴) حَبَّ۔ دانہ و تخم یا اصل شے۔ اسی لئے سویدائے دل کو حَبَّۃُ الْقَلْبِ کہتے ہیں اور اسی لئے دانہ کو حَبّ (جس کی جمع حبوب ہے) بولتے ہیں۔

(۵) حَبَّ الْمَاءَ۔ وہ جوہر جس میں پانی ٹھہر جاتا ہے۔ یہاں حفاظت و نگہداشت کے مفہوم کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اصل مادّہ کے ان معانی کو دیکھو۔ اور پھر یہ بھی خیال کرو کہ لفظ حُب کو جبکہ وہ بطور اسم مستعمل ہوتا ہے۔ حرکت ضمہ دی گئی۔ جو جملہ حرکات میں قوی تر ہے۔ اور اس سے مقصود یہ ہے کہ حُب میں اوصاف صفا دہا۔ اور علو وارتقا۔ اور لزوم و ثبات کا ہونا پایا جائے۔ حُب ہی کو

جملہ فضائل کا اصل الاصول قرار دیا جائے۔ اور حبِّ ہی کے حفظ و تمسک کو مایہ حیات انسانی ثابت کیا جائے۔

بیشک محبت اِن جملہ اوصاف پر حاوی و شتمل ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اثبات محبت کے متعلق کلام پاک میں فرمایا ہے۔

يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ ع ۲۰)

یہ لوگ غیروں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے مگر جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت زیادہ مستحکم ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی محبت کا بندوں کو ہونا۔ اور بندوں کی محبت کا اللہ عزوجل کو ہونا ہر دو امور کا ثابت فرمایا ہے۔

فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (مائدہ ع ۸)

اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو اسلام میں لائیگا جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا۔ اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہونگے۔

احادیث پاک میں بھی اس امر کو وضوح کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

(۱) اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ ثُمَّ الْجِهَادُ۔

اعمال میں سے اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ پیارا ایمان ہے پھر جہاد ہے۔

(۲) اَحَبُّ الْعَمَلِ اِلَى اللّٰهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ۔

سب سے پیارا عمل اللہ کے ہاں وہ ہے جس پر عمل والا مداومت کرے

(۳) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّؤْخَذَ بِرُخَصِهٖ

اللہ کو پسند ہے کہ اُسکی رخصت پر عمل کیا جائے

(۴) اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ الصَّلٰوةُ عَلٰى اَوَّلِ وَقْتِهَا۔

سب اعمال سے زیادہ پسند اللہ تعالےٰ کو وہ نماز ہے جو اوّل وقت پر پڑھی جائے۔

احادیث بالا میں تو اللہ تعالیٰ کی اُس محبت کا ذکر تھا۔ جو اُسے اپنے بندوں کے اعمال سے ہے۔ اب بندوں کی محبت کا ذات پاک کے ساتھ ہونا آیت ذیل میں بصراحت ہے

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ

کہہ دیجئے۔ کہ اگر تمہارے باپ بیٹے بیٹیاں، بہن بھائی، بیویاں اور خویش قبیلہ۔ اور مال جسے تم کمایتے ہو۔ اور تجارت جس کے گھٹنے سے ڈرتے ہو۔ اور مکانات جنکو پسند کرتے ہو۔ تم کو اللہ سے اور اُس کے رسولؐ سے

اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِہَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ (توبہ ع ۳)	اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تب انتظار مہلت کرو۔ یہانتک کہ اللہ اپنا حکم جاری فرمائے۔

اس آیت میں انسان کی اُس محبت کا جو اُسے مادر و پدر۔ دختر و پسر۔ برادر خواہر خویش و قبیلہ۔ تجارت و منفعت قصر و باغ اور مال و زر سے ہوتی ہے اثبات فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان سب اشیاء کی محبت کا انسان کو ہونا ایک فطری امر ہے۔

اُس کے بعد اَجْنَبِیَّت کا مسئلہ شروع فرمایا۔ کہ اگر مذکورہ بالا محبت مغلوب ہے اور اللہ و رسولؐ کی محبت ان جملہ انواع محبت پر غالب تر ہے رتب تو سب کچھ ٹھیک لیکن اگر خدانخواستہ اللہ و رسولؐ کی محبت سے ان اشیاء کی یا ان اشخاص کی محبت بڑھ گئی۔ تب معاملہ سخت مشکل ہے اور اس بارہ میں جو کچھ حکم اللہ تعالےٰ چاہے گا۔ وہی جاری فرمائے گا۔

حکم بالا میں قرآن کریم نے تمدن اور تنقل کا راز منکشف کر دیا ہے۔ اور توحش و ترہب کو چھوڑ کر افراط و تفریط کے وسط میں شاہراہ عدل قائم فرما دی ہے۔

اللہ تعالےٰ سے محبت کی حقیقت اگر معلوم کرنی ہو تو اس کے لئے ایک ہی لفظ بیان کر دینا کافی ہے سو وہ "عبودیت" ہے۔ یہی محبت یا عبودیت جملہ محاسن اعمال کی سرچشمہ ہے۔

محبت ہی سے انابت الی اللہ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور محبت ہی خوف و رجا کا معدن ہے۔ محبت ہی ہے جو انسان کو کبھی مقام رضا پر۔ اور کبھی مقام شکر پر متمکن کر دیتی ہے۔

صبر بھی وہی صبر ہے۔ جس کی بنا محبت پر ہو۔ ورنہ اُس کا نام بیچارگی ہوگا۔

زہد بھی وہی زہد ہے جس کا منشاء محبت ہو۔ ورنہ اُس کا نام عدم دسترس ہوگا۔

حیا بھی وہی حیا ہے جس کی ولادت محبت سے ہو۔ جو ادب و تعظیم کی ہوا میں پلی ہو۔ ورنہ اُس کا نام انفعال طبع ہوگا۔

فقر بھی وہی فقر ہے۔ جو محب کو بجانب محبوب ہو۔ اور دل اپنی تمام تر قوت کے ساتھ محبوب کے جود و نوال کی جانب منجذب ہو جائے۔ ورنہ اُس کا نام تنگ دستی ہوگا۔

الغرض محبت ہی قوت القلوب ہے۔

اور محبت ہی غذا و راحت روح ہے

محبت ہی قرۃ العیون ہے۔

محبت ہی حیوٰۃ الابدان ہے۔
محبت ہی دل کی زندگی ہے۔
محبت ہی زندگی کی کامیابی ہے۔
محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی ہے۔
محبت ہی لقاء کو تختِ ارتقا پر بٹھلاتی ہے۔

اب ہم مدارج محبت کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) محبت کی ابتدا علاقہ سے ہوتی ہے۔ یعنی دل کا تعلق۔ جو کسی جانب پیدا ہو جائے۔

(۲) اس تعلق کو ارادہ قوی بناتا ہے۔

(۳) اب کشش پیدا ہوتی ہے اور جس طرح پانی نشیب میں خود بخود جاتا ہے۔ اسی طرح محب کو محبوب کی طرف وہ کشش لئے جاتی ہے

(۴) اب سوزش پیدا ہوتی ہے۔ اور دل میں ہر وقت ایک جلن رہنے لگتی ہے۔

(۵) اب پیار نمودار ہوتا ہے اور صفت وداد سے دل آشنا ہو جاتا ہے۔

(۶) اس پر ترقی وافر ہونی ہوئی تو شغف کا تسلط ہو جاتا ہے اور محبت کا اثر قعر قلب (دل کے گہراؤ) تک پہنچ جاتا ہے۔ مصائب کی برداشت اور موانعات کی سہی نظر آنے لگتی ہے۔ تدابیر قرب اور مواصلات وصل کی درستی میں شب و روز گزرنے لگتے ہیں

محبوب کے سوا باقی دیگر تفکرات منقطع ہو جاتے ہیں۔ محبوب ہی کا تصور جسم پر۔ اور محبوب ہی کی محبت دل پر حکمران بنجاتی ہے۔

(۷) اس سے اگلی حالت کا نام عشق ہے۔ یہ لفظ اسم عشقہ سے بنایا گیا ہے۔ یہ ایک بیل زرد پھولوں والی ہوتی ہے جس درخت پر چڑھ جاتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے اور یہی حال اس مرض کے مریض کا بھی ہوتا ہے۔

(۸) اس سے آگے درجہ تیتم کا ہے۔ تیم کے معنی "غلامی" ہیں۔ اس وقت انسان خود اپنے ہی خیالات کا غلام بنجاتا ہے۔ اور اُن سے رہائی پانا اُس کے اختیار سے باہر ہو جاتا ہے

(۹) اعلیٰ ترین درجہ کا نام عبودیت ہے۔ جبکہ محب ہر ایک دعوٰی سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ جبکہ دنیا میں کوئی شے اُس کی نہیں رہ جاتی ہے۔ جبکہ اُس کا جسم۔ اُس کا دل۔ اُس

کی روح اس کی تمنا۔ اس کی مراد خود اپنے لئے نہیں رہ جاتی ہے اور وہ ان سب کو خوشی خوشی چھوڑ کر معبود کے معبود ہونے پر لبیک کہہ جاتا ہے اور اس امر پر قانع بلکہ شاکر ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے معبود کا عبد کہلایا کرے۔

(۱۰) اس سے بھی بالاتر درجہ خلت کا ہے۔ اب تو جسم کا ایک ایک بال اور نبض کی ایک ایک حرکت اور سینہ کا ایک ایک سانس متفق المراد بن جاتے ہیں۔ جذبات اور تمنیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے دل و دماغ طبع و روح میں پوری طاقت اور کامل وحدت کے ساتھ ایک ہی محبوب کا خالص رضوان مقصود و مطلوب بن جاتا ہے۔ وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ رب کا مقصود نہیں۔ بلکہ محبوب کا مقصود محب کا مطلوب نہیں بلکہ محبوب کا مطلوب۔

عام طور پر فہم انسانی اس کیفیت کے تعقل سے نارسا ہے اور اس درجہ کی تکمیل صرف سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے الفاظ درود پاک میں یہی دو نام ایک دوسرے کے مشبہ و مشبہ بہ کی طرح واقع ہوئے ہیں۔ ایک کو تقدیم کی اولیت حاصل ہے اور دوسرے کو اتمام کی افضلیت۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختتام سے پیشتر اُن اسباب کا ذکر کر دیا جائے۔ جو جالب محبت اور جاذب محب ہیں۔ تاکہ کوئی سعادت مند ان سے تمتع حاصل کر سکے۔

اسباب بقا و ارتقائے محبت الٰہیہ درج ذیل ہیں

(۱) اقرأت فرقان حمید۔ قرأت کے تحت میں تدبر معانی۔ اور فہم مراد ربانی (بہرہ دار) شامل ہیں۔

(۲) نماز فرائض کے علاوہ نوافل کی مواظبت بکثرت۔

(۳) دوام ذکر۔ اس لفظ کے اندر ذکر لسانی اور قلبی دونوں شامل ہیں۔ ذکر بالحال اور ذکر بالعمل بھی اسی مفہوم کے اندر ہیں۔

(۴) اسماء و صفات الٰہی کا مطالعہ و مشاہدہ بذریعہ قلب۔

(۵) اللہ عزوجل کی نعمت ہائے ظاہری و باطنی اور احسانات مادی و روحانی کا تذکار۔

(۶) مقامات عبادت میں کمال ادب اور حضور تام کے ساتھ وقوف قلبی۔
(۷) ذوق حضور میں قلب کا انکسار کلی۔
(۸) اپنی خواہشات کا احکام ربانی پر ایثار۔
(۹) محبین و صادقین کی مجالست۔
(۱۰) ان اسباب سے منافرت۔ جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور بندہ ناچیز کے درمیان بعد و دوری کا موجب ہیں۔

ان امور کی مواظبت سے امید ہے کہ وہ سرچشمۂ محبت جو انسان کی سرزمین قلب میں ودیعت ہے اور جسے خس و خاشاک علائق نے بند کر رکھا ہے۔ پھر فوارہ سال جوش زن ہو۔ اور پوری رفتار سے چلتا ہوا کشت زار تمنا کی سیرابی کا ذریعہ بنے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ۔

ناظر کتاب کو حضور صلعم کے الفاظ وَاَلْحُبُّ اَسَاسِیٌّ پر ایک بار اور تدبر کر لینا چاہیئے کہ جس ایوان عظمت نشان کی بنیاد "محبت" ہو۔ وہ عمارت کیا ہوگی۔ اور اس مکان کا مکین کس شان کا ہوگا۔

یہی سبق ہے۔ جو سیرت محمدیہ کے پڑھنے والے کو یاد رکھنا چاہیئے۔

---

(۴) وَالشَّوْقُ مَرْکَبِیْ

شوق میری سواری ہے

واضح ہو کہ قرآن مجید میں لفظ "شوق" وارد نہیں ہوا۔ اور بجائے اس کے لفظ "لقاء" کا استعمال ہوا ہے۔

اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ علماء فن کے نزدیک فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ حصول دیدار کے بعد بھی شوق باقی رہتا ہے یا نہیں؟ بعض کی رائے یہ ہے کہ "شوق" تو اس سفر کا نام ہے۔ جو محب کو بجانب محبوب لے جاتا ہے۔ لہٰذا جب منزل مقصود پر پہنچ گئے تو سفر کا خود بخود خاتمہ ہو گیا۔

مگر حدیث پاک میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ حدیث زیر شرح میں بھی۔ اور ایک دوسری صحیح حدیث میں بھی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآءِكَ	تیرے چہرہ پر نگاہ ڈالنے کی لذت اور تیرے لقاء کے شوق کا سوال کرتا ہوں۔

حدیث زیر شرح میں شوق کو مرکب بنایا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ شوق آثار محبت میں سے ایک اثر کا نام ہے اور اس کا درجہ اصل محبت سے کمتر ہے۔ کیونکہ شوق محبت ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

ہاں شوق! وہ چنگاری ہے۔ جو دل کو گرمائے رکھتی ہے
وہ لپٹ ہے۔ جو شمع قلب سے اُٹھتی ہے

شوق ہی اعضاء وجوارح کو منقاد اعمال بناتا ہے اور شوق ہی اعمال میں مداومت پیدا کرتا ہے۔

شوق ہی ہے۔ جو آلائے آخروی کو نعم دنیوی سے بھی قریب تر دکھلاتا ہے اور شوق ہی ہے جو ہر ایک شکستہ پر کو مائل پرواز رکھتا ہے۔

شوق ہی ہے جو غار و نجی گہرائی کو ناپتا۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو لکد کوب بناتا ہے۔

یہ شوق ہی ہے جو محبت صادق کی راہ میں مشعل افروزی کرتا ہے اور یہ شوق ہی ہے جو کسی درمیانی منزل پر محب آبلہ پا کو آرام نہیں لینے دیتا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مقدار شوق مقدار محبت پر مبنی ہے یہ محال ہے کہ فراوانی محبت میں شوق قاصر پایا جائے۔ یا کمی محبت کی صورت میں شوق کثیر الوجدان ہو۔

سچ ہے کہ سالک کے لئے شوق سے بڑھ کر اور کوئی سواری نہیں۔

یہی وہ مرکب ہے جو گھاٹیوں کو پھاندتا ہے اور امتحان کے خطرناک پل سے صاف گذرتا ہوا جنت اللقاء تک پہنچا دیتا ہے۔ فَطُوْبٰى لِلْمُشْتَاقِيْنَ۔ وَطُوْبٰى لِلْمُحِبِّيْنَ۔

---

(۵) ذِكْرُ اللّٰهِ اَنِيْسِيْ

اللہ کا ذکر میرا مونس ہے

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ذکر ہی اہل ایمان کا زاد راہ ہے۔ جسے لے کر وہ سفر کیا کرتے ہیں۔

ذکر ہی وہ منشور (پاسپورٹ) ہے۔ جسے دکھا کر وہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔
ذکر ہی دلوں کی زندگی ہے جس کے بغیر اجساد بمنزلہ گور رہ جاتے ہیں۔
ذکر ہی وہ ہتھیار ہے جس سے رہزنوں اور دشمنوں کو ہٹایا جاتا ہے۔
ذکر ہی وہ پانی ہے جس سے دل کی آگ بجھائی جاتی ہے۔
ذکر ہی وہ دوا ہے جس سے باطن کا زنگ دور کیا جاتا ہے۔

وَاِذَا مَرِضْنَا تَدَاوَيْنَا بِذِكْرِكُمْ | فَنَتْرُكُ الذِّكْرَ اَحْيَانًا فَنَنْتَكِسُ

قرآن مجید میں ذکر کو دس طریقے سے بیان فرمایا گیا ہے۔

(۱) ذکر کا حکم دیا گیا۔

الف۔ حکم مطلق بھی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (احزاب ع ۵) | اے ایمان والو۔ اللہ کا ذکر کیا کرو۔ بہت ذکر کرنا۔

ب۔ حکم مقید بھی۔

وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (احزاب ع ۵)
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً (اعراف ع ۱۲) | اللہ کی تسبیح کیا کرو۔ صبح و شام اپنے رب کو یاد کیا کرو۔ اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے۔

(۲) غفلت و نسیان ذکر سے نہی فرمائی گئی۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ (حشر ع ۳) | مت ہو تم ویسے۔ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ اور اللہ نے اُن کو نسیان میں چھوڑا۔

(۳) فلاح و نجات کو کثرت ذکر پر معلق فرمایا ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال ع ۵) | اللہ کا ذکر بہت بہت کیا کرو۔ کہ تم فلاح پاؤ

(۴) اہل ذکر کی مدح و ثنا فرمائی ہے۔

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (احزاب ع ۵) | مرد اور عورتیں اللہ کا بہت بہت ذکر کرنے والے اُن کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم مقرر کر رکھا ہے۔

لہ جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو تمہارے ذکر کو اپنی دوا بنا لیتے ہیں۔ کبھی کبھی ذکر چھوٹ جاتا ہے تو ہم منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔ ۱۲ منہ

(۵) غافلین ذکر کے خسران کا اعلان فرمایا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون)	اے ایمان والو۔ تمہارا زر و مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔ جس نے ایسا کیا وہ نقصان اٹھانے والا ہے۔

(۶) ذکر کو جملہ اعمال سے افضل و اعلیٰ بتلایا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (عنکبوت)	نماز تو بدکاریوں اور برے کاموں سے ہٹا دیتی ہے اور اللہ کا ذکر تو بہت بڑھ کر ہے۔

(۷) قرآن مجید پر تدبر سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ اعمال صالحہ کا اختتام بیان ذکر پر ہوتا ہے۔

الف۔ حکم نماز پر غور کرو۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔ (نساء ع ۱۵)	جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ۔ تو اللہ کو یاد کرو کھڑے۔ بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے۔

ب۔ اختتام حکم نماز جمعہ کو پڑھو۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (جمعہ ع ۲)	جب نماز ہو چکے۔ تب اپنی اپنی جگہ پھیل جاؤ۔ اور اللہ کے فضل کی تلاش کرو اور اللہ کا بہت بہت ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ج۔ اختتام حکم صیام پر تدبر کرو۔

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (بقرہ ع ۲۲)	تاکہ تم اللہ کی بزرگی کرو۔ اسلئے کہ اس نے تمکو ہدایت کی ہے

د۔ اختتام حکم حج کو دیکھو۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ (بقرہ ع ۲۳)	جب مناسک پورے کر چکو۔ تب اللہ کا ذکر کرو۔

ھ۔ اختتام حیات بھی اگر ذکر پر ہو۔ تو اس کے لئے حدیث پاک میں داخلہ جنت کا وعدہ ہے۔

اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ

(۸) ذاکرین کو ہی صاحبان عقل و ہوش فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ	آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور شب و روز کے اُلٹ پلٹ کر آنے میں بیشک نشانیاں ہیں عقل و

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔ (آل عمران)

مغز والوں کے لئے جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر یاد کیا کرتے ہیں۔

(۵) ذکر الٰہی جملہ اعمال کے ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذکر ہی روح الاعمال ہے۔

نماز کے متعلق ہے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ نماز کو قائم کر میرے ذکر کے لئے +

حدیث شریف میں چند اعمال کا ذکر کر کے اُن کا ذکر الٰہی کے لئے ہونا ظاہر فرمایا گیا ہے۔

وَاِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِاِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

خانہ کعبہ کا طواف۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی اور کنکریوں کا چلانا ذکر الٰہی کی اقامت کے لئے مقرر ہوا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث عن ابی ہریرہؓ میں اہل ذکر کو مقدم فرمایا گیا ہے۔ یعنی اہل تفرید و توحید

ابو درداؓ سے مسند امام احمدؒ میں ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔

اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَاَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْنَ اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا وَمَا ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

کیا میں تمہیں آگاہ نہ کروں۔ کہ تمہارے اعمال میں بہتر کیا ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے ستھرا کیا ہے۔ اور تمہارے درجات میں سب سے بلند تر کیا ہے اور جو زر و سیم کے خرچ سے بھی بہتر ہے جو اس سے بھی بہتر ہے۔ کہ دشمنوں کو ملو اُن کی گردنیں کاٹو۔ یا وہ تمہاری گردنیں کاٹیں۔

صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ کیا ہے فرمایا اللہ کا ذکر۔

صحیح مسلم میں ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

جو لوگ اللہ کا ذکر کرنے کو بیٹھتے ہیں۔ فرشتے اُن کے گرداگرد آجاتے ہیں رحمت اُن پر چھا جاتی ہے سکینہ اُن پر نازل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ان کا ذکر اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔

صحیح مسلم میں معاویہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلعم صحابہ کے حلقہ میں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیوں بیٹھے ہو۔ عرض کیا گیا۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہے تھے۔ اس امر پر کہ ہمیں اسلام کی راہ دکھلائی اور ہم پر احسان فرمایا۔ فرمایا۔ کیا قسمیہ کہتے ہو؟

صحابہ نے عرض کیا۔ کہ ہاں قسمیہ عرض کرتے ہیں۔

فرمایا اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُهْمَةً لَّکُمْ وَلٰکِنْ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ یُبَاهِیْ بِکُمُ الْمَلَائِکَةَ۔

سنو میں نے تم سے حلف نہیں لیا یہ سبب جھوٹ کی تہمت کے لیکن میرے پاس تو جبریل علیہ السلام ابھی آئے تھے۔ انہوں نے مجھے خبر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ملائکہ پہ فخر کرتا ہے۔

ایک اعرابی نے حضور سے سوال کیا۔ کہ کونسا عمل افضل ہے فرمایا۔

اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْیَا وَلِسَانُکَ رَطْبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ

جب تو دنیا چھوڑے۔ تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ ہو۔

ایک اور شخص نے عرض کیا۔ کہ مجھے احکام اسلام تو بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں مجھے صرف ایک چیز بتلا دیجئے۔ فرمایا لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ یعنی تیری زبان پر ذکر الٰہی میں جاری رہنی چاہیے۔

مسند دغیرہ میں جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم تشریف لائے اور فرمایا۔

اَیُّهَا النَّاسُ ارْتَعُوْا فِیْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ

اے لوگو چمن ہائے بہشت کی سیر کرو۔

لوگوں نے عرض کیا کہ چمن ہائے بہشت کسے کہتے ہیں؟

فرمایا مَجَالِسُ الذِّکْرِ۔ ذکر کی مجلسیں۔

اُغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَاذْکُرُوْا مَنْ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْلَمَ مَنْزِلَتَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ فَلْیَنْظُرْ کَیْفَ مَنْزِلَةُ اللّٰهِ عِنْدَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ یُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْهُ حَیْثُ اَنْزَلَهٗ مِنْ نَّفْسِهٖ

صبح و شام ذکر الٰہی برابر کیا کرو تم میں سے جو کوئی یہ چاہتا ہو۔ کہ اپنا درجہ خدا کے ہاں دریافت کرے اسے لازم ہے کہ اس امر پر غور کرے کہ اللہ کا درجہ خود اس کے دل میں کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بندہ کو ویسا ہی درجہ عطا فرماتا ہے جو اسکے نزدیک اللہ کا درجہ ہوتا ہے۔

صحیح ترمذی و مسند وغیرہ میں ہے۔ نبی صلعم نے اپنے پدر بزرگوار ابراہیم سے روایت

کہا ہے۔

اِقْرَأْ اُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ التُّرْبَةَ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ۔ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاَنَّهَا قِيْعَانٌ۔ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

اپنی اُمت سے میرا سلام کہہ دیجئے۔ اور بتا دیجئے کہ جنت پاکیزہ زمین، میٹھے پانی والی ہے۔ وہ سفید جگہ ہے اور وہاں کے پھل۔ پودے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔

صحیحین میں ابو موسےٰؓ سے روایت ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔

مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔

جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اُس کی مثال زندہ جیسی ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا۔ اُس کی مثال مردہ جیسی ہے

روایت صحیح میں ہے کہ نبی صلعم نے اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا۔

مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَمَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ۔

جو کوئی شخص میرا ذکر چپکے چپکے کرتا ہے میں بھی اُس کا ذکر اپنی ذات سے کرتا ہوں۔ جو کوئی میرا ذکر کسی گروہ کے اندر کرتا ہے میں بھی اُس کا ذکر ایسے گروہ سے کرتا ہوں۔ جو ان کے گروہ سے بہتر ہوتا ہے۔

یاد رکھو کہ ذکر کے تین طریقے ہیں۔

صرف زبان ذکر کر رہی ہو۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے
صرف دل ذکر کر رہا ہو۔ یہ متوسط درجہ ہے
دل اور زبان دونوں ذاکر ہوں۔ یہ درجہ اعلیٰ ہے

یہ بھی یاد رکھو اقسام ذکر بھی تین ہیں:۔

اسماء و صفات اور اُن کے معانی کا ذکر۔ ثنائے ربانی اور توحید الٰہی۔
امر و نہی حلال و حرام کا ذکر۔
اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام۔ احسان اور عطیات کا بیان۔

یاد رکھو کہ مراتب ذکر بھی تین ہیں:۔

(۱) وہ ذکر۔ جو غفلت و نسیان کو اڑا دیتا ہے
(۲) وہ ذکر۔ جو قیود سے چھڑا کر بقائے شہود تک پہنچا دیتا ہے

(۳) وہ ذکر جو انسان کو اپنی یاد سے فراموش کر کے ذکر حقانی ہی کے ساتھ وابستہ و زندہ کر دیتا ہے۔

مبارک ہے وہ انسان جسے ذکر ربانی نے اپنا فریفتہ بنا لیا ہے۔

مبارک ہے وہ صاحب ایمان جس نے فنائے عالم کا سبق بقائے رب العالمین سے سیکھ لیا ہے۔

اَلثِّقَةُ كَنْزِیْ

اعتماد الٰہی میرا خزانہ ہے

اصل اس بارہ میں سیدنا موسیٰؑ کی ماں کا واقعہ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ (قصص ع ۱)	جب تجھے موسیٰؑ کی جان کا ڈر ہو تب اُسے دریا میں ڈال دینا اور ایسا کرتی ہوئی نہ خوف کھانا نہ غم کرنا۔

یہ ظاہر ہے کہ اس خاتون بلند پایہ کو اگر اللہ عزّوجل کے فرمودہ پر اعتماد قوی نہ ہوتا۔ تو وہ کبھی اپنے ہاتھوں سے اپنے بچّہ کو دریا میں نہ ڈال دیتی۔

لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اعتماد ہی چشم توکل کی پتلی ہے۔

اور اعتماد ہی دائرہ تفویض کا مرکز ہے۔

اور اعتماد ہی قلب سلیم کا سویدا ہے

یہ اعتماد بوقت یاس بھی ہوتا ہے۔ اور انسان مصائب کی حالت میں اپنے رب پر اعتماد کرتا ہے اور اُس کے خلاف نہ زبان پر کوئی حرف لاتا ہے اور نہ دل میں کوئی وسوسہ۔

یہ اعتماد بوقت امید بھی ہوتا ہے اور انسان کو اللہ تبارک و تعالےٰ کی سابقہ ربوبیت اور اپنے عدم استحقاق کی حقیقت بخوبی منکشف ہو جاتی ہے۔

واضح ہو کہ ایسا اعتماد تمام نظام عالم پر چشم بصیرت کے کھولنے سے حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ انسان کو نظر آ جاتا ہے کہ عمارت کا ذرّہ ذرّہ۔ نباتات کا پتہ پتہ۔ ارضیات و سماویات کا ریزہ ریزہ۔ ہر ایک عرض کا جوہر۔ اور ہر ایک جوہر کا وجود اُسی کے انعام سے فیضیاب

اور اُسی کے احسان کی دولت سے مالا مال ہے۔

یہ نظارہ بندہ کے اعتماد کو قوی بناتا ہے۔ اور یقین کلی بندہ جاتا ہے کہ یہ ناچیز بندہ بھی اُس کے لطف عام سے کبھی محروم نہیں رہ سکتا۔

---

(۷) وَالْحُزْنُ رَفِیْقِیْ

(اندوہ دل میرا رفیق ہے)

خوف و خشیت بھی ایسے دو لفظ ہیں جو اُردو میں حزن کے مترادف سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن زبان عرب میں ہر ایک لفظ کا مفہوم الگ الگ ہے۔

خوف کا اطلاق زیادہ تر حسی اشیاء پر ہوتا ہے۔

خشیت کا اطلاق غیر حسی اشیاء پر بکثرت ہوتا ہے۔

حزن۔ اُس اندوہ قلب کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی بہتری و بہبودی کے متعلق دل ہی دل میں جوش زن ہوتا ہے۔ گو لب خاموش رہتے ہیں۔ کتاب اللہ میں لفظ حزن کا استعمال انبیاءؑ و اصفیا کے لئے بکثرت ہوا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے نبی صلعم کی بابت فرمایا ہے۔

لَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (یٰس) انکی باتوں سے اے نبی آپکو حزن نہ ہونا چاہیئے۔

چونکہ نبی صلعم کی شفقت و رافت نوع انسانی کے ساتھ بہت بڑھی ہوئی تھی اور حضور ان نافرمانوں کے عواقب امور کا خیال کرتے ہوئے اکثر اندوہ گین رہتے تھے۔ لہذا اللہ تعالےٰ نے حزن نہ کرنے کا حضورؐ کو ارشاد فرمایا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اُس حدیث نبوی کی بھی روایت کی ہے جو نبی صلعم نے غار ثور میں رفیق صادق ابوبکر صدیقؓ سے فرمائی تھی۔ یعنی لَا تَحْزَنْ

صدیق کا فدائی دل نبی صلعم کے رنج و آزار کو دیکھ کر پاش پاش ہو رہا تھا۔ تب نبی صلعم نے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرما کر باب حزن سے قصر اُنس تک پہنچایا۔

اس ارشاد میں نکتہ لطیف یہ تھا کہ اُس معیت ربانی کا درجہ جس میں نبیؐ و صدیقؓ داخل و شامل تھے۔ اُس حزن سے برتر دلعلےٰ ثابت کیا جائے جسے عشق نے سلامتی یار کے متعلق بھانک

بنا دیا تھا۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اسم اعظم "اللہ" کے ظلال میں جو معیت شامل ہے۔ وہ جملہ اسماء محسنہ کے ظلال سے بدرجہ علیا ہے اور کمالات عارف کی تکمیل اسی اسم ذات "اللہ" کی سیر میں ہوتی ہے۔ اور جب معیت الٰہی کا ظہور اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کے نور میں ہوتا ہے۔ تو جملہ اسماء کی عظمت و رفعت بھی اُسی کے تحت میں داخل ہوتی ہے اور کائنات کے جملہ اسباب و علل ساقط و مضمحل ہو جاتے ہیں۔

مادر موسیٰؑ کو جو وحی ربانی ہوئی۔ وہ یہ تھی۔

لَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (قصص ع ۱)	تو نہ خوف کیجیو اور نہ حزن کیجیو۔ ہم اُسے تیرے پاس واپس کریں گے۔ ہم اُسے مرسلین میں سے بنائیں گے

ذرا غور کرو کہ خوف حسی کے مقابلہ میں بھی ایک بشارت موجود ہے اور حزن غیر حسی کے ساتھ بھی ایک بشارت شامل۔

خوف کے مقابلہ میں یہ کہ بچہ جسے تو دریا میں ڈال دے گی۔ اللہ تعالےٰ اُسے تیرے ہی پاس واپس کر دے گا۔

حُزن غیر حسی کے مقابلہ میں یہ کہ اسے نبوت کی وہ نعمت ملے گی۔ جس کا ادراک حواس نہیں کر سکتے۔

ان آیات پر تدبر و تتبع سے۔ بعد حدیث زیر عنوان کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حُزن جو ہر وقت پیرانِ دل پاک رہتا تھا۔ وہ یا تو اُمت آثمہ کی بخشش کا تھا یا اُمت عاصیہ کی ہدایت کا۔

دل قدسی منزل میں خلق خدا کی محبت بھری تھی۔ اور عامۃ الناس کی سیہ روی و خستگی حضورؐ کے رگ و پے میں ساری تھی۔ ایک ایک جان کی نجات کا خیال حضورؐ کو اس طرح رہتا جیسے گڈریا کو اپنی ایک ایک بکری کا۔ اُس کی سو بکریوں میں سے اگر ایک بھی علیحدہ ہو جاتی اور جھاڑیوں میں رہ جاتی ہے۔ تو گڈریا سمجھتا ہے کہ اگر اسے ساتھ نہ لیا گیا۔ تو وہ بھیڑیے کا شکار ہونے والی ہے۔ وہ اُس ایک کے پیچھے جاتا ہے اور اُسے ہلاکت کے منہ سے نکال لاتا ہے۔

نبی صلعم کا یہ حزن کبھی قلب پاک سے الگ نہ ہوا۔ بسا اوقات تہجد میں سارا سارا وقت امت کے لئے دعا کرنے میں وقف فرماتے۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ صرف اسی ایک آیت کے دہرانے میں پوری فرمادی۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (مائدہ ع ۱۶)	اگر تو ان کو عذاب دے گا۔ تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو بخش دے گا۔ تب تو غالب حکمت والا ہے

(۸) وَالْعِلْمُ سِلَاحِي

میرا ہتھیار علم ہے

واضح ہو کہ متصوفین متاخرین نے علم کا درجہ حال سے کم قرار دیا ہے۔ حالانکہ معاملہ بالعکس ہے۔

علم حاکم ہے۔ حال محکوم ہے۔
علم ہادی ہے۔ حال تابع ہے
علم امام ہے۔ حال ماموم ہے
دائرہ علم دنیا و آخرت پر وسیع ہے۔ دائرہ حال صرف صاحب حال تک ہے۔
حال ایک تیغ بُراں ہے اگر علم کی حفاظت نہیں۔ تو یہ تلوار اسی کی کاٹ کرتی ہے۔ جس کے ہاتھ میں ہو۔
حال ایک آگ ہے جس پر کسی کی نگرانی نہ ہو۔
حال ایک منہ زور گھوڑا ہے۔ اگر اس کے منہ میں علم کا لگام نہیں تو وہ اپنے سوار کی اور پھر خود اپنی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے
لیکن علم ہی ہے۔ جو حیات القلوب ہے۔ نور البصائر ہے۔ شفاء الصدور ہے ریاض العقول ہے۔
علم ہی لذت الارواح ہے۔ اور علم ہی مونس متوحشین ہے
علم ہی وہ میزان ہے۔ جس میں اقوال و احوال و اعمال وزن کئے جاتے ہیں۔

علم ہی وہ حاکم ہے جو شک و یقین اور ضلالت و ارشاد میں فیصلہ دیتا ہے۔
علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے۔
اور علم ہی سے رب العالمین کی تحمید و تمجید و توحید نصیب ہوتی ہے۔
علم ہی حلال و حرام میں فرق بتلاتا ہے۔
علم ہی مواریث و احکام کے مدارج ظاہر کرتا ہے۔
امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ کہ علم کی ضرورت اکل و شرب سے بھی قوی تر ہے آب و خورش کی ضرورت تو شبانہ روز میں صرف دو بار پڑتی ہے۔ مگر علم کی ضرورت ہر ایک سانس پر ہے

علم ہی ہے جس کی تلاش میں کلیم اللہ موسیٰؑ نے سفر طویل اختیار کیا تھا۔ اور اس سفر میں تین مسائل کو مثر سفر قرار دیا تھا۔
علم ہی ہے جس کی طلب و درخواست کرنے کا حکم اللہ عزوجل نے نبی صلعم کو دیا تھا قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (پڑھا کر۔ اے اللہ مجھے علم میں بڑھایا کر)
ذرا یہ تو خیال کرو۔ کہ وہ کتا یا باز جسے شکار پر سدھایا گیا اور شکار پر لگایا گیا ہو۔ جسے عربی میں مُعلّم کہتے ہیں۔ وہ تھوڑا سا علم سیکھنے سے کس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اُس کا پکڑا ہوا شکار حلال ہوتا ہے اور اسی کی جنس کے دوسرے حیوان غیر معلم کا پکڑا ہوا شکار حرام۔
یہ معلّم جانور انسانی کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے۔ جب کہ اُس کے ابنائے جنس نجس العین ہی رہتے ہیں۔ یہ درجہ اُس کو کیونکر ملا۔ اس کا سبب صرف علم ہے۔ صرف علم۔
اب یہ بھی یاد رکھو کہ علم وہ ہے۔ جس کی ابتدائی علامت اقامت دلیل ہے۔ اور جس کی آخری شناخت رفع جہل ہے۔
ہاں علم کے تین مدارج ہیں۔
درجہ اوّل۔ وہ ابتدائی، وہ علم ہے جو قوت باصرہ کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے
وہ جو استفاضہ صحیحہ سے قوت سامعہ کو حاصل ہوتا ہے۔
وہ جو ایک بڑی تعداد انسانی کے تجربہ متواترہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔
درجہ دوم۔ وہ علم ہے، جو احکام ذکیہ و باطن طاہرہ میں پیدا ہوتا ہے۔

وہ جو اہل ہمت عالیہ کے انفاس صادقہ کو عطا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہوتی ہے۔

درجہ سوم۔ وہ علم ہے جسے عام طور پر علم لدنی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ علم عبودیت کا ثمرہ اور متابعت احکام حقہ کا پھل ہوتا ہے۔ جب کمال انقیاد کا مادہ راسخ ہو جاتا ہے اور جب مشکوٰۃ نبوت سے اخذ نور کی رغبت ترقی پذیر ہو جاتی ہے۔ تب جواد مطلق کی جانب سے وہ معارف ربانیہ اور حقائق اصلیہ کھول دیئے جاتے ہیں۔ جس تک کسی فلسفی یا منطقی کا تخیل بھی نہیں پہنچ سکا ہوتا۔ ایسا علم۔ خود اپنے لئے دلیل بھی ہے اور دوسرے کے لئے مدلول بھی۔

اس مقام پر اُن مخالفین و معترضین کو بھی توجہ دلانا ضروری ہے جو کہا کرتے ہیں۔ کہ "اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے"۔

غور کرو۔ کہ نبی صلعم تو علم کو اپنی تلوار بتلاتے ہیں۔ اور اُن فتوحات عظیمہ کو جو حاصل ہوئیں۔ ثمرات علم قرار دیتے ہیں۔

درحقیقت نبیؐ اللہ کا فخر اینٹ۔ چونہ۔ پتھر کی دیواروں۔ خندقوں پر غالب ہو جانے میں نہیں۔ سکندر۔ تیمور۔ ہولاکو خاں۔ بونا پارٹ نے ایسے تماشے دنیا میں بہت کھیلے۔ نبیؐ اللہ کا امتیاز تو دلوں کے قلعوں اور قلوب کے حصنوں کو فتح کر لینے میں ہے۔

یہ نظارہ خیبر میں نظر آیا۔ کہ جن دنوں اسلامی لشکر نے اُن یہودیوں کے رجو ہمیشہ اہل ایمان کے خلاف ملک بھر میں آتش جنگ و جدال کو بھڑکائے رکھتے تھے، چند قلعے فتح کر لئے تو انہی ایام میں نبی صلعم کے حضور میں حبش کے نو مسلم سردارانِ دربار بھی حاضر ہوئے۔ اور اسی اثنا میں ملک یمن سے بھی کئی نو مسلمانوں کا قافلہ باریاب سعادت ہو۔ اللہ تبارک و تعالےٰ کو منظور یہ تھا۔ کہ یہودیوں کو کھلی آنکھ سے دکھلا دیا جائے کہ کیا وہ اللہ کے اُس رسول کے مقابلہ میں اینٹ۔ پتھر کی دیواروں کے بھروسہ پر اڑے بیٹھے ہیں۔ جس کا علم سمندر پار حبش کو فتح کر رہا ہے۔ جس کا علم یمن کے بلند ترین پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنا علم صداقت نصب کر رہا ہے یہ وہ ملک ہیں جو کبھی حجاز کے زیر نگین نہ ہوئے تھے۔

یہ حبش وہی ملک ہے۔ جس کے جنرل اوٹرم نے یمن کو فتح کر کے ۶۰ ہزار فوج کا لشکر جرار مکہ مکرمہ کے فتح کرنے اور کعبۃ اللہ کے گرانے کے لئے مکہ سے چار میل کے فاصلہ پر لا

ڈالا تھا۔

یہ واقعہ جسے قرآن پاک نے واقعہ اصحاب الفیل کے نام سے بیان فرمایا ہے، نبی صلعم کی ولادت اقدس سے صرف پچاس دن پہلے کا ہے۔

ان حملہ آوروں کو کیا معلوم تھا۔ کہ خود اُن کا بادشاہ رسول حجازی کی کفش برداری کی تمنا کرے گا۔ اور سارا ملک اسی کعبہ کی سمت اللہ تعالےٰ کے سامنے سر عبودیت کو جھکا دیگا +

معشر مسلمین! کسی ملک کسی قوم کو بزور شمشیر فتح یا مغلوب کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ حملہ آور کے پاس شمشیر زن بھی موجود ہوں۔ جن کی دھاک ایسی بندھی ہوئی ہو۔ کہ لوگ اُن کی تلوار سے ڈر ڈر کر اپنا پیارا پیارا مذہب چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوگا۔ کہ ایسے بہادر۔ ایسے تلوار ایسے۔ ضرار بن الازور۔ شرحبیل بن حسنہ عدیؓ بن حاتم۔ عکرمہؓ بن ابی جہل۔ مقداد بن الاسود الکندی۔ مقدامؓ بن معدیکرب۔ خالدؓ بن الولید زبیرؓ بن العوام اور علی مرتضےٰؓ جیسے کیونکر اس شخص کے مطیع و منقاد ہو گئے تھے۔

اُن کی تلواروں پر تو بنے غریب و مسکین۔ بکریاں چرانے والے یتیم نے کیونکر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے جری۔ ایسے بطل تو خوف شمشیر مطیع نہ ہوتے ہوں گے۔ اور انہوں نے تو صرف خوف جان سے اپنے اپنے قدیم پیارے مذہب کو نہ چھوڑ دیا ہوگا۔

جب یہ امر مسلم ہو جائے تو قابل غور یہ رہ جائے گا۔ کہ جب نبی صلعم کے پاس کوئی ایسی شے کوئی ایسی قوت۔ کوئی ایسی کشش موجود ہے جو شیروں کا شکار کرتی اور ہزبران نبرد کو خادم بنا سکتی ہے تو پھر اُن کو کیا ضرورت پڑی تھی۔ کہ بھیڑیوں اور لومڑیوں کے لئے تلوار کا استعمال کریں۔

غور جتنا گہرا ہوتا جائے گا۔ اسی قدر جلد یہ واضح ہو جائے گا۔ کہ حضور کا یہ فرمان اَنَا عِلْمٌ سَلَاحِیْ ایسی حقیقت کا مظہر ہے۔ جس کا کوئی بطلان نہیں ہو سکتا۔

جو کامیابی نبی صلعم کو حاصل ہوئی۔ اُس کا ذریعہ وہی علم صحیح تھا۔ جو اللہ عزوجل نے حضورؐ کو ارزانی فرمایا تھا۔

وہ علم۔ جو ظلمات کو دور کر دیتا۔ اور چلنے والوں کو نور میں لے آتا ہے
وہ علم۔ جو آنکھوں کو روشن۔ دل کو بینا بنا دیتا ہے۔

وہ علم۔ کہ هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ کی صفت اُسی پر صادق آتی ہے۔

وَالصَّبْرُ دِرَائِیْ

صبر میرا شاندار لباس ہے

قرآن مجید میں (۹۰) مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کتاب حمید نے ۱۷ طریقوں سے صبر کی توصیف فرمائی ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ اُن طریقوں کا ذکر کریں گے۔

اوّل۔ اللہ تعالےٰ نے صبر کا امر فرمایا۔

وَقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ وَاصْبِرُوْا (اعراف ع ۱۵)
موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو۔

ب۔ وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (البقرہ ع ۵)
صبر اور نماز سے مدد حاصل کیا کرو

ج۔ اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا (آل عمران ع ۲۰)
صبر رکھو۔ اور آپس میں صبر کی تعلیم دیا کرو۔

د۔ وَاصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا (آل عمران ع ۲۰)
صبر کرو۔ تیرا صبر تو اللہ کے لئے ہے۔

دوم۔ عدم صبر سے نہی فرمائی۔ فرمایا۔

الف۔ فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّھُمْ (احقاف)
صبر کیجئے۔ جیسا کہ والا ہمت رسولوں نے صبر کیا اور اُن کے لئے جلدی نہ کیجئے۔

ب۔ وَلَا تُوْلُوْھُمُ الْاَدْبَارَ (انفال ع ۲)
دشمنوں کو پیٹھ مت دکھاؤ۔

ج۔ وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (آل عمران ع ۱۴)
اپنا دل تھوڑا نہ کرو۔ اور غمگین نہ ہو۔

سوم۔ اہل صبر کی ثنا فرمائی۔

الف۔ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (بقرہ ع ۲۲)
جو تکلیف میں اور تنگی میں اور لڑائی میں صبر کرتے ہیں سچے ہیں۔ جنہوں نے سچ کر دکھایا۔ اور یہی لوگ متقی بھی ہیں۔

چہارم۔ اہل صبر کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنی محبت کا ذکر فرمایا۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ (آل عمران ع ۱۵)
اللہ تعالیٰ صبر والوں کیساتھ محبت کرتا ہے۔

پنجم۔ اہل صبر سے اپنی معیت کا اعلان فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (بقرہ ع ۱۹)	بیشک اللہ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک معیت عامہ ہے۔ جو بذریعہ علم داحاطہ ہوتی ہے اور ایک معیت خاصہ جس کا نتیجہ حفاظت و نصرت و تائید الٰہی ہوتا ہے۔ آیت بالا میں معیت خاصہ ہی کا ذکر ہے۔

ششم۔ صبر کو اہل صبر کے لئے بہتر بتلایا۔

الف۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (نحل ع ۱۶)	اگر تم صبر کرو۔ تو ایسا کرنا صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔
ب۔ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (نساء)	اور صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا

ہفتم۔ اعلان فرمایا۔ کہ اہل صبر کو جزا بطریق احسن عطا ہوگی۔

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (نحل ع ۱۳)	ہم صبر کرنے والوں کو اُن کے عمل کی جزا بہترین طریق سے دیں گے۔

ہشتم۔ خبر دی کہ اہل صبر کو عطیہ بلا حساب ملے گا۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (زمر ع ۲)	صبر والوں کو اُن کا اجر پورا پورا بلا حساب دیا جائے گا۔

نہم۔ اہل صبر کو بشارت دی گئی۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (بقرہ ع ۱۹)	صبر کرنے والوں کو بشارت پہنچا دیجئے۔

دہم اہل صبر کی نصرت و امداد کی ضمانت فرمائی۔

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (آل عمران ع ۱۲۵)	ہاں اگر تم صبر و تقویٰ رکھو۔ اور دشمن تم پر فوراً آجائے۔ تو تمہارا رب تمہاری مدد پانچ ہزار ملائکہ سے جو نشان والے ہوں گے فرمائیگا۔

حدیث شریف میں ہے وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ۔

یازدہم۔ اللہ تعالےٰ نے خبر دی کہ اہل صبر ہی اہل عزم ہوتے ہیں۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (شوریٰ ع ۵)	جس نے صبر کیا اور معافی دی۔ تو یہ کام بڑی ہمت کے ہیں۔

دوازدھم۔ فرمایا کہ اعمال صالحہ اور حظوظ عظیمہ والے اہل صبر ہی ہوتے ہیں۔

الف۔ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ (قصص ع ۸)

تمہیں خرابی ہو۔ اللہ کا عطیہ ایمان اور نیک عمل والے کے لئے بہتر ہے۔ اور اس کو صرف صبر والے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

ب۔ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (حم سجدہ)

اس کو صبر والے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اسے وہی پا سکتے ہیں جو بڑی قسمت والے ہیں۔

سیزدھم۔ بتلایا۔ کہ آیات الٰہی سے انتفاع و عبرت صرف اہل صبر ہی حاصل کر سکتے ہیں

اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (ابراہیم)

ہمنے موسیٰ کو کہا۔ کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر نور میں لا اور انکو تاریخ الٰہیہ کا سبق دے۔ کیونکہ اسی میں ہر ایک صابر شاکر کیلئے بہت نشانیاں ہیں

ب۔ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (شوریٰ ع ۴)

اللہ کی نشانیوں میں سے وہ جہاز ہیں جو سمندر میں چلتے ہیں اور علم کی طرح لمبے ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو ہوا روک جائے۔ اور یہ سب جہاز سمندر کے اوپر کھڑے کے کھڑے رہجائیں۔ اس میں نشانات ہیں۔ ہر ایک صبر کرنے اور شکر کرنے والے کے لئے۔

چہاردھم بتلایا ہے کہ مطلوب و محبوب تک فائز ہونا مرغوب سے نجات پانا جنت العلیٰ کا داخلہ ان ہی لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے صبر کیا۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ

فرشتے ہر طرف سے ان کے پاس حاضر ہوں گے۔ اور کہیں گے کہ اپنے صبر کے بدلے آج تم سلامتی میں ہو۔ اور آخرت کا تو بہت ہی اچھا ہے۔

پانزدھم۔ اہل صبر درجہ امامت پر فائز ہو جاتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (سجدہ ع ۳)

ہم نے انہی میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ جبکہ انہوں نے صبر کیا۔

شانزدھم۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کا ذکر قرآن حمید میں اسلام و ایمان اور یقین و تقوے اور

توکل و شکر کے ساتھ ساتھ فرمایا ہے اور اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اللہ عزوجل کے ہاں صبر کا کیا درجہ ہے۔

یہاں تک سولہ اقسام کا ذکر ختم ہو گیا۔ اب یہ یاد رکھئے۔ کہ صبر ایمان کے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ سر بدن کے لئے ہے۔ بدن پر سر نہ ہو تو زندگی کہاں۔ ایمان کے ساتھ صبر نہیں تو ایمان کہاں؟

سیدنا عمر فاروق رضؓ کا قول ہے۔ خَیْرُ عَیْشٍ اَدْرَکْنَاہُ بِالصَّبْرِ

صحیح حدیث میں ہے:۔

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذٰلِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّآءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ۔	مومن کی حالت بھی عجب سی ہے۔ یعنی اس کی حالت سراپا خیر ہے۔ اور یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ اگر اسے کوئی شے خوش کرنیوالی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ اور اگر اسے کوئی شے ضرر رساں پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور ایسا کرنا ہی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ صبر کے لغوی معنی جنس (روگ) ہیں۔ محاورہ ہے قُتِلَ فُلَانٌ صَبْرًا فلاں شخص باندھ کر مارا گیا۔

آیت ذیل میں بھی یہی معنی ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (کہف)	اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھئے۔ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارا کرتے ہیں۔ اور صرف اسی کی ذات کے خواستگار ہوتے ہیں۔

اصطلاح میں صبر کو اس لئے صبر کہتے ہیں۔ کہ اس میں بھی دل کو گریہ وزاری سے اور زبان کو شکوہ سے اور جوارح کو بے قراری سے روک لینا ہوتا ہے۔ معنی بالا کو ذہن میں رکھتے ہوئے یاد رکھو۔ کہ صبر کی تین اصناف ہیں۔

صنفِ اوّل۔ طاعت الٰہی پر صبر۔

صنفِ دوم۔ معصیت الٰہی سے صبر

صنف سوم امتحان الٰہی پر صبر۔

صنف اوّل و دوم میں انسان کے کسب کا بھی دخل ہے مگر صنف سوم میں کسب انسانی کو کوئی دخل نہیں۔

سیدنا یوسفؑ کے حالات پر غور کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں۔ کہ باپ کی جدائی پر صبر اور چاہ میں گرائے جانے پر صبر بھی مقامات صبر میں سے ہیں۔ مگر امرأۃ العزیز کی بات پر انکار کرنا صبر کی اعلیٰ قسم تھا۔ خصوصاً جب امور ذیل کو بھی زیر نظر رکھا جائے۔

(۱) جوانی (۲) خالی مکان (۳) مجرّدی (۴) نفس کے مطابق خواہش کا ہونا (۵) بے وطنی جہاں خویش اقارب کا نہ دباؤ ہوتا ہے۔ نہ اُن کی طرف سے حیا ہوتی ہے (۶) محکومی (۷) حسین عورت کی ذاتی درخواست (۸) اُس درخواست کے ساتھ ساتھ ہر قسم کا مکر و فریب (۹) لالچ اور خوشامد (۱۰) دھمکی۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں۔ جن کی موجودگی صدیق کے منصب صبر کو نہایت بلند کر دینے والی ہیں۔

ابن تیمیہؒ کا قول ہے کہ صبر بر طاعات کا درجہ صبر از پرہیز محارم سے اکمل و افضل ہے کیونکہ نبی صلعم کے نزدیک فعل طاعت۔ ترک معصیت سے زیادہ محبوب ہے اور عدم طاعت کا نقصان وجود معصیت کے نقصان سے زیادہ سنگین ہے۔

اب یہ بھی یاد رکھو کہ صبر کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) صبر باللہ (۲) صبر للہ (۳) صبر مع اللہ۔

(۱) صبر باللہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر اپنے نفس کے لئے نہ ہو۔ بلکہ اللہ کے لئے ہو۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ (نحل) | صبر کیجئے۔ اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کیلئے ہے۔

(۲) صبر للہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر کا باعث محبّت الٰہی اور ارادہ تقرّب الٰہی ہو۔ نہ قوّت نفس کا اظہار ہو۔ اور نہ خلق خدا میں تعریف کرنے کا شوق ہو۔

(۳) صبر مع اللہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے نفس کو اوامر الٰہی۔ اور محارم الٰہی کا مطیع بنا دے۔ جہاں چلنے کا حکم ہو چل پڑے۔ جہاں رُک جانے کا حکم ہو۔ رُک جائے۔

یہ صبر صدّیقین کا ہے۔ اور یہی سخت تر قسم صبر کی ہے۔

خواجہ جنید بغدادیؒ سے صبر کی بابت پوچھا گیا۔
فرمایا صبر تو کڑوی دوا کو گھونٹ گھونٹ پینا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔

یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں۔ کہ زاہدین کے صبر سے محبین کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے۔ یعنی یار سے صبر ہونا بہت زیادہ تعجب کا موجب ہے۔

اَلصَّبْرُ یُحْمَدُ فِی الْمَوَاطِنِ کُلِّھَا | اِلَّا عَلَیْکَ فَاِنَّہٗ لَا یُحْمَدُ[1]

امام المحدثین بخاریؒ نے کتاب الادب میں نبی صلعم سے یہ روایت بیان کی کہ حضورؐ سے دریافت کیا گیا۔ کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَۃُ[2] (یعنی صبر اور سیر چشمی)

اب یہ مسئلہ خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ سے اپنی حالت کا عرض کرنا بے صبری میں داخل نہیں۔

حضرت یعقوبؑ فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ (یوسف) | میں اپنی پریشانی اور اندوہ قلبی کی شکایت اللہ سے کرتا ہوں

ایوبؑ کی جناب احدیت میں دعا ہے۔

رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (انبیا) | اے رب مجھے نقصان اور ضرر آ لگا ہے۔ اور تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے

ایک عرب شاعر کہتا ہے۔

وَاِذَا عَرَتْکَ بَلِیَّۃٌ فَاصْبِرْ لَھَا | صَبْرَ الْکَرِیْمِ فَاِنَّہٗ بِکَ اَعْلَمُ[3]
وَاِذَا شَکَوْتَ اِلَی ابْنِ اٰدَمَ اِنَّمَا | تَشْکُوْا الرَّحِیْمَ اِلٰی مَنْ لَّا یَرْحَمُ[4]

نبی صلعم کی سیرت پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضور نے احکام الٰہی کی تبلیغ، اہل ایمان

---

[1] ہمیشہ مقامات پر صبر کرنا اچھا ہے۔ مگر تجھ سے صبر کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں۔
[2] سماحت۔ جوانمردی۔ نرمی۔ آسانی پیدا کرنا۔ سرکشی و نفرت چھوڑ دینا۔ سیدھا رویہ۔
[3] جب تجھ پر کوئی بلا نازل ہو۔ تو اچھا صبر کر کیونکہ رب کو تیرا علم ہے۔
[4] لیکن اگر تو اس کا شکوہ ابن آدم سے کریگا تب رحیم کا شکوہ اُس سے کرتا ہے۔ جو رحم نہیں کرتا۔

کی تعلیم، اہل خسران کے انذار، اہل عالم کی تدبیر اور اعلائے کلمۃ الحق کی تدبیر میں کس قدر مصائب و نوائب اور ہموم و غموم کی برداشت فرمائی تھی۔

کبھی حضورؐ کے آستانِ فیض پر غلاظت گرائی جاتی۔ جس سے تشتتِ طبع اور پریشانی دماغ پیدا ہو۔ کبھی حضورؐ کی راہ پر گڑھا کھود کر اُسے باریک باریک لکڑیوں سے پاٹ دیا جاتا۔ گڑھے میں کانٹے بھر دیئے جاتے۔ کہ حضورؐ جب نماز تہجد کے لئے نکلیں۔ تو زمین سمجھ کر اُس پر پاؤں رکھیں۔ اور گڑھے میں جا گریں۔

کبھی حضور کو سجدہ میں محو تام دیکھ کر حضورؐ کی گردن میں چادر ڈال کر۔ چادر کو پھانسی کا رسّا بنایا جاتا۔ گردن کو افشار سے بھینچا جاتا۔

کبھی حضورؐ کی پشت مبارک پر رسالت سجود) اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی اور اُسے کفار کی تفریح طبع کا سامان سمجھا جاتا۔

کبھی حضورؐ پر پتھر برسائے جاتے۔ اور قرأت قرآن پاک سے حضورؐ کو روکا جاتا۔

کئی سال کا ایسا زمانہ بھی حضور پر گزرا ہے۔ جب حضورؐ کو ایک گھاٹی میں محصور رکھا گیا اور دانہ و خورش کا داخلہ بند کیا گیا۔ یہ حضور ہی کا حوصلہ تھا۔ حضورؐ ہی کا دل تھا۔ کہ صبر کیا اور وہ صبر کیا کہ مالک نے بھی وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے تمغہ سے حضور کو مشرف فرمایا۔

سچ ہے۔ ایسے ہی مقدس رسولؐ کے لب مبارک سے یہ زیبا تھا اَلصَّبْرُ رِدَآئِیْ فرماتے اور صبر کو تجمل و شان اور شوکت و وقار کا خلعت قرار دیتے۔

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهٖ بِقَدْرِ صَبْرِهٖ عَلٰی بَلَآئِهٖ وَشُکْرِهٖ عَلٰی اٰلَآئِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

---

(۱۱) وَالرِّضَآءُ غَنِیْمَتِیْ

رضا الٰہی میری غنیمت ہے

واضح ہو کہ رضا کے متعلق ائمہ تصوف کے تین اقوال ہیں۔

اہل خراسان کہتے ہیں۔ کہ رضا بھی مقامات میں سے ایک مقام کا نام ہے اور انتہائے توکل یہی ہے اور اس مقام کو بندہ اکتساب سے حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) اہل عراق کہتے ہیں۔ کہ رضاء تو منجملہ احوال ہے یہ مکاسب میں سے نہیں بلکہ مواہب میں سے ہے۔

(۳) تیسرے گروہ نے ہر دو اقوال کو جمع کر دینا چاہا۔ وہ کہتے ہیں کہ رضاء ابتدائی درجہ میں اکتسابی ہے اور منجملہ مقامات ہے اور انتہائی درجہ میں محض عطیہ ربانی ہے۔ لہٰذا منجملہ احوال ہے۔

گروہ اوّل کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اہل رضا کی مدح و ثنا فرمائی ہے اور اس صفت کے لئے شوق دلایا ہے۔ اگر یہ مقام اکتسابی نہ ہوتا۔ اور مقدور بشری سے باہر ہوتا تو ایسا نہ کیا جاتا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا۔

ایمان کا ذائقہ اس شخص نے چکھا۔ جو اللہ کے رب ہونے پر۔ اسلام کے دین ہونے پر۔ اور محمد صلعم کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا۔

نیز فرمایا۔ کہ جو شخص اذان سنکر یہ الفاظ پڑھتا ہے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا۔ اس کے گناہ بخشدیئے جاتے ہیں۔

یہ دونوں احادیث اس شان کی ہیں۔ کہ مقامات دین کا انہی پر مدار ہے۔ غور کرو کہ ان سے چار امور کا ثبوت ملتا ہے۔

الف۔ اللہ تعالےٰ کی ربوبیت و الوہیت پر رضامندی۔

ب۔ نبی صلعم کی رسالت اور حضور کی اطاعت پر رضامندی۔

ج۔ دین الٰہی پر رضامندی۔

د۔ دین الٰہی کے سامنے تسلیم و انقیاد کا اقرار۔

ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جس شخص میں یہ چہار امور جمع ہو جائیں۔ وہ تو صدیق ہے

ہاں دعویٰ زبان آسان ہے۔ مگر کامیابی امتحان دشوار ہے۔ خصوصاً جبکہ معاملہ یہ ہو۔ کہ نفس کی مراد خواہش اس کے خلاف ہو۔

یاد رکھو کہ الوہیت پر رضامندی کے معنے یہ ہیں کہ محبت و انابت اور تبتل الی اللہ میں توحید حاصل ہو۔ خوف ہو تو اسی کا ہو۔ امید ہو تو اسی سے ہو۔ جملہ قویٰ کا انجذاب اسی کی جانب

ہو۔ اور عبادت کا مقصود توحید فی الاخلاص ہو۔

ربوبیت پر رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ تدبیر الٰہی کی توحید حاصل ہو۔ توکل و اعتماد اور استعانت میں توحید ہو۔ اللہ تعالےٰ کے ہر ایک فعل کا خیر مقدم خوشنودی کے ساتھ کرے۔

رسالت محمدیہ پر خوشنودی کے معنے یہ ہیں۔ کہ احکام نبویہ کے مقابلہ میں اطاعت کل اور تسلیم کلی شیوہ بنجائے۔ اور حضور کی محبت بھری تعظیم اپنی جان سے بڑھ کر ہو۔

ہدایت اور حکم اور فیصلہ نبی صلعم کی آستان پاک ہی سے حاصل کرے اور کسی دوسرے کی حکومت کا روادار نہ ہو۔ خصوصاً علوم الٰہیات کے متعلق۔ جہاں کسی دوسرے کا قول چل ہی نہیں سکتا۔

اسلام پر خوشنودی کے معنی یہ ہیں کہ جب اسلام کا کوئی حکم از قسم امر یا نہی ملے۔ اُسے پورے انشراح خاطر سے قبول کرے اور اُس کے خلاف اگرچہ وہ کیسے ہی لمبی داڑھی والے کی طرف منسوب ہو۔ ہرگز قبول نہ کرے۔

اس مقام پر پہنچ کر بہت سے نام کے عالم یا صوفی و درویش یا شیخ تم کو مخالفت کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ مگر رضا باسلام تو یہی ہے کہ جو حکم اسلام کا نہیں۔ اُس پر ہرگز ہرگز اہل ایمان کو یقین یا اطمینان نہیں کرنا چاہیئے۔

اب یہ یاد رکھو کہ رضا کا مقام توکل و تفویض اور تسلیم کے بعد آتا ہے اور چونکہ اس کے حصول میں صعوبت تھی اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس کی فرضیت کا حکم نازل نہیں فرمایا البتہ اس کا شوق ضرور دلایا ہے۔

یحییٰ بن معاذؒ سے سوال ہوا۔ کہ مسلم مقام رضا کیونکر حاصل کر سکتا ہے

کہا۔ جب وہ چار باتوں میں پختہ ہو جائے۔

(۱) عطا کو قبول کرے (۲) عدم عطیہ میں راضی رہے (۳) انقباض میں عبادت کرے (۴) انشراح میں حاضر درگاہ رہے۔

سیدنا امام حسن بن علی علیہما السلام سے کسی نے ذکر کیا۔ کہ ابو ذر یوں کہتے ہیں۔ کہ اُن کو فقر غنیٰ سے اور مرض صحت سے زیادہ محبوب ہے

امام نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ ابو ذر پر رحم فرمائے۔ میرا قول تو یہ ہے کہ جس شخص کا اعتماد

اللہ تعالےٰ کے بہترین انتخاب پر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی پسند کے سوا اور کسی شے کی تمنا ہی نہ کرے گا۔

فضیل بن عیاضؒ نے بشر حافیؒ سے فرمایا تھا۔

"رضا کا درجہ زُہد سے برتر ہے کیونکہ جو راضی ہے وہ اس حالت سے دوسری حالت کا آرزو مند ہی نہیں"

امیر المومنین عمر فاروقؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھ کر بھیجا تھا۔

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الرِّضَا فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَرْضٰی وَاِلَّا فَاصْبِرْ۔

رضا میں تو سراپا خیر ہے سو اگر تم میں استطاعت ہے تو اس درجہ میں رہو۔ ورنہ "صبر" کیا کرو۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (فجر)

اے اطمینان والے نفس۔ اپنے رب کی طرف رجوع کر۔ درآنحالیکہ تو رضا والا ہے۔ اور رضا حاصل کردہ ہے۔ اب میرے بندوں میں شامل ہو جا۔ میری جنت میں داخل ہو جا۔

یہ وہ قول ہے۔ جو دنیا سے رُخصت ہوتے وقت بھی بندہ سے کہا جائے گا۔ اور میدانِ قیامت میں بھی اسی کلمہ سے مومن کو مسرور الوقت کیا جائے گا۔

اللہ کے پسندیدہ عباد کی جماعت میں داخلہ۔ اور جنت میں پہنچنا۔ ہر دو انعام راضی و مرضی ہونے کی صفت پر ہیں۔

---

(۱۱) وَالْعَجْزُ فَخْرِیْ

عاجزی میرا فخر ہے

عام طور پر مشہور تو یہ الفاظ ہیں اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ لیکن ماہرین علم الحدیث نے ظاہر کر دیا ہے کہ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کے الفاظ نبی صلعم سے ثابت نہیں۔

صاحب مجمع البحار نے بھی وَالْعَجْزُ فَخْرِیْ کے الفاظ کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث زیر شرح میں موجود ہیں۔

عجز کے معنی درماندگی ہیں۔ اور کسی مفوضہ کام کو نہ کر سکنا اس کے مفہوم میں داخل ہے مفوضہ کام نہ کر سکنے کو کوئی مناسبت نبی صلعم کی ذات اقدس سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حضور کی حیات طیبہ تو سراپا سعی۔ مکمل جہد۔ اور کامل عمل کا نمونہ رہی ہے۔

لہٰذا عجز سے مراد عجز بارگاہ احدیت ہے۔ اور یہی معنی رب العالمین کے جاہ و جلال اور خاتم النبیین کے مقام و احوال پر صادق آتے ہیں۔

اہل ثروت کے حال پر نگاہ ڈالو۔ کہ دنیا میں تھوڑی سی کامیابی کے بعد اُن کے غرور و پندار کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اور رسول اعظم کی سیرت کو بھی غور سے دیکھو۔

وہ رسول جس کی نصرت و تائید زمین کے ہر ذرہ۔ اور آسمان کے ہر ستارہ سے ہوتی ہو۔ جس کا حکم نفوس پر فرمانروا ہو۔ جس کی عظمت سے مابین السماء والارض پر آوازہ ہو۔ وہ لحہ بہ لحظہ عجز و افتقار۔ اور تضرع و انکسار ہی کے تحیات طیبات درگاہ احدیت اور آستان صمدیت پر پیش کر رہا ہے اور افتقار کو افتخار سمجھ رہا ہے۔

نبی صلعم کی سکھلائی ہوئی دعاؤں کے کلمات زاکیات کو دیکھو۔ جن سے غفلت قلب کا فوراً حجاب روح دور ہو جاتا ہے کہ غافل سے غافل شخص کا دل بھی جاگ اُٹھتا ہے۔ اور بے اختیار سطوت الٰہی۔ اور احتشام لم یزلی کے سامنے جھک پڑتا ہے۔

نمونہ کے طور پر ایک دعا کا اندراج کیا جاتا ہے۔ ناظرین اس کے اسلوب بیان پر غور کریں۔ علو مکانی کا اندازہ کریں۔ اور دیکھیں کہ جس دل و زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ وہ خود بھی اظہار عجز اور بیان نیاز کو اپنے لئے کس قدر مایہ فخر و امتیاز سمجھتا ہے۔ اور متبعین کو بھی کس نمونہ پر تیار کرنا چاہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَرٰی مَکَانِیْ وَتَسْمَعُ کَلَامِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ۔ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ وَاَنَا الرَّجُلُ الْمُشْفِقُ وَالْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِیْ وَاَنَا الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ اَسْئَلُکَ مَسْئَلَةَ الْمِسْکِیْنِ وَاَبْتَھِلُ اِلَیْکَ اِبْتِھَالَ الْمُذْنِبِ

یا اللہ تو مجھے میری جگہ پر دیکھ رہا ہے۔ اور میرا کلام سُن رہا ہے۔ میرے پیدا و نہاں کو خوب جانتا ہے میری کوئی بات بھی تجھ سے پوشیدہ نہیں میں تو کانپنے والا۔ ڈرنے والا ہوں۔ میں اپنی کمزوری کا اقرار و اعتراف کرتا ہوں۔ میں تو فریادی، اور پناہ کا خواہاں ہوں۔ تجھ سے مسکین بنکر سوال کرتا ہوں گنہگار ذلیل

اَللّٰہُمَّ لَیْلِیْ وَاَدْعُوْکَ دُعَآءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ دُعَآءَ مَنْ خَضَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ۔ وَفَاضَتْ لَکَ عَبْرَتُہٗ۔ وَذَلَّ لَکَ جِسْمُہٗ وَرَغِمَ لَکَ اَنْفُہٗ۔ اَنْ لَّا تَجْعَلَنِیْ بِدُعَآئِکَ شَقِیًّا وَّکُنْ لِّیْ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ۔

کی طرح تیرے سامنے چلا رہا ہوں۔ نابینا خوفزدہ کی طرح مدد کی پکار کرتا ہوں۔ میری پکار اُس شخص کی سی ہے جس کی گردن نیچی ہو جس کی آنکھوں سے آنسوں رواں ہوں۔ جسم تھک گیا ہو۔ اور ناک زمین پر رگڑ رہا ہو۔ اے معبود مجھے محروم نہ رکھنا میرے ساتھ رافت اور رحم کا برتاؤ کرنا۔ اے مالک تو سب سے بڑھ کر فریاد رس ہے تو سب سے بڑھکر جود وعطا کرنیوالا ہے۔

اللہ اکبر یہ معرفت کا وہ سبق ہے کہ اگر کوئی اہل ایمان دل اور زبان کے اس عجز و بیان کے ساتھ بارگاہ منان میں حاضر ہو۔ تو ضرور ہے کہ رحمت اُس کی دستگیری فرمائے۔ محبت اُس کی شمع راہ بنے اخلاص و صداقت اسے خاک سے اُٹھا کر کرسی قبول و عزت پر بٹھلائے۔

نَطُوْفُ بِیْ نَھُمْ

---

(۱۲) وَالزُّھْدُ حِرْفَتِیْ

زہد میرا پیشہ ہے

حرفت۔ اُس صنعت یا وجہ کسب کو کہتے ہیں جسے انسان اپنے گزارہ کا ذریعہ بنائے۔

زُہد۔ اصل لغت میں عدم رغبت کو کہتے ہیں۔ سورہ یوسفؑ میں ہے۔

وَکَانُوْا فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ | قافلہ والوں کو یوسفؑ کے پاس رکھنے کی رغبت نہ تھی

شَیْءٌ زَھِیْدٌ۔ چیز اندک جو قابل التفات نہ ہو۔

اصطلاح شرعیہ میں دنیا اور مال و متاع دنیا سے رغبت نہ رکھنے کو زُہد کہتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے۔ زہد یہ ہے کہ نہ موجود پر اعتماد ہو۔ اور نہ مفقود پر تاسف ہو۔

امام المحدثین۔ احمد بن حنبل رح فرماتے ہیں۔ زہد کی تین اقسام ہیں:۔

الف۔ ترک حرام۔ یہ عوام کا زہد ہے۔

ب۔ حلال میں سے زاہد شے کا چھوڑ دینا۔ یہ خواص کا زہد ہے۔

ج۔ ہر ایک ایسی شے کا ترک کر دینا جو توجہ الی اللہ سے روکنے والی ہو۔ یہ عارفین کا زہد ہے۔

ناظرین۔ حدیث کے ہر دو الفاظ پر غور کیجئے۔

حرفہ تو اُس طریقہ کو کہتے ہیں جسے انسان اپنی معاش کے لئے لازم ٹھہرائے۔ اور یہاں نبی صلعم نے "زہد" ہی کو اپنا حرفہ بتلایا۔ تو اس کے معنی یہ ہوگئے کہ اپنی توجہ کو اُن سب اشیاء جملہ اسباب اور وسائل سے جو ماسوی اللہ کی طرف لے جانے والے ہیں۔ ہٹا کر پورے اہتمام۔ اور پوری ہمت سے اللہ ہی کی طرف توجہ کر لی جائے۔ وسائل اور وسائط کو ہیچ پوچ سمجھ لیا جائے۔ وہ اعتماد جو پروردگار پر ہے۔ سامانِ حاضرہ کو موجب طمانیت نہیں بنا سکتا اور اُسی سامان کا فقدان قلب میں کوئی تشویش نہیں پیدا کر سکتا۔

یہ زُہد کی بلند ترین صورت ہے۔ اور اس زہد پر یہ اعتراض بھی عائد نہیں ہو سکتا کہ زہد اکتسابی ذرائع کا مانع ہے۔ یا زہد تو اصول تمدن کی مخالفت کا نام ہے۔

---

(۱۳) وَالْيَقِيْنُ قُوْتِيْ

یقین میری روزی ہے

واضح ہو کہ کتاب حمید میں یقین اور اہل یقین کا بیان آیات متعددہ میں ہوا ہے۔

الف۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ ع ۱)

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُس پر۔ جو تجھ پر اُتارا گیا نیز اُس پر۔ جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت ربانی پر ہیں۔ اور یہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

آیات بالا پر غور کرو۔ کہ ہدایت اور فلاح کو یقین ہی کا ثمرہ بتلایا گیا ہے

ب۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (الم سجدہ ع ۳)

ہم نے اُنہی میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔ کیونکہ اُنہوں نے صبر کیا تھا اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔

آیت بالا میں امامت فی الدین کے منصب کو صبر اور یقین کے اتحاد کا نتیجہ فرمایا گیا ہے۔

ج۔ وَفِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ

یقین والوں کیلئے زمین میں اور خود اُن کے

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ (ذاریات ع ۱) نفس کے اندر نشانیاں موجود ہیں

آیت بالا میں بتایا گیا ہے کہ آیات ربانی کا مشاہدہ۔ اور اعلامات سبحانی کا معاینہ اور پھر اس مشاہدہ و معاینہ سے نفع کا حاصل کرنا اہل یقین ہی کے لئے حاصل ہے۔

الغرض جو درجہ روح کا جسم انسانی میں ہے وہی درجہ یقین کا پیکر ایمانی میں ہے۔

یقین ہی اعمال قلب کی روح ہے۔

یقین ہی حقیقت صدیقیت ہے۔

علماء میں اختلاف ہے کہ یقین کسبی ہے یا وہبی ہے۔ ہمارے نزدیک بلحاظ اسباب تو کسبی ہے۔ اور بلحاظ اصلیت وہبی ہے۔

سہل تستریؒ فرماتے ہیں۔ کہ مکاشفہ سے ابتدا ہوتی ہے اور پھر انسان معاینہ و مشاہدہ کے مدارج کو طے کرتا ہوا یقین تک پہنچ جاتا ہے۔

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ یقین کی علامات تین ہیں :-

(۱) لوگوں سے میل جول کم ہو (۲) کسی کے عطیہ پر مدح نہ کرے۔ (۳) کسی کے نہ دینے پر اس کی مذمت نہ کرے۔

انہی کا یہ ارشاد بھی ہے یقین کی حقیقت یہ ہے کہ ہر شے میں نظر الی اللہ ہو۔ ہر معاملہ میں رجوع الی اللہ ہو۔ ہر حالت میں استعانت باللہ ہو۔

واضح ہو کہ اگر مراتب یقین کی تفصیل کی جائے۔ تو وہ تین ہیں۔

مرتبہ اولیٰ میں علم اوامر و نواہی۔ علم معاد۔ علم الاسماء والصفات داخل ہیں۔ اور جب بندہ کو ان علوم کی حقانیت و صدق پر وثوق کلی ہو جاتا ہے۔ تو اس مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

مرتبہ ثانیہ۔ میں استدلال کی ضرورت نہیں رہتی۔ دلیل فضول سمجھی جاتی ہے اور سماعت کا مقام رویت حاصل کر لیتی ہے۔ اسی کو عین الیقین کہتے ہیں۔

مرتبہ ثالثہ میں خود آفتاب حقیقت نور بیز ہوتا ہے۔ کلفت یقین جاتی رہتی ہے۔ حقانیت اپنے کمال کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ اسے حق الیقین کہتے ہیں۔ اور یہ درجہ صرف انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ انہی کی چشم ظاہر بین کے سامنے جملہ اسرار و خفایا منکشف ہوتے ہیں۔ اور انہی پر علوم معاد کا ظہور ایسا ہوتا ہے۔ جیسے دوسروں کے لئے ادنیٰ اشیاء کا شہود۔

اب یہ غور کرو۔ کہ حدیث زیر شرح میں نبی صلعم نے یقین کو اپنی غذا فرمایا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ غذا ہی پر جسم کا نشو و نما ہے اور غذا ہی سے جسم کی پرورش ہوتی ہے۔

یقین کو غذا بتلانا ظاہر کر رہا ہے۔ کہ حضورؐ اسباب مادیات سے کس قدر دور تھے۔ حضورؐ کی قوت یقینیہ کا اندازہ کرنے کے لئے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی قوت یقینیہ کا اندازہ کرو۔

ایک صحابی جنگ احد میں خوشہ انگور ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے تھے۔ عزم یہ تھا کہ انگور کھا کر اور طاقت جسمانی بڑھا کر شریک معرکہ ہوں گے۔ انہوں نے نبی صلعم کو فرماتے سُنا کہ شہادت کا ثمرہ جنت ملیا ہے۔ یہ سنکر انہوں نے انگوروں کی طرف دیکھا۔ پھر کہا کہ اس کے ختم کرنے میں تو دیر لگے گی۔ میں جنت کے لئے اتنی تاخیر کیوں کروں۔ یہ کہہ کر انگور پھینک دیئے۔ رزمگاہ میں پہنچے اور جوہر شجاعت دکھلاتے ہوئے بزم گاہ رضوان کو جا سدھارے۔

نقیب محمدی عبداللہ بن رواحہ انصاری کا حال بھی انہی سے ملتا ہوا ہے۔ دشمن پر حملہ کر رہے تھے۔ کہ اُن کا چچیرا بھائی بخنی لے آیا۔ کہا یہ تھوڑی سی پی لو۔ طاقت پاکر زیادہ لڑسکو گے پیالہ ہاتھ میں لیا۔ دو تین گھونٹ لے کر برتن پھینک دیا۔ کہ مجھے اپنے احباب سے جلد تر ملاقات کرنا ہے۔

سچ ہے کہ یقین شکوک و اوہام کے حجاب کو چاک کر دیتا ہے۔ اُس وقت چہرۂ حقیقت بے نقاب ہو جاتا ہے۔ رویت ایمانی کا درجہ بصارت عینی سے بالاتر پہنچ جاتا ہے اور ایسا دیدہ ور شخص مغیبات کو مشاہدات سمجھتا ہوا حقائق اصلیہ اور معارف روحانیہ کو حاصل کر لیتا ہے۔

---

(۱۳) وَالصِّدْقُ شَفِیْعِیْ

صدق میرا ساتھی ہے

جب ایک شخص کے ساتھ اُس کے اغراض و مقاصد میں متفق و متحد ہو کر دوسرا شخص شامل ہو جاتا ہے۔ تو وہ پہلے شخص کا شفیع کہلاتا ہے۔ لغت میں شفع بمعنے حفت آتا ہے۔ کتاب حمیدی میں ہے

والشَّفْعُ ضِدُّ الْوَتْرِ (نجز)

صدق۔ ہر شے کی اصلیت اور کمال قوت کو کہتے ہیں۔ الفاظ ذیل پر غور کرو۔

(۱) عزم صادق۔ اسی ارادہ کو کہیں گے جو تام و قوی ہو۔

(۲) محبت صادق اُسی محبت کو کہیں گے۔ جو کامل و اصلی ہو۔
(۳) خبر صادق۔ وہی اطلاع ہے جس میں اصلیت کے سب اجزا کامل و قوی ہوں۔
قرآن مجید میں صدق کے کئی مقامات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔
(۱) نبی صلعم کو یہ دعا تلقین فرمائی گئی ہے۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا۔ (بنی اسرائیل)	اے رب مجھے خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو۔

اس دعا میں مدخل صدق اور مخرج صدق کا سوال سکھلایا گیا ہے
مدخل صدق سے مراد بندہ کی وہ توجہ ہے۔ جو اللہ کے لئے اللہ کی جانب اور احکام الٰہی کی جانب بندہ کیا کرتا ہے۔ اس توجہ میں شائبہ ریب و شک نہیں ہوتا اس کی ترقیات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ نبی صلعم کا داخلہ مدینۃ المنورہ بھی اسی مدخل صدق میں داخل ہے جس کی برکات و انوار تا منتہی ہیں۔
مخرج صدق سے مراد بندہ کی وہ عزیمت ہے جو ہوا و ہوس۔ اور اقتضائے طبع و نفس سے منہ موڑ کر۔ اور امور خاکی سے دامان دل کو جھاڑ پھوڑ کر سب سے الگ ہو جاتا ہے۔
کوئی حجاب، کوئی رسم۔ کوئی امید منفعت کوئی خوف ضرر بندہ کو اس خروج صدق سے روک نہیں سکتا۔
نبی صلعم کا مکہ چھوڑ دینا۔ وطن سے دوری۔ تعلقات سے بے تعلقی۔ راہ ہجرت کی بادیہ پیمائی اسی مخرج صدق میں داخل ہے۔

(۲) وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (یونس)	اور جو ایمان لے آئے انکو بشارت سُنایئے کہ اُنکے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔

آیت بالا میں قدم صدق کے وجود کی اطلاع اور بشارت دی گئی ہے
قدم صدق سے مراد وہ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ ہیں۔ جو فرمان پذیر بندہ نے اپنی حیات فانی میں ادا کئے۔ اور قبر میں جانے سے پیشتر بارگاہ رب العزت میں بھیج دیئے گئے۔
تقدیم اعمال تو مومن و کافر مطیع و فاسق سب ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ مگر قدم صدق کا

اطلاق سب مومن ہی کے اعمال پر ہوتا ہے۔

(۱۴) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں ہے۔

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ۔

یہاں لسان صدق کی دعا فرمائی ہے لسان صدق سے مراد ثناء حسن ہے۔ یہ اس بندہ کے لئے بطور جزا کے حسن عطا ہوتی ہے۔ جس کے افعال و اعمال اور اقوال اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں معیار صدق پر پورے اترتے ہیں۔

---

(۱۵) وَالطَّاعَةُ حَسَبِيْ

طاعت کرنا میری عزت ہے

طلوع (جس سے طاعت بنا ہے) کے معنی انقیاد امر اور اتباع حکم ہیں۔ جبکہ مطیع اس حکم کی تعمیل پورے پورے انشراح صدر۔ اور نشاط قلب سے کر رہا ہو۔

حسب۔ وہ بزرگی جو مال یا دین یا صفات حسنہ اور اخلاق فاضلہ یا سخاوجود کی وجہ سے حاصل ہو۔

حدیث بالا میں صنعت تضاد موجود ہے۔ یعنی عام طور پر لوگ ان اشیاء کو باعث بزرگی و برتری سمجھا کرتے ہیں جس میں اوروں پر تفوق پایا جاتا ہو۔

لیکن نبی صلعم نے بندگی و فرمانبرداری کو اپنے لئے باعث برتری و تفوق قرار دیا ہے بیشک یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہی کے گوہر گرامی میں عموماً اور امام الانبیاء سرور عالم کے عنصر پاک میں خصوصاً اس کا ظہور اور کور نظر آتا ہے۔

صلح حدیبیہ میں کفار نے ایک شرط یہ بھی پیش کی تھی۔ کہ جو شخص قریش میں سے مسلمان ہو کر مسلمانوں سے جا ملے گا۔ اُسے قریش کے پاس واپس کر دیا جائے گا۔ مگر جو شخص مسلمانوں میں سے نکل کر کفار میں جا ملے گا۔ وہ مسلمانوں کو واپس نہ دیا جائے گا۔

شرط مذکور اپنے ظاہری الفاظ میں ذلت آمیز نظر آتی ہے۔ لہٰذا عمر فاروقؓ۔ اسید بن حضیر۔ سعد بن عبادہ اور سہل بن حنیف جیسے غیرت مند ان اسلام نے جو شبانہ روز آحِزِّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ کا ورد رکھتے تھے۔ اس شرط کو حمیت مسلمین اور عزۃ اسلام کے منافی

سمجھا۔

جب اُنہوں نے اس بارہ میں حضورؐ سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ تو حضورؐ نے نہ اُن کی دلائل کی تردید کی۔ اور نہ اُن کے اقوال کی تضعیف۔ بلکہ زبان عالی سے یہ فرمایا۔

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَلَسْتُ اَعْصِیْہِ وَ ھُوَ نَاصِرِیْ ؎ — میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔ وہی میرا مددگار بھی ہے۔

اس سے صاف روشن ہوگیا۔ کہ نبی صلعم کس قدر زیادہ طاعت و انقیاد الٰہی کے پابند تھے کہ حمیت و حمایت ظاہری اور وقار و عزت عینی۔ تو مسلموں کی جنبہ داری۔ یا مرتدین کی تعزیر کے مسلمہ اصول بھی حضور کو ذوقِ اطاعت اور کمال انقیاد سے الگ نہ کرسکتے تھے۔

اللہ تعالےٰ نے بھی اس حسن عمل کا بدل اسی جنس عمل کی صورت میں حضورؐ کو ارزانی فرمایا۔ اور حضور کی اطاعت کو جملہ عالم و عالمیان پر فرض عین ٹھہرایا۔ فرمایا۔

(۱) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ — جسنے محمد رسول اللہ کی اطاعت کی۔ اُس نے اللہ کی بھی اطاعت کی۔

(۲) اِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا۔ (نور) — اے لوگو اگر تم رسولؐ کی اطاعت کروگے تو ہدایت پالوگے

---

(۱۷) وَالْجِھَادُ خُلُقِیْ

جہاد میری خصلت ہے

جہاد۔ پوری کوشش سے کوئی کام کرنا۔ محنت کرنا۔ طاقت اور توجہ کو کسی کام میں لگا دینا۔

خلق۔ طبیعت۔ جبلّت۔ پیدائشی خصلت۔

جہاد شرعیہ کی دو اقسام ہیں۔ جہاد بالمال۔ اور جہاد بالنفس۔ اللہ فرماتا ہے۔

وَ تُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ (صف) — اللہ کی راہ میں مالوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو

مال کی قربانی بھی سخت دشوار ہے اور ایثار جانی بھی سخت مشکل۔ بہت لوگ جان کے بچاؤ میں مال کی پروا نہیں کرتے۔ اور اکثر ایسے ہیں۔ جو مال کے لئے جان کو بھی ہلاکت میں

؎ زرقانی جلد ۴ صفحہ ۲۰۰

ڈال دینا آسان سمجھتے ہیں۔ جہاں مال اور جان دونوں کے نثار کرنے کا سوال ہو۔ وہاں پورا اُترنا اللہ تعالےٰ کے مخلص بندوں ہی کا کام ہے۔ بسا اوقات یہی مال و جان انسان کو اُس کے فرائض ذاتی و قومی اور واجبات اخلاقی و دینی کے ادا کرنے میں سخت حائل ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن راہِ خدا کے فدائی ہر شے کو اپنے مولیٰ کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں۔

قرآن مجید کی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (سورہ حج) اللہ کے بارہ میں جہاد کرو۔ جیسا جہاد کرنیکا حق ہے

اس جہاد سے مراد علم الٰہی کی تحصیل۔ رضائے ربانی کا حصول۔ تقرب سبحانی کا شوق۔ مدارج روحی کا ارتقا مراد ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس جہاد میں صرف طاقت اور اخلاص توجہ بمعنی لغوی اور ایمان و عمل صالح بمعنے شرعی بہمہ وجوہ درکار ہیں۔

جہاد کے معنی اعدائے دین کو تحت میں لانا۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وسائل مالی و جانی کو مجتمع کر دینا بھی ہیں۔

نبی صلعم کی سیرت پاک پر نگاہ ڈالو۔ کہ جہاد کی ان جملہ اقسام میں حضورؐ جملہ افرادِ اُمت سے کس قدر بڑھے ہوئے تھے۔

حضورؐ کا عزم و ارادہ۔ اور نیت و تمنا۔ حضورؐ کا آرام و قیام اسی جہاد فی اللہ کے لئے تھا وہ آسودگی و آرمیدگی خواص اہل حکومت ہے۔

وہ دہن و ضعف جو لاحق احوال امرار ہے۔

وہ کسل و جمود جو محبوب مترافہین ہے۔ ان میں سے کسی کا بھی کوئی اثر ذات گرامی پر نہ تھا۔

جدوجہد سعی و طلب۔ ارتقاد ارتفاع رسوز و گداز۔ حزن و شوق۔ حضورؐ کے مدام دربار تھے۔ اور اسی اسوۂ عالیہ کا فیضان تھا۔ کہ صحابہ کرام خویش و تبار سے زن و اولاد سے جُدا ضیاع و زرع سے دور۔ آرام و آسائش سے نفور ہو کر ہمہ تن۔ ہمہ دل جہاد فی اللہ میں مشغول تھے۔ اسی صفت عہ کے تحت میں اُنہوں نے وطن کو خیرباد کہا۔ اور زیست دنیوی کو حیات دنی قرار دیا۔ وطن سے نکلے اور تمام دنیا کو ہمت بلند۔ عزم راسخ۔ طلب صادق سعی موفور کی ایسی عملی تعلیم دے گئے۔ کہ مشرق سے مغرب تک کَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَاءُ

کا آوازہ بلند ہو گیا۔

اسی نمونہ کا نتیجہ تھا۔ کہ لوگوں نے دنیا کا دار العمل ہونا سمجھ لیا۔ انفاس کا پاس ہونے لگا حیات ارضی کے بعد حیات ردی کا نظارہ آنکھ کے سامنے ہو گیا۔

اسی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ کہ مدت قلیل میں فوائد کثیرہ۔ فتوحات عظیمہ۔ غنائم وافرہ نتائج عالیہ حاصل ہو گئے۔

کاش مسلمان اسی علم و عمل کو مآل زندگی سمجھیں۔ اور سعی و طلب کو اپنی جبلت و فطرت بنالیں۔ اور وہ بھی دنیا کی زندہ اقوام میں زندہ کہلانے کا لقب حاصل کر سکیں۔

نہیں نہیں۔ دنیا میں آج زندہ اقوام کہلانے والی قوموں کا مطمح نظر بہت پست ہے۔ اہل ایمان کو اپنی نیت و فعل اور عزم و عمل کے لحاظ سے اپنی ہمت کو بہت بلند رکھنا ضروری ہے تاکہ انہیں انبیاء و صدیقین اور شہداء کی معیت حاصل ہو جائے۔ اور سعادت دارین کا تاج جسے تاج خلافت بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کے سر پر رکھا جائے۔

---

(۱۷) وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ

میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے

حج عمر میں ایک دفعہ ہے۔ ادائے زکوٰۃ کے لئے سال میں ایک دن کا مقرر کر لینا کافی ہے صوم رمضان گیارہ ماہ کے بعد آتے ہیں۔

مگر نماز ایک دن میں پانچ دفعہ پڑھنا فرض ہے۔ سات برس کے بچے کو نماز پر لگانے۔ اور دس برس کے بچے کو ترک نماز پر تادیب کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا مرض۔ مفلسی ہو یا اُبری۔ اسیری ہو یا آزادی۔ نوکری پر ہو یا گھر پر۔ فرض نماز کسی وقت اور کسی جگہ ساقط نہیں ہوتی۔ جب تک ہوش و حواس درست ہیں نماز کی فرضیت قائم رہتی ہے۔ اعمال میں نماز سب سے پہلے فرض ہوتی۔ اور سب سے اخیر تک فرض رہتی ہے۔ نماز ہی کی بابت سب سے پہلے سوال روز محشر ہو گا۔

عماد دین نماز ہے۔ شوکت اسلام نماز ہے۔ اسلام کا خیمہ اسی چوب پر استادہ ہتا ہے مسجدوں کی تعمیر۔ اذانوں کا اعلان۔ خطیب اور پیش نماز کا تقرر سب کچھ نماز کے لئے

ہے۔ حفاظ قرآن کی عزت۔ محراب مسجد سے آشکارا ہوتی ہے۔ اور علماء دین کی فضیلت منبر مسجد سے نمودار۔

نماز ہی اجتماع و تنظیم کی سبق آموز ہے اور نماز ہی پابندی اوقات کا خوگر بنانے والی ہے۔ نماز ہی مختلف المزاج افراد کو واحد مرکز پر لاتی ہے۔ اور نماز ہی قوم کے پسندکردہ امیر کی اطاعت کا عملی سبق پڑھاتی ہے۔

نماز ہی بندہ کو بدن۔ لباس اور مقام کی پاک و پاکیزہ اور صاف و مجلی رکھنے کا ذریعہ ہے نماز ہی سحر خیزی سکھاتی ہے اور نماز ہی بیہودہ تھیٹروں تماشاؤں میں انسان کی صحت اور روپیہ اور وقت کی حفاظت کرتی ہے۔ نماز ہی دل میں ایک ایسی کشش پیدا کر دیتی ہے جس سے دل کا تعلق رب العالمین کی حضوری سے ہو جاتا ہے۔

نماز ہی ہر انسان کو دربار الٰہی میں حاضر ہونے کا اعزاز عطا کرتی ہے اور نماز ہی انسان اور رب میں سرگوشی و ہم کلامی کا راز کھول دیتی ہے۔ نماز ہی کمال عبودیت ہے۔ اور نماز ہی تکمیل انسانیت۔ نماز ہی اخلاق حسنہ کی ہادی ہے اور نماز ہی عادات سیئہ کی سپر ہے۔ نماز ہی مغفرت و رحمت ہے۔ اور نماز ہی نور و برہان ہے۔ نماز ہی سے رب العالمین کے عالمگیر علم و قدرت کا یقین مستحکم ہوتا ہے اور نماز ہی سے فرزندان اسلام کی عالمگیر اخوت کا سلسلہ پائیدار بنتا ہے۔ نماز ہی سے احسانیات کے مراتب طے ہوتے ہیں۔ اور نماز ہی سے تجلیات حضور کی اشاعت نور ہوتی ہے۔ جس دین میں نماز نہیں۔ وہ دین دین ہی نہیں۔ مومنین کے لئے نماز کو معراج فرمایا گیا ہے اور حالت سجدہ کو بندہ کا بارگاہ سبحانی سے قریب تر ہونا بتلایا گیا ہے۔

بزرگان دین سمجھتے تھے کہ چنچل من صرف نماز ہی میں سکینہ یاب ہوتا ہے اور ہر وقت سوچنے والا دماغ صرف نماز ہی میں انابت الی اللہ کا مزہ پاتا ہے۔ نماز ہی ہے۔ جس کا اثر انسان کے جسم اور دل اور دماغ اور نفس و روح اور ظاہر و باطن پر یکساں پڑتا ہے اور نماز ہی ہے جو بکائات اور تعلب انسان کو ملکوتی صفات بنا دیتی ہے۔

جملہ ادیان پر فضیلت اسلام کو ہے از انجملہ یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ اسلام ہی بندہ کو پانچ وقت اللہ کے حضور میں لے جاتا اور بے واسطہ دیگر۔ براہ راست عرض معروض کا موقع عطا کرتا ہے جب نماز کی یہ برکات عامۃ المسلمین کے لئے ہیں

تو کچھ شک نہیں رہ جاتا۔ کہ نبی صلعم کی نماز اپنی نورانیت میں سارے جہان کی نمازوں سے اعلیٰ و برتر تھی۔

ایک مذنب ذلیل۔ خائب و خاسر کی عبادت کو ایک مصطفےٰ و مجتبےٰ سید الورٰی حبیب باب العلیٰ کی نماز کے ساتھ کیا مناسبت و مشابہت ہو سکتی ہے۔

البتہ حدیث پاک سے اس قدر مستنبط ہوا۔ کہ نبی صلعم کے کلمہ خوانوں کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہی کو بنانا چاہیئے۔ جیسا کہ حضور نے نماز کو قرۃ العین فرمایا ہے۔

باب دوم

خصائص القرآن

قرآن کریم وہ پاک کتاب ہے۔ جسے نبی صلعم نے "کلام اللہ" بتا کر اپنی زبان مبارک سے حرفاً حرفاً سنایا۔ لہذا سیرت نگار نبوی کا فرض ہے۔ کہ قرآن مجید کے متعلق بھی ضروری مباحث کو سیرت نبوی کے ساتھ ساتھ پیش کرے۔ کتاب ہذا کی جلد اول میں بھی اس مبحث پر چند اوراق پیش کئے جا چکے ہیں۔ اب اس اختصار سے کچھ آگے بڑھ کر چند مبحث ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں ؎

قرآن پاک کے نام بھی اسماء اللہ الحسنیٰ کی طرح ۹۹ تک پہنچ گئے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ خاص اس کا نام "کلام اللہ" ہے۔ اور سب سے بڑھ کر مشہور اس کا نام "القرآن" ہے

امام ابن القیمؒ نے اپنی کتاب "المشوق الی علوم القرآن" میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ لفظ قرآن محاورہ قَرَأَتُ الْحَوْضَ سے ماخوذ ہے۔ جو حوض پانی سے لبالب لبریز ہوتا ہے۔ اُسے قَرَأَتُ الْحَوْضَ کہا کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن پاک جملہ علوم پر محتوی اور عرفان تام کا ظرف اور حقائق اصلیہ سے پُر ہے۔ اس لئے اس کا نام قرآن ہوا۔

اب ذیل میں متعدد عنوانات کے ساتھ چند مباحث پیش کئے جاتے ہیں۔

فصل اوّل

ضرورت قرآن

قرآن مجید کی ضرورت معلوم کرنی ہو۔ تو سب صاحبان کو اُس زمانہ کی تاریخ اور صفحۂ عالم کی حالت پر غور کرنا چاہیئے۔

ایرآن کے مجوس کا سراپا شرک کی نجاست میں غرق ہونا۔ اور احاطہ انسانیت سے نکل کر سگی ماں، بیٹی، بہن سے ازدواج کو جائز و مباح سمجھ لینا۔

روما چرچ کے عیسائیوں کا صریح بُت پرستی میں مبتلا ہو کر اُس مشرکانہ عقیدہ کی تردید میں لاکھوں بندگان خدا کا خون پانی کی طرح بہانا۔

چین کا قبر پرستی اور بھوت پریت کی عبادت میں محو ہو جانا اور پھر خود کو آسمانی فرزند کہلانے کا مستحق قرار دینا۔

ہند کا فسق و فجور میں پڑ کر زنا و شراب کو بہترین افعال انسانی قرار دینا۔ مرد و عورت کی برہنگی کے اعضار کی تمثالوں کو سب شیو دوالوں میں قائم کرنا۔ دختر کشی اور قمار بازی کو شرافت کا نشان قرار دینا۔

عرب کا بعض صفات بالا میں اکثر ممالک سے بڑھ جانا۔

الغرض تمام معمورۂ عالم پر سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور ان ضلالتوں کے دور کرنے میں وہ کتابیں جو دنیا میں پہلے سے نازل شدہ تھیں۔ ناکافی ثابت ہو چکی تھیں۔

اُن کا تمام عالم کے بگڑے ہوئے آوے پر تو کیا اثر ہوتا۔ کہ خود اُسی کی قوم (جس میں اُس کتاب کا نزول ہوا) دائرہ اطاعت میں نہ رہی تھی۔ اس لئے ضرورت تھی ایک ایسی جامع کتاب کی جس میں تمام عالم کی اصلاح کی طاقت اور تمام کتابوں کو اپنے اندر جمع کر لینے کی قابلیت، اور بلحاظ اپنی مجموعی شان کے دیگر اوراق پریشان سے دنیا بھر کو مستغنی

کر دیتی۔

بال جس طرح سخت گرمی اور حبس کے بعد بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ جس طرح رات کی سخت تاریکی کے بعد خورشید عالم افروز طلوع فرماتا ہے۔

اسی طرح تمام دنیا پر پھیلی ہوئی ظلمت مظلمہ ہی نے قرآن مجید کے نور مبین کی ضرورت کو افراد عالم کے دل و دماغ میں ثابت و محسوس کرا دیا تھا۔

لہٰذا اُسی رحمت ربانیہ نے جو انسان کو عدم سے وجود میں لانے اور نطفہ سے انسان کامل بنانے میں کارفرما ہے۔ ہماری روحانی ضرورت کے لئے اس نور و ہدایت کو نازل فرمایا۔

بدبختی سے ہند میں ایسا فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو رب کریم کو ارحم الراحمین تو مانتا ہے مگر پھر بھی اُسے کلام خدا کے دنیا میں نازل ہونے کی ضرورت سے انکار ہے۔

یہ کور سواد تسلیم کرتے ہیں کہ اُس نُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے اگر آنکھ کو بینائی دی ہے تو دیکھنے کے لئے آن گنت رنگتیں بھی بنائی ہیں۔

اگر کان کو شنوائی ملی ہے۔ تو سننے کے لئے بھانت بھانت کی آوازیں بھی پیدا کی ہیں۔ پاؤں چل سکتا ہے۔ تو اُس کی جولانی کے لئے فرش زمین کی ہموار و ناہموار راہیں بھی نکال دی ہیں۔ منہ کھا سکتا ہے تو ذائقہ کے واسطے۔ میٹھے۔ سلونے کھٹے پھیکے کھانے بھی مہیا کئے ہیں یعنی جس قدر حواس ظاہری اور قوائے باطنی جسم انسان میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق ایک ایک جداگانہ عالم بھی پیدا کیا گیا ہے۔

مگر تعجب ہے کہ روح انسانی کے لئے جو فطرت انسانی کی خزینہ دار اور اُس کی مملکت کی حکمراں ہے، کوئی جداگانہ عالم موجود ہو۔ اگر یہ لوگ روح کا انکار کر دیتے تو اُن کی حالت پر اتنا افسوس نہ ہوتا۔ لیکن روح کا اقرار اور رحمت الٰہیہ کی جانب سے اُس کے لئے عالم خاص کا انکار قطعاً اسرار فطرت سے عدم آگاہی پر مبنی ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

ضرورت قرآن حمید کے ثبوت میں ہم دنیا کے سامنے دنیا کی تاریخ رکھ دیتے ہیں نیز اُن تمام ترقیات کو جو دنیا کے ہر ایک مذہب نے نزول قرآن مجید اور اشاعت کتاب حمید کے بعد اپنے اپنے عقائد اور اصول میں کی ہے۔ اور اُن تمام اصلاحات کو بھی اپنی دلیل

پیش کرتے ہیں جو غیر مسلم اقوام نے اس ۱۳۵۳ سال کی مدت رسالت محمدیہ میں تعلیم قرآن سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے مذہب اور مسلک میں داخل کر لی ہیں۔

ان ترقیات و اصلاحات کے زمانہ ارتقا کی تاریخ معلوم کرنے کے بعد امید قوی ہے۔ کہ ہر ایک منصف کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ فی الواقع معمورۂ عالم کو قرآن مجید کے نزول کی سخت ضرورت و احتیاج تھی۔

فصاحت و بلاغت قرآن

اگر کسی کو فصاحت و بلاغت قرآنی کا اندازہ کرنا ہو۔ تو اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کام کے لئے زبان دانی کامل کی ضرورت ہے۔

اور علم معانی و بیان و بدیع میں اعلےٰ درجہ کی مہارت کا ہونا لازمی ہے

اور پھر فہم سلیم و طبع سمو ار کی شرط لابدی ہے۔

اگر یہ آنکھیں۔ یہ عینک۔ یہ دوربین کسی کو ملجائے۔ تو وہ بے اختیار بول اٹھے گا۔ کہ قرآن عظیم کی فصاحت و بلاغت طاقت بشری سے بالاتر ہے۔

جہلائے عرب شیدائی زبان اور فدائی حسن بیان تھے اور اسی وجہ سے وہ اسالیب غریب، و قصائد عجیب کے مالک۔ رجز فاخرہ و اسجاع موجزہ اور خطب بلیغہ کے انشاد پر قادر تھے۔

صرف اسی قابلیت کے وجود نے بڑے بڑے زبان آوروں۔ خطیبوں اور شاعروں سے منوا دیا تھا۔ کہ قرآن کلام البشر نہیں۔

ذرا غور کرو۔ دنیا کے کسی ملک میں کبھی ایسا ہوا ہے۔ کہ کسی شخص نے کوئی ایسا دعویٰ کیا ہو۔ جو دنیا بھر سے نرالا اور فائق تر ہو۔ جیسے خاتم النبیین۔ رسول کافۃ الناس رحمۃ للعالمین مطاع عالم کے اعلام سے نمایاں ہے۔ اور ثبوت دعوی میں ایک تصنیف کو پیش کر دیا ہو۔ اور اُسی کو اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا ہو۔ اور اس دعوے کے انکار کرنے والوں کو ضلالت عمایت اور خلود نار وغیرہ کی ذلتوں کے مواعید سے جوش بھی دلایا ہو۔

پھر ایسی حالت میں بھی اُسی کے ملک کے رہنے والے۔ اُسی کی زبان کے بولنے والے

اسی زبان کے قادر الکلام۔ اور سحر البیان لوگ اُس کے سامنے ساکت و خاموش اور متحیر و مدہوش رہ گئے ہوں۔

ہم تو سمجھتے ہیں کہ تاریخ ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے قرآن مجید کے پیش کرنے والے (فداہ امی و ابی) نے معارضہ کی چھ قسمیں تبلائیں۔ اور ہر ایک قسم کے مقابلہ میں سب کو عاجز و درماندہ ثابت کر کے اپنی صداقت کو آفتاب روشن کی طرح آشکارا کر دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید گو عربی مبین ہے۔ مگر اُس کی فصاحت و بلاغت کا جو درجہ ہے وہ تمام عالم کی کتب سے بالاتر ہے۔

(ب) اب یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے۔ کہ فردوسی و ہومر۔ سعدی و شکسپیر و ملک و ملٹن۔ سحبان و بیکن۔ نابغہ و سحرو امرء القیس و خسرو وغیرہ وغیرہ جن کی فصاحت و بلاغت کی بڑی بڑی تعریفیں مختلف السنہ کے متعلق مختلف اقوام نے کی ہیں۔ اُن سب کا جوش و خروش ایسی کتابوں میں نکلا ہے۔ جن کی بنیاد تخیلات و تصورات پر رکھی گئی ہے۔ جن میں ہر قسم کی تشبیہات و استعارات کے استعمال کی مصنف کو آزادی حاصل تھی۔ جن میں ترک غلو یا پابندی صداقت کی کوئی بندش نہ تھی۔

اگر انہی زبان آور ان پُر کلام کو کوئی قانون۔ کوئی ضابطہ لکھنا پڑتا۔ اگر حقائق الٰہیات اور رموز فطرت یا اسرار آفرینش پر اُن کو چند سطور بھی تحریر کرنی ہوتیں۔ تو دنیا دیکھ لیتی۔ کہ عبارت کتنی پھیکی۔ بندش کتنی سست۔ الفاظ کیسے گھسیلے طرز ادا کتنا مبتذل ہوتا۔

یہ قرآن حکیم ہی کا حصہ ہے کہ وہ احکام و شریعت اور مواعظ و امثال اخبار و انذار میں زمان ماضی کی سرگذشت اور عہد مستقبل کی حالت پر آیات پر آیات کا القا فرما رہا ہے۔ اور باایں ہمہ کلام کسی جگہ بھی نہ صداقت و روحانیت کے درجہ سے گرا اور نہ فصاحت و بلاغت کے مرکز سے متزلزل ہوا ہے۔

(ج) اندازۂ فصاحت و بلاغت کے وقت یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ساری دنیا کے مسلّمہ و مقتدر فصحاء کے میدان کلام اور وادیٔ سخن بھی خاص خاص ہوتے ہیں۔ سعدی کی فصیحت فقیر قلب میں جگہ پا لیتی ہے۔ لیکن بزم و نشاط کی بساط کا بچھانا اور ناز و اختلاط کے کواڑ کھول دینا اُس کی طاقت سے باہر ہے۔

فردوسی کے بیان جنگ کو پڑھنے والا سمجھتا ہے، کہ وہ کوئی سینما دیکھ رہا ہے۔ لیکن مواعظ و اخلاق کی سڑک پر اس کا تخیل لنگڑاتا ہوا ہی نظر آتا ہے۔

عرب کے امرؤالقیس و عشرہ۔ ابونواس و ابوالعتاہیہ کا بھی یہی حال ہے۔

جرمنی و فرانس۔ اٹلی و انگلستان کے اہل قلم رشاعروں۔ ناولوں نویسوں۔ ڈیٹیروں) یا زبان کے روؤں اور فیسروں۔ لیکچراروں) میں بھی یہی تفاوت درجات موجود ہے۔

رینالڈ کبھی گبن نہیں بن سکتا۔ اور کارلائل کبھی ہیپیئر کا روپ نہیں دھار سکتا۔ ہربرٹ سپنسر اور نارتھ بروک کی زبان کبھی ایک نہیں ہو سکتی۔

قرآن کریم پڑھو۔ اُسے وجود ماہیات و کیفیات کے متعلق کس قدر دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے کام لینا پڑا۔

اُسے اقوام ماضیہ کے عروج و زوال اور اُس کے لوازم و اسباب پر کیا کچھ بیان کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اُس نے مذاہب و ادیان اور عقائد و مسلمات انسان پر کتنی تیز روشنی ڈالی۔

اُس نے روح و مادہ اور اعمال کی بابت کس قدر اسرار آشکار کئے۔

اُس نے تدبیر منزل و سیاست مدن۔ حقوق افراد و حقوق قوم کی نسبت کتنے قوانین و ضوابط ایجاد کئے۔

اور ان سب کی تبیین و توضیح کے سلسلہ میں اُسے کس قدر اقسام سخن اور اسالیب کلام پر تکلم کی ضرورت ہوئی۔ لیکن ہر جگہ کلام کی شان الفاظ کی شوکت معانی کا حسن اسی خصوصیت کے ساتھ جلوہ گستر و نور افزا ہے۔ جیسا کہ اثبات توحید و رد شرک و ابطال باطل و احقاق حق کی فضا میں عطر بیز و روح پرور تھا۔ یہ وہ دقائق کلام ہیں۔ جن کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی لمبی لمبی عمروں کو اسی شوق فہم و ذوق وجدان میں پورا کر دیا ہے۔

د۔ فصاحت و بلاغت کا تعلق جزالت الفاظ سے بھی ہے اور اشاقت معنی سے بھی ہم اس جگہ چند آیات کا اقتباس کرتے ہیں۔ ان کے ہمہ گیر معانی پر غور کرو اور خوب غور سے دیکھو۔ کہ تہذیب اخلاق۔ تہذیب نفس۔ تدبیر منزل۔ حصانت قوم اور سیاست مدن کا کونسا ضروری مسئلہ ہے۔ جو ان چند آیات سے باہر رہ گیا ہے۔ اسی سے قرآن مجید کی ۶۶۶۶ آیات شریفہ کا اندازہ کرو۔ اور اُن علوم و معارف کا تخمینہ لگاؤ جو ان آیات میں محفوظ کئے گئے ہیں۔

ان آیات کے پیش کرنے سے کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ ہم صرف اتنی ہی آیات کو پیش کر سکتے تھے یا یہی چند آیات نمونہ بنائے جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لا واللہ۔

اس وقت ہماری مثال اس گلچین کی سی ہے۔ جو ایک گلستان تازہ بہار کی سیر کو نکلا اور واپسی کے وقت وہاں سے چند گل شاداب کو زیب سر و سینہ بنا لیتا ہے۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اس گلچین کے بعد باغ میں پھول باقی ہی نہیں رہے۔ یا جو باقی ہیں وہ سب آپے رنگ میں یا زینت و زاکت میں گلہائے چیدہ سے کم ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یقیناً منفی ہوگا۔

(۱) اصول عبادت

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ کیا وجہ ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف ہم تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

(۲) شرف انسانیت

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا۔ بنی اسرائیل) ہم نے فرزندان آدم کو عزت دی اور بحر و بر میں ان کے لئے سواریاں عطا کیں اور پاکیزہ چیزیں ان کو کھلائیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو برترین فضیلت عطا کی۔

(۳) اوامر یعنی کرنے کے کام

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ عدل و احسان کرو۔ اور قرابت داروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرو۔

(۴) نواہی یعنی نہ کرنے کے کام

وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔ اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں سے اور بغاوت سے اور ناپسندیدہ امور سے تمکو منع کرتا ہے

(۵) محرمات

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ

میرے پروردگار نے مندرجہ ذیل باتوں کو حرام ٹھہرا دیا ہے۔
الف۔ بے حیائی کی سب صورتیں کھلی ہوں یا چھپی ہوں
ب۔ گناہ۔
ج۔ بغاوت ناحق۔
د۔ شرک باخدا جس کے جواز کی بابت کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود نہیں۔
ھ۔ اللہ تعالےٰ کے خلاف اپنی بے علمی سے باتیں بنانا۔

(۶) تعاون

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو۔

(۷) عدم تعاون

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں کسی کی کچھ مدد نہ کرو۔

(۸) جملہ اعضاء انسانی اپنے اپنے افعال کے ذمہ وار ہیں

✓ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ شنوائی بینائی اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا۔

(۹) وزن اعمال

مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ جو کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر بھی بدی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے گا۔

(۱۰) عدل و رحم

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (شوریٰ) بدی کا بدلہ تو بالکل ویسا ہی ہے۔ بعد ازیں جس کسی نے معافی دی اور بھلائی کی تو اس کا اجر اللہ تعالےٰ خود دے گا۔

(۱۱) عدل و رحم و معافی

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (شوریٰ) اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (شوریٰ)

الف۔ جو کوئی ظلم سہنے کے بعد اپنا چارہ کار کرتا ہے۔ اس پر کوئی اخذ نہیں۔
ب۔ اخذ تو اُن لوگوں پر ہے جو انسانوں پر ظلم کرتے اور ملک میں بغاوت ناحق پھیلاتے ہیں۔
ج۔ جو لوگ ظلم و زیادتی پر صبر کرتے۔ اور معافی دیتے ہیں۔ تو یہ کام بڑے شاندار کاموں میں سے ہے۔

(۱۲) عفو عام

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (نور) لازم ہے کہ معاف کیا کرو۔ لازم ہے کہ درگذر کیا کرو۔ کیا تم خود یہ پسند نہیں کرتے۔ کہ اللہ تعالےٰ تم کو بخشدیا کرے۔

(۱۳) دشمن کو دوست بنانے کی ترکیب

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (حٰمٓ سجدہ) تم بدی کی مدافعت نیکی اور سلوک کے ساتھ کیا کرو۔ پھر تو عداوت والا شخص تم کو ایسا جوش و دوست نظر آئے گا۔

(۱۴) حریت دین

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (بقرہ) دین کے معاملہ میں کسی شخص پر کوئی دباؤ نہیں۔ نیک رفتاری اور کجروی کو الگ الگ کرکے دکھایا گیا ہے۔

(۱۵) قول بلا عمل

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (صف) حبِ قول ہو۔ اور فعل اُس کے ساتھ نہ ہو تو خدا کے ہاں یہ بہت بیزاری کی بات ہے۔

(۱۶) اپنے افعال کی پوری ذمہ داری

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔

(۱۷) برائی کی اشاعت بھی بُری ہے

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (نساء) برائی کا کھلا ذکر اللہ

کو پسند نہیں۔ ان مظلوم اس سے مستثنیٰ ہے

(۱۸) حلم و تواضع کی تعلیم

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (فرقان) رحمٰن کے بندے وہ ہیں۔ جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں۔ اور جاہلوں کے ساتھ بات چیت کے وقت وہ جاہلوں کو سلام کہتے ہیں۔

(۱۹) ناپسندیدہ عادتیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان) متکبر اور جھوٹے فخر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

(۲۰) چغلی سے نفرت دلانے والی مثال

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (حجرات) تم میں سے کوئی بھی دوسرے کی چغلی نہ کرے۔ کیا تم مردہ بھائی کی لاش کا گوشت کھانا پسند کر سکتے ہو؟ (چغلی کی یہی مثال ہے)

(۲۱) نفع رسانی کی ضرورت اور فضیلت

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران) تم اصل نیکی کو اُس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پیاری چیزوں کو خرچ نہ کر دو گے

(۲۲) اخوت عامہ کی تعلیم

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (حجرات) سب ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہی پکی بات ہے۔

(۲۳) عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہیں

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ) دستور کے مطابق جیسے حقوق عورتوں پر مردوں کے ہیں۔ ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔

(۲۴) زن و شوہر کا اتحاد

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ) عورتیں مردوں کے لئے لباس ہیں اور مرد عورتوں کے لئے لباس ہیں۔

(۲۵) عورت کو جدا نہ کرنے کی نصیحت

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (ابوداؤد) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے۔ اور اللہ سے ڈرا کر۔

(۲۶) شکر کا حکم اور فائدہ

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم) اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو بڑھاتا رہوں گا۔

(۲۷) امتحان الٰہی کی چیزیں

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تغابن) مال و دولت اور اولاد میں بندوں کا امتحان ہے۔

(۲۸) کسر نفسی کی تعلیم

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (یوسف) میں نفس کو بری نہیں ٹھہراتا نفس تو برائی کی طرف بہت اکسایا کرتا ہے۔

(۲۹) جنگ سے بچنے کی تدبیر

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (انفال) تم دشمنوں کے لئے اپنی پوری قوت سے تیار رہو۔ اور سرحدات پر پوری فوجی تیاری رکھو اس تدبیر سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو روکے رکھو گے۔

(۳۰) جملہ محامد عالیہ کا مالک ہمارا پروردگار ہی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (فاتحہ) اللہ جو تمام تر مخلوقات کا پالنے والا ہے۔ وہی سب خوبیوں کا مالک ہے۔

(۳۱) دین الٰہی کی تعریف

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ وہ سرشت الٰہی جس پر سب انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں یہی تو محکم و استوار دین ہے۔

(۳۲) دین صحیحہ کا مقصد کیا ہے اور کیا نہیں

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر کوئی دشواری ڈالے۔ اس کا تو ارادہ یہ ہے کہ تم کو پاک و مطہر بنائے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے۔ کہ تم شکر گذار بنو۔

(۳۳) رب برتر کا تعلق اہل ایمان کے ساتھ رحمت و محبت کا ہے

کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام ع ۶) تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ رکھا ہے رحم کر رکھا ہے)

ب۔ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (البروج ع ۱) وہ تو بہت بخشنے والا اور بہت محبت کرنیوالا ہے۔

ج۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرہ) اللہ تو ایمان والوں سے محبت کرنے والا ہے۔ اور ان کا کارساز ہے۔ ان کو سب تاریکیوں سے نکالتا اور نور میں لاتا ہے۔

(۳۴) انسان واحد کی جان کی قیمت

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدہ ع ۵) اگر کسی نے ایک انسان کو بھی مارا (قصاص یا بلوہ کی سزا کو مستثنیٰ سمجھو) تو گویا اس نے تمام نوع انسانی کو قتل کر ڈالا۔ اور جس کسی نے ایک انسان کو بھی ہلاکت سے بچا لیا۔ گویا اس نے تمام انسانوں کی زندگی کو بچا لیا۔

(۳۵) امن شکنی عامہ کی ممانعت

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (اعراف ع ۱۰) اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور ملک میں فساد پھیلانے سے باز آجاؤ۔

(۳۶) اصول مصارف

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان ع ۷) رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں۔ تب نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں۔ اور ان حالتوں کی درمیانی حالت پر چلا کرتے ہیں

(۳۷) مال و منال دنیا سے آرام و آسائش بھی اٹھاؤ۔ اور آخرت بھی کماؤ

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ

کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ (القصص ع ۸) جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے۔ اُس میں آخرت کی بھی طلب کر اور اپنا دنیوی حصہ بھی مت بھول جا۔ اور بھلائی کیا کر۔ جیسا کہ اللہ نے تجھ سے بھلائی کی ہے۔

(۳۸) امداد غربا و مساکین

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ۔ ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الروم ع ۶) قرابت والے اور مسکین اور مسافر کا حق ادا کیا کر یہ باتیں اُن لوگوں کے لئے بہتر ہیں۔ جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے

(۳۹) سوگند کھانے والا انسان بے اعتماد بن جاتا ہے

وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّھِیْنٍ۔ جو کوئی شخص بہت سوگندیں کھاتا۔ اور ذلیل بنتا ہے اُس کا اعتبار نہ کرو۔

(۴۰) خدا سے دعا مانگا کرو

وَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ اللہ ہی سے دعا مانگا کرو۔ خالص اُسی کے ہو کر اور اُسی کے فرمانبردار بن کر رہو۔

(۴۱) حمد خالق و مدح مخلوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہٖ۔ حمد کا مالک اللہ ہے اور اللہ کے بندوں کے لئے سلام (سلامتی) ہے۔

اس مختصر سے جملہ پر اور تقسیم مدارج پر جتنا زیادہ غور کیا جائے گا۔ اُسی قدر زیادہ حقائق معلوم ہوں گے۔ اسی میں توحید ہے۔ اسی میں رد شرک۔ اسی میں برگزیدہ بندگان اللہ کے مدارج علیا کا بیان۔

(۴۲) نظم عالم۔ اور تناسب اجزاء عالم کا بیان

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (تبارک) تو رحمٰن کی پیدا کردہ اشیا میں کچھ فرق نہ دیکھے گا۔ کیا تجھے کوئی نقص بھی نظر آیا۔

(۴۳) قرآن مجید۔ اور بیت العنکبوت کی مثال

اِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (عنکبوت) سب گھروں میں کمزور عنکبوت کا گھر ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کو علم ہو۔

علم کو بیت العنکبوت سے تعلق فرمایا۔ اس لئے عنکبوت کے گھر میں اہل علم کے لئے بڑے بڑے عجائب ہیں۔ جو من پر وفیسروں کا قول ہے۔ کہ مکڑی کے جالے کا ہر ایک تار چار تاروں سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور ان چار تاروں میں کا ہر ایک تار ایک ہزار تار سے بنا ہوا ہوتا ہے یعنی ایک ایک تار میں چار ہزار تاگے ہوتے ہیں اہل علم غور کریں کہ اس اوہن البیوت بنانے والی مکڑی کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر فہم و فراست اور باریک نسج و خیاطت کی صنعت عطا فرمائی ہے۔

(۴) قرآن مجید اور نحل کی مثال

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ۔ تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی۔

شہد کے چھتے کے اندر نظام قومی کا مستحکم آئین۔ فوج اور اہل صنعت کی جداگانہ تقسیم جداگانہ خاندانوں کے علیحدہ علیحدہ محلے۔ بچہ دینے والی رانی کی حکومت۔ بچوں کی پرورش اور تربیت کی خدمات کو سرانجام دینے والا عملہ۔ شہد کے ذخیرے۔ ذخیروں کی حفاظت کے طریقے۔ شہد بنانے کے لئے ہزارہا اقسام کے پھولوں میں سے چاشنی کا نکال کر لانا چھتے کے سب گھروں کا مساوی اور یکساں رقبہ ہونا۔ یہ جملہ امور اس نتیجہ کے مؤید ہیں۔ کہ جب وحی ربانی کسی ذی روح کی تکمیل کی جانب متوجہ ہوتی ہے۔ تو اسے کیا کچھ بنا دیتی ہے۔

اور جب قرآن جیسی وحی انسان جیسے ذی عقل و فہم اور ذی نطق و تدبر کے ارتقاء مدنی و روحی کی طرف التفات فرماتی ہے تو اسے کن کن منازل تک بلند فرمائے گی۔

(۵) قرآن مجید اور نمل کی تمثیل

قَالَتْ نَمْلَةٌ يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (نمل) چیونٹیوں کی رانی نے کہا۔ اے چیونٹیو۔ تم اپنی آرام گاہوں میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں تم کو سلیمان اور اس کے لشکر ریزہ ریزہ نہ کر دیں۔ اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔

اللہ اللہ چیونٹیوں کے پاس ایسے مسکن موجود ہیں۔ کہ جب وہ ان میں داخل ہو جائیں تو حضرت سلیمانؑ کا لشکر بھی ان کو نہ بگاڑ سکے۔

یہ آیت ہر ایک ضعیف قوم کو قوی تر قوم کے سامنے زندہ رہنے اور اپنی ہستی قائم رکھنے کے وسائل کی تعلیم دیتی ہے۔ جن میں سے پہلا سبق وہ اتحاد و اتفاق ہے کہ اپنے سردار کی

رہنے پر جملہ افراد قائم و عامل ہوں۔

دوسرا سبق۔ ذاتی حفاظت کا سامان ہر وقت مکمل رکھنا ہے۔

اور تیسرا سبق۔ کسی بالاتر طاقت کے ساتھ مقابلہ آرائی کا نہ کرنا ہے۔

چوتھا سبق۔ نقصان رسیدہ ہو جانے کی حالت میں بھی اس شخص کو الزام نہ دینا ہے جس کی نیت اور علم میں نقصان رسانی شامل نہ تھی۔

پانچواں سبق۔ جب مسلمانوں کی اجتماعی حالت چیونٹیوں کی سی ہو جائے۔ تو اُن کو قرآن پاک کی حفاظت میں داخل ہو جانا چاہیئے۔

چھٹا سبق۔ آنے والے خطرات سے آگاہ کرنا امیر قوم کا فرض ہے

ساتواں سبق۔ چیونٹی کی مانند ضعیف تریں جنس بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ اگر وہ بقائے حیات کا عزم رکھتی ہے۔ اس لئے کسی قوم کا ضعف اس کے فنا کی دلیل نہیں۔

(۴۶) قرآن مجید اور ارض و سما کی اشیاء پر نظر اعتبار کا حکم

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورہ یونس) آسمانوں اور زمین کے اندر کی سب چیزوں کو دیکھو کہ وہ کیا ہیں۔

یہی آیت ہے۔ جو جملہ انکشافات کی بڑھے۔ قدرت کی پیدا کردہ ہر شے کو نظر اعتبار سے دیکھنا اُس کے خواص اور ماہیت کا معلوم کرنا انسان کو بلند ترین ارتقاء پر پہنچانے والا ہے۔ افسوس ہم لوگ ایسے احکام کی تعمیل سے کس قدر لاپروا۔ قاصر اور غافل ہیں۔

(۴۷) قرآن مجید اور فوائد بحر

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (نحل)، اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے فائدے کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ وہ فوائد یہ ہیں۔

(۱) تازہ بتازہ گوشت۔ سمندر کی تجارت ماہی گیری کا حال اگر کوئی پڑھے تو اُسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ آج دنیا میں کروڑوں پونڈ اسی تجارت سے اقوام عالم کما رہی ہیں۔ اور مسلمان جو آیت کریمہ کے مخاطب خاص تھے اس سے قطعاً محروم اور بے خبر ہیں۔

(۲) مروارید جو انسان کی زینت اور لباس کی چیز ہے۔ اس کی تجارت بھی کروڑوں پونڈ کی ہے۔ عہد نبوی اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں بحرین پر اسلامی قبضہ تھا۔ جسے ہم کھو بیٹھے ہیں۔

(۳) جہاز رانی۔ دنیا پر شہنشاہی کے لئے اولین شرط ہے۔ امیر المومنین عثمان غنیؓ نے سب سے پہلے بیڑہ قائم کیا۔ اور بحری جزائر۔ کریت۔ مالٹا طرابلس وغیرہ فتح ہوئے۔

موسیٰ بن نصیر اور جنرل طارق نے سپین کو فتح کیا۔ خیر الدین باربروسا نے ترکی سلطنت کا اقتدار سارے یورپ سے منوایا۔ بالآخر اس کو مسلمانوں نے ہیچ سمجھا۔ اور دنیا کی شہنشاہیت سے محروم کر دیئے گئے۔

(۴) بحری تجارت جس میں بے شمار نفع ہے۔

(۵) مذکورہ بالا تمول اور افراط دولت اور قوت و حکومت کے بعد دینی فائدہ یعنی شکر نعمت الٰہی میں مصروفیت۔ اشاعت اسلام۔ دور دراز ممالک میں تبلیغ اسی پر منحصر ہے عبد الملک اموی کے عہد میں عرب سوداگر دل ہی نے اسلام کو ہندوستان کے جنوبی سواحل پر پہنچایا۔ انہوں نے آسام۔ برہما اور مشرقی بنگال کو مسلمان بنایا۔ جب کہ شمال مغربی سرحد سے کوئی حملہ آور (محمود وغیرہ) ہندوستان سے بالکل لاپرواہ تھے۔

فصل دوم

معانیٔ عالیہ ومضامین نادرہ

مضامین میں ہمیشہ دو اعتبار ملحوظ ہوتے ہیں۔

الف۔ وسعت۔

وسعت کی بابت قرآن مجید کا خود دعویٰ ہے لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اسی دعویٰ کے اعتماد پر ایک ذی علم مسلمان کل دنیا کو مخاطب بنا کر یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق۔ تہذیب نفس۔ تزکیہ روح۔ صفائی قلب۔ اور حصول نجات سے ہو خواہ اس کی بنیاد اعلیٰ فلسفہ پر ہو۔ یا قدیم وجدید اکتشافات وتجربہ پر ہو۔ خواہ وہ اشراقیین کی الٰہیات سے لیا گیا ہو۔ یا الٰہیین کے شوارقات سے کوئی شخص ہمارے روبرو پیش کرے۔

انشاء اللہ اسی مسئلہ کو وضوح تام اور صحت کامل کے ساتھ قرآن مجید میں بیان شدہ دکھلا دیا جائے گا۔ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا یاد رکھو کہ کوئی علمی صداقت قرآن مجید پر مبادرت نہیں کر سکتی۔

(ب) عمدگی۔

دنیا میں ہستی باری تعالیٰ کا یقین رکھنے والی جس قدر اقوام ہیں۔ وہ علمی طور پر مسئلہ توحید کی ضرور قائل ہیں۔

ایک بت پرست وتثلیث پرست کو بھی اس امر میں مساعی دیکھا جائے گا۔ کہ کثرت میں وحدت کو ثابت کرے۔

اب دیکھو کہ یہ مسئلہ جس کی خوبی پر تمام عالم متفق ہے اور جس کو اپنی اپنی کتابوں کے اندر ثابت کرنے کی ہر مذہب سعی کر رہا ہے۔ قرآن مجید سے بڑھ کر اور کسی جگہ نہ ملے گا۔

دیگر بیانات کو بیان قرآن کے سامنے وہی نسبت ہو گی۔ جو مٹی میں ملے ہوئے پانی کو

آپ زلال کے ساتھ ہوتی ہے۔

اگر کسی کے دل میں اس واقعہ صحیحہ کے متعلق کچھ شک ہو تو وہ اپنی کتاب کو پیش کرے۔ جہاں سے ہم چاہیں۔ اُس کی کتاب کو۔ اور جہاں سے وہ چاہے قرآن مجید کو کھول لے اُس مقام سے آگے ایک ایک جزو کا ترجمہ کیا جائے اور وہ ترجمے تیسرے مذہب والے کے پاس بھیج دیئے جائیں۔ فیصلہ طلب امر یہ ہوگا۔ کہ توحید کا کامل تر۔ اور واضح تر بیان کس کتاب میں ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لَا یَأْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ (قرآن کے مثل کلام نہیں بنا سکتے) کے مفہوم میں اگرچہ اُس کی طرز بدیع اور الفاظ عالی اور بے مثل ترتیب اور لاثانی اسلوب اور فصاحت و بلاغت کی وہ معجزانہ اجتماعی شان بھی شامل و داخل ہے جو اس کی عبارت میں نمایاں و درخشاں ہے لیکن ان سے بھی بڑھ کر قرآن پاک کے وہ معانی پاک ہیں جو گراں الفاظ کی تہ میں ایسے ہی موجود ہیں جیسے حقہ زریں میں لولوئے شاہوار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم جن مضامین عالیہ پر متضمن ہے۔ اور جو اُس کی خصوصیت خاصہ ہیں یہ وہ بصائر ہیں جو دیدہ کوتاہ بین کے حجاب اُٹھا دیتی۔ اور آنکھوں کو روشن بنا دیتی ہیں۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ۔ قرآن کریم یہاں اُونٹ، آسمان پہاڑ، زمین کے نام لیتا ہے۔ کیا یہ وہی چیزیں نہیں۔ جن کو ہر ایک بادیہ نشین ہر وقت دیکھا کرتا تھا جو ہر ایک اعرابی کی آنکھوں کے سامنے موجود تھیں۔ لیکن ان سب کو دیکھتے ہوئے بھی دیکھنے والوں کی نظر خلقت و رفعت اور نکہت و نصبت کی کیفیت دریافت کرنے کی جانب کبھی نہیں اُٹھتی تھی۔ قرآن مجید نے آنکھیں کھول دیں۔ تو اب ان معانی کی کیفیت بھی معلوم ہونے لگی۔ اور ہر ایک چیز سے خلاق مطلق کی قدرت خالقیت، رفیع الدرجات ذوالعرش کی فوقیت۔ سکون و حرکت کی آفرینش میں عزیز الحکیم کا غلبہ اور حکمت بینت و صلابت اجسام میں گوناگوں فوائد کی فراوانی و کثرت بھی نظر آنے لگی۔

عرب کے وہ بھیانک صحرا و وادی جن کو آنکھ بھر کر دیکھنا ناگوار تھا۔ اب صحیفۂ فطرت کے طالبان علم کے لئے ورق دانش بن گئے۔

ہاں قرآن پاک اپنے مضامین کے لحاظ سے علم ہے (اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ) وہ شفائی دینا فی اور دانش کے لئے گنجینۂ خرد ہے۔ اور توسیع مدرکہ اور حواس جارحہ کا رہبر ہے۔

وہ حیات قلب ہے۔ اور نور روح۔ وہ راحت عاشقین ہے اور ہدایت طالبین۔ اقبال و دولت۔ مکنت فی الارض اور حکومت اُس کی خدام ہیں۔ آرام دل اور اُنس جان قرۃ العین اور ضیاء بصیرت اُس کی توابع ہیں۔

علم و حقیقت اور ہدایت و صداقت اس کے عَلَم بردار ہیں۔ قرب و انشراح۔ رفاہ و صلاح اُس کے حاشیہ بوس ہیں۔ نجاح اُخروی۔ فوز روحی۔ رضوان الٰہی وہ خلعت ہائے شرف ہیں جو اسی بارگاہ علیا سے عطا ہوتی ہیں۔

کاش آنکھوں والے آنکھیں کھولیں۔ اور سننے والے اس کی آواز پر کان لگائیں۔ صاحب دل دلوں کے قفل اُتار اُتار کر اور بصیرت سے قفل کھول کھول کر کام لیں۔ کہ حسن قرآن کی عالم افروزی و ملکوت نوازی اُنپر روشن و مبرہن ہو جائے۔

فصل سوم

تاثیر قرآن

عمرؓ جیسا شخص جسے آج بھی یورپ جنرل عمرؓ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا کام تمام کر دے۔ لیکن قرآن کی چند آیات سن کر شمشیر اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور اپنی ہمشیرہ فاطمہؓ ہی کے گھر سے ذلیل و منکسر ہو کر سرور کائناتؐ کے حضور میں حاضر ہو جاتا ہے اور فاروقؓ کے خطاب سے عزت پاتا ہے۔

اسعد بن زارہ مدینہ کا مشہور سردار گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ اسلام کے مبلغ اول مصعب بن عمیرؓ کو آبادی شہر سے باہر نکال دے، وہ چند آیات سن پاتا ہے اور مصعب کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر کے اٹھتا ہے

ثمامہ بن اثال کے نزدیک آنحضرتؐ سے بڑھ کر کوئی شخص اور مدینۃ النبی سے بڑھ کر کوئی جگہ قابل نفرت نہ تھی۔ اُسے صرف دو یوم تک قرآن پاک کے استماع کا موقع ملتا ہے۔ رُشد و ہدایت کی آواز کان سے ہو کر دل تک پہنچ جاتی ہے۔ جب اُسے بلا شرط آزادی مل جاتی ہے تو خود بخود حاضر ہوتا ہے اسلام لاتا اور دل و جان کو معتقد ہدیہ کی طرح حضور میں پیش کر دیتا ہے

خالد بن عقبہؓ قرآن مبین سن پاتا ہے تو ششدر رہ جاتا ہے اور جب اس حالت دردربودگی سے سنبھالا لیتا ہے تو بول اُٹھتا ہے۔

وَاللّٰہِ اِنَّ لَہٗ لَحَلَاوَۃً	بخدا اس میں عجیب شیرینی ہے
وَاِنَّ عَلَیْہِ لَطَلَاوَۃً	اس میں عجب تر و تازگی ہے۔
وَاِنَّ اَسْفَلَہٗ لَمُغْدِقٌ	اس کی جڑیں سیراب ہیں
وَاِنَّ اَعْلَاہُ لَمُثْمِرٌ	اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں
وَمَا یَقُوْلُ ھٰذَا بَشَرٌ	بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔

ولید بن مغیرہ قریش میں بڑھا خرانٹ تھا۔ اسے اسلام سے سخت عداوت تھی۔ قرآن مجید کے متعلق اُس کی رائے یہ ہے کہ اس کلام میں عجیب رس ہے۔ یہ تو نورس حلاوت ہے۔

ذوالہجادین رضؓ چرواہا تھا۔ آتے جاتے مسلمان مسافروں سے آیات قرآنی یاد کرلیا کرتا۔ آخر گھر بار خویش وتبار مال ومویشی۔ عم و مادر کو چھوڑ کر حضور میں حاضر ہوگیا رضی اللہ عنہ۔

قرآن مجید کا اثر معلوم کرنا ہو تو اُن لوگوں کے واقعات پر زیادہ نگاہ ڈالو۔ جو قرآن پاک کو سمجھ سکتے تھے۔

جو لوگ ایک پیسہ پر قتل عمد کو معمولی کھیل سمجھتے تھے۔ وہی دین حقہ کی محبت میں گھر بار سے قطع تعلق کرنے لگے تھے۔

جو لوگ مدت العمر ۳۶۰ بتوں کے پجاری رہے تھے۔ وہ خود توحید کے واعظ بن گئے تھے۔

جن کا کام لاوارث بچوں کا مال اُڑانا۔ رانڈوں کو جُل دینا تھا۔ وہی اعانت یتامیٰ اور ہمدردی ایتامیٰ کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔

وہ خود سر قبائل جنہوں نے کبھی کسی قانون یا شخص کی اطاعت نہ کی تھی۔

وہ اب ایسے مطیع ومنقاد اور پابند شرع الٰہیہ ہوگئے تھے کہ مقدمات قتل کا قصاص۔ مقدمات زنا میں رجم۔ مقدمات سرقہ میں قطع ید۔ مقدمات خمر میں اجرائے حد شرعیہ کے لئے خود اپنے آپ کو پیش کیا کرتے تھے۔ کیا ایسے نظائر کسی متمدن ملک میں موجود ہیں۔ اور کسی جگہ کے مجرم قانون کا اتنا احترام کرنے والے دیکھے گئے ہیں۔

قرأت وتلاوت کلام اللہ کا یہ اثر ہوا تھا۔ کہ زبان آہ ودل کی گرمی بازار ٹھنڈی ہوگئی تھی عکاظ کا میدان پڑا رہ گیا تھا۔ اور یہ عالم ہوگیا۔ کہ اگر نشاط طبع منظور ہے تو اس نور مبین کا ورد ہے اور اگر حصول برکت دیمن مقصود ہے۔ تب کتاب عزیز کا سماع ہے۔

الغرض قرآن مجید کا اثر انسان کے دل وزبان۔ طبع ودماغ اور جملہ حواس وقویٰ پر نہایت مستحکم ہے اور جو اثر اُس کا ایک شخص پر ہے۔ وہی تمام ملک پر بھی ہے۔

فصل چہارم

نمونہ تعلیم

قرآن مجید کی تعلیم و تاثیر کا نمونہ جو شخص انسانی ہستیوں پر دیکھنا چاہے۔ وہ صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کے حالات پر غور کرے۔

اُن کے صبر بر مصائب، تحمل بر نوائب اور ادائے شکر و احسان کے واقعات کو معلوم کرے کہ نہ اہل اسلام کی تواضع، خشیت من اللہ، ہمدردیٔ عامہ، اخوت، نفع رسانی خلائق پاکبازی والا ہمتی، مہمان نوازی کو دیکھے۔

مسلمانوں کے اصول منزل، اصول تمدن، اصول حکومت کا مطالعہ کرے۔ یہ سب نمونے قرآن مجید کے تیار کردہ ہیں۔

ایرل ٹیلر نے جو کپتان کا درجہ رکھتا تھا۔ اپنی ۱۲ مئی ۱۸۸۶ء والی تقریر میں جو دولو ہمپٹن میں چرچ کانگرس کے سامنے دی تھی۔ صاف طور پر کہا تھا۔

کہ افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا۔ وہاں سے زنا۔ قمار بازی۔ دختر کشی عہد شکنی۔ قتل و غارتگری۔ وہم پرستی۔ شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہیں۔

مگر جب اُسی ملک کے دوسرے حصہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قدم جمایا۔ تو اُن لوگوں کو رزائل بلا میں اور زیادہ راسخ کر دیا۔[1]

قرآن مجید اپنے نمونہ کی بابت خود فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ اے ایمان والو۔ تم بہترین گروہ ہو۔ جو انسانوں کی نفع رسانی کے لئے بنائے گئے ہو۔

صہیبؓ کا حال پڑھو۔ جو آہنگر تھے۔ قریش نے انہیں ہجرت مدینہ سے روک دیا۔ وہ اپنا

---

[1] ملخص از اخبار سینٹ جیمس گزٹ لندن مطبوعہ ۸ اکتوبر ۱۸۸۶ء

تمام امدوختہ ان ظالموں کو دے کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں تبلاؤ کہ یہ ایثار اُن کو کس نے سکھلایا +

ام سلمہؓ کی سیرت پر غور کرو۔ یہ شوہر سے جدا کی گئیں۔ اور گود کا بچہ ان سے چھین لیا گیا۔ مگر وہ یکہ و تنہا خدا کی راہ میں تین سو میل کا لمبا سفر اختیار کرتے ہوئے ذرا نہ ہچکچائیں۔ اور رسول اللہ کے شہر کی طرف اکیلی چل دیں۔ یہ جرأت یہ قربانی یہ جذبہ اُن میں کہاں سے پیدا ہوا۔

خطاب کا بیٹا عمر فاروقؓ جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا۔ اور پھر بھی باپ کی سخت و درشت خوئی سے سہما رہتا تھا اپنی خلافت کے ایام میں بائیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرتا تھا۔ اُس کی عدالت گستری اور عدل پروری اور رعایا نوازی اور دینداری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لئے موجب غبطہ رہا۔

غور کرو۔ کہ حکمرانی کی یہ قابلیت اور کشور کشائی کی یہ اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے سرِ اعظم اُس کے زیر نگیں تھے۔ اسی قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ تھی۔

خالد بن ولیدؓ کے جنگ موتہ میں اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت روما کی تو اعد دان اور آئینی فوج تھی۔ اپنے رضا کاردل کی معیت و معاونت سے شکست دے دی تھی۔ سوچو کہ ان لوگوں میں یہ عزیمت یہ ہمت یہ استقلال یہ ثبات۔ یہ پامردی۔ یہ شجاعت یہ قربانی۔ یہ جان بازی کیونکر پیدا ہو گئی تھی۔ اگر فکر صحیح تلاش صادق سے تجسس کیا جائے۔ تو ان سب ترقیات کا سبب اوّلے قرآن کریم ہی نکلے گا۔ جو رسول کریمؐ کی طفیل ان شیدائیان ایمان کو حاصل ہوا تھا +

(۵)

قبولیت قرآن

قبولیت میں تداول بین الناس اور کثرت اشاعت بھی شامل ہے۔

ذرا غور کرو۔ کہ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایسی کتاب نہیں۔ جسے دن میں پانچ مرتبہ چالیس کروڑ بنی آدم پڑھ لیتے اور سُن لیتے ہوں۔

یہ درست ہے کہ یورپ کے تمول نے مطبوعہ انجیلوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھا دی ہے لیکن صرف اسی امر کو تداول و اشاعت نہیں کہا جا سکتا۔

کیا پنساریوں اور عطاروں کی دکان پر ان کتابوں کو نہیں دیکھا گیا۔
تداول کے معنی ہیں کہ جس مقصد کے لئے تیار کی گئی ہو۔ اُسی میں اُس کا استعمال بھی ہوا ہو۔ اور یہ صفت قرآن مجید ہی پر صادق آتی ہے۔

قبولیت کے معنی میں وہ عظمت و احترام بھی شامل ہے۔ جو کتاب کی نسبت دلوں میں مستحکم ہو گیا ہو۔

اصحمہ نجاشیؓ ابھی عیسائی تھا۔ کہ سیدنا جعفر طیارؓ نے اُسے سورہ مریم سنائی۔ اصحمہ اُس وقت دربار میں بالائے تخت جلوس فرما تھا۔ لیکن وہ بے اختیار رو رہا تھا۔ اور آنسو بہا بہا کر اپنے گلزار محبت کی آبیاری کر رہا تھا۔

عمر فاروقؓ اپنی خلافت کے ایام میں ایک دفعہ مسجد کو آتے آتے بیمار ہو گئے۔ اور ایسے نڈھال ہو گئے۔ کہ راہ ہی میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اور پھر گھر پہنچائے گئے لوگ عیادت کو آتے تھے۔ دریافت سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ آیت عذاب سن کر حالت اتنی متغیر ہو گئی۔

لبید عامری وہ زبردست شاعر تھا۔ جس کے اشعار کی نسبت یہ ضرب المثل جاری و ساری تھی۔

اُكْتُبُوهَا عَلَى الْحَنَاجِرِ كَرِيَاالْحَنَاجِرِ۔ ان شعروں کو اپنی اپنی گردنوں پر لکھ لو۔ خواہ خنجروں کی نوک ہی سے لکھنا پڑے۔

عمر فاروقؓ سے وہ ایک بار ملنے کو آئے۔ تو خلیفہ نے مہمان کی دلجوئی کے طور پر فرمایا کچھ اپنے اشعار سناؤ۔ انہوں نے کہا۔ امیر المومنین جب سے اللہ تعالےٰ نے مجھے قرآن عطا فرمایا ہے۔ تب سے مجھے اشعار میں کچھ مزہ نہیں آتا۔ فاروقؓ نے خوش ہو کر اُن کے وظیفہ میں پانسو روپیہ سالانہ کی بیشی کر دی۔

ابو طلحہ انصاریؓ نے قرآن مجید کی یہ آیت سنی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ نیکی کا اصل درجہ نہیں مل سکتا۔ جب تک کہ اللہ کی راہ میں وہ شے صرف کر دو۔ جو تمہیں بہت پیاری ہے۔ ان کے پاس ایک باغ تھا۔ پچاس ہزار سالانہ کی آمدنی کا اُسی وقت بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کر دیا کہ یہ باغ اللہ کی راہ پیش کرتا ہوں۔

ایسے نظائر جمع کرنے سے صدہا مل سکتے ہیں۔

بڑے بڑے بادشاہوں محمود و صلاح الدین یوسف۔ اورنگ زیب الداخل اور منصور عباسی جیسے باجبروت تاجوروں کو اُن کی خشمگین حالت یا انتقامی صورت سے اگر کوئی چیز روکنے والی ہوتی تھی۔ تو قرآن کی ایک آیت جسے اہل دربار میں سے کوئی ایک شخص کسی گوشہ سے پڑھ دیتا تھا اور بادشاہ کی حالت یہ ہو جاتی تھی گویا آگ کی چنگاری پر منوں پانی آپڑا۔ یہی وہ واقعات ہیں جو قبولیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہی وہ واقعات ہیں جو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ کتاب مجید کی عظمت اور فرقان حمید کی عزت دلوں پر کتنی فرمانروا رہی ہے۔

(۶)

خصوصیات قرآن حمید

ایسی خصوصیات جو اس امام مبین کو صحف سابقہ سے متمیز و بالاتر ثابت کرتی ہیں بہت ہیں اس جگہ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) تعلیم قرآن پاک کا کل عالم کے لئے وسیع اور عام ہونا۔

یہ ایسی خصوصیت ہے جو قرآن مجید ہی کو بالخصوص حاصل ہے۔

جو کوئی شخص توراۃ میں سینکڑوں مقامات پر الفاظ "بنی اسرائیل کا خدا" پڑھے گا۔ اور قرآن مجید میں الفاظ "رب العالمین" دیکھے گا۔ اُسے توراۃ کے مقابلہ میں قرآن پاک کی فضیلت بخوبی آشکار ہو جائے گی۔

اپنی اس خصوصیت کو قرآن پاک خود ظاہر فرماتا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ	یہ کتاب تو ذکر ہے اور قرآن مبین ہے تاکہ ہر
لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا (یٰس)	ایک اُس شخص کو جو زندہ ہے۔ اُس کے بُرے
	انجام سے باخبر کر دے۔

عربی میں مَنْ ذوی العقول کے لئے آتا ہے اس لئے مَنْ نے ہر ایک انسانی فرد کو اپنے اندر گھیر لیا ہے اس کے ساتھ كَانَ حَيًّا کی صفت لگی ہوئی ہے۔ آیت کی عمومیت اور وسعت کا خود ہی اندازہ کر لو۔

ہر ایک وہ شخص جو ذوی العقول کی فہرست میں آسکتا ہے۔ ہر ایک وہ شخص جو زندہ کہلاتا ہے یا کہلا سکتا ہے۔ قرآن مجید اُسے یا الٰہی دلائے۔ قرب سبحانی تک پہنچانے اُس کے عواقب امور سے آگاہ کرنے کا کفیل ہے۔ کیا ان الفاظ میں کسی اور کتاب نے بھی دعوے کیا ہے۔

بقول مسیح نے اپنی بشارت دانجیل کو روٹی اور بنی اسرائیل کو بیٹے اور دیگر اقوام کو کتے بتلایا۔ اور یوں فرمایا ہے۔ مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیں (متی ۱۵ باب ۱۰ تا ۲۸ درس)

(۲) قرآن مبین کی تعلیم کا جامع ہونا۔

میں نے توراۃ و زبور و انجیل نیز دیگر انبیاء کی کتب کو جو مجموعہ بائیبل میں داخل ہیں پڑھا ہے و دید کا کچھ ترجمہ رتر جمہ بجرو سام) دیکھا ہے۔ اس کی تاریخ ترتیب و تالیف کو معلوم کیا ہے کنفیوشس مقتدائے چین اور بدھ بانی بدھ مت کے اصول و تعلیم کو مختلف کتابوں سے اخذ کیا ہے۔ زرتشت و جاماسپ کے احکام کو دیکھا ہے۔ یہ سب پتے اپنے رنگ میں یک فنی ہیں۔

آسانی کے لئے صرف بائیبل پر نظر ڈالو۔ اور دیکھ لو۔ توراۃ میں اخبار و احکام ہیں۔ زبور مجموعہ مناجات ہے۔ انجیل میں امثال و مواعظ ہیں۔

اب قرآن مبین کو پڑھو۔

کہ مواعظ و احکام۔ اخبار و امثال۔ انذار و بشارت کا مجموعہ ہے۔ اس میں صفات الٰہیہ کا بیان ذات ربانی کا ثبوت۔ حصول تقرب کا طریق۔ توحید۔ نوکل و تفویض کا مذکور ایام اللہ کی تفصیل حیات و ممات انسان اور عدم و وجود عالم کا بیان۔ فطرۃ انسانی کی ساخت و شناخت افعال رحمانی کے اسرار۔ قدرۃ ربانی کے نمونے۔ سطوت قہاری کے نتیجے۔ نصرت الٰہیہ کے کارنامے ایسے اسلوب سے بیان ہوئے ہیں۔ کہ

نفس فرومایہ کو رزائل بشریہ سے پاک و صاف اور حیات مادی کے تاثرات سے مبرّا رکھنے مالک و خالق کے سامنے خاضع و خاشع بنانے۔ نور یقین کے حصول اور تجریہ علائق دنیوی اور تشبہ صفات ملکی کے لئے اس سے بہتر و بالاتر کچھ متصوّر نہیں ہو سکتا۔

(۳) آسمانی کتابوں میں سے یہ خصوصیت قرآن مجید ہی کی خاص ہے کہ علوم آخروی و علوم عقلی کے دو دریائے زخار پہلو بہ پہلو جوش مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

معہذا یہ معانیٔ عالیہ ایسے ایسے اسلوب بدیعہ کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ اس سے برابر متمتع ہوتا ہے۔

وہی ایک آیت ہے جو اسحٰق حنین جیسے یہودی فلسفی کو غرقاب حیرت بنا دیتی ہے اور وہی آیت افریقہ کے وحشی کی جیب دل کو گوہر مقصود سے بھر دیتی ہے۔ جس ایک آیت کی تفسیر کرتے کرتے رازی و غزالی نے اعتراف عجز و قصور فہم کیا ہے۔

اُسی سے تہامہ کا بدوی اپنی مشکلات کی کشائش کی راہ پا رہا ہے۔

الحق قرآن حکیم سمندر کی طرح عمیق۔ گہر بردار نفع رساں ہے اور خس و خاشاک نبہات کو اپنی موّاج لہروں سے ساحل پر پھینک دینے والا ہے۔

اُس کے بادقار الفاظ زبان کو اُس کے پر اسرار معانی دکو اپنائے بغیر نہیں رہنے دیتے۔ کیا کبھی کسی اور نثر کتاب کو بھی یہ صفت سنی ہے۔ جو اوّل سے آخر تک پڑھنے والے کے ورد زبان اور نقش دل ہو۔ اور شبانہ روزی تلاوت پر بھی پڑھنے والے کی طبیعت سیر نہ ہونے میں اور اسرار کتاب ختم ہونے میں نہ آئیں کَلَّا وَاللّٰہِ۔

(۴) خصوصیات قرآن قیم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جس طرح مشرق سے مغرب تک کے لئے ہدایت نامہ دین و دیانت ہے۔ اسی طرح وہ شمال سے جنوب تک کے لئے ملکی قانون بھی ہے۔

اس کی تعلیم کسی قوم اور کسی ملک کی زبان کے لئے محدود نہیں۔

اُس کے ارشادات انسانی فطرت صحیحہ کے مخالف نہیں۔

وہ یہودیت کی طرح جنت کو نسل واحد کی جاگیر نہیں بناتا۔

وہ تقرب الی اللہ کے لئے کل دنیا کو واحد خاندان کا دست نگر نہیں ٹھہراتا۔

وہ عیسائیت کی طرح انسان کو فوق از حیلت احکام کی تعلیم نہیں دیتا۔

وہ ناقابل تعمیل احکام کا خود کو مجموعہ نہیں بناتا۔

وہ دولتمندوں کو آسمانی بادشاہت سے خارج نہیں کرتا۔

وہ پرستارانِ مالک کے لئے تزویج و تاہل کو قابل نفرت و مذموم نہیں بتاتا۔

اگر کسی کتاب نے روئے زمین کے شاداب ترحصوں پر بطور تین سلطنت کبھی حکومت

کامیاب کی ہو۔ اگر کسی کتاب نے جمیع بنی آدم کو رنگت اور قومیت نسل اور ملک کے امتیازات سے بالاتر رکھ کر سب کو اپنے فیض سے یکساں مستفیض بنایا ہو۔ جیسا کہ اس کتاب قیم نے کیا تو اس کا نام لینا چاہیے۔

(۵) قرآن ذی الذکر کے خصائص میں سے ایک یہ ہے۔ کہ وہ ہر ایک پاک مذہب اور اُس کے مقدس ہادیان و داعیان مذہب اور اُن کی تعلیمات صحیحہ کی تائید کرتا ہے۔

وہ کسی صداقت کی تکذیب کا ارادہ بھی نہیں رکھتا۔

اس خصوصیت عجیبہ میں کیسی سلامت روی، امن پسندی، معدلت گستری، و صداقت پروری آشکار ہے۔

قرآن تو اپنا نام مُصَدِّقٌ لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ رکھتا ہے اور راست بازوں کی تصدیق کرنا ہی اپنا مقصد اوّلین بتلاتا ہے۔

(۶) خصائص قرآنیہ میں سے ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے، کہ وہ قَوْلٌ فَصْلٌ ہے اور اُن تمام پیچیدہ مسائل میں جن کو افکار انسانی حل نہ کر سکے تھے۔ یا جن کو کتب سماویہ نے ملتوی چھوڑ دیا تھا۔ اپنا قطعی فیصلہ سناتا ہے۔

ایسے مسائل بہت ہیں مثلاً

مسئلہ عرفان صمدانی۔ مسئلہ صفات ربانی
مسئلہ بقائے روح و ارتقائے روح
امتیاز خالق و مخلوق
مسئلہ شفاعت و اعمال
مدارج صبر و شکر
ماہیت عبادت و استعانت
حقیقت نصرت الٰہیہ و معیت ربانیہ
مرتب دعا و قبولیت

مسئلہ وجود و شہود
ماہیت نجات۔ کیفیت رضوان
فرق رازق و مرزوق
مسئلہ سزا و جزا۔
منازل توکل و تفویض
روحانیت انس و محبت
مسئلہ گناہ و حقیقت توبہ
رہبانیت و تاہل
طلاق و وراثت۔
حقوق اولاد۔ حقوق جار
حقوق والدین۔ حقوق زوجین
حقوق جنس۔ حقوق انسانیت

حقوق عمران۔ فرائض
حقوق قوم۔ حکومت شخصی و جمہوری
ماہیت فساد و فیوض امن
حدود و عدل۔ اور فسحت رحم
آئین استبداد۔ وغیرہ وغیرہ

محارم۔ شفعہ
شوریٰ و امارت۔
مکنت ارضی اور تمکن دینی
راعی و رعیت

قرآن پاک نے ان مسائل میں یا ان کے اشباہ و امائل میں جو فیصلے دیئے ہیں۔ اُن کا لطف اُس وقت آتا ہے۔ اور ان کی اعلیٰ شان اُس وقت نظر آتی ہے جب فیصلے سے پیشتر متخاصمین کے بیانات کو بھی سُن لیا جائے۔

اللہ اکبر کیسی کیسی افراط میں نکلی ہوئی۔ اور کیسی کیسی تفریط پر گری ہوئی حالتوں کو جادہ اعتدال پر لایا گیا ہے۔ اور کیسی کیسی سنگ لاخ وادیوں اور کج و پُر پیچ گھاٹیوں میں سے صراط مستقیم کی شاہراہ تیار کر دی ہے۔

بیشک یہ اُسی قادر مطلق اور حکیم برحق، کا کام ہے۔ جس کا علم ماضی و حال و استقبال پر حاوی ہے اور جس کو انسان کی فطرت کا علم کامل اور تربیت پر کلی اقتدار حاصل ہے

۱۷، اس کتاب کا "دیت نبیہ" کی ممتاز خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اُس کا پیش کرنیوالا ایک شخص واحد ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

وید کو دیکھو۔ اُس کی ہر ایک شرتی کے ساتھ نبی نام ضرور لکھے ہوتے ہیں آریاؤں کی حالیہ تحقیقات یہ ہے۔ کہ ان میں سے ایک مذکر نام اُس رشی کا ہوتا ہے۔ جسے یہ شرتی اکاس سے ملی۔ اسلامی الفاظ میں یہ مطلب ہوا کہ یہ وہ شخص ہوتا ہے جس پر کلام اُترا۔

اگر ان ناموں کا شمار کیا جائے۔ تو اُن کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ جاتی ہے اور اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ وید کو پیش کرنے والے سینکڑوں رشی ہیں۔ جن میں بلحاظ زمانہ بھی صدہا سال کا تفاوت ہے۔

بائیبل کو دیکھو کہ یہ موسیٰ یشوع۔ مصنف قاضیوں۔ سموایل۔ مصنف سلاطین۔ مصنف تواریخ عزرا۔ نحمیاہ۔ مصنف کتاب روت۔ مصنف کتاب استر۔ ایوب۔ داؤد صاحب زبور۔ سلیمان صاحب امثال و غزل الغزلات۔ واعظ۔ یسعیاہ۔ یرمیاہ۔ حزقی ایل۔ دانی ایل۔ ہوشیع۔ یوایل۔ عاموس

عہدیاہ۔ یرمیاہ۔ مکہ۔ نحوم۔ حبقوق۔ صفنیاہ۔ حجی۔ زکریا۔ ملاکی کے الہامات یا تصنیفات کا مجموعہ ہے۔

علیٰ ہذا انجیلوں کو دیکھو کہ متی۔ مرقس۔ لوقا مع اعمال۔ یوحنا۔ پولوس۔ یعقوب۔ پطرس یوحنا شاگردان مسیح کے علمی کارنامے ہیں۔

مگر قرآن مجید کا مبلغ اول اور معلم تحیتی صرف ایک ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس صحیفہ کا نزول اُسی کے ذریعہ آغاز اور اُسی کے ذریعہ سے اختتام ہو جاتا ہے۔ اور بایں ہمہ یہ مصحف مقدس اپنے مضامین میں مکمل رہا اپنی تبلیغ میں کامل۔ دعوت الی اللہ میں یگانہ۔ رشد و ہدایت اور نور و حکمت میں وحید و یکتا ہے اور اپنے موضوع و مفہوم کے اتمام میں دوسری کتاب کا احتیاج سند نہیں حاکہ رگ دید بجز دید کا۔ اور بجز دید سام دید کا۔ اور اتھروان دیدان تینوں کا محتاج ہے۔

نئے عہد نامہ کی تکمیل پرانے عہد نامہ کے بغیر نہیں ہوتی۔ اور کتاب الاعمال کے بغیر اناجیل اربعہ کے مضامین ناقص رہ جاتے ہیں۔ حواریوں کے خطوط تو تتمے ہی ضروری ہیں جیسا کہ خود انجیل اس سے قرآن پاک کی برتری و فوقیت اور جامعیت و کاملیت کا اندازہ فہم میں آسکتا ہے۔ اگرچہ صحیح اندازہ کے لئے ضروری ہے کہ مضامین پر عبور تام بھی ہو۔

(۸) خصوصیات قرآن مبارک میں سے یہ بھی ہے کہ اُس کا اسلوب کلام نہایت شستہ و مہذب ہے۔ وہ کبھی کوئی عش لفظ یا حیا سوز فقرہ کا استعمال ہی نہیں کرتا۔

کتاب خرقی ایل کو پڑھو۔ جس میں خدا نے بندوں کو اپنی دو جورو دل اہولا۔ اور اہولیا کا قصہ سنایا ہے۔ اُمید ہے کہ عیسائی فاضل بھی اس قصہ کو ایک تمثیلی بیان ہی خیال کرتے ہوں گے۔ مگر غور کرو کہ یہ تمثیلی بیان کیا کسی مرد کو اس کی عورت سے حسن ظن باقی رہنے دیتا ہے۔ کیا انسانی کنبہ اس نورانی جوڑے سے بڑھ کر کسی اور نمونہ کی تمنا کر سکتا ہے۔

ہاں ذرا الفاظ کو دیکھو کتنے گرے ہوئے ہیں۔

غزل الغزلات میں ایک نوجوان چھوکری اپنے محبوب پر۔ اور کوئی نوجوان لڑکا اپنی محبوبہ پر اظہار محبت کرتا ہے۔

ب۔ عیسائیوں نے اچھا کیا کہ محبوب پر دعلم کو بتلا دیا۔ اور محبوب مسیح کو اگرچہ اس کے کسی خاص جزو کی تاویل کا اشارہ تک نہ تھا۔ اس بیان میں۔ مرد اپنی محبوبہ کو کہے میری بہن اے میری زوجہ

کہہ کر مخاطب کرتا ہے (غزل الغزلات ۴ باب ۹ و ۱۰)

کیا اس اسلوب کلام کو زمانہ حال پسند کرتا ہے یا زمانہ گذشتہ میں یہود میں باہمی خطاب کا یہ طریق جاری تھا۔

ج۔ بائیبل کی تمام کتابوں میں یہودیوں کی بدکاری کو یروشلم کی بدکاری بتلایا گیا ہے۔ پھر یروشلم کو عورت فرض کر کے اس کی برہنگی کے متعلق ایسے ایسے سخت و درشت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جن کی بابت مجھے امید ہے کہ وہ کسی گرجا کی محراب میں لیڈیز جنٹلمین کے سامنے بطور وعظ کبھی بھی نہیں پڑھے گئے ہوں گے۔

د۔ حزقی ایل ۲۳ باب کا ۱۰ درس پڑھو۔ بہن بھائی ماں۔ بیٹا۔ باپ۔ بیٹی کا ذکر نہیں۔ بلکہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی شریف میڈم اپنے شوہر کے سامنے اور کوئی نوبلین اپنی لیڈی کے سامنے ان الفاظ کو پڑھ سکتا۔ اور لفظوں کا مطلب بتا سکتا ہے۔

الف۔ یجروید میں ادھیا ۱۹۔ منتر ۷۶

ب۔ ادھیا ۱۹۔ منتر ۸۸

ج۔ ادھیا ۲۰ منتر ۹

د۔ ادھیا ۲۵ منتر ۷

کہ کیا کوئی گورو اپنی شاگرد لڑکی کو بیاہ بندی شرمو دھیا پڑھا سکتا اور ان کا مطلب بتا سکتا ہے۔

قرآن مجید تو الفاظ کا استعمال ایسی اعلےٰ لطافت سے فرماتا ہے کہ یہ اسی کا حصہ ہے۔ حاجت ضروری سے فارغ ہونے کا ذکر کرتا تھا۔ تو فرمایا اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ غائط اس نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔ جہاں ایسی رفع حاجت کے لئے انسان اوجھل ہوا کرتا ہے۔

الغرض قرآن مجید کا اس مادہ میں درجہ بہت بلند اور بہت روشن ہے۔

فصل پنجم

قرآن مجید کا مصنف

ایک مثل مشہور ہے: "سخن شاہ بادشاہ سخن" عربی میں ہے "کلام الملک ملک الکلام" قرآن مجید اُس شہنشاہِ حقیقی اور ملک الملکوت عالم کا کلام ہے جس نے کلام کو پیدا کیا۔ اور گوشت کے ٹکڑے کو بولنا، ہڈی کو آواز کا سننا۔ اور عصبات کو اُن کا سمجھنا سکھلایا۔ وہ جس کے حکم سے ایک ماں باپ کی اولاد میں اس قدر اختلافِ السنہ اور تباین لغات پیدا ہوا۔

بعض عیسائی مصنف جو تحقیق کے پردہ میں تعصب کو چھپائے رکھتے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی خوبیوں کو تسلیم کر لینے کے بعد قرآن پاک کو کلام محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم بتلاتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ

(۱) کیا قرآن جیسی کتاب کا مصنف کہلانا بجائے خود ایک اعلیٰ عزت نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ کہ نبی صلعم نے ایسی اعلےٰ تصنیف کے مصنف ہونے کی عزت سے خود کو محروم رکھا۔

(۲) کیا قرآن پاک جیسی تصنیف کا مصنف جھوٹ جیسی رذیل صفت سے آلودہ ہو سکتا ہے؟ کیا وہ کتاب جس نے لاکھوں کو صداقت سکھلائی اور جس نے گنتی کے سالوں میں عرب کی کایا پلٹ دی۔

اور وہ کتاب جس نے زندہ حی القیوم خدا کی ہستی کا اعتقاد دلوں میں قائم کر کے کروڑوں بنی آدم کو حیات جاوید سے بہرہ اندوز کر دیا؟

کیا ایسے دل، ایسی زبان سے نکل سکتی ہے جو خود صادق نہ ہو۔

ان دونوں امور پر غور کرو۔ تمام دنیا کے مصنفین کا رویہ ہماری تائید میں ہے۔ اور فلسفہ فطرت انسانیہ اس صداقت کا مصدق ہے۔

اب ہم خود عیسائیوں کی دی ہوئی بائبل پر توجہ کرتے ہیں۔
بائبل سے اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا۔ کہ دنیا میں کلام اللہ بھیجے جانے کی خبر بزرگوں سال پیشتر سے دی گئی تھی۔

(۱) موسیٰؑ قوم کے پاس احکام عشرہ کی الواح لاتے ہیں۔ قوم اُن الواح پر شک کرتی ہے۔
(۲) قوم کا مطالبہ ہے کہ اسرائیل کا خدا خود اُن کی موجودگی میں موسیٰؑ سے کلام فرمائے۔
(۳) موسیٰؑ برگزیدگان قوم کو طور پر لے جاتے ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد تاریکی چھا جاتی ہے بادل سب کو گھیر لیتے ہیں۔ ہوائیں تند ہی و تیزی سے چلنے لگتی ہیں۔ بجلیاں کوندتی ہیں۔ گرج پر گرج کی صدائیں دلوں کو ہلا دیتی ہیں۔ بھونچال آتا ہے۔ پہاڑ کانپ رہا ہے۔
(۴) ان حالات کو دیکھ کر بنی اسرائیل چلا اُٹھتے ہیں۔ اور موسیٰؑ سے کہتے ہیں۔
"اے موسیٰ تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں۔ لیکن خدا ہم سے نہ بولے۔ کہیں ہم مر نہ جائیں۔
کتاب خروج ۲۰۔ ۱۹۔ کتاب استثناء ۱۸۔ ۱۶"
یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ اور سب لوگ طور سے اپنی اپنی جان بچا کر خیمہ گاہ میں پہنچ گئے۔
(۵) بنی اسرائیل کی اس کے بعد یہ درخواست ہوتی ہے کہ خدا اپنا کلام موسیٰؑ کے منہ میں رکھ دے اور وہ قوم کو سنا دیا کرے۔
(۶) اس درخواست کو اللہ تعالیٰ نامنظور فرماتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ خدا کا کلام ایک اور نبی کے منہ میں رکھا جائے گا۔ وہ نبی اللہ اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ وہ نبی جو کچھ خدا سے سنے گا۔ وہ سب لوگوں سے کہے گا اور ایسا ہوگا۔ کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ نبی میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا۔ تو اُس کا حساب خدا لے گا۔ استثناء ۱۸ باب ۱۸ و ۱۹ درس)

اب براہ مہربانی یہودی و عیسائی ان واقعات بالا کو خیال میں رکھیں اور پھر ہمکو بتائیں کہ سوائے مولانا محمد مصطفےٰ صلعم کے سوا اور وہ کونسا نبی ہے۔ جس کے منہ میں خدا کا کلام رکھا گیا۔ وہ کونسا نبی ہے جس نے یہ بتایا ہو۔ کہ "اُس کے منہ میں خدا کا کلام ہے"۔
ہم ان دونوں سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز کسی ایسے نبی کا نام نہیں بتلا سکیں گے جس نے زبان سے اتنا فقرہ استعمال کیا ہو۔ کہ اُس کے منہ میں اللہ کا کلام ہے"۔
کلام اللہ کا سنانا تو امر دیگر ہے۔

یہی بات وہ ہے جو حق پوش اہل کتاب پر رب العالمین کی سب سے بڑی حجت ہوگی۔ اور جس پر یوم الدین کو خدا کی عدالت قائم ہوگی۔

جواب دینے سے پیشتر بلعیاہ کا فقرہ بھی یاد رکھنا چاہئے "دیکھو امی کو کتاب دی گئی ہے" بہودیوں عیسائیوں کو بتلانا ہوگا کہ "امی صاحب کتاب" اور کون ہے۔

اے یہودیو۔ اے نصرانیو وہ امی تو محمد رسول اللہ صلعم ہی ہیں۔ جن کا علم ہمیشہ نبی لاتی ہا ہنا میں اور کسی نبی کا لقب یا علم کبھی لاتی کبھی نہیں ہوا۔ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

فصل ششم

قرآن ذی الذکر کی پیشینگوئیاں

جو لوگ قرآن پاک کو تصنیف محمد صلعم بتلایا کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں۔ جو حضورؐ کا نبی صادق ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

کیا ایسے اشخاص اس امر کی کوئی توجیہ کر سکتے ہیں کہ ان کی حالت مزعومہ کے ہوتے ہوئے قرآن مجید کیونکر آنے والی مغیبات کو بیان کرتا اور زمان پیشین و مستقبل کے متعلق پیشگوئیوں کا اعلان فرماتا ہے۔

اتمام حجت منکرین۔ اور انشراح صدر مومنین کے لئے ان پیشگوئیوں کا ذکر بطور تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جو قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ اور چودہ صدیوں کا عہد طویل شہادت دے گا کہ نزول قرآن پاک کے بعد سے آج تک ان میں سے کس طرح وہ پیشگوئیاں تواتر دنیا کے سامنے حرف بحرف اور بہو بہو پوری ہوتی رہی ہیں۔

فصل قرآن عظیم کے متعلق سات پیشگوئیاں

اوّل۔ قرآن کریم کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ اے رسول سب سے کہ دیجئے۔ کہ اگر سب انسان اور تمام جن بھی جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد و اعانت بھی کریں اور پھر وہ اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنانا چاہیں۔ تو وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے۔"

الفاظ دعویٰ کی شوکت اور قوت غور کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے

عہد نبوت قرآن پاک کو کلام محمدؐ کہنے والے ذرا غور کریں کہ زبیر و نابغہ۔ امرء القیس و عنترہ جیسے لوگوں کے لئے یہ دعویٰ کتنا ذلیل کن ہے۔

وہ ..... جو اپنے اپنے کلام کو ہرن کی جھلیوں پر آب زر سے لکھوا کے اور بایام حج عام دیوار کعبہ پر آویزاں کیا کرتے تھے۔ کیوں اس دعویٰ کے بطلان پر آمادہ نہ ہوئے ..... وہ ابولہب۔ ابوجہل۔ کعب بن اشرف۔ سلام مشکم جیسے قریشی و یہودی جنہوں نے اسلام کو تباہ کرنے کی دھن میں زر و مال اور نفوس و اولاد کو قربان کر دیا تھا۔ کیوں ایسی آسان تدبیر کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شخص جو اُن ہی میں پلا اور بڑھا ہے اور جو وہی زبان بولتا ہے جو اُن سب کی ہے۔ اور پھر وہ ان کے پیارے مذہب اور مرغوب رسوم اور پسندیدہ عادات اور اُن کے برگزیدہ معبودوں کے خلاف جوش دلانے والے الفاظ کا استعمال کر رہا ہے اور اپنی صداقت کی تائید میں ایک کلام کو جو اُس کے منہ سے نکلی ہے بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ ان سب حالات کی موجودگی میں بھی کوئی شخص اُس جیسی زبان نہیں بول سکتا۔ اور کوئی شخص مثل کلام پیش کر کے اُس کی تحدی کو باطل نہیں ٹھہرا سکتا۔

عہد حاضرہ اچھا اُس وقت کا ذکر چھوڑو۔ اب زمان حاضرہ پر نگاہ ڈالو۔ شام۔ بیروت۔ دمشق۔ مصر اور فلسطین میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود ہیں۔ جن کی مادری زبان عربی ہے۔ جو عربی زبان میں نثر لکھنے پر قادر ہیں۔ جن کی ادارت میں اخبار۔ جرائد اور رسائل اشاعت پذیر ہیں۔ وہ آج کیوں

اس دعویٰ قرآن کے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو جاتے؟ ان میں تو ایسے ایسے ادیب، ماہر زبان بھی موجود ہیں۔ جنہوں نے لغات عربیہ پر قطر المحیط۔ المنجد۔ اقرب الموارد اور المحیط جیسی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ وہ کیوں قرآن جیسی کتاب لکھنے کی سعی نہیں کرتے؟ وہ کیوں دس سورتوں کے برابر ہی نہیں لکھتے۔ وہ کیوں ایک ہی سورۃ کے برابر لکھنے کی جرأت نہیں کرتے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی شخص جتنا زیادہ عربیت کا ماہر اور ادب میں ید طولیٰ رکھنے والا ہے اُس پر اُتنا ہی زیادہ رُعب کلام قرآنی کا غالب آجاتا ہے۔

..... آج عیسائیت کی اشاعت میں کروڑوں۔ اربوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ لیکن جس شے کو قرآن حکیم نے تحدّی بنایا۔ اُس پر کوئی بھی قلم اٹھانے کا حوصلہ نہیں کرتا۔

..... معترض عہد نبوی صلعم کے متعلق شاید یہ کہہ سکتا تھا کہ محمد صلعم نے اپنے وقت کے مشہور مشہور زبان آوروں کی قابلیت کا اندازہ کرنے کے بعد ایسا دعویٰ کر دیا ہو گا۔

لیکن وہ اس ساڑھے تیرہ صدیوں کے زمانہ کی خموشی کی بابت کیا توجیہ پیش کر سکتا ہے

دوسری پیشگوئی

کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

ہاں۔ ہم نے ہی اس قرآن کو اُتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی ضرور ضرور رکھیں گے۔

اس وعدہ کی وقعت اور حفاظت قرآنی کی عظمت۔

الف۔ اس وقت سمجھ میں آتی ہے۔ جب صحف سابقہ کا تھوڑا سا حال معلوم ہو جائے۔

(۱) توراۃ موسیٰؑ کا خمیر مایہ وہ دو الواح تھیں۔ جو موسیٰ کو کوہ طور پر لکھی لکھائی دی گئی تھیں ہر دو الواح اُسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ جب موسیٰؑ نے میدان میں آکر لشکر کو گوسالہ پرستی میں مصروف پایا تھا۔ کلیم اللہ غیرت ایمانیہ سے بے تاب ہو گئے۔ دو میں پھینک دیں اور بھائی کو جا پکڑا۔

اس واقعہ کے بعد یہ احکام عشرہ اور دیگر احکام شریعت موسیٰؑ ہی کی حیات میں لکھے گئے اور عہد کے صندوق میں رکھے گئے (استثناء باب ۱۰ ع ۵) یہی ایک نسخہ تھا جس کی بابت توقع

کی جاسکتی ہے کہ داؤدؑ کے عہد تک خیمہ عبادت میں بحفاظت موجود رہا ہو لیکن سلاطین اول باب سے واضح ہے کہ جب عہد کا صندوق خیمہ عبادت سے ہیکل سلیمانی میں لایا گیا تو پتھر کی دو شکستہ لوحوں کے سوا صندوق میں اور کچھ نہ تھا۔

اب ہم کو بلا کسی سند کے فرض کر لینا چاہئے۔ کہ سلیمانؑ نے کس طرح توراۃ کی شریعت کو جمع کر لیا ہوگا۔ اور پھر عہد کے صندوق میں اُسے رکھوا دیا ہوگا۔ لیکن یہ مسلمہ ہے کہ ہیکل میں جو نسخہ بھی موجود تھا۔ اُسے بھی بخت نصر نے ہیکل کے ساتھ ہی جلا ڈالا تھا۔ یہ حادثہ ۵۸۶ ق م میں واقع ہوا۔

دارا شاہ ایران کے عہد میں زرو بابل وغیرہ سرداران بنی اسرائیل نے ہیکل کو از سر نو تعمیر کیا تھا۔ کتاب کی بھی تلاش ہوئی۔ مگر نہ ملی (دیکھو کتاب عزیر) تب حضرت عزیرؑ نے اپنی یادداشت اور حبی وذکریا کی امداد سے پھر کتاب کو تیار کیا۔ جسے یہودی توراۃ کہتے ہیں (اسی کا ترجمہ یونانی زبان میں ابن توکس کے حکم سے ہوا) یہ واقعہ ۳۰۰ ق م کا ہے۔ پھر ابن توکس جہارم کے وقت میں جب یہ بادشاہ ملک مصر پر حملہ آور ہوا تھا اُس کے سپہ سالار نے اُس نسخہ کو اور ہیکل کو جلا ڈالا۔ یہودیوں کی تمام کتابوں کی تلاش کی گئی اور سب کو سوخت کر دیا گیا۔ اور یہودیوں کو بت پرستی کا حکم دیا گیا یہ واقعہ ۱۶۷ ق م کا ہے۔ ایک بوڑھا کاہن اپنے تین فرزندوں کے ساتھ زبان بچا کر اپنے وطن شہر موذن کو بھاگ گیا تھا۔ اُس کے فرزند مقابیس نے ایک کتاب دو جلدوں میں لکھی۔ جو اُسی کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہود کے چند فرقے اسی کو اسلامی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔

واقعات بالا پر پورا پورا غور کرو۔ اصلی کتاب کے الفاظ رہنے کی کوئی بھی اصلیت نظر آتی ہے؟

(۲) اب انجیل کی سرگزشت سنو۔ انجیل کے نام سے عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور ہیں۔ انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا۔

متی کی انجیل سب سے پہلے عبرانی زبان اور شہر یہوذا (واقع شام) میں لکھی گئی۔ لیکن اس عبرانی نسخہ کا وجود دنیا سے ناپید ہے۔ اُس کا ایک ترجمہ یونانی زبان کا ملتا ہے۔ لیکن کوئی عیسائی بادری نہیں بتا سکتا۔ کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا اور کس شخص نے کیا۔

موجودہ کتاب کا یہ حال ہے کہ اس کے باب اوّل و دوم کو شارح انجیل نورٹن صاحب نے بمقابلہ لوقا صحیح تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اقرار کیا ہے کہ یہ دونوں باب اصل مصنف کے لکھے ہوئے ہیں۔ (کتاب الاسناد صفحہ ۵۲ نسخہ مطبوعہ ۱۸۳۷ء)

لوقا مصنف انجیل پولوس کا شاگرد ہے۔ اس نے مسیح کو نہیں دیکھا۔ اور اُس کے استاد نے بھی مسیح کی زندگی میں اُس کی مخالفت ہی کی۔ لوقا نے اپنی انجیل انطاکیہ شہر میں بزبان یونانی لکھی تھی۔ لوقا نے اپنی انجیل کے شروع میں تحریر کیا ہے کہ وہ واقعات کو صحت کے بعد تحریر کرتا ہے بزرگوار لوقا کے اس اعلان کے بعد یہ امید کرنا بالکل درست تھا۔ کہ واقعات مندرجہ انجیل لوقا ضرور ہی صحیح ہوں گے۔ لیکن انجیل کا وہی شارح فاضل نورٹن لکھتا ہے۔

"جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے اُن میں جھوٹی روایتیں بھی شامل ہو گئی ہیں۔ اور اُس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا ہے اور اس زمانہ میں سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ (کتاب الاسناد صفحہ ۱)

قابل غور یہ ہے۔ کہ جس کتاب میں سچ سے جھوٹ کا تمیز کرنا بھی مشکل ہو جائے۔ وہ کہاں تک محفوظ کہلانے کی مستحق ہے۔

مرقس شمعون پطرس کا شاگرد ہے۔ اس نے بھی انطاکیہ ہی میں اپنی کتاب کو یونانی زبان میں لکھا۔ مرقس اور لوقا کے مضامین میں بہت اختلاف ہے۔

یوحنا بن زبدائی کی انجیل غالباً بلحاظ سنہ تصنیف سب سے آخری ہے۔ اس نے بھی اپنی کتاب کو یونانی زبان ہی میں لکھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ مسیح کا شاگرد تھا۔ لیکن اس کی تصنیف میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا بہت اثر شامل ہے۔

تمام عیسائیوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اناجیل اربعہ میں سے کوئی انجیل بھی مسیح پر منجانب اللہ نازل شدہ نہیں۔ بلکہ یہ کتابیں اُنہی مصنفین کی تصنیف ہیں۔ جن کے نام سے یہ موسوم ہیں اب ان کتابوں کا تقدس اس طرح قائم کیا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے اِن کتابوں کو روح القدس کی مدد اور یاوری سے لکھا تھا۔ اگر یہ امر صحیح ہے تو ان چاروں کے مضامین میں تناقض اور تضاد نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن ان میں اتنا تناقض موجود ہے کہ تطبیق دینا سخت دشوار ہے۔ ڈم کلارک۔ نورٹن اور ہالڈن صاحب انجیل کے مشہور شارح ہیں۔ تینوں کا متفقہ قول ہے کہ تطبیق

کی کوئی صورت موجود نہیں۔

پادری فرنچ کو اقرار ہے۔ کہ ان انجیلوں کی چار پانچ آیتوں میں تحریف بھی ہوئی ہے۔ نیز وہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان میں چھوٹی موٹی تیس ہزار غلطیاں موجود ہیں۔

چار دل انجیلوں کا مجموعہ ایک سو صفحے سے زیادہ نہیں۔ ایک سو صفحے کی تحریر میں تیس ہزار غلطیاں موجود ہوں تو کتابوں کے محفوظ رہنے کا خیال کرنا بھی عقل سے دور ہے اور اس سے زیادہ نتیجہ اخذ کرنا ہمارے اس مضمون کے موضوع سے زائد ہے۔

(۴) اب پارسیوں کی کتاب کا حال سنو۔ ایرانی قوم بڑی قدیم قوم ہے اُن کی کتابیں کبھی موجود ہوں گی۔ لیکن کتاب ژند تو زرتشت کے عہد سے بھی پہلے نادر الوجود ہو چکی تھی۔

کہتے ہیں کہ ژند کے پچیس باب تھے اور اب صرف انیسواں "وندیداد" پایا جاتا ہے۔ ژند کے بعد اس کا درجہ پاژند نے حاصل کر لیا۔ لیکن سکندر مکڈونی کی فتح ایران کے بعد وہ بھی عنقا ہو گئی۔ سکندر کے بعد تین سو سال تک طوائف الملوکی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی۔ جب اردشیر بابکان ایران کا بادشاہ بنا۔ تب ژند و پاژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی اور اسی کو آسمانی کتاب کا درجہ دیا گیا۔ لیکن جب مانی نے اپنا مذہب چلایا۔ تب دساتیر کو بھی تلف کر دیا گیا۔ مانی کے بعد مزدک نے اپنا مذہب رائج کیا۔ اور اس نے پارسیوں کی مذہبی کتابوں کو اچھی طرح سے تباہ اور نابود کر دیا۔ یہ سب واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں۔

دساتیر کے متعلق اہل تحقیق کا بیان ہے کہ وہ صرف دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ صبح و شام کو پڑھے جانے والی دعائیں اس میں درج ہیں۔

آستا[1] بابت یہ بھی مشہور ہے کہ وہ نزول قرآن کے بعد لکھی گئی۔ اور اسی کتاب کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ ثبت کیا گیا۔ بنام ایزد۔ بخشائندہ۔ بخشائش گر۔ مہربان دادگر۔ اسی فقرہ کا ترجمہ قدیم دری زبان میں کر دیا گیا۔ تاکہ اُس کی قدامت بہت قدیم ہو

---

[1] خرد کے معنے وہ سنگ چقماق ہے جس سے آگ نکلتی ہے۔ کتاب کا نام اس لئے ژند ہوا کہ اس کے اندر بھی روشنی موجود ہے۔ اس کی شرح کا نام پاژند ہوا۔ پاژند وہ لوہے کی میخ ہے جو چقماق پر آگ نکالنے کے لئے ماری جاتی ہے۔ اس کی شرح کا نام استا ہوا۔ سخندان پارس صفحہ

جائے ناخوشید شمنائے ہرشندہ۔ ہرشنگر زمربان فرد بیدار"۔

مندرجہ بالا حالات سے پتہ لگ جاتا ہے کہ سکندر کی غارتگری کے بعد اس قوم کے پاس کوئی ایسا صحیفہ موجود نہ تھا۔ جو آسمانی کہلانے کا مستحق ہو۔

(۴) ہندوستان میں نہایت قدیم کتاب "وید" سمجھی جاتی ہے۔ وید کی عزت کو آریہ اور سناتن دھرمی دونوں تسلیم کرتے ہیں۔

اس اجمالی اقرار عظمت کے بعد آریہ اور سناتن دھرمیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے آریہ کہتے ہیں کہ وید صرف منتر بھاگ کا نام ہے۔

سناتن دھرمی کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ بھی اصلی وید ہے۔ برہمن بھاگ اپنے حجم کے اعتبار سے منتر بھاگ سے دوچند زیادہ ہیں۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ وید کو ماننے والی قومیں یا تو ۲/۳ حصہ وید کو اصل سے خارج کر رہی ہیں۔ یا ۲/۳ حصہ حجم کو وید اصلی میں داخل کر رہی ہیں۔ اور بہر دو صورت کتاب مذکور کا غیر محفوظ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

زمانہ حاضرہ میں سب ہندو کہتے ہیں۔ کہ وید چار ہیں۔ مگر منوجی مہاراج کی سمرتی میں صرف تین ویدوں۔ رگ۔ یجر۔ سام کا نام آیا ہے۔ چوتھے وید اتھرو کا نام نہیں آیا۔

سنسکرت کی اور بھی قدیم ترین کتابیں ایسی ہیں۔ جن میں یہی تین نام پائے جاتے ہیں۔ لیکن بعض پرانی کتابیں ایسی بھی ہیں۔ جن میں قریباً ۳۲ کتابوں پر اسم وید کا استعمال کیا گیا ہے۔

..... سب ہندو وید کو خدا ساز بتاتے ہیں۔ مگر نیائے درشن کا مصنف گوتم وید کو کلام انسان بتاتا ہے۔ گوتم اس درجہ کا شخص ہے۔ کہ اس کا شاستر چھ شاستروں میں سے ایک ہے اور ان ہر شش شاستروں کو بطور مسلمہ آریہ اور سناتنی سب تسلیم کرتے ہیں۔

ہندوستان کے مذاہب قدیم میں سے جین مت بھی ہے۔ جینی لوگ وید کے ایک حرف کو بھی صحیح نہیں سمجھتے۔ اور وید کا آکاس بانی ہونا بھی وہ قطعاً تسلیم نہیں کرتے۔ یہ لوگ بھی اپنی قدامت کو ویدوں کے زمانہ سے ماقبل کی بتاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو وید سے قدیم تر ظاہر کرتے ہیں۔

ہمارے ان مختصر مختصر فقرات سے ناظرین بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ حفاظت الٰہیہ نے

مندرجہ بالا کتب میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ اور اسی لئے ہر ایک کتاب کے وجود یا اجزائے وجود پر خود اُسی مذہب کے اشخاص نے شک و گمان اور ظنون و اوہام کے غلاف چڑھا رکھے ہیں ؛

قدرت الٰہیہ نے نہ صرف یہی کیا۔ کہ کتابوں کی حفاظت نہیں کی۔ بلکہ اُس زبان اور لغت کی حفاظت بھی چھوڑ دی۔ جن میں یہ کتابیں لکھی گئی یا نازل کی گئی تھیں۔

ذرا غور کرو۔ عبرانی جو توراۃ کی زبان تھی۔ اور خالدی یا کالدی جو مسیح کی زبان تھی۔ اور دری جو زند و پاژند کی زبان تھی۔ اور سنسکرت قدیم جو وید کی زبان تھی۔ اب دنیا کے کسی پردہ پر کسی براعظم یا کسی ملک یا کسی ضلع یا کسی شہر میں بطور زبان مستعمل ہیں ؟ قدرت نے ان السنہ کو نا پید کرنے سے اپنا فیصلہ قطعی صادر کر دیا ہے۔ کہ اب انسان کو ان کتابوں کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ جو ان زبانوں میں مروج کی گئی تھیں۔

دوم۔ اُس حفاظت الٰہیہ کا اندازہ کرو۔ جو قرآن مجید کے متعلق ہے کہ اُس کا زیر و زبر اور حرف حرف تواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہے۔ ملک چین میں ایک ایک حرف پورے یقین کے ساتھ اُسی طرح پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ مراکو میں موجود ہے۔

اگر حفاظت الٰہی خود کار فرمانہ ہوتی۔ تو ایک ایسی کتاب میں ہزاروں غلطیوں کا ہو جانا نہ صرف ممکن بلکہ ضروری تھا جس کا پیش کرنے والا دَعْ تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ سے مخاطب ہو۔ اَپ تو اپنے دہنے ہاتھ سے خط کھینچنا بھی نہیں جانتے، برہان بالا حفاظت الٰہی کے متعلق قطعی ہے۔

مناسبت مقام سے ہم قرآن مجید کے حروف کے متعلق ایک یادداشت پیش کرتے ہیں۔ حروف کا اندراج اس لئے کیا جاتا ہے کہ تعداد سور و رکوعات و آیات وغیرہ کے متعلق اعداد و شمار عموماً ہر ایک مصحف پر درج ہوتے ہیں۔

نقشہ شمار حروف تہجی

جتنی بار ہر ایک حرف قرآن مجید میں آیا ہے

الف	۴۸۹۹۲	ط	۱۳۰۷
ب	۱۲۲۲۸	ظ	۷۸۲
ت	۲۲۰۴	ع	۹۲۷۴
ث	۳۱۰۵	غ	۹۲۱۱
ج	۴۲۳۲	ف	۴۴۱۸
ح	۴۸۲۰	ق	۶۷۱۲
خ	۲۱۰۵	ک	۱۰۶۲۸
د	۵۹۷۲	ل	۳۴۵۴۰
ذ	۴۷۳۹	م	۴۲۵۱۵
ر	۱۲۲۴۰	ن	۴۲۱۹۰
ز	۳۵۸۰	و	۲۵۵۸۹
س	۵۹۷۶	ھ	۱۷۰۷۰
ش	۲۱۱۵	ی	۲۵۹۰۹
ص	۲۰۰۸۳	لا	
ض	۶۸۲		

اس برہان کے خاتمہ پر تکمیل مدعا کی غرض سے یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے کہ امیر المومنین عثمانؓ اور حفاظت رسم الخط قرآن

امیر المومنین عثمانؓ ذوالنورینؓ نے بھی حفاظت قرأت و کتابت قرآنی میں بہت بڑی خدمت کو انجام دیا۔ انہوں نے نبی صلعم کے کاتب وحی زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں سات قرآن مجید لکھوائے اور اُن کو سات نائبان سلطنت کے پاس اپنے دستخط اور مہر رسالت سے مزین کر کے بھیجا یا اس سے بھی حفاظت قرآن پاک ہی مدعا تھا تاکہ رسم الخط میں

لہ منقول از دستور العلماء جلد دوم مصنفہ قاضی الفاضل عبد النبی احمد نگری ۱۲

بھی آئندہ کوئی تفاوت پیدا نہ ہو سکے۔ کاتب وحی کے قلم اور خلیفہ راشد کے دستخط اور مہر رسالت سے مزین شدہ قرآن آئندہ زمانہ کے کاتبین کے واسطے صحت و نقل و مقابلہ کے لئے بے بہا گوہر تھا۔ آج کل تو وحادہ ہی پر نقلوں کا اعتبار چلتا ہے یعنی کسی کتاب کی صحت کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ وہ اُس نسخہ کے مطابق ہو جس سے نقل کی گئی ہے۔ لیکن یہ امر منقول عنہ کی صحت کا ثبوت کیا ہے۔ مفقود ہے۔ خلیفہ راشدؓ نے نقل و صحت میں شک و اختلاف مٹانے کے لئے اصل شے قائم کر دی تاکہ بحالت ضرورت اسی کی جانب رجوع کیا جائے۔

نقل اور طریق وحادہ

یہ قرآن مجید ہی کی خصوصیات میں سے ہے دنیا کی اور کسی مقدس کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں۔

معترضین اسلام نے چاہا۔ کہ اس واقعہ کی صورت بگاڑ کر کچھ فائدہ اُٹھائیں جھٹ کہہ دیا کہ عثمانؓ نے قرآن میں تصرف کیا تھا۔ ان کوتاہ فہم لوگوں کو نہ اُس عہد کے اسلامی ممالک کی حالت معلوم ہے اور نہ قرآنی ترویج کی خبر ہے۔

اعتراض اور اس کی اہلیت

سیدنا عثمانؓ اور ممالک اسلام کے باہمی تعلقات کا بھی اُن کو علم نہیں۔ اگر ان سب باتوں کا علم ہوتا تو وہ یہ بات زبان پر نہ لاتے۔

سب جانتے ہیں کہ اسلام میں ۵ نمازیں فرض ہیں۔ جن میں سے تین میں قرآن مجید باواز بلند پڑھا جاتا ہے۔ اور چونکہ ہر شخص مجاز ہے کہ جہاں سے وہ چاہے جتنا چاہے قرأت کرے۔ اس لئے دنیا پر پھیلے ہوئے کروڑوں انسان صدہا مقامات پر مختلف اجزاء و سُوَر سے قرآن حمید کی قرأت روزانہ کیا کرتے ہیں ایک پڑھتا ہے اور بیسیوں سینکڑوں مقتدی سنا کرتے ہیں۔ اقتدا کرنے والوں میں بھی بہت تعداد اُن لوگوں کی ہوتی ہے۔ جن کو خود بھی وہ آیات جو امام نماز پڑھ رہا ہے یاد ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ عہد نبوی سے جاری تھا۔ اور ہر شہر ہر قصبہ ہر قریہ میں برابر اسی پر عملدرآمد رہا۔

نماز اور قرأت

خلافت عثمانی میں بیشتر قرآن پڑھنے والوں کی تعداد کروڑوں پر پہنچ گئی تھی اور اُس کے نسخے اُلوف در اُلوف بستیوں میں موجود تھے۔ اس لئے عثمانؓ کے حیطۂ اقتدار سے باہر تھا۔ کہ وہ سب کی زبانوں۔ سب کے داعنوں اور سب کی کتابوں پر قبضہ کر کے ایک بھی لفظ کی کمی بیشی کر سکتے۔

نسخجات قرآنی کی اشاعت

حضرت عثمان اور اُنسے مسائل فقہیہ میں اختلاف جمہور

ہاں ہم کو وہ مسائل فقہیہ بھی معلوم ہیں۔ جن میں صحابہ کا اختلاف عثمان غنی سے تھا۔ مثلاً منیٰ میں پوری نماز پڑھنا اور قصر نہ کرنا اور محرم کا کسی غیر محرم کے شکار کو استعمال کر سکنا۔ جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی بعض صحابہ نے اُن کا خلاف کیا۔ اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد فقہی پر محکم رہا تو پھر کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ عثمانؓ قرآن مجید کے متعلق کوئی خود ساز تبدیلی کرتے اور صحابہ اُس پر خاموش رہ جاتے۔

حضرت عثمانؓ اور اہل مصر کی بغاوت

اس سے بھی بڑھ کر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اہل مصر نے حضرت عثمانؓ کے بعض افعال پر نکتہ چینی کی۔ اُن کو بیت المال کا اسراف سے خرچ کرنے والا یا اپنی قوم کو بہت زیادہ عہدہ و مناصب دینے والا بتلایا ہے اور انہی امور پر اہل مصر نے ایسی بغاوت کی کہ اس کا اختتام امیر المومنین عثمانؓ کی شہادت پر ہوا۔ لیکن ہم کسی مصری اور اُس عہد کے کسی اور شدید البغض انسان کو بھی قرآن مجید کے متعلق حضرت عثمانؓ کی شان میں ایک حرف کہتا ہوا بھی نہیں سنتے۔

خلافت مرتضوی اور مصحف عثمانی

مولیٰ علی المرتضیٰؓ اُن کے بعد خلیفہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی تمام خلافت کے زمانہ میں قرآن کی ترتیب عثمانی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے۔ اور نہ اس ترتیب کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالتے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ نمازوں اور وعظوں میں اُسی قرآن کا درس دیتے ہیں۔

رنِ مصحف کا واقعہ صفین میں

امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰؓ اور امیر معاویہؓ میں جنگ صفین ہوتی ہے۔ اہل شام قرآن مجید کو بلند کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ ہمارے تمہارے درمیان یہ قرآن مجید حکم ہوگا۔ اُس وقت حزب مرتضوی میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا۔ کہ اہل شام کے قرآن پر کیا اعتماد ہے؟ حالانکہ فریق برسر جنگ کو اگر ذرہ بھی گنجائش ایسے لفظ کہنے کی مل جاتی۔ تو وہ محارب کی اس تدبیر کو کالعدم کر سکتا تھا۔ لیکن شامیوں کے پیش کئے ہوئے قرآن ہی کو قرآن ماننا پڑا۔ اور عارضی صلح منعقد ہو گئی۔

ان واقعات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امیر المومنین عثمانؓ نے حفاظت قرآن کے متعلق ایسی خدمت ادا کی۔ جس پر تمام عالم اسلام کا اتفاق تھا۔ جاہل و عالم۔ دانا و نادان دوست و

دشمن اُن کے اس فعل حمیدہ میں ذرا بھی شک نہ رکھتے تھے۔ اور یہ اتفاق کامل صرف قرآن مجید ہی کے متعلق حاصل ہے۔ اور یہ بھی ایک زبردست خصوصیت حفاظت کتاب حمید کی ہے۔

تیسری پیشگوئی

جمع قرأت قرآن مجید کی بابت

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قرآن کا جمع کرنا اور قرأت کا درست رکھنا بھی ہمارا ذمہ ہے۔ اے رسولؐ جس قرأت سے قرآن پڑھا جائے آپ اُس پر کاربند رہیں۔

قرآن مجید کے احکام وقتاً فوقتاً نازل ہوتے تھے۔ اس لئے اس کتاب کی ترتیب اور تدوین مشکل کام تھا۔ لیکن اس کام کو بھی رب العالمین نے اپنے ہی ذمہ لیا۔ جیسا کہ دنیا میں بھی ہر ایک مصنف کتاب اپنی تصنیف کی ترتیب و تدوین کا کام خود سرانجام دیا کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعد میں کسی ایک آیت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی۔ مشرق سے لے کر مغرب تک تمام دنیا ایک ہی ترتیب کے ساتھ قرآن مجید کی قرأت کر رہی ہے اس پیشگوئی سے واضح ہو گیا۔ کہ جمع و ترتیب کی جو صورت موجودہ دنیا میں پائی جاتی ہے۔ وہ ٹھیک اُسی ترتیب اور قرأۃ کے موافق ہے۔ جو علم الٰہی اور قرأت سماوی میں ہے۔

یہ وہم کہ افراد امت میں سے کسی ایک کا خیال اس میں کوئی تصرف کر سکتا ہے۔ بالکل غلط اور باطل بن جاتا ہے۔

چوتھی پیشگوئی

کہ قرآن مجید حفظ یاد رکھا جائے گا

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ۔

یہ قرآن تو وہ روشن آیتیں ہیں۔ جو علم والوں کے سینہ میں رہتی ہیں۔

ساری کتاب کو حفظ کر لینا ایک اچھوتا خیال تھا۔ کیونکہ قرآن مجید سے پیشتر دنیا میں کوئی

کتاب حفظ نہ کی گئی تھی۔ اس لئے اس خیال کا پیدا ہونا ہی اس کے الہامی ہونے پر دلیل ہے اس پیشگوئی کے مطابق ہر ملک ہر صوبہ ہر ضلع ہر شہر میں حفاظ قرآن کی کافی تعداد پائی جاتی ہے جو اس صحت اور اتقان اور یقین وثوق کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں۔ کہ ان کی قرأت سے مطبوعہ کتابت کی صحت کی جاتی ہے۔ مگر ان حفاظ کو مطبوعہ یا قلمی کتاب سے صحت کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر کسی حافظ کو اپنے پڑھنے میں کہیں شبہ پڑے گا تو وہ اس کی صحت دوسرے حافظ ہی سے جا کر کریگا۔

یہ ایسی زبردست پیشگوئی ہے۔ کہ تمام دنیا اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ حفاظت کا ایسا انتظام بالکل لاثانی ہے اور محض منجانب اللہ تعالےٰ ہے۔

پانچویں پیشگوئی

کہ قرآن مجید کا حفظ کرلینا آسان ہوگا

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (پ ۲۷ ع ۱) ہم نے قرآن کو یاد کرکے آسان بنا دیا ہے۔

پیشگوئی چہارم کے تحت میں تحریر کیا گیا تھا۔ کہ ساری کتاب کو حفظ کرنے کا خیال ہی بالکل اچھوتا تھا۔

لیکن یہ ظاہر ہے۔ کہ جب مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام اقوام اور ممالک کے سامنے قرآن مجید کو از بر سنانا شروع کیا۔ تب دوسروں کو بھی امنگ آنی چاہیئے تھی۔ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا جوش پیدا ہونا چاہیئے تھا۔ کہ وہ بھی اپنے اپنے مذہب کی کتاب کو حفظ کر لیتے۔ کیونکہ ان کے سامنے یہ نظیر موجود تھی۔

مگر کوئی بھی ایسا نہ نکلا نہ یہودی نہ عیسائی نہ پارسی نہ ہندو نہ اور جس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی پسندیدہ کتاب کو حفظ کر لیا ہو۔ اس کی وجہ خود قرآن پاک نے بتلا دی ہے کہ یہ خصوصیت بھی اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید ہی میں رکھ دی ہے کہ وہ یاد کرنے والوں کو علاوہ آسانی سے یاد ہو جاتا ہے

غور کرو رب العالمین نے اور کسی کلام کے اندر (خواہ کسی زمانے میں وہ کلام آسمان ہی سے زمین پر اُتارا گیا تھا) یہ خصوصیت یہ خاصیت یہ مابہ الامتیاز رکھا ہی نہیں۔ اس لئے کوئی

دوسری کتاب کسی اور مذہب والے کو ازبر یاد کیونکر ہو سکتی تھی۔ اور کیونکر کوئی شخص حفاظ قرآن کی طرح ایسی صحت ایسے تیقن کے ساتھ اپنی کتاب کو حافظہ سے سنانے کی جرأت کر سکتا تھا۔

یہ ہے قدرت کی زبردست طاقت اور یہ ہے فطرت انسانی کے اصل منشا کا راز جس کے مقابلہ سے دنیا عاجز ہے۔

چھٹی پیشگوئی

کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی۔ اور کتابت کی شکل میں اس کی اشاعت ترقی پر رہے گی وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ قسم ہے کتاب کی جو لکھی گئی ہے اور پاک صحائف صحیفہ اشاعت پاتی ہے۔

رق اس باریک جھلی کو کہتے ہیں جو کتابت کے لئے خاص طور پر بنائی جاتی ہے اور باریک سفید پاکیزہ صحیفہ (بیاض) کو بھی جو لکھنے کے لئے تیار کی جائے (المنجد)

اس آیت میں قرآن مجید کو کتاب بھی فرمایا اور مسطور بھی۔ اور پھر اسی کو منشور بھی بتایا۔ کون نہیں جانتا کہ نشر کے معنے ہیں بسط اور امتداد شامل ہیں۔ اور اسی کو آج ہم لفظ اشاعت سے تعبیر کرتے ہیں۔

ساتویں پیشگوئی

کہ کوئی باطل یا بطلان قرآن مجید کے نزول میں یا آئندہ کسی عہد میں اس کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (حم سجدہ) باطل اس کے آگے یا پیچھے سے نہ آئے گا۔ یہ تو خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا۔

فلسفہ قدیم (باطل بین یدیہ) اور فلسفہ جدید (باطل من خلفہ) نے بہت زور مارا مگر قرآن حکیم کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ اور اس کے کسی مضمون اور کسی ایک اصول کا بھی مقابلہ نہ کر سکا نہ فلسفہ قدیم نے اس میں سے کچھ گھٹایا نہ فلسفہ جدید نے کچھ بڑھایا۔ یہ ایسی مکمل کتاب ہے کہ اس میں اب کسی کو دخل کی گنجائش ہی نہیں۔

اسلام کے متعلق چار پیشگوئیاں

پہلی پیشگوئی منکروں کی نفرت و کراہت کے ہوتے ہوئے بھی اسلام کی ہدایت و حقانیت غالب ہوتی رہے گی۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ مشرک لوگ کیسا ہی بُرا مانتے رہیں۔

جنوبی عرب اور عیسائیت بعثت نبوی کے وقت عرب کی پولیٹیکل حالت یہ تھی کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبشہ کی حکومت تھی اور شمالی اقطاع پر روما کی سلطنت کا قبضہ تھا۔ یہ دونوں عیسائی سلطنتیں تھیں۔ عیسائیت اگرچہ عرب میں ۳۳۰ء میں داخل ہوگئی تھی۔ اور بنوغسان عیسائی بن گئے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ عراق عرب۔ بحرین۔ صحرائے فاران اور دومۃ الجندل پر بھی یہی مذہب حکمران ہوگیا تھا۔ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے کہ ۳۹۵ء سے ۵۱۳ء تک عرب میں اشاعت عیسویت پر بہت ہی زور لگایا گیا تھا۔

لیکن اسلام نے چند ہی سال میں اس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور یہ جملہ ممالک دین حقہ میں داخل ہوگئے۔

عرب اور یہودیت یہودی عرب میں اس وقت آئے۔ جب یونانیوں اور سریانیوں نے ان کو اپنے ممالک سے نکال دیا تھا۔ ان کا مذہب حجاز اور نواحی خیبر اور مدینہ میں پھیل گیا تھا۔ اور اُس نے استحکام بھی حاصل کر لیا تھا۔

اسلام کے آتے ہی اس کا بھی چار صد سالہ قبضہ عرب سے بالکل اُٹھ گیا۔

شرقی عرب اور مجوسیت عرب کے مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اثر تھا۔ اور اس حصہ کا گورنر شاہ ایران کی منظوری و انتخاب سے مقرر ہوا کرتا تھا مشرقی حصہ میں آتش پرستی کی رسوم اور طریقے خوب رواج پا گئے تھے۔ تاریخوں میں ان عربوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ جنہوں نے مجوسیت کے اثر میں آکر بیٹی اور بہن کو گھر میں ڈال لیا تھا۔

اسلام کی پاک تعلیم کے سامنے یہ مذہب بھی نہ ٹھہر سکا۔

عرب وسطی اور بت پرستی | حجاز زیادہ تر عرب ہیں ابن اللحی شام سے بت لے آیا تھا۔ اور اسلام سے تین صدی پیشتر تمام مشہور مشہور قبائل بت پرست بن گئے تھے۔

عرب اور مذاہب متعددہ | صابی۔ دہریہ۔ منکرانِ قیامت۔ مادہ پرست۔ خود پرست۔ خوش باش وغیرہ کے نام سے اور بھی چھوٹے بڑے مذاہب تھے۔ جن کے مقلدین کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی۔

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ | اسلام کی حقانیت نے ان سب لوگوں کو بھی بطلان سے جھٹڑا یا۔ یہی معنی لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کے ہیں۔ جس کا ظہور حضور پر نور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اقدس ہی میں ہو گیا تھا۔

دوسری پیشگوئی | اسلام کے متعلق دوسری پیشگوئی کہ وہ تکمیل و اتمام کو پہنچے گا۔

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرے گا۔ اگرچہ کافر بُرا مانتے رہیں۔

وعدہ کی زمین پر موسیٰ علیہ السلام داخل ہوئے | موسےٰ کی سیرت پاک پر غور کرو۔ اگرچہ ان کے ہاتھ سے ایسی ایسی آیات باہرات کا ظہور ہوا۔ جو اپنا نظیر نہیں رکھتی ہیں۔ فرعون مصر کو اللہ تعالےٰ نے غارت کیا۔ بنی اسرائیل کو سمندر چیر کر اس کی خشک زمین پر سے راستہ دیا۔ من وسلویٰ اتارا۔ دن میں خاک کے بگولے سے ان کی رہنمائی کی اور رات کو اسی بگولہ کو ستون نار بنا کر کیمپ کو روشن کیا یہ سب کچھ ہوا۔ مگر مقصد اصلی جو وعدہ کی زمین میں بنی اسرائیل کو پہنچا دینا تھا۔ وہ ان کی حیات میں مکمل نہ ہوا۔

داؤد علیہ السلام خدا کا گھر نہ بنا سکے | داؤد کی سیرت پاک کو دیکھو۔ ان کو بنی اسرائیل کے دوازدہ اسباط پر حکومت بھی ملی۔ انہوں نے جالوت کو بھی خاک وخون میں سلایا۔ انہوں نے سموئیل کو بھی نیچا دکھایا شہر یار بنایا قلعے تیار کیے۔ لیکن خدا کا گھر بنانے کی ان کو اجازت نہ ملی۔

مسیح کی سرگرمی اور تعلیم کا نامکمل رہ جانا | مسیح کی سرگذشت کو پڑھو۔ تبلیغ واشاعت کی غرض سے وہ شبانہ روز سفر میں رہے اپنے سہ سالہ ایام تبلیغ میں انہوں نے دو شب کسی ایک مقام پر مشکل سے قیام فرمایا ہوگا۔ لیکن پھر بھی یوحنا ۱۶ باب میں ان کا اعلان یہی تھا۔ کہ وہ مکمل تعلیم نہیں دے سکے اور ساری صداقت اور سچائی نہیں سکھلا سکے ان سب حالات کی موجودگی میں قرآن مجید کا اعلان اور اعلام

عام یہ ہے۔ کہ اسلام بالضرور تکمیل و اتمام کے مدارج پر پہنچے گا۔ اور نور اسلام اپنے مقاصد میں یقیناً فائز المرام ہوگا۔

اس آیت کا نزول تو اُس وقت ہوا تھا۔ جب مہاجرین و انصار کو اطمینان کے ساتھ روٹی کھانی نہیں ملتی تھی۔ اور نماز بھی دشمن کے حملہ سے بے خطر ہو کر نہیں پڑھی جاتی تھی۔ آہستہ آہستہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ اور اس مبارک دن کا سورج نکلا۔ جس روز اللہ کے

مادی دنیا کی انتہائی بلندی سے روحانیت کی آواز

نبی نے عرفات کے میدان میں وہاں کی سب سے بلند پہاڑی (کوہ رحمت) پر چڑھ کر سب سے بڑے مرکب (ناقہ قصوی) پر سوار ہو کر یعنی مادی دنیا کی انتہائی بلندی کے سر پر پاؤں رکھ کر عالم و عالمیان کو اس نوید فرح سے زندہ جاوید فرمایا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ آج تمہارا دین تمہارے فائدے کے لئے کامل کر دیا۔ آج میں نے تم سب پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا۔ آج میں تبلاتا ہوں کہ میری خوشنودی یہ ہے کہ اسلام ہی تمہارا دین ہو۔

ناظرین آپ نے پیشگوئی کو بھی دیکھا اور اس کا اتمام بھی دیکھ لیا۔

تیسری پیشگوئی

تیسری پیشگوئی اسلام کی بابت کہ وہ استحکام میں بڑھتا جائے گا۔ اور اس کا پھیلاؤ روز بروز زیادہ ہوتا جائے گا۔

مَثَلُ کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ کلمہ طیبہ کی مثال اس پاکیزہ درخت جیسی ہے جس کی جڑ مضبوط ہوتی جاتی ہے اور جس کی شاخیں آسمان میں پھیلتی جاتی ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے ہر وقت (ہر زمانہ) میں پھل دیا کرتا ہے۔

ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل میں استمرار ہوتا ہے۔ سماء سمو سے بنایا گیا ہے۔ رفعت و شوکت بلندی و عزت کے معانی اس لفظ میں شامل ہیں۔

وہ درخت جس کی جڑیں پاتال کی طرف بڑھتی جائیں جس سے درخت مضبوط بھی زیادہ ہوتا جائے۔ اور خوراک بھی اسے زیادہ ملتی رہے۔

وہ درخت جس کا نشو و نما جاری ہے۔ جس کی طراوت و تازگی قائم ہے۔ اس کی شاخیں پھیلا کرتی ہیں۔ فضا میں لہلہایا کرتی ہیں۔ آسمان کو جایا کرتی ہیں۔ وہ آسمانی برکتوں اور مینہ سے

سے بھی غذا لیتا ہے۔ وہ زمینی برکتوں نہروں چشموں سے بھی پلتا ہے۔

جمعیت کے اعتبار سے اس کا تنہ ایک ہوتا ہے اور پھیلاؤ کے لحاظ سے اس کی شاخیں اینک۔

یہی مثال اسلام کے کلمہ طیبہ کی ہے۔ جہاں اُس کا بیج بو یا گیا تھا۔ وہاں اسی طرح دائم و قائم ہے اور اس کی شاخیں چین و افریقہ انگلینڈ و امریکہ تک پھیل گئی ہیں۔

ہندو قوم کی اِبت کوئی کہتا ہے، کہ وسط ایشیا سے آئی اور کوئی کہتا ہے کہ تبت سے نیچے اُتری۔ تبت اور ترکستان و ماوراء النہر میں جاکر دیکھو اور پتہ چھو کوئی اس دعویٰ کا مصدق بھی موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔ معلوم ہوجاتا ہے، کہ جڑ قائم نہیں۔ یہی حال دنیا کی اکثر اقوام کا ہے۔

بنی اسرائیل کو فلسطین کی زمین وعدہ کے ساتھ دی گئی تھی کہ اگر وہ شریعت کے پیرو رہے تو ابدالآباد کے لئے یہ مملکت اور اس کی حکومت انہی کو حاصل رہے گی۔ لیکن کیا اب اس کی جڑ اس وعدہ کی زمین میں قائم بھی ہے؟

جنگ عظیم ۱۴ تا ۱۹۱۸ء میں ان بے چاروں نے اربوں روپیہ پڑی بڑی سلطنتوں کو قرض دیا۔ کہ وعدہ کی زمین کو قومی گھر بنا دیا جائے۔ لیکن وہاں کے باشندے اب تک ان کے قدم وہاں جمنے نہیں دیتے۔

اگر انگلستان کی کوششیں بار آور بھی ہوتیں۔ تب بھی یہ مملکت اور سلطنت تو نہ ہوتی جس کا وعدہ ابراہیم اور موسیٰ اور داؤد و سلیمان علیہم السلام کے ساتھ تھا۔ بلکہ یہ تو وہی غلامانہ اطاعت ہوتی۔ جس کے بدلے میں نخت نصر اور گشتاسب وغیرہ نے بھی یہودیوں کو اس سرزمین پر بسنے کی اجازت دے دی تھی۔ جبکہ وہ بعہد مسیح رومیوں کی ماتحتی میں رہتے تھے۔

پارسی قوم کا قومی گھر ایران ہے۔ لیکن اب تو وہاں انکا کوئی پرسان حال بھی نہیں۔ کیا ان حالات میں یہ اقوام اَصْلُهَا ثَابِتٌ کے الفاظ اپنے اوپر چسپاں کرسکتی ہیں۔ یہودیوں، ہندوؤں پارسیوں وغیرہ کی قوم جس جمود پر پڑی ہوئی ہے۔ یا جس ملکی احاطہ میں محدود ہے۔ وہاں حالات میں فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کا مصداق ہونے کا دعویٰ بھی کرسکتے ہیں؟

ہاں اسلام ہے۔ جو نہ کسی حویلی کا پیپل ہے۔ نہ کسی کے صحن خانہ کا نیم ہے۔ نہ کسی باغیچہ کا پیڑ۔ وہ آسمان کے تمام خلاء کو اپنا سمجھتا ہے اور اس میں پھیل رہا ہے۔

ہاں آیت پر کمر غور کرو۔ کہ اس میں اسلام کی پانچ خوبیوں کا بیان کیا گیا ہے

الف۔ شَجَرَةً طَيِّبَةً داغ ہو کہ اسلام کی وحدتِ تعلیم اور مساواۃ حقوق بھی منفرد ہے۔ اس لئے اسلام کی بہترین تشبیہ درخت میں پائی جاتی ہے کہ ایک ہی تنہ پر بیشمار شاخیں ڈالیاں اور پتے ہوتے ہیں اور وہ سب غذا و نمو میں اسی تنہ سے یکساں مستفیض ہوتے ہیں۔

ب۔ اسے طیبۃ کہا گیا ہے کہا گیا ہے جس میں صورت کی خوشنمائی بھی شامل ہے اور جس کا سایہ اور ثمر بھی متوازن ہے۔ اسلام کا بھی یہی حال ہے۔ کہ وہ اپنی موہنی شکل و صورت سے دلربا رہا ہے اور پاکیزہ تعلیمات سے طیب ثابت ہوا ہے۔

ج۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

د۔ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ کی بابت ہم دلیل اوّل میں لکھ چکے ہیں۔

ھ۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ ہر ایک درخت کے پھل لانے کا وقت مقرر ہوتا ہے کوئی گرما میں کوئی سرما میں۔ کوئی بہار میں کوئی خزاں میں پھل لایا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسا درخت بتلایا جو ہر وقت پھل لانے والا ہے۔

قیام مکہ کے ایام میں اشاعت

اسلام کے اس ابتدائی زمانہ کو دیکھو جب نبی صلعم ابھی مکہ میں قیام فرما تھے۔ اور مسلمان اپنی اپنی جانوں اور ایمانوں کے بچاؤ کے لئے مختلف ممالک میں بھاگے پھرتے تھے کہ حبش و یمن میں اسلام نے اس وقت سایہ ڈالا تھا۔

قیام مدینہ میں اشاعت

اس دور در دورہ کو دیکھو۔ جب نبی صلعم مدینہ منورہ میں اقامت گزین ہوئے۔ کہ بحرین و عمان اور دومۃ الجندل اور سرحد شام تک لوگ اسی وقت اسلام کے اثمار شیریں ثابت ہوئے تھے۔

پھر دور سوم کو دیکھو۔ جب آفتاب نبوت ظلّ احتجاب میں آچکا تھا۔ مخلصین دل شکستہ تھے منافقین کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔

دور صدیقیت میں اشاعت

معاہدین نے معاہدات کی شکست کا اعلان کر دیا تھا۔ متخاصمین سرحد عراق و ایران پر فوجیں جمع کرنے لگ گئے تھے۔ خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق کی قیادت میں اعراب آگے بڑھے۔ اور بچے کھچے دل کے لوگ نور صداقت سے منور ہو کر ثمر ثمر ہیں بن گئے۔

خلافت راشدہ میں اشاعت

دور چہارم میں فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کا زمانہ شامل ہے۔ جب کہ مشرقی

سائبیریا سے لے کر مغربی یونس تک اسلام پہنچ گیا تھا۔

اُموی زمانہ میں اسلام نے جبل الطارق کو پھاندا۔ اور سمندر پر سے اچھلا اور سپین کو زیرنگین کیا۔

مغلول کا اسلام چھ سات صدیوں کی اقبال مندی کے بعد مسلمانوں کی دولت و حکومت کو زوال آیا اور دارالسلطنت بغداد تباہ ہوا۔ لیکن انہی دنوں میں وہی مغول تتر جو اس درخت کے کاٹنے کے لئے تیشہ و تبر لے کر پڑے تھے۔ اس کی شاخوں سے پیوند ہو گئے۔ اور ثمر شیریں ثابت ہو گئے۔

یونانی فلسفہ اور ہندوانی توہمات الغرض اسلام اپنی مظلومی کے عہد میں بھی بڑھا۔ اور ترقہ داسالش کے ایام میں بھی اُس نے ترقی دازدیاد کی طرف قدم بڑھایا۔ اسلام پر یونانی فلسفہ اور ہندوانی توہمات ایرانی تعیش اور بربری توحش کے بھی حملے ہوئے۔ مگر وہ پھر بھی ترقی پذیر رہا۔

ہمارے عہد میں فلسفۂ جدید اپنی تعلیمات سے اسلام پر گولہ باری کر رہا ہے۔ اور یورپین عاقبتوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔

یورپین پالیسی اور فلسفہ جدید مسلمانوں کی سلطنتیں برباد ہو رہی ہیں۔ ٹرکی دولت عظمیٰ سے گھٹ کر ایک معمولی سلطنت رہ گئی ہے۔ مراکو اوّل درجہ کی سلطنت سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔

عرب اور عراق کی حکومتیں اغیار کی دست نگر ہیں۔ تنظیم قوم کا مسئلہ پراگندہ ہے تاہم اسلام انگلستان اور جرمنی اور امریکہ پر اپنا سایہ ڈال رہا ہے۔ بڑے بڑے کونٹ اور کونٹس و ڈوز۔ اور پرنسز اسلام کا پھل ثابت ہوئے ہیں۔

حالیہ عہد میں اسلامی ترقی چین اور افریقہ میں دس سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد دوچند ہو گئی ہے۔ ان تمام حالتوں پر نگاہ عبرت سے غور کرو اور تُوُفِّیَ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ کی پیشگوئی کی صداقت کا اندازہ لگاؤ۔ جب مسلمانوں کی بے اور اسلام کی ترقی کو ایک وقت واحد میں دیکھا جاتا ہے تو باذن اللہ تعالیٰ حکم عالی کی طاقت بخوبی ہویدا ہو جاتی ہے۔

چوتھی پیشگوئی چوتھی پیشگوئی اسلام کی بابت کردہ اپنے دلائل حقانیت سے ترقی کرے گا۔

اور دلائل انفسی و آفاقی ان لوگوں کو اسلام تک لانے میں دلیل راہ بنیں گے۔ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ہم ان کو بہت جلد اپنے نشانات قدرت دکھلائیں گے۔ مظاہر عالم کے اندر بھی اور خود اُن کے نفوس میں بھی جس سے ان لوگوں

پر یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ اسلام تو ضرور سچا ہے)
یہ ہے وہ چیز جو عرب کو اسلام تک کھینچ لانے کا موجب بنی۔
غور کرو جب نشاناتِ قدرت کی اندرونی و بیرونی شہادت کسی معاملہ کی راست بازی و صداقت پر جمع ہو جائے۔ تو کیا اس وقت کوئی صحیح دماغ ایسی شہادت کا انکار کر سکتا ہے۔
جب چشم و گوش اور عقل و ہوش کے سامنے ایسی براہین ساطعہ موجود ہوں جو حواس ظاہری و باطنی کو بام تصدیق پر پہنچا دیتی ہیں۔ تو پھر اُن کا ابطال کیونکر کیا جا سکتا ہے۔
اللہ تعالےٰ نے نبی صلعم کے مخاطبین کے سامنے وہ نشانات و امارت بھی دکھلائے جن کی شہادت خود اُن کے ضمیر نے ادا کی۔ اور وہ علامات و دلائل بھی قائم کئے۔ جن کی تائید زمین و آسمان کے ہر انقلاب و گردش سے ہوئی۔ تب اُن کو حقانیت اسلام سے انکار کی کوئی چارہ نہ رہا۔ اور وہ پروانہ وار اس شمع تجلی پر ٹوٹ کر گرے۔ اور جان و مال کو اس منبع انوار پر نثار کر دیا۔
سیدنا موسیٰؑ کی آیات تسعہ کا تعلق زیادہ تر آفاق سے تھا۔ فرعونیوں پر حجت الٰہی تو ختم ہوئی۔ مگر وہ ہدایت سے دور دور ہی رہے۔ آیات قرآنی کا اثر فی الانفس بھی ہے اور فی الآفاق بھی۔ اس لئے حضورؐ کے مخاطبین نور حق سے قریب قریب ہوتے گئے۔ اور مستنیر ہوتے ہوتے خود سراپا نور بن گئے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ کی یہی تاویل ہے۔

پیشگوئی

کہ لڑائیوں میں مسلمانوں ہی کو غلبہ رہے گا

اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ (صافات)، ہمارا لشکر ہی برابر غالب آتا رہے گا۔
جب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ ملی۔ اور نہ دافعت حربی کا حکم ہوا۔ اس وقت تک وہ برابر گوناگوں جور و ستم کا آماج بنے رہے۔ لیکن جب اُن کی مظلومانہ حالت اور تجزوجانہ بے بسی پر رحم کھا کر اللہ تعالےٰ نے اُن کو جنگ کی اجازت دیدی اور مسلمانوں کی جمعیت فوجی نظیم سے منظم ہو گئی۔ حتیٰ کہ اُس پر لفظ جُند کا اطلاق صحیح ہو گیا۔ اُس وقت سے پھر مسلمانوں کو

کسی جگہ شکست نہیں ملی۔ وہ فتح پر فتح حاصل کرتے گئے۔ نصرت و ظفران کی علمبردار رہیں۔ عراق و فلسطین شام و ایران خراسان و ترکستان مصر و سوڈان کے واقعات کو پڑھ لو۔ کہ مسلمانوں کو ایک دفعہ بھی شکست نہ ہوئی۔ اور ہر جگہ انہی کو غلبہ حاصل رہا۔ ایسی زبردست پیشگوئی کا اعلان وہی مالک فرما سکتا ہے۔ جس کے قبضۂ اقتدار میں اقوام کی ذلت و عزت کی ترازو ہے۔ ہاں وہی مالک جس کا علم عہد مستقبل پر بھی اتنا حاوی ہے۔ کہ انسان کا علم عہد ماضی پر بھی اس قدر حاوی نہیں ہو سکتا۔

آیت میں مزید غور طلب لفظ جُنْدًا مَا ہے یعنی الٰہی لشکر۔ یہ ظاہر ہے کہ الٰہی لشکر صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جس کا مقصد صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔ اور جس کا مدعا فتح کنوز و ملکیت خزائن دنیا نہ ہو۔ کیونکہ جب مقصد بدل جائے گا۔ تب وہ لشکر جُندًا کہلانے کا مستحق نہ ہوگا اور جب وہ جُندًا کی صفت سے عاری ہو گیا تو اس کا بہت سے مقامات پر مغلوب ہو جانا اقوام غیر کے سامنے مقہور ہو جانا بھی داخل تعجب نہ رہے گا۔

ان پچھلی صدیوں میں اگر مسلمان غلبہ تام سے محروم ہو گئے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ صفت "جندًا" الٰہی لشکر سے دور ہو گئے۔ لہٰذا آیت بالا دو پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔

(۱) مسلمانوں کی کبھی شکست نہ ہوگی۔ جب تک اُن کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا۔

(۲) مسلمانوں سے یہ وعدہ اللہ تعالےٰ کا قائم نہ رہے گا۔ جبکہ اُن کا یہ مقصد نہ رہے گا۔

پیشگوئی

کہ اہل اسلام کو روئے زمین پر حکومتیں حاصل ہونگی

وَيَجْعَلَكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ۔ ہم کو زمین پر حکومتیں دے گا۔

یہ آیت عام مسلمانوں کی طرف خطاب فرماتے ہوئے نازل کی گئی ہے۔

اس پیشگوئی کا ظہور تھا۔ کہ بنو امیہ نے دمشق میں ایک ہزار مہینے تک حکومت کی اور بعد ازاں غرناطہ وغیرہ میں حکومت حاصل کی۔ اور ہسپانیہ پر صدیوں تک حکمران رہے۔ اسی پیشگوئی کا ظہور ہے۔ کہ عہد فاروقی سے لے کر آج تک مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہے اور مختلف

خانوادے یکے بعد دیگرے سریر آرائے سلطنت ہوئے۔

اسی پیشگوئی کا ظہور تھا۔ کہ دمشق میں انقراض دولت اُموی کے بعد عباسیہ نے بغداد میں پورے جاہ وجلال کے ساتھ چھ صدیوں تک حکومت کی۔

اسی پیشگوئی کا ظہور تھا۔ کہ عباسیہ کے غلاموں ترکوں نے ترکستان وخراسان وغیرہ میں حکومت حاصل کی۔ پھر انہی کی ایک شاخ نے قسطنطنیہ فتح کرکے یورپ میں حکومت حاصل کی۔ اور انہی کی ایک شاخ نے ہندوستان میں ۹ صدیوں تک سلطنت کی۔

الغرض فراعنہ مصر۔ اکاسرۂ ایران اور قیاصرہ روم کے ہلاک پر اُموی۔ عباسی ترک وگرداور غلامان وافغانان اور دیگر اقوام کے مسلمانوں کی حکومتیں اسی پیشگوئی کے تحت میں ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی پیشگوئی صرف اللہ تعالیٰ ہی فرما سکتا ہے۔ جو عالم الغیب ہے۔

پیشگوئی

کہ اہل ایمان کی حالت دنیوی بھی اچھی ہو جائیگی

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (رکوع ۴) جنہوں نے یہاں نیک کام کئے ہیں۔ اُن کے لئے دنیا میں بھی خوبیاں ہیں۔ اور آخرت کا گھر تو بالکل اچھا ہے۔ اور متقیوں کا خوب گھر ہے۔

یہ آیات سورۂ نحل کی ہیں۔ جو مکیہ ہے۔ مکہ معظمہ میں اہل ایمان دنیوی حیثیت سے جس ضیق و تنگی اور عسرت وافلاس میں بسر کیا کرتے تھے۔ اُس کا حال سب کو بخوبی معلوم ہے۔ کسی کے پاس تہ بند ہے تو کرتہ نہیں۔ کرتہ ہے تو سر بند نہیں۔ کسی کو ایمان لانے کے جرم میں قید کیا جاتا تھا۔ کسی کو گرم پتھر پر لٹا کر اُس کی چھاتی پر دوسرا پتھر رکھا جاتا۔ کسی کے منہ میں لگام ڈالی جاتی اور ہنٹروں سے مار مار کر اُسے گھوڑے کی طرح پھرایا جاتا۔ کسی کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر ننگی پیٹھ کرکے لٹا دیا جاتا۔ کفار سمجھتے تھے۔ کہ یہی حالت ان کی ہمیشہ رہے گی۔

لیکن اللہ تعالےٰ کے کلام نے بتلا دیا۔ کہ یہ حالت بدلنے والی ہے اور مسلمانوں کی دنیوی حیثیت بھی شاندار ہونے والی ہے۔ فتوحات کے بعد کل دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ قرون

اُولیٰ کے مسلمان کیسے تنعم و ترفہ اور عزت و شان پر پہنچ گئے تھے۔ جسے دیکھ دیکھ کر مملکت قرائی کا اقرار اہل کفار اشرار کو بھی کرنا پڑتا تھا۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی صلعم نے حابرؓ کے کنبہ سے پوچھا۔ کہ تمہارے ہاں قالین بھی ہیں۔ وہ بولے کہ ہم اور قالین۔ فرمایا تم کو ملیں گے۔ پھر ایک وقت آیا۔ جبکہ اُن کے گھر میں وہ فرش قالین کا تھا۔

مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق تین پیشگوئیاں

(۱) وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً۔ جو کوئی شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا۔ اُسے ملک میں جائے پناہ بھی بہت ملے گی۔ اور کشائش بھی حاصل ہوگی۔

(۲) فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ پھر جن لوگوں نے ہجرت کی۔ اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ اور میری راہ میں ستائے گئے اور اُنہوں نے جنگ کی اور مارے گئے۔ ہم اُن کی برائیوں کو بدل دیں گے۔ اور اُنہیں ان باغوں میں داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ اجر ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تو بہتر ثواب لینے والا ہے۔

(۳) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ جو لوگ ایمان لائے جنہوں نے ہجرت کی۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں بڑے درجے والے ہیں۔ اور یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہیں پروردگار ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی بشارت سناتا ہے۔ ان کے لئے جنت ہے اور وہاں اُن کے لئے دائمی نعمتیں ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے۔

ہر سہ آیات بالا خاصۃً مہاجرین پاک کے متعلق ہیں۔

پہلی آیت کا وعدہ دنیا کے متعلق ہے اور دوسری۔ تیسری آیت کا وعدہ دنیا و عقبیٰ ہر دو کے متعلق ہے۔

مہاجرین گھر بار خویش و تبار۔ املاک و اموال کو چھوڑ کر صرف اللہ و رسول کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں پہنچے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے پہلی آیت کے مطابق اُن کو بڑی بڑی جائدادوں کا مالک بنایا لاکھوں کروڑوں کی تجارت اُن کے قبضہ میں آئی۔

جنات اور نعیم مقیم کی بشارت کی قسط اوّل دنیا ہی میں پوری کی گئی۔ غور کرو کہ عراق و شام ایران و مصر و خراسان و سوڈان کے فاتح سب کے سب مہاجرین ہیں۔ خالد بن ولید سیف اللہ اور ابو عبیدہ عامر بن الجراح امین الامت۔ سعد بن وقاص اور عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ابی سرح وہ بڑے بڑے جرنیل ہیں۔ جنہوں نے ان ممالک میں نور اسلام پہنچایا۔ اور وہاں کے نعیم مقیم کو اہل ایمان کے لئے عام کر دیا تھا۔

پیشگوئی

کہ تنگ دستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اگر تم کو تنگدستی کا خوف ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ ہے کہ عہد مستقبل میں تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

سَوْفَ مضارع پر جب آتا ہے تو مضارع کو معنی حال سے نکال کر مستقبل بعید کے معنی میں منتقل کر دیتا ہے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی انقراض عہد نبوت کے بعد پوری ہوئی۔ صحابہ کی دولتمندی اور غنا کا یہ حال تھا۔ کہ ان کو اپنی دولت کا خود بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہ ہوتا تھا۔

عبد الرحمن بن عوف قرشی الزہری کا جب انتقال ہوا۔ تو ایک ہزار اونٹ۔ تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے اُن کے ہاں موجود تھے۔ نقد و اسباب اس کے علاوہ تھا۔ ان کی ایک عورت کو ۱/۸ کے حساب سے ۸۳ ہزار روپیہ نقد دیا گیا تھا۔

ابو محمد طلحہ بن عبد اللہ کے لنگر میں ایک ہزار روٹی کا روزانہ مصارف تھا۔ ورقی ایک سکہ

ہے۔ جو ہموزن دینار ہے۔

زبیر بن العوامؓ کے ایک ہزار غلام تھے۔ جو کما کر لایا کرتے۔ حضرت زبیرؓ ان کی کمائی کو خیرات کر دیا کرتے۔ ایک حبہ اپنے پاس نہ رہنے دیتے[1]۔

پیشگوئی

کہ عرب سے تمام بت ناپید ہو جائیں گے اور بت پرستی معدوم ہو جائے گی۔

یَمْحُو اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے باطل کو مٹائے گا۔ اور حق کی حقانیت کو ثابت کرے گا۔

باطل سے بت مراد ہیں۔ یہ معنی خود نبی صلعم نے بتلائے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضورؐ فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ تو صحن کعبہ میں بت استادہ تھے۔ نبی صلعم کے دست مبارک میں چھڑی تھی۔ حضورؐ چھڑی کے ساتھ بت کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے تھے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ کہہ دے کہ حق آگیا۔ اور باطل نکل گیا۔ اور باطل نکلنے ہی کی چیز تھی۔

اس پیشگوئی کا جو دھویں صدی تک یہ اثر ہے۔ کہ سارا ملک عرب بتوں کے وجود سے خالی اور بت پرستی سے کلیتہً پاک ہے۔

آیت میں لفظ بِكَلِمَاتِهٖ کہ کر غور طلب ہے کہ باطل کو محو کرنے اور حق کو ثابت کرنے کا کام کلمات الٰہیہ کا ہے۔ کلام اللہ کی تاثیر ہی یہ ہے کہ اس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔

چین، ہند، آسام وغیرہ بت پرست ممالک میں ہزار ہا بندگان خدا کا بت پرستی سے اہل عرب کی طرح بیزار ہو جانا اسی اصول پر تھا۔ کہ جہاں جہاں قرآن حمید کی اشاعت ہوئی۔ وہاں وہاں بت پرستی معدوم ہو گئی۔ عیسائیوں میں مذہب پراٹسٹنٹ کا ظہور و قیام بھی قرآن مجید ہی کی تاثیر کا نتیجہ ہے۔

---

[1] کتاب الاسماء نووی۔

پراٹسٹنٹ والے اب تصویر پرستی نہیں کرتے نہ اپنے گرجاؤں میں مسیحؑ اور مریمؑ اور اپنے کی تماثیل کو رکھتے ہیں۔ اور نہ اُن کے سامنے کورنش در کوع کرتے ہیں۔

پیشگوئی

کہ مظلوم مہاجرین کو دنیا میں اچھے ٹھکانے اور آخرت میں اجر کبیر ملے گا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کے لئے ظلم اُٹھانے کے بعد ہم اُن کو بہتر اور پسندیدہ ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ دیں گے۔ اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش دوسرے لوگ بھی اسے جان لیں۔

کون کون مقدس لوگ اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ صدق کے موافق مورد الطاف ربانی ہوئے؟ دیکھنے کے لئے مہاجرین کے اسماء مبارکہ پر نظر ڈالو۔ اُن کی حالت پڑھو۔ اُن کی دینوی کامیابی سے اُن کے آخروی اجر کبیر کا اندازہ لگاؤ۔ ایک مختصر آیت نے کس طرح سینکڑوں بزرگوں کے انجام کا اعلام فرمادیا ہے۔ یہی ایک آیت قرآن حمید کے کلام ربانی ہونے پر اور مہاجرین کی دنیا دین میں کامیابی پر دلیل روشن ہے۔

دینوی و آخروی سعادات کا بیان حضرت یوسفؑ کے ذکر میں بھی ہے۔ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ کہا ہاں میں یوسف ہوں۔ اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہم پر احسان فرمایا۔ ہاں جو کوئی تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اور صبر کرتا ہے۔ تو اللہ احسان (نیکی) کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

آیت بالا سے ظاہر ہے۔ کہ مہاجرین کے لئے اللہ تعالےٰ نے سعادت دارین کو اُسی طرح جمع فرمادیا تھا۔ جس طرح یوسف صدیق علیہ السلام کے لئے جمع فرمایا تھا۔

پیشگوئی

کہ اصحاب رسولؐ اور متبعین رسولؐ کی ترقی آہستہ آہستہ اور تدریجی ہوگی پھر کمال پر پہنچے گی۔
کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِہِمُ الْکُفَّارَ (فتح ع ۵) اُن کی مثال کھیتی کی سی ہے۔ جس نے سوئی نکالی۔ پھر سُوئی کو مضبوط کیا پھر اسے موٹا بنایا۔ پھر وہ اپنی نالی پر کھڑی ہو گئی۔ وہ کسان کو خوش کرتی ہے۔ اور کفار انہیں دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آ رہے ہیں۔

آیت بالا میں چھ واقعات اور منازل و مدارج کا ذکر ہے۔

الف۔ کھیتی کی سوئی کا زمین سے سر نکالنا۔

ب۔ سوئی کا مضبوط ہونا۔

ہر دو مدارج مکہ معظمہ میں پورے ہوئے۔

ج۔ سوئی کا موٹا ہونا۔

د۔ اپنی نالی پر کھڑے ہو جانا۔

یہ ہر دو مراتب مدینہ منورہ میں جا کر پورے ہوئے۔

ہر چہار مدارج ترقی کے بعد دو بیرونی نتائج کا ذکر فرمایا۔

ھ کسان کا اُس کھیتی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہونا۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا رضوان ہے جس کا اعلان آیت تکمیل میں ہے۔

و۔ کفار کا انہیں دیکھ کر حسد اور غصہ سے جل مرنا۔ یہ اُن سب اشخاص اور اقوام کے متعلق ہے جو مہاجرین کا اعلےٰ مناسب پر فائز ہونا نہیں دیکھ سکتے۔

یہ آیت دراصل چھ پیشگوئی پر مشتمل ہے۔

ہاں اس پیشگوئی کو اُس پیشگوئی کے ساتھ بھی ملا کر دیکھ۔ جس میں اسلام کو شجرۂ طیبہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

پیشگوئی

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

زید بن حارثہ کو حکیم بن حزام نے عکاظ منڈی سے خدیجۃ الکبریٰ کے لئے خرید کیا تھا جب طاہرہ خدیجہ کا حضور کے ساتھ عقد ہوا تب زید کو اُنہوں نے حضور کی خدمت کے لئے امور کر دیا۔ جب حضور کو خلعت نبوت پہنایا گیا۔ تو زید بھی اُسی پہلے دن ایمان لائے۔ جن دن خدیجہ اور علی اور ابوبکر ایمان لائے تھے۔ لہٰذا یہ اوّل السابقین میں سے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے اُن کی بابت فرمایا ہے۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ۔	جب آپ اُس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے اور آپ نے بھی انعام کیا۔

آیت بالا سے ظاہر ہوا کہ وہ انعام یافتہ الٰہی ہیں۔ دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ انعام یافتہ الٰہی کون کون لوگ ہوتے ہیں۔

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (نساء ع ۹)	اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والے اُن لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے اور وہ انبیاء و صدیق اور شہداء و صالحین ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جو شہید ہے وہ انعام یافتہ الٰہی ہے اور جو انعام یافتہ الٰہی ہے وہ اگر نبی یا صدیق نہیں تو ضرور ہے کہ وہ شہید ہو۔ یا صالح ہو۔ زید بن حارثہ کے لئے آیت بالا اُن کی شہادت کی خبر دینے والی تھی۔ چنانچہ ۸ھ ہجری میں غزوہ موتہ کی سپہ سالاری کرتے ہوئے شہید ہوئے اور پیشگوئی پوری ہوئی۔

پیشگوئی

غیر اقوام کا مسلمان ہونا اور اسلام کی خدمت میں شاندار کام کرنا

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ	اگر تم منہ پھیر دو گے تب اللہ تمہارے سوا دوسری

ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔ (سورہ محمد) قوم کو بدل دیگا۔ اور وہ منہ پھیرنیوالی قوم نہ ہوگی۔

آیت کا خطاب (جیسا کہ قرآن مجید ہی کی عبارت بالا سے واضح ہے) اُن لوگوں کی طرف ہے جو جہاد سے منہ موڑنے والے تھے۔ اب دیکھو کہ سوڈان۔ بربر۔ افریقہ۔ اندلس۔ خراسان۔ سندھ ہندوستان میں جہاد کرنے والی قومیں وہ ہیں جن کا ان منافقین کے ساتھ کوئی حسبی نسبی تعلق نہیں۔

کرد۔ ترک۔ مغول۔ خلجی۔ سوری۔ غوری اقوام نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو خدمات انجام دیں۔ وہ سب اسی پیشگوئی کے تحت میں ہیں۔

اہل ایمان کے متعلق پیشگوئیاں

پہلی پیشگوئی خلافت راشدہ کے متعلق جس میں خلافت راشدہ کے متعلق علامات بھی واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہیں۔ اور یہ ایک پیشگوئی دراصل چھ پیشگوئیوں کا مجموعہ ہے۔

آیت کریمہ جو چھ پیشگوئیوں اور ایک وعید پر مشتمل ہے یہ ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وعدہ کیا اللہ نے تم میں سے ایمان والوں کے ساتھ جنہوں نے عمل بھی اچھے کئے ہیں۔

(۱) لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کہ اللہ اُن کو ضرور الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

(۲) كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جیسا کہ اُن سے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا۔

(۳) وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ اور اُن کے دین کو اُن کے لئے مکنت قوت بخشے گا۔ وہ دین جسکو ان کے لئے اللہ نے پسند کیا ہے۔

(۴) وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

(۵) يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے ذرا بھی شرک نہ کرینگے

(۶) وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور جو کوئی اس حالت کے بعد بھی کفر کرے گا۔ وہی فاسق اصلی ہوگا۔

یہ وعدہ ہے اور اُن لوگوں کے ساتھ وعدہ ہے۔ جو تعلیم نبوت کے ترجمان اور عمل صالح

کی صفت سے متصف تھے۔

وعدہ میں مندرجہ ذیل چھ پیشگوئیاں شامل ہیں۔

اوّل الارض کی خلافت

الف۔ خلافت کے لفظ پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قیام خلافت کے اعزاز کو ہمیشہ اپنے ہی اقتدار و اختیار و انتخاب میں رکھا ہے۔

خلافت آدمؑ کا ذکر تھا۔ تب بھی یہی فرمایا۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنیوالا ہوں۔

سیدنا داؤدؑ کی خلافت کا ذکر ہوا۔ تب بھی یہی فرمایا۔

یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ۔ اے داؤدؑ ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنایا ہے

اب مومنین صالحین اُمت محمدیہ کے ساتھ وعدہ ہوا تو بھی یہی فرمایا لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ یعنی اللہ انکو خلیفہ بنائے گا۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہو گیا کہ خلفائے راشدین کا نام قرآن مجید میں خلفاء رکھا گیا ہے۔

دوم یہ کہ ان کا تقرر انتخاب منجانب اللہ تھا۔

ب۔ آیت کا نزول ۷ھ ہجری ہجرت میں ہوا ہے۔ کیونکہ اسی سورۃ اور میں واقعۂ افک بھی درج ہے جو باتفاق علماء سیر ۷ھ کا واقعہ ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس وعدہ میں وہ لوگ شامل ہیں۔ جو ۷ھ سے پہلے ایمان لائے ہوئے تھے۔ اسی لئے اٰمَنُوْا اور عَمِلُوْا ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔ اس وعدہ کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اگر کوئی ایسا شخص جس کا اسلام یا ولادت نزول آیت ہذا کے بعد ہوئی۔ اور وہ خلافت راشدہ (جس کا تقرر بارگاہ الٰہی سے ہوتا ہے) کا دعویٰ کرے۔ تو اُس کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا۔

ج۔ الارض کے معنی عام بھی ہیں اور خاص بھی۔ جب اس کے معنی وعدہ کی زمین ہیں۔ تب تو اس سے وہی معنی لئے جائیں گے۔ اور جب اس کے معنی مطلق لئے جائیں۔ تب معنی میں بھی عمومیت ہوگی۔ قرآن مجید میں اس کا اطلاق ہر طرح سے آیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ الارض سے مراد کل کرہ زمین ہوگا۔

مثلاً اللہ تعالےٰ کا یوسفؑ کے قصہ میں فرمانا وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ

میں الارض سے مراد ملک مصر ہوگا۔

مثلاً اللہ تعالےٰ کے کلام میں ہے۔ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ اس میں الارض سے مراد وعدہ کی وہ زمین ہوگی جس کی بابت اللہ تعالےٰ نے یہ بھی قرار دے دیا ہے۔ وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔ سب قرائن پیشینگوئی میں فی الارض کی تعیین میں وعدہ کی زمین بھی مراد ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ فلسطین کی وہ زمین موعودہ جو اللہ تعالےٰ نے اپنے خلیل ابراہیم کی اولاد کو دی تھی جو ہزار سال سے اس خانوادہ عالیشان کی ایک شاخ بنو اسرائیل میں چلی آتی تھی۔ اس کا قبضہ اب خلفاء آل محمدیہ کو دلایا جائیگا۔ ان معنی کے لحاظ سے بھی آیت میں صریح پیشگوئی موجود ہے۔ کیونکہ نزول قرآن بلکہ حیات نبوی تک کوئی ایسے آثار و قرائن نمودار نہ تھے۔ کہ مسلمان عرب سے آگے بڑھ کر ارض مقدسہ کے بھی مالک ہو جائیں گے۔

دشمن (خصوصاً سلطنت روما جو ارض مقدسہ کی قابض تھی) یہ تیاریاں کئے ہوئے تھا کہ سرور کائنات کے وصال کے بعد فوراً یکبارگی عرب پر حملہ کر دیا جائے۔

مصر اور حبش کے جگلدار بادشاہ بھی اپنے اپنے ممالک سے حملہ آوروں اور عمود قیصر بھی شام کی طرف سے آگے بڑھے۔ اور اس تدبیر سے تمام عرب پر دفعۃ واحد میں ہی تسلط تام بھی کر لیا جائے۔ اور اس نوخیز مذہب کا جس نے عنقریب عرب میں غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ اور جس نے اپنے عملی دلائل سے تثلیث کی بنیادوں کو سارے عالم کی نگاہ میں متزلزل کر دیا تھا۔ کام یک لخت ختم و تمام کر دیا جائے۔

دشمنوں کی ان تیاریوں پر قرآن پاک فرما رہا ہے کہ زمین موعودہ پر برگزیدہ مومنوں کو ٹے گی چنانچہ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا کَمَا اسْتَخْلَفَ کی تشبیہ کامل طور پر پوری ہو گئی۔

الارض سے مراد عام ممالک بھی اسی پیشینگوئی کے مفہوم میں داخل ہیں اور اسی لئے عراق فلسطین۔ شام اور ایشیائے کوچک مصر و ایران بحرین و خراسان۔ مراکو۔ یونس۔ سوڈان وغیرہ الغرض وہ سب ممالک جو حملہ کرنے والے دشمنوں کی سلطنتوں میں داخل تھے۔ سب کے سب خلفاء کے قبضہ میں آگئے۔

دوم۔ آیت استخلاف میں صرف فتوحات ملکی ہی کا ذکر ہوتا تو کہنے والا کہہ سکتا تھا

جس خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے وہ صرف برکات دینوی پر مشتمل تھی۔ مگر غور سے پڑھو۔ کہ آیت تو تمکنت دین۔ عزت اسلام۔ شوکت مذہب کا بھی وعدہ کرتی تھی۔

(۵) ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ دیتا کہ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ میں مذہب غیر از اسلام کو بھی لفظ دین سے تعبیر فرمایا گیا ہے اس لئے اس کے ساتھ اَلَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ کے پاک الفاظ بھی نازل کر دیئے گئے۔ اگر ہم قرآن مجید ہی سے اِرْتَضٰی لَھُمْ کا مشار الیہ معلوم کرنا چاہیں۔ تو آیت تکمیل میں یہ الفاظ ملیں گے۔ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

اور پھر اسلام کے متعلق یہ اور آیت ملے گی۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔

یہ سب آیات اس امر کو استحکام کے ساتھ واضح کر دیتی ہیں۔ کہ خلفاء کا دین ہی اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ دین ہے۔

(۶) وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔

اس آیت میں امن بسیط اور آسائش تام اور رفاہیت کامل کا اظہار ہے جو خلافت خلفاء راشدین میں حاصل ہوا تھا۔ سرور عالم صلعم کی اس پیشینگوئی کا ظہور بھی جو حضور نے سیدنا عدی بن حاتم طے سے فرمائی تھی۔ کہ وہ اپنی عمر میں دیکھ لے گا۔ کہ ایک عورت صنعا سے تنہا چل کر حج کرے گی اور راہ میں اسے خوف الٰہی کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اس کا ظہور بھی زمانہ خلافت ہی میں ہوا تھا۔

پس یہ الفاظ پاک اندرونی و بیرونی نظم و نسق پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ الفاظ سابق کشور کشائی و گیتی ستائی کے مظہر ہیں۔ دنیا کے کسی فاتح کے زمانہ میں ان دو اوصاف کا جمع ہونا بہت دشوار ہوا ہے۔ سکندر مقدونوی اور تیمور تاتاری کی فتوحات کو دیکھو۔

سکندر مقدونیہ سے اُٹھتا۔ ایران کو تباہ کرتا۔ مصر کو خاک میں ملاتا۔ بابل کا خاتمہ کرتا ہندکا دریا پر سے گذرتا ہوا ایشیائے کوچک تک جا پہنچتا ہے

تیمور کو دیکھو کہ تاتار سے اُٹھتا۔ ترکستان پر قبضہ جماتا۔ تخت کابل پر جلوہ آرا ہو کر ہندوستان میں نقارہ شاہی بجاتا۔ بغداد کو زیر و زبر کر کے سلطان بایزید کو انگورہ میں اسیر کرتا۔ پھر روس کو مسخر کرتا ہوا تاتار میں جا پہنچتا ہے۔ چین اسی کے عزم سے لرزہ براندام ہے اور منگولیا و کوریا کی سلطنتیں اس کے سامنے خراج پیش کر رہی ہیں۔

لیکن ان دونوں کے ملکی نظم ونسق کو دیکھو تو بالکل ہیچ صفر کے برابر

قرآن پاک کی پیشینگوئی تیلا رہی ہے۔ کہ خلافت ان ہر دو اوصاف عالیہ کی جامع ہوگی اور وہ حکومت کا ایک ایسا نمونہ دنیا میں چھوڑے گی۔ جس کی تقلید کرنے سے آج تک فرانس و امریکہ کی جمہوریت بھی درماندہ و عاجز ہے۔

چہارم۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ کے لفظ نے خلفاء کے خلوص طلب اور صدق ارادت اور استحکام علم وعمل پر مہر لگا دی۔ مالک کی جانب سے کسی بندہ کی قبولیت کا اظہار وہ انتہائی عزت وفخر ہے جو قرآن مجید میں انبیائے کرام ہی کے لئے خاص تھا۔ یہاں اس شرف میں خلفائے راشدین کو بھی شامل کر دیا گیا۔

پنجم۔ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ فرمانے سے وصف کی تکمیل ہو گئی۔ اوصاف عالیہ کی تقسیم اثبات و سلب پر کی جاتی ہے۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ وصف مثبت ہے اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ صفت سلبی ہے۔ یہاں بھی نفی شرک نے توحید کا کمال، اعتقاد کا رسوخ ایمان کی سلامتی۔ دوام عمل کو بخوبی واضح کر دیا۔

ششم۔ شَیْئًا کے فرمانے سے شرک جلی کے ساتھ شرک خفی کی بھی نفی ہو گئی۔ ریا دہمہ کا شائبہ بھی جاتا رہا۔ اور نور صدق وصفا کا کامل ظہور ہو گیا۔

ہفتم۔ ان علامات کے بعد یہ بھی بتلا دیا کہ خلفاء کی برکتوں کا انکار یا اس پیشینگوئی کا اشتباہ بہت بُرے انجام تک پہنچا دیتا ہے اور بارگاہ الٰہی سے اسے لعنتی کا خطاب مل جاتا ہے۔

ناظرین غور کریں۔ کہ جس خلافت کی خبر دی گئی اور جس کی فتحمندی، نصرت دامن اور دینداری وصداقت گستری کی بابت پیشینگوئی فرمائی گئی۔ خلافت راشدہ میں ٹھیک اسی طرح ہر ایک بات پوری اُتری۔ جس کی شہادت نہ صرف مسلمانوں کی تاریخ بلکہ اعداء کی تحریروں اور ممالک غیر کی تواریخ سے بخوبی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) ہم کو آیت پر مکرر غور کرنا ہے کیا اس سے موعودہ خلافت کے خلفاء کی تعداد بھی معلوم ہو سکتی ہے؟

میں کہتا ہوں کہ ہاں لِیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ۔ اِذْ تَضَعُ لَھُمْ وغیرہ الفاظ میں سب جگہ جمع کے

صیغے اور جمع کے ضمائر استعمال کئے گئے ہیں۔ اور زبان عرب میں جمع کے لئے کم از کم تین کا ہونا ضروری ہے۔ تین سے زائد تعداد تو اس میں آسکتی ہے۔ مگر تین سے کم تعداد کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوگا۔ جمع کا نہیں۔ لہذا مسلمانوں کا یہ مذہب کہ خلافت راشدہ کے والی ابوبکر۔ عمر۔ عثمان و علی رضی اللہ عنہم چار مقدس ہستیاں ہیں بالشمولیت امام حسن پانچ ہیں۔ بالکل صحیح ثابت ہے بلاعت قرآنی تو دیکھو۔ کہ ان چاروں یا ان پانچوں پر نزول آیت کے وقت اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی علامت کامل طور پر منطبق شدہ ہے۔

ہماری اس تمام تر بحث کا مقصد قرآن مجید کی اُن پیشگوئیوں کا ذکر کرنا تھا۔ جو خلافت راشدہ کے متعلق ہیں۔ خلافت کا آغاز بعد از اتمام نبوی صلعم ہوا۔ جب کہ نزول وحی کا باب مسدود ہو چکا تھا۔ اب انہی علامات و امارات و اخبار رات کے مطابق خلافت کا قیام و استحکام اس مالک الانام کا کام ہے جس نے خود اپنا کلام رسول پاک پر اُتارا۔ اور جس نے خود اپنے رسولؐ کی امت میں سے خلافت کے لئے چند نفوس مزکی کا انتخاب فرمایا۔ جن کا ہر ایک قول و فعل کتاب اللہ کا مصدق اور کتاب اللہ ان کی مصدق تھی۔

ساتویں پیشگوئی کہ قرآن مجید کے مخاطبین اولیٰ میں ایک فتنہ عام برپا ہوگا

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً

یعنی اُس فتنہ سے جو تم میں سے صرف ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا۔

اس آیت میں ایسے فتنۂ عام کی خبر دی گئی۔ کہ ظالم و غیر ظالم سب ہی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے بیشک قومیت کے فقدان اور نظم ملی کے انتشار کی آفات میں سے ایک یہ بھی آفت ہے کہ اس مصیبت کا اثر سب پر پڑتا ہے۔

شہادت عثمان ذوالنورین۔ واقعہ جمل۔ واقعہ صفین۔ شہادت علی مرتضیٰؓ۔ واقعۂ ہائلہ کربلا۔ ایسے واقعات ہیں۔ جو اس پیشگوئی کی صحت میں وجود پذیر ہو چکے۔ واقعات بالا میں بڑی تعداد مخاطبین اول قرآن مجید کی تھی۔ اور اسی لئے ضمیر منکم میں کاف خطابیہ استعمال میں لایا گیا ہے۔ اس فتنہ کے وقوع کا امکان اسی خلافت راشدہ کے بعد جو برکات دینوی اور انوار دینی کی جامع تھی۔ عام وہم و گمان سے بالاتر تھا۔ لیکن رب العالمین کا علم صحیح سب آنے والے واقعات پر حاوی ہے اور اس کا کلام ایسے واقعات کا ذخیرہ ہے۔ لہذا ایسے الفاظ میں خبر دی گئی کہ ظالم و غیر ظالم سب پر اس فتنہ کا استعمال ہوگا۔ یہ نہیں بتلایا کہ لوگ فتنہ میں حصہ

لیں۔ بلکہ فرمایا کہ احتراز و اجتناب اور تقویٰ اختیار کریں۔ صحیح بخاری کی حدیث عن ابی ہریرہؓ میں بھی اس فتنہ کی اطلاع دی گئی ہے۔

سَتَکُوْنُ الْفِتَنُ اَلْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ۔ ہمارا مقصود ان دل شکن۔ روح فرسا واقعات کی تفصیل لکھنا نہیں۔ بلکہ قرآن پاک کی پیشگوئی کا اندراج کرنا ہے کیونکہ کلام الٰہی میں ان واقعات پر اشارہ موجود تھا۔ اور یہی امر ہے جو اس کے کلام الٰہی ہونے پر دال ہے۔

مستہزئین کہ کے خلاف پیشگوئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ کہ تو صاف صاف بیان کرتا رہ۔ ان مشرکین سے رُخ بدل لے۔ استہزاء کرنے والوں سے ہم تجھے کفایت کریں گے۔ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ۔ جو حکم تجھے دیا گیا ہے۔ وہ صاف صاف بیان

ہم نے اپنی کتاب رحمۃ للعالمین جلد اوّل ص۴۲ پر جماعت مستہزئین کا ذکر کیا ہے۔ اس کمیٹی کے مقاصد یہ تھے۔ کہ نبی صلعم کی ہنسی اُڑائیں۔ نقلیں اُتاریں۔ آوازے کسیں۔ حضور کے وعظ میں شور و شغب سے کھنڈت ڈالیں منہ چڑائیں بے حرمتی کریں۔

اس ناپاک کمیٹی کے گندے افعال پر غور کرو۔ کیا ان مواقع کی موجودگی میں کوئی شخص تبلیغ و اشاعت کا اہتمام بالشان کام سرانجام دے سکتا ہے؟

لیکن آیت بالا میں نبی صلعم کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اپنا کام جاری رکھیں۔ وعظ و نصیحت اور بلاغ و انذار کا سلسلہ ٹوٹنے نہ دیں۔ رہا مستہزئین کا رویہ اور طریق اس کی بابت پیشگوئی کی جاتی ہے۔ کہ ہم اُن کو خود سمجھ لیں گے۔ اس پیشگوئی کے تحت میں مستہزئین کے نام اور ہر ایک کا انجام پیش کر دیا جاتا ہے۔

۱۔ اُبی بن خلف — سیدنا بلالؓ پر ظلم و ستم ڈھانے والا یہی شخص تھا۔ بلال ہی کے ہاتھوں سے اس راس الکفر کو خاک و خون میں سلایا۔ اور دار البوار کو پہنچایا۔

۲۔ عاص بن وائل — گدھے پر سوار تھا۔ ایک خار کے برابر پہنچا۔ گدھے نے ٹھوکر کھائی۔ تو سر کے بل گڑھے میں اوندھا جا پڑا۔ وہاں ایک سخت زہریلا عقرب موجود

لہ ایسے ایسے فتنے ہوں گے۔ جن میں بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے۔ اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا ساعی سے بہتر ہوگا ۱۲ منہ۔

تھا۔ اُس نے کانٹا۔ سوجن ہوگئی۔ سڑ سڑ کر مرا۔

۴۔ نضر بن حارث۔ مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ جو اس جماعت میں پیش پیش رہتا تھا۔

۴۔ عقیب جو اسود بن المطلب کا پوتا تھا۔

۵۔ عارث بن زُفنہ جو عقیب کا چچیرا بھائی تھا۔

۶۔ طعیمہ بن عدی جو سخت بد زبان تھا۔

۷۔ اسود بن مطلب جو لقمیں اُتارا کرتا تھا۔ ایک درخت کے نیچے سویا۔ اٹھا تو سخت بے چین تھا۔ کہتا تھا کہ میری آنکھوں میں کانٹے چبھوئے جاتے ہیں۔

۸۔ عاص بن منبہ پہلے گدھے پر سوار تھا۔ طائف کی راہ میں کانٹا لگا۔ اسی کے زہر سے ہلاک ہوا۔

۹۔ منبہ بن حجاج اندھا ہوا۔ پھر تڑپتا ہوا مرگیا۔

۱۰۔ ابو قیس بن ناکہ جو نبی صلعم کی ایذا دہی کو اپنی راحت سمجھتا تھا۔

۱۱۔ اُمیہ بن خلف مشہور بد زبان تھا۔

۱۲۔ ابو جہل جو راس الاشرار تھا۔

۱۳۔ عقبہ بن ابی معیط جس نے حضور کی گردن میں سجدہ کرتے وقت پھندا ڈالا۔

۱۴۔ حارث بن قیس سہمی پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا تھا۔ جو اس کے منہ سے نکلا کرتا۔ اسی ذلت سے ہلاک ہوا۔

۱۵۔ ولید بن مغیرہ ایک خزاعی سوار کا نیزہ اکحل میں لگا۔ رگ جان کٹ گئی۔

۱۶۔ ابو لہب عدسہ و طاعون میں مبتلا ہو کر جہنم واصل ہوا۔ دو سنوں عزیزوں نے بھی لاش کو ہاتھ نہ لگایا۔ کوٹھے پر چڑھ کر اس کے اقارب نے لاش پر اتنے پتھر پھینکے کہ لاشہ اُن میں چھپ گیا۔ اور یہی ڈھیر اس کی قبر بنا۔

۱۷۔ اسود بن یغوث باد سموم سے چہرہ جھلسا گیا۔ گھر آیا۔ تو گھر والوں نے اُسے شناخت نہ کیا۔ گھر سے باہر تڑپ تڑپ کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرگیا۔ زبان پیاس کے مارے دانتوں سے باہر نکلی ہوئی تھی۔

۱۸۔ زبیر بن ابی اُمیہ وبا کا لقمہ ہوا۔
۱۹۔ مالک بن الطلالہ لہو۔ راد حق کی قے آئی۔ اور فوراً مر گیا۔
۲۰۔ رکانہ بن عبد یزید بیکسی و نامرادی میں جان دے دی۔

غور کرو کہ پیشگوئی کتنے اشخاص کی ہلاکت پر مشتمل تھی۔ اور پھر ہر ایک کا انجام کیسے عبرت بخش حالات کے ساتھ پورا ہوا۔

واضح ہو کہ ذات ہمایونی نبی صلعم کے متعلق دیگر آیات کو مضمون خصائص النبی میں درج کیا گیا ہے۔

قریش کے دشمن سرداران کے دوست بن جانے کی پیشگوئی

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً (سورہ ممتحنہ ع ۲) عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور تمہارے دشمنوں کے درمیان قائم کرے گا۔

اس کے تحت میں بھی چند مثالوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عسےٰ کا استعمال امر محبوب کی ترجی میں ہوتا ہے۔

(۱) عبداللہ بن ابو اُمیہ بن مغیرہ نبی صلعم کا پھوپھیرا بھائی تھا۔ مگر اسلام کا اتنا سخت مخالف کہ حضورؐ سے اس نے علانیہ کہہ دیا تھا۔ کہ اے محمدؐ اگر تو زینہ لگا کر آسمان پر بھی چڑھ جائے۔ اور میری آنکھوں کے سامنے آسمان سے اترے۔ تیرے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں۔ اور وہ تیری نبوت و صداقت کی شہادت بھی دیں۔ تب بھی میں ایمان نہیں لاؤں گا۔

یہی عبداللہ بحذیہ توفیق ربانی ۸ھ نبوت میں حاضر دربار ہوتا۔ اور اقرار شہادتین سے معراج ایمان پر فائز ہو جاتا ہے۔ اہل خبرت اندازہ کریں۔ کہ عبداللہ نے ضرور وہ کچھ دیکھا۔ جو آسمان پر زینہ لگا کر چڑھنے اور اُترنے اور فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھ کر تھا۔

(۲) ثمامہ بن اثال نجد کا فرمانروا تھا۔ نبی صلعم کا شہر حضورؐ کا لاما ہوا دین۔ حضورؐ کا وجود باجود اس کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت تھے۔ وہ مدینہ میں صرف تین دن محبوس رہا جس روز آزاد ہوا۔ اُسی روز بصد دل و جان حضور کا فریفتہ و شیدا ہو گیا۔ قیاس کیا ہوا کہ محبت کا صید بن گیا۔

(۳) عمرو بن العاص۔ اسلام کی مخالفت میں اتنا چالاک تھا۔ کہ قریش نے دربار نجاشی

میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا تاکہ مہاجرین پناہ گزین حبش کو اکسٹرا ڈیشن (واپسی) کی طرح حاصل کر کے واپس لائے۔ وہی چند سال بعد گردن جھکائے۔ حیا سے آنکھوں کو قدموں پر جمائے حاضر ہوتا ہے اور بعد ازاں مبلغ اسلام بن کر جاتا اور ملک عمان کے داخل اسلام ہو جانے کی بشارت لے کر حضور نبوی میں حاضر ہوتا ہے۔ ملک مصر کا فاتح اول بنتا ہے۔

(۴) ابو سفیان صخر بن حرب نے احد، غزوہ سویق احزاب وغیرہ میں مسلمانوں پر حملے کئے بھاری فوجیں لایا۔ مگر وہی اسلام میں داخل ہو کر فتنہ و ارتداد میں ثابت قدم رہ کر فتوحات شام وغیرہ میں نہایت کارگذار ثابت ہوا۔

(۵) ابو سفیان بن حارث بنی صلعم کا چچیرا بھائی شاعر زبان آور شروع شروع میں اسلام اور مسلمین کی ہجو میں شعر کہا کرتا۔ پھر بہ ہدایت ربانی حاضر ہوتا۔ اور ابو سفیان "سید فتیان اہل الجنۃ" کے خطاب سے مشرف ہوتا ہے۔

(۶) سہیل بن عمرو صلح حدیبیہ میں بھی کفار کی طرف سے کنشز معاہدہ تھا۔ جب اسلام میں داخل ہوئے۔ تو ان ہی کے خطبہ نے بعد از وفات نبوی اہل مکہ کو استقامت و استقلال سکھایا اور بالآخر شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے

(۷) عکرمہ بن ابو جہل شروع شروع میں اسلام کی مخالفت اور کفر کی محافظت میں باپ سے بھی آگے آگے تھا۔ لیکن جب سے نبی صلعم کے حضور میں حاضر آنے کا موقع ملا۔ پکے جاں نثار اور عاشق زار بن گئے۔ فتوحات میں خالد بن ولید کے بھی دست و بازو ہوتے اور دو ہزار کفار پر اکیلے بھاری سمجھے جاتے۔

(۸) حکیم بن حزام قرشی اسدی ۶۰ سال کفر میں پورے کئے۔ بدر میں مسلمانوں کے خلاف بہت بڑا حصہ لیا۔ پھر اسلام اور ۶۰ سال تک اسلام کی خدمت میں پورے کئے۔ ایک حج کے موقع پر ایک سو اونٹ اور ایک ہزار بکرے قربانی کئے اور ایک سو غلام آزاد کئے۔

(۹) عبد یالیل ثقفی نبی صلعم کو طائف پر تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ تو اس نے لڑکوں۔ غلاموں۔ اوباشوں کو حضور پر پتھر کیچڑ پھینکنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ لیکن چند سال کے بعد یہ خود (رمع پنج سرداران دیگر) مدینہ میں حاضر ہوتا۔ ایمان لاتا۔ اور اپنی قوم میں مبلغ بنکر جاتا ہے اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو جاتا ہے۔

(۱۰۱) بریدہ بن الحصیب اسلمی۔ کفار قریش کے انعام صد شتر کی خبر پاتا اور ستر سوار ساتھ لے کر نبی صلعم کو زندہ پکڑ لانے یا ہلاک کرنے کا عزم کر کے گھر سے روانہ ہو جاتا ہے۔ مگر جب آپ کی آنکھ حضورؐ کے چہرہ پُر نور پر پڑتی ہے۔ اور کان میں آواز دل نواز آتی ہے۔ تو اپنی پگڑی کو اپنے نیزہ پر باندھ کر حضورؐ کا نشان بردار بن جاتا ہے اور غلامانہ ہمرکاب ہو کر آگے آگے چلتا ہے +

ایسی مثالیں سینکڑوں کی تعداد میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت بالا اپنی پیشگوئی میں کتنی وسیع اور کس قدر سچی ہے۔

سینکڑوں کے جذبات قلب اور ان کے انجام کی اطلاع دینا رب العزۃ ہی کے کلام کا کام ہے

پیشگوئی کہ کفار مکہ جو مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ خود ان کو استحقاقاً داخل کعبہ دنیا حق نہ رہے گا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ۔ جو لوگ اللہ کی مسجدوں میں ذکر الٰہی کئے جانے سے روکتے ہیں۔ اور مسجدوں کی بے رونقی میں سعی کرتے۔ اُن سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا۔ اُن کو حق نہیں کہ وہ مسجدوں میں داخل ہوں۔ مگر ڈرتے ڈرتے

مشرک کو کعبہ میں داخل ہونے کی ممانعت کا اعلان سید الحاج ابوبکر صدیق نے ۹ھ میں کیا۔ اور آج تک یہی حکم برابر جاری ہے جو لوگ اسلامی لباس سے ملبس ہو کر وہاں جاتے بھی ہیں۔ اُن کی جان ہر وقت خوف و خطر میں رہتی ہے۔

جملہ کفار عرب کے لئے پیشگوئیاں

پہلی پیشگوئی کہ وہ مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے۔ اور خود رسوا ہوں گے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ (توبہ ع ۱) یاد رکھو کہ تم اللہ تعالےٰ کو نہیں ہرا سکتے۔ اور اللہ تعالےٰ کافروں کو رسوا کرے گا۔

یہ آیت اُس وقت کی ہے۔ جب تمام معاہدہ شکن کفار کے نام چار مہینے کا الٹی میٹم دے دیا گیا تھا۔ خیال ہو سکتا تھا۔ کہ اکیلے مسلمان اس قدر قبائل و اقوام کے نام بیک بار الٹی میٹم دے

رہے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بطور پیشگوئی دو امور کا انکشاف فرمایا۔

(۱) کفار باوجود اپنی قوت و طاقت اور افزونی تعداد وغیرہ کے بھی مسلمانوں کو شکست نہ دے سکیں گے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہار کو اپنی ہار بتایا ہے کیونکہ کفار کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ دین الٰہی کی وجہ سے تھی۔ اور للّٰہی بغض کی وجہ سے تھی۔

(۲) کفار کو ایسی شکستیں ہوں گی کہ وہ اس روز ذلیل ہو جائیں گے۔ آج تک وہ عرب میں بڑے بہادر بڑے جنگجو۔ اور انتقام گیر سمجھے جاتے تھے۔ مگر مسلمانوں کے سامنے آتے ہی ان کی شجاعت و بہادری کا پول کھل جائے گا۔ اور وہ سارے ملک میں رسوا و ذلیل ہو جائیں گے۔

قبائل بنو اسد و بنو غسان و بنو غطفان وغیرہ کی حملہ آوریوں کا حال مع اُن کے انجام کے پڑھو۔ دونوں پیشگوئیوں کا ظہور بخوبی واضح ہو جائے گا۔

دوسری پیشگوئی | مشرکین عرب کے مرعوب کئے جانے اور مسلمانوں پر اُن کے حملہ آور نہ ہونے کی پیشگوئی۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطَانًا۔ ہم کفار کے دلوں میں رُعب ڈال دیں گے۔ کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور شرک وہ چیز ہے جس کی تائید میں کوئی دلیل موجود نہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ عہد نبوی صلعم میں جو مختصر لڑائی جھگڑے ہوئے۔ وہ صرف قریش یا قریش کی معاہد اقوام کی طرف سے تھے۔ جن میں دشمنوں کو ناکامی ہوئی۔ مندرجہ بالا قبائل ایک ایک دو دو بار مقابل ہوئے۔ اور جو کوئی قبیلہ مقابلہ میں آیا اُسے پھر نبرد آزمائی کی جرأت نہ پڑی حتیٰ کہ سات سال کے عہد قلیل میں تمام ملک میں امن و امان ہو گیا۔

وہ قبائل جو گھوڑ دوڑ میں ایک گھوڑے کے بڑھ جانے پر پچاس پچاس برس تک لڑائی جاری رکھتے تھے۔ اور لڑائی کو معمولی مشغلہ سے بڑھ کر کچھ نہ سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے سامنے ایسے مرعوب ہو گئے تھے۔ کہ کبھی ان کے خلاف نہ اٹھے۔

بلکہ جنگ آور قبائل سے عہدنامے توڑ توڑ کر مسلمانوں کی مخالفت سے دست بردار ہو گئے یہ سب کچھ اسی پیشگوئی کا اثر تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دل میں رُعب ڈال دیا تھا۔ بیشک ایسے ملک میں جس کے خمیر ہی میں خون ریزی اور غارتگری تھی۔ یہ علیحدگی یہ خاموشی

صرف قدرت ربانی ہی کا نمونہ تھی۔

اہل مکہ کے خلاف دو پیشگوئیاں

الف۔ اُن کے مصارف اُن کے لئے سرمایہ حسرت بنیں گے۔

ب۔ اور وہ سب مغلوب ہوں گے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ	کافر اس لئے زر و مال صرف کر رہے ہیں۔ کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں۔ ہاں وہ کچھ عرصہ تک اسی طرح خرچ کیا کریں گے۔ پھر یہ مصارف

ان کے لئے موجب حسرت ہوں گے۔ پھر وہ مغلوب کئے جائیں گے۔

کفار کے انفاق زر کا اندازہ ایک غزوہ احد کے مصارف سے ہو سکتا ہے۔ جس میں پچاس ہزار مثقال طلا۔ اور ایک ہزار اونٹ چندہ میں جمع کیا گیا تھا۔

مزید براں فوج کو ایک ایک دن کی دعوت ایک ایک سردار کی طرف سے دی جاتی تھی۔

ان تمام کوششوں کا انجام حسرت و ناکامی اور اندوہ و حرمان ہی پر ہوا تھا۔ کیونکہ نہ وہ اسلام کی ترقی کو روک سکے اور نہ اسلام میں داخل ہونے والوں کو مرتد کر سکے۔ بلکہ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے رسوم آبائی اور ضلالت قدیم کو تباہ شدہ اور ہلاکت زدہ دیکھ لیا تھا۔

ابولہب کے متعلق پیشگوئی

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ۔	ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ تباہ ہو گیا اس کا مال اور اُس کی اولاد اُس کے کچھ کام نہ آئی وہ مستقبل قریب میں شعلہ دار آگ میں جائے گا

ابولہب نبی صلعم کے دادا عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ وہ حضورؐ کے سب سے پہلے وعظ کو سن کر دوڑے میں حاضر ہوا تھا۔ جب اس نے سنا کہ نبی صلعم حیات بعد الموت کے اعتقاد کی تلقین کرتے اور اعمال پر آئندہ نتائج مترتب ہونے کی خبر دیتے ہیں۔ تب اُس نے اپنے دونوں

ہاتھوں سے نبی صلعم کی طرف اشارت نفرین و تحقیر کر کے کہا تھا تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا دَعَوْتَنَا (صحیحین عن ابن عباس) تجھے دن بھر تباہی رہے تو نے ہم کو انہی باتوں کے سنانے کو بلایا تھا نبی صلعم تو سراپا عفو اور سراپا تن شکیب تھے۔ حضورؐ نے اُس کے اس فقرہ کا کچھ جواب نہ دیا۔ مگر غیرت الٰہیہ اپنے حبیب کے خلاف ایسے الفاظ کی برداشت کیونکر کر سکتی تھی۔ لہٰذا جواب میں خود اُسی کے الفاظ اُس پر لوٹا دیئے گئے۔ اور اُس کے حسرتناک انجام کا اعلان بھی بطور پیشینگوئی فرما دیا گیا۔ پیشگوئی تین امور پر مشتمل تھی

الف۔ اسلام اور حضورؐ کے خلاف اُس کی جملہ تدابیر تباہ ہونگی۔

ب۔ اُس کی اولاد اور اُس کا مال اُسے کچھ نفع نہ دے گا۔

وہ خود آگ کا ایندھن بنے گا۔

ابولہب کے چار بیٹے تھے۔ دو بحالت کفر باپ کے سامنے مرے۔ باپ کو اُن سے کوئی فائدہ تو کیا پہنچتا دونوں کا داغ دل دگر کو کباب بنا گیا۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی مشرف باسلام ہوئے اور باپ کی امیدوں کے خلاف نکلے۔

ابولہب خود طاعون میں ہلاک ہوا۔ اہل عرب طاعون سے سخت خائف تھے۔ اُس کی لاش کو گھر سے نہ اُٹھایا گیا۔ بلکہ چھت کھول کر اوپر ہی سے اس قدر مٹی اور پتھر اُس کے ناپاک جثہ پر پھینکے گئے۔ کہ وہیں اُس کی گور بن گئی۔ یہ پیشگوئی جملہ کفار کی آنکھوں کے سامنے پندرہ برس بعد از نزول آیت پوری ہوئی۔

پیشگوئی کہ ابولہب کی عورت بھی ذلیل موت سے مرے گی

وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ

اس کی عورت بھی جو لکڑیاں اُٹھانے والی ہے۔ ہلاک ہوئی اُس کی گردن میں مُونج کی رسّی ہوگی۔

اس عورت کو نبی صلعم سے عداوت شدید تھی۔ خود جنگل میں جاتی کانٹے اکٹھے کرتی۔ رات کو نبی صلعم کی راہ میں بچھا دیتی تھی۔ تفسیر خازن میں ہے کہ اس کی موت اسی طرح واقع ہوئی۔ جس طرح کلام الٰہی میں ظاہر کی گئی تھی۔ سر پر لکڑیوں کا گٹھا تھا۔ راہ میں تھک گئی تو گٹھے کو پیچھے سے لٹکا کر خود سستانے لگی۔ جب پھر چلنے کا ارادہ کیا۔ تو اُسی رسّی کا جس سے لکڑیاں بندھی تھیں۔ پھندا گردن میں پڑ گیا۔ اور لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ کی طرف جا لٹکا۔ جس کے بوجھ سے وہ پھندا اچانسی

بن گیا۔ اور یہ ہلاک ہو گئی۔ اس بدترین موت کی اطلاع کلام الٰہی میں پہلے سے دے دی گئی تھی +

منافقین کے متعلق پیشگوئیاں

وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ تمام دنیا میں ان کا کوئی بھی کام بنانے والا۔ یا اُن کو مدد دینے والا نہ ہوگا۔

اسلام سے پیشتر عرب قبائل کو باہمی جنگوں میں سلطنت فارس یا سلطنت روما کی امداد مل جایا کرتی تھی۔ لیکن جب منافقین کی نسبت اخراج مدینہ کی پیشگوئی فرمائی گئی۔ تو یہ بھی بتا دیا گیا۔ کہ اب کوئی سلطنت ان کی ذرا مدد نہ کر سکے گی۔

.... راہب فالق نے جنگ احد میں شکست کھا کر سلطنت روما سے مسلمانوں کے خلاف امداد حاصل کرنے کی بہت کوششیں کیں۔ روما کے پادریوں سے بھی امداد حاصل کی لیکن اُسے کوئی بھی مدد نہ مل سکی۔

جبلہ بن ایہم غسانی نے مرتد ہو کر عیسائی (نجرانی) کے بعد دربار ہرقل کی رسول خراشی کی۔ مگر مسلمانوں کے خلاف سلطنت سے کوئی امداد نہ لے سکا۔

یہی حال اکثر مخالفین اسلام کا ہوا۔ اور پیشگوئی اپنے الفاظ میں صحیح ثابت ہوئی۔

پیشگوئی منافقوں کو دُگنی بار پڑے گی

سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ (پارہ ۱۱) ہم اُن کو کیے بعد دیگرے دُہرا عذاب دیں گے۔ اور بعد ازاں وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

یہ آیت اُن منافقین کے متعلق ہے۔ جو جہاد سے بلا وجہ پیچھے رہ گئے تھے۔ اُن کے لئے عذاب اول یہ تھا۔ کہ اُن کو جھوٹے عذرات پیش کرنے کے لئے بہت سے جھوٹ بنانے پڑے اور وہ قوم و ملک کی نگاہ میں جھوٹے اور غدار ثابت ہوئے اور سب کی نظروں سے گر گئے۔ یہ اخلاقی عذاب سخت ہوتا ہے۔ کیونکہ ضمیر انسانی ہر وقت اس کو ستاتا رہتا ہے۔ عذاب دوم اُس مال و اولاد سے محرومی ہے۔ جن کی محبت میں مبتلا ہو کر وہ تارک جہاد بنے تھے۔

دونوں عذاب انہوں نے اپنی زندگی ہی میں چکھ لئے تھے۔

عذاب الیم جو تیسرا عذاب ہے اُس کا تعلق آخرت سے ہے۔

پیشگوئی کہ منافقین خسران میں رہیں گے | اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ (سورہ مجادلہ) یہ شیطانی لشکر والے ہیں۔ اور شیطان کا لشکر ہی خسران زدہ ہوگا۔

سیاق عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی اُن منافقین کی بابت ہے جو یہود کو پسند کرتے اور اُن کے معاہد و دوست بنے ہوئے تھے۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ دشمنان الٰہی کے ساتھ تو دّد و اتحاد شیطانی کام ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ ضرور نقصان اٹھائیں گے۔ جنگ احزاب کے بعد منافقین جب مدینہ کے ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے تب یہ پیشگوئی اُن پر صادق آئی۔

پیشگوئی اُن منافقین کے متعلق جو اہل اسلام میں دل مل گئے تھے اور کہاں آباد ہیں۔ | الف۔ اللہ تعالےٰ نے پہلے تو یہ بتلایا۔ کہ منافق کون لوگ ہیں۔ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (توبہ ع ۱۳) اہل مدینہ میں سے ایسے بھی ہیں۔ جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔

اس اخبار غیب میں مصلحت یہ تھی۔ کہ ازمنہ مستقبلہ میں کوئی شخص محض اپنی ہی رائے یا ظنون یا خیال یا تعصب سے اصحاب کرام کو تہمت نفاق نہ دے سکے۔ پہلی شرط جو کسی کو منافق کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ وہ باغندہ مدینہ ہو۔ کسی یمنی۔ تہامی۔ مکی۔ حضرمی وغیرہ ممالک کے صحابہ میں سے کسی پر بھی نفاق کا شبہ یا شائبہ یا سایہ نہیں پڑ سکتا۔ اس بین علامت کے بعد یہ فرمایا۔

پیشگوئی | فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (عنکبوت ع ۱) اللہ تعالےٰ صادقوں کو اور کاذبوں کو الگ الگ کر دکھائے گا۔ اس پیشگوئی کی تفسیر پھر ایک اور آیت میں فرمائی۔

پیشگوئی | لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (الاحزاب ع ۷) اگر منافق لوگ اور دل کے روگی اور جھوٹی افواہوں کے پھیلانے والے مدینہ میں باز نہ آئیں گے تو ہم رسول کو اُن کے خلاف کھڑا کریں گے اور پھر وہ مدینہ میں تھوڑے عرصہ کے سوا رسول کے پاس نہ رہ سکیں گے۔ جتنا عرصہ رہیں گے۔

لعنت زدہ رہیں گے۔ پھر جہاں جائیں گے۔ پکڑے جائیں گے اور بُری طرح سے قتل کئے جائیں گے۔

اس پیشگوئی میں منافقین کا انجام بھی بتلایا گیا۔ اور اُن کے انجام کی مدت وایام کا بھی تعین کیا گیا۔ یہ آیت سورہ احزاب کی ہے۔ واقعہ احزاب ۵ھ میں ہوا۔ جس میں اُبی بن سلول کی پارٹی سے تین سو سے زیادہ منافق زندہ تھے۔ آیت میں بتلایا۔ کہ اُن سب کا حیات پاک مصطفوی کے اندر اندر خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ مدینہ سے نکال دیئے جائیں گے۔ اور یہاں سے جانے کے بعد ذلت وخواری کے ساتھ قتل ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور قبل ازاں کہ نبی اکرم گرامی رتبہ ولداکرم چشم ظاہر بین کو نظارہ عالم سے بند فرمائیں۔ حضورؐ نے دیکھ لیا کہ مدینہ ایسے اشرار سے بالکل پاک ہے یہی راز تھا۔ کہ ۹ھ میں جبکہ حضور صلعم نے تمیم داری کی حدیث کو سر منبر روایت فرمایا تھا۔ مدینہ کا نام طیبہ رکھ دیا تھا۔

پیشگوئی کی دوسری آیت مندرجہ ذیل پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔

(۱) لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ۔ یعنی اللہ کا رسول اُن کے خلاف کارروائی کرے گا۔

(۲) لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا۔ شہر مدینہ میں رسول اللہ کے ساتھ رہنے کا زمانہ اُن کو بہت کم ملے گا۔

(۳) مَلْعُونِينَ۔ وہ لعنت زدہ ہوں گے۔ ہر طرف سے اُن پر پھٹکار پڑے گی۔

(۴) أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا۔ مدینہ سے نکلنے کے بعد جہاں کہیں جائیں گے پکڑے جائینگے

(۵) قُتِّلُوا تَقْتِيلًا۔ بدترین طریقہ سے قتل کئے جائیں گے۔

تاریخ اسلام کے ماہر واقف جانتے ہیں۔ کہ منافقین مدینہ انہی پانچوں پیشگوئیوں کو پورا کرتے ہوئے بُرے انجام کے ساتھ ختم ہوئے تھے۔

مخلفین جہاد کے متعلق دو پیشگوئیاں

پہلی پیشگوئی فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا

يَفْقَهُوْنَ۔ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِيْنَ (توبہ ۱۱)

پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ کے ساتھ نہ جانے پر خوش ہوئے ہیں۔ انہوں نے برا سمجھا۔ کہ اللہ کی راہ میں مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں۔ اور یہ بات کہی۔ کہ گرمی میں لڑائی کے لئے نہ جاؤ۔ اے رسول ان سے کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ سخت تر گرم ہے اگر تم میں سمجھ ہے ان کو چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں یہ اُن کے فعلوں کی جزا ہے

پھر جب اللہ تعالےٰ آپ کو ان پیچھے رہ جانے والوں میں سے ایک گروہ کی طرف واپس لائے گا۔ اور وہ آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت چاہیں گے۔ تو اُن سے کہہ دینا کہ تم میری معیت میں کبھی بھی نہیں نکلو گے۔ اور میری معیت میں کبھی بھی کسی دشمن کے ساتھ جنگ نہ کر سکو گے۔ تم پہلی دفعہ بیٹھ رہنے پر خوش تھے۔ اس لئے اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔"

اس آیت میں ایسی اقوام کا ذکر کیا۔ جنہوں نے موسم گرما میں نبی صلعم کے ساتھ جہاد میں جانا ترک کر دیا تھا۔ پھر پیشگوئی کے طور پر فرمایا۔ کہ رسول اللہ کی واپسی پر ان میں سے ایک گروہ بارگاہ محمدی میں حاضر ہوگا۔ اور آئندہ شریک جہاد ہونے کی اجازت کا خواستگار ہوگا۔

اس کے ساتھ قطعی پیشگوئی کے الفاظ میں بتلا دیا۔ کہ اب ان لوگوں کو جہاد ہمرکاب نبوی کا شرف نہ دیا جائے گا۔

اس واقعہ کو سورہ الفتح میں بھی بیان فرمایا ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ۔

جب تم مغانم کے حاصل کرنے کو چلو گے۔ تب پیچھے رہ جانے والے کہیں گے کہ ہم کو بھی ساتھ چلنے دیجئے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل دیں۔ ان سے کہہ دیجئے۔ تم ہمارے ساتھ تو ہرگز نہیں جا سکتے۔ یہی بات ہے جو اللہ تعالےٰ نے پہلے بھی فرما دی ہے۔

ہر دو آیات سے زمانہ نزول آیات کا بخوبی تعین ہو جاتا ہے سورہ الفتح کا نزول غزوہ

حدیبیہ میں ہوا۔ اور مغانم کثیرہ کا حصول خیبر سے شروع ہوا۔ لہٰذا یہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے حدیبیہ کے موقعہ پر ساتھ جانے سے انکار کیا تھا۔ اور بعد ازاں خیبر وغیرہ میں وہی بزرگ گئے جو حدیبیہ میں تھے۔ اور یہ مخلفین کبھی ہمرکاب نبوی جہاد کرنے کا شرف نہ حاصل کر سکے۔ نبی صلعم کی حیات طیبہ کا زمانہ اِن آیات سے قریباً پانچ سال بعد کا ہے۔ متعدد اقوام کے ہزاروں اشخاص کی نسبت ایسی پیشگوئی جس کا تعلق آیندہ کے سالہا سال سے ہو۔ رب العالمین ہی کے کلام میں ہو سکتی ہے۔

دوسری پیشگوئی | قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

ان بادیہ نشینوں کو جو پیچھے رہنے والے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ تم کو آئندہ قریبی زمانہ میں ایک سخت جنگ جو قوم کے لئے بُلایا جائے گا۔ تم اُن سے قتال کرو گے یا وہ فرمانبردار بنجائیں گے۔ اگر تم نے (اُس وقت) اطاعت کی تب تم کو اچھا اجر دیا جائے گا۔ اور اگر تم نے اُس وقت بھی حکم سے منہ پھیرا جیسا پہلے کر چکے ہو۔ تب تم کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

اس آیت کو ہر دو آیات مندرجہ بالا کے ساتھ ملا کر پھر تدبر کرو۔

(۱) مخلفین کو معیت رسول سے قطعاً محروم کر دیا گیا۔

(۲) مخلفین کو بعد از رسول کریم قریبی زمانہ میں دعوت جہاد دیئے جانے کی پیشگوئی فرمائی گئی۔

(۳) بطور پیشگوئی مقابل کے دشمن کی صفات جنگ جوئی وغیرہ بھی بتلا دی گئی۔

(۴) اس جنگ کا انجام قتال یا دشمن کی فرمانبرداری بھی بتلا دیا گیا۔

(۵) اُس دعوت کی اطاعت پر اجر حسنہ کا وعدہ

(۶) دعوت کی عدم تعمیل پر عذاب دردناک کی وعید۔

اب آپ عہد صدیقی پر نگاہ ڈالیں۔ اُن کی اُس دعوت عام کے فرمان کو جسے واقدی نے لفظاً لفظاً نقل کیا ہے پڑھئے اور پھر اُن عساکر کے نام معلوم کیجئے جو خدمت صدیقی میں آئے تھے۔ قبائل اور شعوب کے نام پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ اقوام تو وہی ہیں جنکو معیت رسول کریم میں

جہاد کا کبھی موقع نہ ملا تھا۔

پھر آپ دیکھیں گے کہ انکو رد ما جیسی سلطنت (امپائر) کے مقابلہ میں روانہ کیا جاتا ہے جو نصف دنیا پر حکمران تھی۔ جو اپنی جنگجوئی اور حرب دانی کا ثبوت ایران جیسی سلطنت کو جو نصف شرقی دنیا کی امپائر (دولت بزرگ) تھی دے چکی تھی۔ جس کی فوجیں باقاعدہ اور منظم تھیں۔ جن کا نظام جنگ سب سے اعلیٰ تھا۔ جنہوں نے اپنی ہی ملکیت کے اندر رہ کر صرف مدافعت کرنی تھی۔ اور ان بادیہ نشینوں نے اپنے ملک سے سینکڑوں میل آگے بڑھ کر جہاں رسد اور ذخائر جنگ کے وسائل بھی مکمل نہ تھے حملہ کرنا تھا۔

نتیجہ وہی ہوا۔ کہ قتال نے دشمن کا خاتمہ کر دیا۔ اور رعایا نے مصالحت سے فائدہ حاصل کیا۔ اور ہزارہا ہزار داخل اسلام بھی ہوئے۔

یہ آیت عرب اور شام میں ہونے والے انقلاب اور فتوحات اعراب اور روما کی آئندہ معاملات و انجام کے متعلق نہایت صاف ہے۔

یہ آیت دعوت صدیقؓ و فاروقؓ کی اطاعت کو اطاعت الٰہی بتلاتی ہے۔ اور عدم اطاعت پر وعید عذاب بتلاتی ہے۔

اجر حسنہ کا لفظ نہ صرف آخرت کے لئے ہے بلکہ دنیا بھی اس میں شامل ہے۔ اور یہ لفظ ایک مستقل پیشگوئی ہے کہ صدیقؓ و فاروقؓ کے لشکروں میں شامل ہونے والے تمدن کے بلند ترین ارتقاء پر پہنچ جائیں گے۔ اور بایں ہمہ ان کی امارت بھی خوبیوں والی ہوگی۔

ایسی پیشگوئی کے تمام اجزا کا اس طرح پر پورا ہونا جس کی تصدیق ملکوں اور قوموں کی تاریخ سے واضح طور پر ثابت ہوتی ہو۔ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی قطعی دلیل ہے۔

غزوات نبوی میں سے خاص خاص غزوات کے متعلق تین پیشگوئیاں

غزوہ بدر کے متعلق | وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ (الانفال)

اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ دشمن کے دو گروہوں میں سے ایک تم کو ملے گا۔ اور تم لوگ یہ چاہتے تھے۔ کہ غیر مسلح گروہ تم کو ملے اور اللہ کا ارادہ یہ تھا۔ کہ حق کو اپنے حکم سے حق کر دکھائے ۔ اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

غزوہ بدر میں ایسے مسلمان شامل تھے۔ جو اچھی طرح سامان جنگ نہ بنا سکے تھے۔ لہٰذا اُنکی تمنا یہ تھی۔ کہ اُن کی مٹھ بھیڑ ایسے ہی دشمن کے ساتھ ہو۔ جو مسلح نہیں۔ تاکہ مقابلہ برابر کا ہو لیکن اللہ تعالےٰ نے اُن دشمنوں کو سامنے لاڑالا۔ جو آلات حرب سے پورے مسلح تھے۔ لڑائی کے لئے تیار ہو کر آٹھ منزل آگے بڑھ آئے تھے۔ اور انہوں نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا۔ کہ اُن کا مقصد مدینہ پر یورش کرنا ہے۔ یہ تعداد میں بھی مسلمانوں سے سہ چند زیادہ تھے۔ بظاہر مقابلہ کسی طرح نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن رب الافواج کا کلام پورا ہوا۔ اہل حق کو فتح ملی۔ اور کافروں کو ایسی ہزائی اور ذلت کی شکست ملی کہ کفر کی جڑ کٹ گئی۔

غزوہ بدر کے متعلق آیت ذیل میں بھی پیشگوئی ہے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔ | جماعت شکست کھائیگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیگی۔

صحیح بخاری میں عکرمہ سے روایت ہے کہ عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ جب کفار کو بدر میں شکست فاش ہوئی۔ تب سب سمجھ گئے کہ اسی جماعت کی شکست کا اعلان آیت بالا میں فرمایا گیا تھا۔

غزوہ خیبر کی پیشگوئی | جس میں مبایعین بیعت الرضوان کی بھی ایک پیشگوئی شامل ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (سورہ فتح ع ۲)

اللہ سب مومنوں سے خوشنود ہوا۔ جب کہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے۔ اللہ نے اُن کے دلوں کو جانچ لیا اور اُن پر سکینہ و وقار نازل فرمایا ۔ اور فتح قریب کو اُن کا انعام بنایا۔

یہ آیت صلح حدیبیہ کی ہے۔ حدیبیہ میں مسلمانوں نے دیکھا کہ جو حق عبادت چار ہزار سال سے تمام دنیا کو بلا روک ٹوک کے حاصل تھا۔ یعنی بیت اللہ میں پہنچکر عمرہ ادا کرنا اُس سے مسلمانوں کو روکا جاتا ہے جہاں کسی دشمن سے دشمن کو بھی گزند نہ پہنچایا جاتا تھا۔ جہاں باپ اور بیٹے کے قاتل کو بھی کوئی گرفتار نہ کرتا تھا۔ وہاں خلیل الرحمن کے بچوں کو جانے سے اور سنت ابراہیمی کے

مطابق عبادت کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ لات و منوٰت۔ عزیٰ و ذوالخویصہ کے ماننے والے تھرکتی درختوں مورتیوں استھانوں پر ناک رگڑنے والے ستارہ پرست تثلیث پرست دہریے۔ نفس پرست۔ خود پرست۔ لوگ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے حرم کی سرزمین پر آتے جاتے ہیں۔ لیکن ان اللہ کے بندوں کو جو احرام باندھے ہوئے ہدی (قربانی کے جانور) ساتھ لائے ہوئے ہیں۔ ایک قدم آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔ یہی مصائب کچھ کم نہ تھے۔ کہ اتنے میں ابو جندلؓ آجاتا ہے۔ پاؤں میں زنجیر لگی ہوئی ہے۔ جو گھسٹتی آتی ہے۔ سانس پھولی ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں ان کو اس جرم میں قید کیا گیا تھا۔ کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ اب ان کو بھاگنے کا موقع ملا۔ لشکر اسلام میں پہنچ گئے ہیں۔ اس مظلوم کو حاصل کرنے کے لئے کفار نے کہا۔ کہ وہ باہمی عارضی صلح کرنے پر رضامند ہیں۔ بشرطیکہ اُن کا یہ قیدی واپس کر دیا جائے۔

قومی فائدہ پر ایک شخص کی آزادی کو قربان کرنا پڑا۔ نبی صلعم کے دیدار اور حضورؐ کی بشارت سے ابو جندل بھی اتنا شاد کام تھا۔ کہ اُسے پھر قید میں جانا کچھ گراں معلوم نہ ہوتا تھا۔ الغرض یہاں مسلمانوں کو اس قدر ضبط و صبر اور سکون و وقار و حلم کا نمونہ بننا پڑا۔ کہ نزول سکینہ ربانی کے بغیر کوئی شخص ایسی دل شکن و روح فرسا حالتوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ایک امتحان تھا۔ اس میں کامیابی کے بعد اور مدینہ پہنچنے کے دو ہفتے پیچھے حکم ہوا۔ کہ یہی لوگ اور صرف یہی لوگ یہود ان خیبر کے مقابلہ کو جائیں۔ وہ جنہوں نے گیارہ قلعے مستحکم کر رکھے ہیں۔ جو منجنیق وغیرہ آلات کا استعمال کرتے ہیں۔ جس سے عرب بالکل ناواقف تھے۔ جنگ خیبر میں انہی مسلمانوں نے جلادت و بسالت۔ جوانمردی و شجاعت فنون حرب سے واقفیت مدافعت و پیشقدمی کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کھلے میدانوں کو اور چوڑی چوڑی خندقوں سے محصور قلعجات کو سنگین دیواروں مضبوط حصاروں کو انہوں نے اس طرح جیت لیا۔ کہ ان کے سامنے کوئی شے بھی ٹھہر نہ سکی۔

پیشگوئی بالا میں مسلمانوں کی دونوں صفات کا ذکر بتایا گیا ہے اور دنیا کو دکھلایا ہے کہ مسلمانوں نے جو ظلم و آلام اسلام میں برداشت کئے۔ ان میں لاچاری و معذوری کا اتنا دخل نہ تھا۔ جتنا مسلمانوں کی اس قوت ارادی کا تھا۔ کہ دین حقہ کے مقابلہ میں ہر ایک مصیبت کو شرح خاطر اور کشادہ روئی سے سہہ جانا ہی اشاعت دین کا بہترین ذریعہ ہے ورنہ بڑی سے

بڑی قوم۔ حرب آزما قوم۔ نمرود مال کی قوم قلعوں والی قوم (یہودی) کی ہستی بھی ان کے سامنے ہیچ تھی۔

جس وقت نبی کریم صلعم حدیبیہ سے واپس ہوئے تھے۔ اور ڈھائی سو میل سفر کرنے اور مکہ کی سرحد پر پہنچ جانے کے بعد صرف پانچ میل دور سے واپس آگئے تھے۔ تو کفار نے اور سارے عرب نے مسلمانوں پر کیا رائے قائم کی ہوگی۔ یہی رائے ہو سکتی ہے کہ قریش کے سامنے یہ ننگے بھوکے بے سروسامان کر ہی کیا سکتے تھے۔ لیکن جب انہی لوگوں نے مدینہ سے ۸ منزل پر جاکر خود سرامن شکن۔ مایۂ فساد۔ دشمن امن عامہ۔ مکاران یہود کو فتح کر لیا تھا۔ تب کس حقیقت کا انکشاف ہوا ہوگا۔

یہی کہ ان لوگوں کا خضوع وخشوع صرف ازراہ تقویٰ ہے۔ ان لوگوں کا عجز وسکنت صرف بہ تعمیل احکام دین حقہ ہے یہ وہ شیر ہیں۔ کہ جب تک ان کو نہ چھیڑا جائے۔ تب تک کسی پر حملہ آور نہیں ہوتے۔ غرض یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اہل ایمان کے دو مختلف و متضاد صفات کمال کو دکھلا کر پوری ہوئی۔

آیت بالا میں لفظ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ مزید تدبر طلب ہے۔ سکینہ الٰہی کا فیضان یہ ہے کہ قلب کی حالت کبھی آئندہ بھی متزلزل نہ ہو۔ لہٰذا یہ ایک پیشگوئی ہے۔ کہ بیعت الرضوان والے ہی وہ باایمان بزرگ ہیں۔ جن کے ایمان میں کبھی تزلزل واقع نہ ہوگا۔

غزوہ احزاب کی پیشگوئی مسلمانوں پر یہ بڑے زور کا حملہ تھا۔ یہودی۔ قریشی۔ نجدی۔ کنانی وغیرہ سب ہی قبائل اس حملہ میں شامل ہوگئے تھے اور غضب یہ تھا کہ مدینہ کی آبادی کے اندر رہنے والے یہودی ان حملہ آوروں سے ملے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کی اطلاع اور ان کی تدابیر کی خبر لمحہ بہ لمحہ دشمنوں کو پہنچا رہے تھے۔ مسلمانوں کے کلیجے منہ کو آرہے تھے اور وہ کفار کی شرکت و قوت کو دیکھ کر گہری سوچ میں پڑ گئے تھے۔ اعدا کی یہ فوج مختلف لشکروں کا مجموعہ تھی۔ ہر ایک لشکر حزب کہلاتا تھا۔ اور مجموعہ کو جند کہتے تھے۔ کفار کو اپنے باہمی اتفاق اور مکمل ساز وسامان پر بڑے بڑے غرور تھے۔ اب کلام اللہ سنو۔

ایک فوج ہے جو بہت سے لشکروں پر مشتمل ہے اُسے اسی جگہ ہزیمت ہوگی فرمایا۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ کیا دشمن یہ کہہ رہے

ہیں۔ کہ ہم سب متفق ہو گئے اور سب چڑھ آئے ہیں۔ اس لئے فتح و نصرت ہماری ہوگی مگر تم عنقریب دیکھ لوگے کہ تمام جمعیت ہزیمت کھائے گی اور سب پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

اسی پیشگوئی کے مطابق ہوا کہ نزول آیات سے پچیس دن بعد محاصرہ رکھنے کے قبائل کی فوجوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور وہ راتوں رات سب چمپت ہو گئے۔ اور اس واقعہ کے بعد پھر کسی غیر قوم کو مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

یہودیوں اور منافقین کے معاہدات پر دو پیشگوئیاں

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ۔

آپ نے منافقین کی حالت پر غور کیا۔ جو اپنے بھائیوں کافر اہل کتاب سے کہہ رہے ہیں۔

(۱) اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل چلیں گے۔

(۲) ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی بات نہیں مانیں گے۔

(۳) اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو ہم تم کو ضرور مدد دیں گے۔

اس معاہدہ پر پیشگوئی | وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ۔

اللہ بتلاتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اگر یہودی نکالے گئے۔ تب یہ منافق اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔

اور اگر یہود سے جنگ ہوئی۔ تو منافق یہودیوں کو مدد نہ دیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بنو نضیر نکالے گئے۔ اور منافقین نے نہ اُنکا ساتھ دیا۔ اور نہ اُن کو مدد دی۔

قرآن مجید نے یہ بھی بتلا دیا تھا۔ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَیُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ کہ اگر منافقین ان یہودیوں کی مدد بھی کریں گے۔ تب بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ اور پھر یہود کی

کو مدد بھی نہ ملے گی۔

یہود ان بنو قریظہ کے موقعہ پر منافقین نے اُن کو مدد بھی دی۔ لیکن پھر بنو نضیر ان اسلام کے سامنے سے بھاگنا ہی پڑا۔ اور بالآخر یہودیوں کے ساتھ منافقین کی طاقت و قوت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور پیشگوئی کا یہ آخری حصہ بھی پورا ہو گیا۔

یہودیوں کے کفر کی خبر اور ایسی قوم کے اسلام کی خبر، پیشگوئی، جو کبھی کفر نہ کرے گی

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ (الانعام ع ۱۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کی قوم کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی تھی اگر یہ لوگ اسلام سے انکار کریں گے۔ تو ہم نے ایسی قوم کو تیار کر رکھا ہے۔ جو کبھی انکار و کفر نہ کرے گی۔

یہ آیت سورہ انعام کی ہے اور سورہ مذکورہ مکیہ ہے۔ جبکہ اسلام نے ابھی مکہ سے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ پیشگوئی میں بتلایا گیا ہے۔ کہ اگر یہ سود خور یہودی ایمان نہ لائیں گے۔ تو کیا ہوا۔ دیکھو وہ بڑے بڑے طاقتور قبائل جو حکمرانی و مطلق العنانی میں صدیوں سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ ایاد۔ قضاعہ اور ربیعہ، مضر سب کے سب تیرے منقاد و مطیع ہونے والے ہیں۔

وہ

شہر بن ہارام ملک صنعاء
منذر بن ساوی ملک البحرین
جیفر و عباد فرزندان جلندی، فرمانروایان عمان

تیری اطاعت میں آنے والے ہیں۔

اصحمہ نجاشی ملک حبشہ
کندہ شاہ دومۃ الجندل

تیرے زیر فرمان ہونے والے ہیں۔

وہ ذی الکلاع حمیر اصجے اُس کی رعایا سجدہ کیا کرتی تھی۔ اور جس کے محلوں میں اُس کے ایک ہزار غلام چلا کرتے تھے۔

وہ ذی یزن، ذی لدد۔ ذی مران۔ ذی عمر جو شاہان تاجدار تھے اور جن کے خاندانوں میں پشتہا پشت سے تخت و تاج چلا آتا تھا۔

تیری خدمت میں کمر بستہ حاضر ہونے والے ہیں۔

ان شاہانِ تاجدار کے حالات کو پڑھو۔ جن کا علاقہ حجاز سے بڑا۔ جن کی فوج اُن حضرتؐ کے حاضر باشانِ بارگاہ سے بہت زیادہ تھی۔ جو نہ کسی کے رُعب میں آنے والے تھے اور جن کو کوئی طمع و حرص مال و منال کی نہ تھی۔ جن کے علاقجات میں مبلغین اسلام کے سوا کبھی ایک مجاہد و غازی بھی نہ گیا تھا۔ کیونکہ خود بخود الشرح خاطر۔ اور طوع کلی و رغبت طبعی سے مسلمان ہو گئے تھے۔

یہ سب کچھ رب العالمین ہی کی قدرت کے کام تھے کہ ایک یتیم بیوہ کے بچہ کی ہیبت اس قدر چھا جاتی ہے کہ بادشاہ لرزہ براندام ہیں۔ اور ایک خاک نشین سنگ برشکم بستہ کی محبت دلوں میں اتنا قیام پکڑ لیتی ہے۔ کہ سب کے سب جان و مال کو فرش راہ پاک کئے ہوئے ہیں۔ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم)

آیت میں لفظ "کَلِمَتُنَا" پر غور کرو۔ دہری پیشگوئی ہے۔ ادھر ان لوگوں کے دلوں کو منقاد کر دینے کی ادھر حضور فداہ ابی و امی کو یہ نظارہ دکھلا دینے کی

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ وہ ملک جو خلیج فارس۔ بحر احمر۔ بحر روم اور کوہستان شام کے درمیان واقع ہے۔ سرتاسر ایک ہی کلمہ کا گویا ایک ہی ملت کا شیدا۔ ایک ہی ذات قدسی صفات پر فدا اور ایک ہی دین فقیہہ پر عمل پیرا ہو گیا تھا۔

دیکھو پیشگوئی میں کتنی وسعت تھی۔ اور کس صداقت کے ساتھ نزول آیت سے دس بارہ سال کے اندر اندر ہی ظہور گستر ہوئی۔

ارتداد اور مسلمانوں کی تعداد میں بیشی و افزونی کی پیشگوئی

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (مائدہ ۵۴ آیت)

اے ایمان والو تم میں اگر کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا۔ تو خدا ایسی قوم کو لائے گا۔ جسے

وہ محبت کرے گا۔ اور جو خدا سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ ایمان والوں کے لئے متواضع اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔

آیت میں بطور پیشگوئی بتلایا گیا۔ کہ مسلمانوں میں سے کوئی کوئی مرتد بھی ہو جایا کریگا۔

پھر بطور پیشگوئی بتلایا۔ کہ ایسے انفرادی نقصان کے وقت اللہ تعالےٰ بڑی بڑی قوموں کو گزیدہ اسلام فرمادے گا۔ خدا کے ساتھ اُن کے معاملات محبت و خلوص کے ہوں گے۔ اہل ایمان سے اُن کے تعلقات تواضع و انکسار کے ہوں گے۔

دشمنان دین کے ساتھ وہ غلبہ و فتح و عزت و نصرت کا کرشمہ دکھلائیں گے۔

وہ دنیا کی جھوٹی تعریف یا جھوٹی ہجو سے بالاتر ہوں گے۔ وہ عملاً و فعلاً خدا کی راہ میں سرفروش و جاں نثار ہوں گے۔

اس آیت کا ابتدائے اسلام سے تا ایندم ہمیشہ ظہور صدق رہا ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ ہمیشہ رہے گا۔

نبی صلعم کے انتقال کے بعد مسیلمہ کذاب اُٹھا۔ اور اُس کے ساتھ ہزاروں لوگ ہو گئے۔ ان کا ارتداد بھی نرالا تھا۔ مسیلمہ اور اُس کے اتباع سب کے سب دبی زبان سے نبوت محمدیہ کا اقرار کرتے تھے۔ مگر مسیلمہ کے لئے بھی نبوت ثابت کرتے تھے۔

اسی قوم کے اندر ثمامہ بن اثال الحنفی اور اُن کے اتباع ایسے موجود تھے۔ جو مرتدین کے ساتھ جنگ آزما ہوئے اور اُنہوں نے قومیت یا قرابت کا ذرا لحاظ نہیں کیا۔

اسود عنسی نے دعویٰ نبوت کیا۔ اور اُس کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ نے فیروز اور ذاذویہ کو جو فارسی النسل اور صاحب فضل و کمال ہیں۔ کھڑا کر دیا۔ جنہوں نے اُس کی تمام شوکت و قوت کو خاک میں ملا دیا۔

طلیحہ و سجاح نے بھی دعویٰ نبوت کیا اور اُسی اطراف کی اقوام و قبائل نے اُن کو ایسا سیدھا بنایا۔ کہ بالآخر ارتداد سے توبہ کر کے داخل اطاعت اسلام ہو گئے۔ اور پھر کبھی خدمت اسلام میں کوتاہی نہ کی۔

ملوک بنی اُمیہ کا ظلم و جور بڑھ گیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اہل خراسان کو اُٹھایا۔ اور انہوں نے

اُن کی سلطنت کو تہ و بالا کر ڈالا جس کا نتیجہ عباسیوں کا صاحب دبیم و اورنگ ہونا نکلا۔
عباسیوں نے جہاد میں تہاون کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے سلاطین اندلس کو مغرب میں اور آل بویہ و آل سبکتگین کو مشرق میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کھڑا کر دیا۔
تباہی بغداد میں خود مسلمانوں نے کفار کا ساتھ دیا اور ترکان خونخوار کے ہاتھوں سے اس عروس البلاد کو غارت کرایا۔ اللہ تعالےٰ نے خود اس قوم ترک میں اسلام داخل کر دیا۔
وہ ترک جنہوں نے بغداد کو ایسا تباہ کیا تھا۔ کہ شہر کی گلیاں خون سے رنگین اور دریائے جلہ علمی کتابوں کی روشنائی سے سیاہ تھا۔
یورپ میں اسلام کا جھنڈا قائم کرنے والے ثابت ہوئے وہی خادم حرمین شریفین کہلانے کو سلطان بن سلطان کہلانے سے زیادہ فخر کرنے والے ٹھہرے۔
آریہ نے ملکانہ میں شدھی کا رواج دیا۔ اور کچھ مسلمانوں کو مرتد بنایا۔ تو خود انہی میں سے کنور عبدالوہاب خاں جیسے اُٹھے۔ جنہوں نے ہندو نما لوگوں میں اسلام پہنچایا۔
شمس الاسلام محمد امین و خالد لطیف گاباجیسے ہندو بیرسٹروں اور تعلیمیافتہ لوگوں نے اسلام کا اعلان کیا۔ اور خود آریہ کے مبلغین نے آگرہ وغیرہ کے علماء کے ہاتھوں پر بیعت اسلام کی۔
یورپ میں کنگ جارج کے قریبی بھائی سر جارج ہملٹن نے اظہار اسلام فرمایا۔ اور اس طرح پر اسلام تخت انگلستان کے قریب تر پہنچ گیا۔
لارڈ ہیڈلے۔ محمد کیتھال۔ خالد شیلڈرک جیسے صاحبان علم و فضل حاشیہ بردار اسلام بنے۔
نئی دہلی کے رقبہ میں اگر کوئی پرانی مسجد شہید ہو گئی تو دار السلطنت فرانس کے شہر پیرس کے وسط میں مسجد جامع تیار بھی ہو گئی۔ اور جرمنی کے شہر میں آٹھ ہزار نمازیوں پر سایہ کرنے والی مسجد بھی رونق افزائے فضا بن گئی۔ شہر لندن میں بھی مسجد کے لئے زمین حاصل کی جا چکی ہے۔ اور تعمیر شروع ہونے والی ہے
ملکانہ کے جاہل علاقہ میں چند نفوس نے اسلام چھوڑا۔ تو چین و افریقہ کے ممالک میں کئی کروڑ مسلمانوں کا اضافہ بھی ہو گیا۔ قسطنطنیہ میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد میں نمایاں ترقی

یہ جملہ برکات و آثار اور ترقی تعداد افزونی شمار و کثرت انوار اسی اُمت مبارکہ کی پیشگوئی کے تحت میں معدود ہیں۔ اور یہی حالت تا انجام دنیا برابر چلی جائے گی۔ ایک شخص کے مرتد ہونے سے دس داخل اسلام ہوں گے۔

لوگوں کا یہ بھرم بھی جاتا رہے گا۔ کہ اگر ہم لوگ بھی غیروں کو اپنے دھرم میں شامل کر لیا کرتے تو مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے۔

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

یہودیوں کے متعلق ۹ پیشگوئیاں

(۱) یہودی مسلمانوں کا معمولی اذیت و آزار کے سوا اور کوئی نقصان نہ کر سکیں گے۔ اور اگر مسلمانوں سے لڑائی میں مقابل ہوئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۔ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ

یہودی پس پردہ سازشیں کرتے رہے۔ قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ خود جاسوسی کرتے رہے۔ بغاوت کرنے والوں کو چپکے چپکے روپیہ پیسے کی امداد اور سلاحات سے اعانت کرتے رہے اس پر بھی اُن کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ تو میدان میں نکل آئے۔

یہ لوگ فنون حرب سے زیادہ واقف تھے سارے عرب میں آلات قلعہ شکن انہی کے پاس تھے منجنیق کا استعمال صرف یہی لوگ جانتے تھے۔ اس لئے عرب کا ہر ایک قبیلہ ان سے دبتا تھا۔ ایسے لوگوں کی شکست فاش کی پیشگوئی ایسی تھی۔ جس کا کفار کو ہرگز یقین نہ ہوتا تھا۔

لیکن ارباب تاریخ کے سامنے یہود ان بنو قینقاع۔ بنو نضیر۔ بنو قریظہ۔ خیبر۔ فدک۔ تیماء کے واقعات موجود ہیں ہر ایک کا انجام اسی پیشگوئی کے مطابق ہوا۔

آیت بالا میں تین پیشگوئیاں ہیں

الف۔ ایذا دہی سے بڑھ کر وہ کوئی نقصان مسلمانوں کا نہ کر سکیں گے۔

ب۔ مقابلہ میں آئے تو کھلی شکست کھائیں گے۔

ج۔ شکست کے بعد کوئی اُن کی مدد کو بھی کھڑا نہ ہوگا۔

سینکڑوں میل کے لمبے والے متعدد قبائل پر ایسی زبردست پیشگوئی کا اعلان صرف وہی پروردگار عالم فرما سکتا ہے۔ جو مشارق الارض و مغارہا کا مالک ہے۔ اور جسے وہ چاہتا ہے۔ اسی کو فتح و نصرت عطا فرماتا ہے۔

(۲) یہودی موت کی تمنا نہ کریں گے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۔

یہود کا عام دعویٰ یہ تھا۔ کہ ہم فرزندان خدا ہیں۔ اور ہم برگزیدگان الٰہی ہیں۔ قرآن نے بتلایا۔ کہ اگر تم کو اس دعویٰ کی صداقت پر خود یقین ہے تو اپنے لئے موت کی دعا مانگو۔

یہ مسلمہ ہے کہ اولیاء ربانی کے لئے حیات دنیوی حجاب ہے۔ یہ حجاب اٹھ جائے۔ تو دوست دوست کے وصال سے شاد کام ہو جائے۔

عربی میں مثل ہے اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ (موت وہ پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملا دیتا ہے)

کسی ولی کی جانب سے تمنائے موت کے معنی عرضداشت وصال ہیں۔ اور ایسی عرض و معروض معروض کا بار بار پیش کرنا۔ اور ہر بار اس پر اصرار کرنا لوازم محبت و ولایت میں سے ہے۔

یہاں یہودیوں سے فرمایا گیا۔ کہ ایک دفعہ بھی موت کی تمنا کا اظہار اپنی زبان سے کر دو اس کے بعد بطور پیشگوئی فرما دیا۔ کہ یہودی ایسا کبھی نہ کریں گے۔ اور اس کی وجہ بھی بتلا دی کہ اگرچہ ایسے ایسے دعاوی کی لاف و گزاف ان لوگوں کی زبان پر جاری ہے۔ مگر اندر سے دل پکڑا ہوا ہے۔ معاصی و سیئات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے جما ہوا ہے دل و دماغ پر افعال شنیعہ کا اتنا قبضہ ہے۔ کہ موت سے نفرت ہے۔ خدا کے حضور میں جانے سے طبیعت گریز کرتی ہے۔

یہودی اگر سچے ہوتے۔ تو قرآن کے جھٹلانے اور اپنے دعویٰ کی ذبانی صداقت جتلانے کے لئے یا مسلمانوں کے سناتے ہی کو ایک دفعہ ہی کہہ دیتے کہ "الٰہی موت دے" لیکن یہ اخبار تو منجانب اللہ ہو چکا تھا۔ کہ ایسا نہ ہوگا۔ اس لئے اتنا لفظ کہتے ہوئے زبان پر قفل پڑ جاتا تھا۔ اور منہ پر مہر لگ جاتی تھی۔ اور ایسے موقعہ پر کافر و مشرک بھی یہودیوں کی "خر در گل ماندہ" حالت

کو دیکھ کر ہنس دیتے تھے۔

اس پیشگوئی کا مدعا یہ تھا کہ دنیا جہان کے سامنے یہودیوں کے جھوٹے ادعا اولیا و انبیاء اللہ ہونے کی حقیقت کو ظاہر فرما دیا جائے۔ اور بتلا دیا جائے کہ اُس صاحب جبروت اور مالک الموت کے حضور میں کسی آفریدہ و مخلوق کو بڑا بول بولنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

یہودیوں کے متعلق تبری پیشگوئی

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (آل عمران ع ۱۲)

اور ڈال دی گئی ہے اُنپر ذلت۔ جہاں کہیں بھی وہ جائیں۔ بجز اس کے کہ اللہ کی ذمہ داری سے رہیں یا لوگوں کی ذمہ داری سے رہیں۔

اس آیت میں بتلایا گیا ہے۔

الف۔ کہ آئندہ کو یہود دنیا میں ایک آزاد قوم کی شان سے آباد نہ رہ سکیں گے۔

ب۔ بتایا گیا ہے کہ وُہ ذلت و مسکنت کا نشانہ رہیں گے۔ یعنی اُن کی اپنی سلطنت کوئی نہ ہو گی۔

ج۔ بتایا گیا ہے کہ یا تو اُن کو مسلمانوں کے ماتحت جزیہ گزار ہو کر رہنا پڑے گا۔ اسی کو بحبل من اللہ فرمایا۔ کیونکہ ذمی قوم کو خود اللہ تعالےٰ نے حقوق عطا فرمائے ہیں۔

خ۔ یا اُن کو دیگر اقوام کا ٹیکس گزار اور باج دہ ہو کر رہنا پڑے گا۔ جیسے آیت "بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ" فرمایا ہے۔ گویا ایک آیت کے اندر چار پیشگوئیاں ہیں۔

اس آیت کے مابعد زمانہ پر نظر ڈالو۔ کیا کسی جگہ دنیا کے پردہ پر اس قوم کی حکومت قائم ہے؟ کیا ان لاکھوں کروڑوں میں ایک بھی شخص ایسا ہے۔ جو غیر قوم کا ٹیکس گزار نہ ہو۔

ہاں بِحَبْلٍ مِّنَ اللہ کی تائید یہ ہے۔ کہ وہ ترکی۔ ایران۔ مراکو۔ ٹیونس میں مسلمانوں کے ماتحت بطور جزیہ گزار پائے جاتے ہیں۔

اور بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کا اثر یہ ہے کہ وہ روس و امریکہ۔ انگلستان و فرانس و غیرہ میں دیگر اقوام کے ماتحت آباد ہیں۔ اور جملہ اقسام کے ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں یہودیوں نے کروڑوں۔ اربوں روپیہ (متحدین) کو اس لئے دیا کہ اُن کی بھی ایک جھوٹے سے رقبہ پر آزاد سلطنت تسلیم کر لی جائے۔ ہر ایک قوم نے جو سینکڑوں من سونا اُن سے لے رہی تھی۔ سمجھ رکھا تھا کہ مفتوحہ علاقہ میں سے اُن کی درخواست کو پورا کر دیا جائے گا۔

جب جنگ عظیم ختم ہوگئی اور ایفائے مواثیق کا وقت آیا۔ تو یہودیوں سے کہا گیا وہ سب فلسطین میں آباد ہو سکتے ہیں۔ اور وہاں کی حکم بردارانہ حکومت اُن کو مل سکتی ہے۔

یہ شرط ابھی تک پورے طریق سے پوری نہیں ہوئی۔ اور فلسطین کے سابقہ باشندوں نے ابھی تک یہودیوں کے تفوق کو بھی تسلیم نہیں کیا۔

خیر تعمیلی صورت کو چھوڑ کر دیکھنا تو یہ ہے کہ یہودیوں کے سامنے کیا چیز پیش کی جاتی ہے؟ حکم بردارانہ حکومت!!

اب قرآن مجید کے الفاظ کو غور سے پڑھو کہ بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کا لفظ کتنا وسیع پڑا ہوا ہے ایک کتا کسی امیر کے پاس ہوتا ہے، اُسے وہاں دودھ۔ گوشت وغیرہ سب کچھ ملتا ہے ہاں گلے میں زنجیر بھی ڈال دی جاتی ہے تو کیا اُس کا یہ رتبہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود کو ایک تہیدست آزاد انسان سے برتر خیال کرنے لگے۔ صرف اس لئے کہ انسان کو ویسی غذا میسر نہیں۔ جیسی مسٹر ڈاگ کو ملتی ہے۔

اس لئے خواہ فلسطین میں وہ کامیاب ہو جائیں۔ یا نہ ہو جائیں۔ مگر بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کی زنجیر ضرور گلے میں پڑی رہے گی۔ اور یہ وہ زبردست پیشگوئی ہے جس کے سامنے تمام یورپ کے وزراء دوں کی ڈپلومیسی بھی عاجز ہے

یہودیوں کے باہمی فرقوں کے اندر عداوت ابدی کی پیشگوئی

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (مائدہ ع ۷)، ہم نے اُن کے درمیان عداوت اور بغض قیامت تک کا ڈال دیا۔

اس وقت یہودیوں میں الگ الگ دو توراتیں ہیں۔ ایک توراۃ یونانیہ ہے اور دوسری سامریہ۔ ایک کتاب کے مقلد دوسری کتاب والے کو قطعی کافر جانتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ بات کے روادار بھی نہیں قرآنی پیشگوئی کے مطابق یہ بغض یہ عداوت تا قیامت اس طرح قائم رہے گی۔

عیسائیوں کے متعلق تین پیشگوئیاں

عیسائی دنیا میں مال | (۱) عیسائیوں کو دنیوی مال و متاع ملے گا۔ پھر آخرت میں ان کا فیصلہ
دنیوی سے متمتع ہیں گے | ہوگا۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ (یونس)

ان لوگوں نے کہا کہ اللہ نے ایک بیٹا بنا لیا ہے اللہ تو اس سے پاک ہے اور وہ تو بے نیاز ہے اور آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اُسی کی ملک ہے۔ کیا تمہارے پاس اس کی کوئی سند بھی ہے؟ یا اللہ کے خلاف بے علمی سے باتیں بناتے ہو۔ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ کے خلاف جھوٹ کا اقرار کرتے ہیں۔ وہ فلاح نہ پائیں گے۔ دنیا میں اُن کے لئے کچھ حصہ ہے۔ پھر ان کی بازگشت ہماری جانب ہے۔

آیت میں صاف پتہ نصاریٰ کا ہے۔ جو مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ اور انہی کی بابت "متاع فی الدنیا" فرمایا گیا ہے۔ عام لوگ جب نصاریٰ کی کثرت، دولت اور فراوانی زر و مال کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ اس سہ تن پرست قوم پر اس قدر افضال و الطاف کیوں ہیں۔ مگر آیت ربانی نے بتلا دیا کہ یہ نہ لطف ہے نہ تفضل ہے۔ بلکہ "متاع فی الدنیا" ہے۔ جس کے ساتھ لَا يُفْلِحُوْنَ لگا ہوا ہے (یعنی فلاح و نجاح سے محروم ہیں)

یہ تو ممکن ہے کہ کم بین کوتاہ نظر لوگ اس دولت مندی کی تمنا کرنے لگیں۔ اور قارون کے دیکھنے والوں کی طرح یَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِيَ قَارُوْنُ[1] کہنے لگیں۔ لیکن کیا کوئی شخص یہ پسند کر سکتا ہے کہ قارون کی دولت معہ انجام قارون اُس کے حصہ میں آئے؟ یقیناً کوئی خردمند ایسا پسند نہ کرے گا۔ لہٰذا ہم باطمینان کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی باایمان "متاع فی الدنیا" کا مصداق بننا پسند نہ کرے گا۔ جس کے ساتھ فلاح اور نجات کی نفی لگی ہوئی ہو۔ خیر یہ بحث تو الگ ہے۔ اس وقت بالتقائے مقام یہ لکھنا کافی ہے۔ کہ نصاریٰ کے موجودہ تمول اور تعیش کی بنا پر کوئی

[1] جو قارون کو دیا گیا ہے کاش ہمیں بھی وہی مل جاتا۔

قرآن پاک میں موجود ہے اور یہی امر قرآن کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری پیشگوئی کہ عیسائیوں کے باہمی فرقوں میں ہمیشہ عداوت رہیگی

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (مائدہ) اُن میں وہ بھی ہیں۔ جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ ہم نے اُن سے عہد لیا۔ انہوں نے بڑا حصہ اُس کا فراموش کر دیا۔ ہم نے اُن میں عداوت اور بغض کو قیامت تک کے لئے بھڑکا دیا +

رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ۔ یونی ٹیرین۔ گریک چرچ۔ اشین چرچ۔ انگلش چرچ۔ امریکن چرچ کے اختلافات اور بغض و عداوت اور اور تکفیر باہمی کے حالات جس شخص کو معلوم ہیں وہ آیت بالا کی تصدیق بخوبی کر سکتا ہے اور جان سکتا ہے کہ یہ کلام یقیناً منجانب اللہ ہے۔

تیسری پیشگوئی کہ نصاریٰ درباره مودت اہل اسلام سے زیادہ تر قریب ہیں اور یہود و مشرک زیادہ دور و بعید ہیں

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى (مائدہ) اہل ایمان سے محبت میں قریب تر تو اُنکو پائے گا۔ جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔

عراق و شام کے عیسائیوں اسقف نجاشی۔ اکیدر۔ عدی بن حاتم۔ ابو مریم غسانی وغیرہ حکمران ملک کا مطیع اسلام ہو جانا اسی پیشگوئی کے تحت میں تھا۔ آج بھی انگلستان و جرمنی اور امریکہ میں جس قدر اشاعت اور ترقی اسلام کی ہو رہی ہے وہ اسی آیت کے تحت میں ہے۔

سلطنت روما و ایران۔ نیز قریش و اہل ایمان کے متعلق پیشگوئی

جس میں دو پیشگوئیاں شامل ہیں

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔

روما الارض کے قریب مغلوب ہو گیا ہے اور وہ مغلوبی کے بعد چند ہی سال میں غالب آجائیگا حکم تو اللہ ہی کا ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ (۲) اور اس روز مومنین بھی اللہ کی نصرت سے شادمان ہوں گے۔ اللہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا

ہے۔ وہی تو غلبہ و قدرت والا ہے اور وہی رحم کرنیوالا ہے۔

اَدْنَی اَرْضِ سے مراد دعدہ کی زمین فلسطین ہے۔ اور ادنی الارض سے شام و ایشیا کوچک کا علاقہ ہے۔ جہاں رومہ والوں کو خسرو پرویز نے شکست پر شکست دی تھی۔ اور اُن کو ان ممالک سے نیز مصر سے باہر نکال دیا تھا۔ کلام الٰہی میں یہ اطلاع دی گئی تھی۔ کہ نو سال کے اندر اندر رومہ والے پھر ایران والوں پر غالب آجائیں گے۔

یہ پیشینگوئی اُن دنوں بالکل خلاف قیاس و گمان سمجھی جاتی تھی۔ اتنی بڑی شکست کے بعد ایسی فاتح قوم پر غالب آجانا اور وہ بھی نو سال کے اندر اندر اہل دنیا کو محال معلوم ہوتا تھا۔ لہذا اُبی بن خلف نے اسی آیت کو قرآن مجید کے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا۔ اور ابوبکر صدیق رضؓ کو مجبور کیا۔ کہ اگر وہ صداقت قرآن پر اعتماد رکھتے ہیں۔ تو شرط لگائیں۔ یہ واقعہ سنہ نبوت کا ہے۔ صدیق اُمت نے شرط لگالی۔ کیونکہ اسلام میں اُس وقت تک شرط لگانے کی نہی نہ ہوئی تھی۔

نزول آیت سے سات سال کے بعد ایسا ہی ہوا۔ رومہ میں جو خانہ جنگی اور اندرونی بدنظمی ہو رہی تھی۔ وہ جنرل ہرقل کے بادشاہ بن جانے سے جاتی رہی۔ رومہ والوں نے پھر از سر نو اپنے از دست رفتہ ممالک کو واپس حاصل کر لیا۔ اور مصر و شام فلسطین و ایشیا کوچک پھر سلطنت قسطنطنیہ کے ماتحت ہو گئے۔

ب۔ الفاظ قرآنیہ بشارت در بشارت پر مشتمل تھے۔ یعنی یہ بھی بتایا گیا تھا۔ کہ مومنین کو بھی اُس روز نصرت الٰہی حاصل ہو گی۔ ایسا ہی ہوا۔ اُدھر اہل کتاب نے آتش پرستوں پر فتح حاصل کی اور ادھر بدر کے میدان میں اہل توحید کو اہل شرک پر غلبہ تام حاصل ہوا۔

غور کرنا چاہئے۔ کہ ایک سطر کی عبارت میں چار قوموں اور چار ملکوں اور دو عظیم الشان سلطنتوں کے متعلق کھلے لفظوں میں پیشینگوئی کرنا وہ بھی بہ تعین سن و سال۔ اور پھر اُس کا ظاہری الفاظ میں پورا ہو جانا کیا انسانی علم یا انسانی قدرت کی حدود میں ہے۔

ان پیشگوئیوں سے قرآن حمید کا کلام اللہ ہونا بخوبی ثابت ہو گیا۔

فصل

قرآن حمید کا اخبار مستقبل کو بیان کرنا ہم نے بطور برہان پیش کیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کا اخبار ماضیہ کو بیان کرنا بھی ایک زبردست دلیل اس کے کلام اللہ ہونے پر ہے۔

قوم ہودؑ۔ قوم صالحؑ کا مذکور کسی اسرائیلی صحیفے میں نہیں۔ مگر قرآن پاک نے اسے بیان کیا۔

عاد ارم۔ عاد اولیٰ کا ذکر بھی صرف قرآن مجید ہی نے سنایا۔ سیل عرم کا واقعہ نہایت عظیم الشان تھا۔ اس کا بیان بھی فرقان حمید ہی میں ہے۔

فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد مصر پر کچھ عرصہ تک اسرائیلیوں کی حکومت کا پتہ وَاَوْرَثْنَاهَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ قرآن پاک ہی کے بتلانے سے لگا۔ ورنہ توراۃ اس سے خاموش ہے۔ جیسا کہ مصر کی تاریخ مصر میں معجزات موسوی کے وقوع سے ساکت ہے

مسیحؑ اور اس کے کارناموں کا ذکر نہ روما کی مٹری میں ہے اور نہ یہود کی تحریروں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

یہ واقعہ کہ مریمؑ صدیقہ کو بھی مدتوں تک تثلیث کا ایک اقنوم تسلیم کیا جاتا تھا۔ عیسائی نہیں جانتے تھے۔ اور نہیں جانتے تھے۔ قرآن مجید کے اعلام کے بعد جب عیسائی محققین نے اس کے لئے کد و کاوش کی۔ تب ان کو بیان قرآن کی صداقت کا علم ہوا۔

خانہ کعبہ کی عمارت کا بطور مسجد دنیا میں سب سے پہلے تعمیر ہونا۔ اہل تاریخ سے پوشیدہ تھا۔ لیکن اب یہ واقعہ بالکل مسلم ہے۔

قرآن مجید کا یہ بیان کہ ہر ایک قوم میں اللہ کے رسول بھیجے گئے۔ اور انہوں نے خود اسی قوم کی زبان میں تبلیغ فرمائی۔ اور حجت الٰہی اُن پر ختم کی۔ تمام مذاہب کے لئے ایک کسوٹی تھا۔ اور اسی لئے اسرائیلی پارسیوں کو جھٹلاتے تھے۔ اور پارسی اسرائیلیوں کو۔ اور پھر یہ دونوں کی کو اہل ہند کے مکذب تھے اور اہل ہند ان دونوں کی تکذیب کرتے تھے۔

پھر یہ تینوں مکر مصریوں کو جھوٹا بتاتے تھے اور مصری ان تینوں کا جھوٹا ہونا سچ سمجھتے تھے۔

پھر یہ چاروں مل کر مشرق بعید چین و جاپان کو دروغ گو کہا کرتے تھے۔ اور چین و جاپان

ان چاروں کو۔

اسی طرح کذب و دروغ اور بطلان کا سلسلہ ساری دنیا کو گھیرے ہوئے تھا۔ قرآن کریم ہی نے اس راز کا انکشاف کیا۔ اور قوموں کو قوموں سے ملکوں کو ملکوں سے قریب تر ہونے کا طریق بتایا قرآن عظیم ہی کے اس سلسلہ کے ختم کر دیئے جانے کی اطلاع دی۔ اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین فرما کر اقوام عالم کو اس دعوت عامہ اور وحدت تامہ اور اتحاد کلمہ کا سبق پڑھایا۔

قرآن کریم کا نبی صلعم کو خاتم النبیین فرمانا ہی تھا کہ یہودیوں۔ عیسائیوں۔ پارسیوں ہندوؤں مصریوں اور چینیوں کے دل اور زبان پر مہر لگ گئی۔ اور اس اعلام کے بعد کسی نے کسی کو اکاس بانی کا سننے والا۔ سروش یزدانی سے گفتگو کرنے والا۔ وحی ربانی کا حاصل کرنے والا تسلیم نہیں کیا۔

اور یہی قرآن حمید کے کلام اللہ ہونے پر دلائل بینہ سے قوی تریں دلیل ہے۔

اب باب خصائص القرآن کو ختم کیا جاتا ہے۔ اور قرآن پاک کی صرف ایک آیت اہل فکر و ہوش کے غور و تدبر کے لئے لکھ دی جاتی ہے۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا لوگ کیوں قرآن پر تدبر نہیں کرتے۔ کیا اُن کے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں۔

باب سوم

فصل نمبر ۱

اسلام ہی دین التوحید ہے

آج دنیا پر ثابت ہو گیا۔ کہ ہر ایک مذہب کی صداقت کا معیار اور اُس کی سچائی کی دلیل صرف مسئلہ توحید ہے۔

اب تو مناظرہ کے وقت بُت پرست بھی اپنے ٹھاکردوں اور دیوتاؤں کو وسائط کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور اہل تثلیث اور اہل ثنویہ بھی تثلیث و تثنیہ میں توحید ثابت کرنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں دیانند والے بھی "دو تیاستی" کہنے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی وہ واحد اور وحید دین ہے جس نے توحید کو مکمل طور پر بیان کیا ہے۔

(۱) اسلام ظاہر کرتا ہے کہ جملہ انبیاء و رسل کی دعوت صرف واحد مسئلہ توحید کی طرف تھی

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (سورہ انبیاء)	تجھ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اُسے یہی وحی کی کہ "میرے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں لہٰذا تم سب میری ہی عبادت کرو"

فرمایا۔

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ	اپنے سے پہلے رسولوں کے حالات معلوم کرو کہ کیا ہم نے کبھی بھی اور کسی کو بھی ذات پاک رحمٰن کے

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا (زخرف ع ۵)	سوا معبود ٹھہرایا ہے۔ جس کی عبادت الگ کیا کریں

اسلام ہی کی تعلیم ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (سورہ نساء ع ۵)	اللہ ہی کی عبادت کرو اور اللہ کی عبادت میں کسی شے کی ذرا بھی ملاوٹ آمیزش اور شرکت کرو

توحید ہی کا بیان فرمایا گیا ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ (شوریٰ ع ۱)	کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو کارساز بنا لیا ہے۔ کہہ دو کہ کارساز تو صرف اللہ ہی ہے۔

توحید خالقیت اور توحید قدرت کے متعلق فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحج ع ۱۰)	اللہ کے سوا لوگ جن جن کو پکارتے ہیں وہ ایک مکھی بھی تو نہیں بنا سکیں گے۔ خواہ وہ سب مل جل کر ہی ایسی کوشش کریں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے کچھ چھڑا بھی نہیں سکتے۔ یہاں تو طالب اور مطلوب دونوں رہ جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے تو اللہ کی قدر شان کو اس کی قدر شان کے مطابق جانا ہی نہیں۔ بے شک قوت والا تو صرف اللہ ہی ہے۔

آیات بالا پر فکر و تدبر اور غور و تعمق سے کم رتبانی کرنا واجب ہے۔ کہ الوہیت، ربوبیت رحمانیت، ولایت اور قدرت کے صفات میں اللہ تعالیٰ کا واحد و وحید ہونا ثابت کیا گیا ہے اور اسی ثبوت کے ساتھ ساتھ شرک جلی و خفی نفی فرما دی گئی ہے۔

یہ اسلام ہی کی توحید ہے جس کا ثبوت کلام اللہ العزیز سے ملتا ہے۔ اور جس کی تائید علم و عقل اور سمع سے ہر منزل ہر گام پر ہوتی ہے۔

یہ اسلام ہی کی توحید ہے۔ جو فطرت صحیحہ اور عقل سلیمہ کے براہین سے مشیّد ہے اور جس کا مخاطب ہر ایک وہ قلب سلیم ہے جو روحانیت کی زندگی سے مستفیض ہے۔

اسلام کی توحید کا مسئلہ عیسائیت کی تثلیث کی طرح نہیں جس کو پادری لوگ فہم سے بالاتر

اور عقل سے بلند تر کہا کرتے ہیں اور جس پر بغیر سمجھنے کے ایمان لانے کو واجب بتایا کرتے ہیں۔ اسلام تو ابتداء دعوت ہی میں ہر ایک انسان پر اپنی حجت اس طرح قائم فرماتا ہے۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ (حج)	کیا وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے۔ کہ اُن کے دل سمجھنے والے اور اُن کے کان سُننے والے ہو جاتے ہاں آنکھیں بے نور نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ دل جو سینہ کے اندر ہیں۔ بے نور ہو جایا کرتے ہیں۔

آیت بالا میں قلوب اور عقل۔ آذان اور سمع البصار اور عمی کے الفاظ موجود ہیں۔ اور اس سے ثابت ہے کہ اسلام سمع و بصر کو اور قلب و بصیرت کو مخاطب ٹھہراتا۔ اور انہی پر ان پر اثبات توحید کے ایوان کو استوار کرتا ہے۔

اسلام ہی ہے جس نے توحید کو مکمل بیان کرنے میں توحید فی العبادت۔ توحید فی الاستعانت توحید فی العلم۔ توحید فی القدرت۔ توحید فی التصرف۔ توحید فی الذات۔ توحید فی الصفات کے الگ الگ عنوانات قائم کئے۔ اور ہر ایک عنوان کے تحت میں اللہ تعالےٰ کے کلام اور نبی صلعم کے ارشاد سے اُن مسائل کو محکم و قوی بنایا۔ آیات ذیل پر پورے غور سے تدبر کرو۔ تاکہ عنوانات بالا کے متعلق آپ کے معلومات میں دست بیدا ہو ایمان بڑھے اور یقین ترقی پائے۔

الف۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ	ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور ہم صرف تجھ ہی سے استعانت چاہتے ہیں۔

صاحب کشاف نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے وَتَقْدِیْمُ الْمَفْعُوْلِ لِلْمَفْعُوْلِ لِلْاِخْتِصَاصِ یعنی لفظ نَعْبُدُ اور لفظ نَسْتَعِیْنُ سے پہلے اِیَّاکَ لانے سے یہ فائدہ نکلا۔ کہ عبودیت اور استعانت کا خاص اللہ ہی کے لئے ہونا ثابت ہو گیا۔

توحید فی الاستعانت کے متعلق سورہ یوسف میں ہے۔

الف۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔	صرف اللہ ہی ہے جس سے استعانت لی جائے

سورہ انبیاء میں ہے

(ب) وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ	ہمارا پروردگار ہی کمال رحمت والا ہے۔ اُسی سے مدد حاصل کی جاتی ہے

حدیث شریف میں ہے۔

(ج) اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ

اے اللہ اپنے ذکر اور شکر کے لئے اور بہتر عبادت ادا کرنے پر میری مدد فرما۔

توحید علم کے متعلق ملائکہ کا بیان۔

(د) سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرہ)

اے رب تو جملہ عیوب اور نقائص اور اوہام سے پاک ہے۔ ہم کو علم نہیں لیکن اتنا ہے۔ جتنا تو نے ہم کو سکھلا دیا۔

حضرت عیسیٰؑ کا بیان میدانِ محشر میں جملہ خلائق کی موجودگی میں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ ہوگا۔

(ھ) تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (المائدہ)

جو میرے دل میں ہے اُسے تو جانتا ہے اور جو تیری ذات کے اندر ہے میں اُسے نہیں جانتا تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

(و) وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ (زخرف)

قیامت کا علم تو اُسی کے پاس ہے۔

(ز) اِنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ (ھود)

یہ کلام تو اللہ کے علم کے ساتھ اُتارا گیا ہے

(ح) وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ (انعام)

علم غیب اُسی کے پاس ہے۔

(ط) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم "عَلِیْمٌ" ہے

جب یہ غور کیا جائے کہ قرآن مجید میں اس اسم عَلِیْمٌ کا استعمال کونسے دیگر اسماء حسنیٰ کے ساتھ مقرون ہو کر وارد ہوا ہے تو ترکیب ذیل نظر آئے گی۔

علیم قدیر۔ علیم خبیر۔ علیم حکیم۔ واسع علیم۔ علیم جلیم الخلاق العلیم۔ عزیز علیم۔ فتاح علیم۔ سمیع علیم۔ شاکر علیم۔ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس واضح ہو جاتا ہے کہ کمال علم کے ساتھ قدرت و خبرت۔ حکمت و وسعت۔ حلم و خلق۔ عزت و فتح۔ سمع و شکر کے اوصاف کا ہونا بھی ضروری ہے اور جو علم کہ ان صفات کے ساتھ ساتھ ہو۔ وہ انسان و ملک کے علم سے (خواہ وہ انسان و فرشتہ کتنا ہی ذی علم کیوں نہ ہو) بسا الارفع و اعلیٰ ہے۔

توحید فی القدرت کی بابت آیات ذیل پڑھو:۔

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ (قمر ۷)	ہم نے ہر ایک شے کو ایک اندازہ پر پیدا کیا ہے
وَبٰرَکَ فِیْھَا وَقَدَّرَ فِیْھَا اَقْوَاتَھَا (فصلت)	زمین کو برکت دی اور زمین کے اندر جملہ اقوات کو خاص اندازہ سے رکھا۔
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ (المومنون)	ہم نے پانی اوپر سے حسب اندازہ نازل کیا۔
وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بقرہ)	اللہ کو ہر شے پر قدرت حاصل ہے۔
وَھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ (شوریٰ)	وہ جب چاہیگا تو اپنی قدرت سے سب مردہ جسموں کے گوشت پوست کو جمع فرمادے گا۔

ان آیات میں دکھلایا گیا ہے کہ ہر شے کو ابتداءً ہستی میں لانا۔ پھر اُس کے لئے قدر و اندازہ مقرر کرنا پھر اُسے معدوم کر دینا۔ پھر اُسے موجود کر دینا۔ اُسی مالک کی قدرت کے اندر ہے۔ آسمان کی برکتوں کی برکتوں اور زمین کی طاقتوں پر اُسی کی قدرت تسلط رکھتی ہے۔ مادہ اور روح اُسی کی مخلوق۔ اور اُسی کی قدرت کے تحت میں ہیں۔ فتح و شکست قوموں کا اقبال و ادبار زمانہ کا انقلاب موسموں کا تغیر۔ جمادات و نباتات و حیوانات اور انسان و ملائک کے خواص و مالیت اور کوائف و احوال سب اُسی کی قدرت کے تحت میں ہیں۔ یہ وہ قدرت ہے۔ کہ انسانوں کا جانا پہچانا قانون قدرت اُس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ یہ وہ قدرت ہے۔ جسے انسانوں کے تجربات یا عادات محصور نہیں کر سکتے۔ اس صفت میں اُسی مالک کو یکتائی و وحدت حاصل ہے +

توحید فی الذات والصفات کا بیان بھی بہت وسیع ہے۔ فرمایا۔

اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا (طٰہٰ)	اللہ تو میں ہی ہوں۔ میں ہی معبود ہوں۔ اور تو کوئی بھی معبود نہیں۔
شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (آل عمران)	اللہ نے بتایا۔ اور ملائکہ و اہل علم نے بھی ظاہر کیا کہ وہی اللہ ہے اُس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اُسی کا عدل و انصاف قائم ہے۔ اسی کا معبود ہونا برحق ہے۔ دوسرے کا نہیں۔ وہی عزیز وہی حکیم ہے
اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ نَزَّلَ	اللہ ہے اُس کے سوا اور تو کوئی بھی الٰہ نہیں

عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ (آل عمران)

اُسی نے محمد صلعم پر کتاب کو حق کے ساتھ بھیجا یہی کتاب اپنے سے پہلی تعلیم کی تصدیق کرتی ہے اُس نے قبل ازیں توراۃ و انجیل کو نازل فرمایا۔ کہ لوگوں کی راہ نمائی ہو۔ اُسی نے قرآن کو اُتارا۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ (آل عمران)

وہی ہے جو انسانوں کی صورتیں ارحام میں اپنے منشا کے موافق بناتا ہے۔

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ (مومن)

یہ کتاب اُس اللہ نے اُتاری جو قادر اور علم والا ہے وہ گناہوں کو بخش دینے والا ہے۔ وہ توبہ کو قبول فرماتا ہے وہ سخت عذاب اور جود و عطا والا ہے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن)

تمہارے پروردگار کا فرمودہ ہے۔ کہ مجھے پکارو۔ مجھ سے مانگو میں سنوں گا۔ میں قبول کروں گا۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ۔ (مومن)

اللہ ہی ہے۔ جس نے رات کو تمہارے نفس کے لئے بنایا۔ کہ تم اُس میں آرام لو۔ اور دن کو آنکھیں روشن کرنے والا بنایا۔ بیشک اللہ کے فضل و احسان انسان پر بہت ہیں ✦

ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ (مومن ع ۷)

اے لوگو۔ یہی اللہ ہے جو تمہاری پرورش کرنے والا ہے۔ وہ ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اُس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ۔ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔ الْحَمْدُ

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے رہنے کو زمین بنائی اور آسمان کو خیمہ بنایا۔ اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں۔ اور تمکو خوبصورت بنایا۔ اُسی نے تم کو پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔ لوگو۔ تمہارا پروردگار یہی تو ہے۔ ہاں اللہ بڑی برکتوں کا بخشنے والا ہے۔ وہی سب موجودہ اشیاء کا پالنے والا ہے۔ وہی

لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (مومن ع ۷)

زندہ ہے وہی سب کا معبود ہے اور کوئی معبود نہیں۔ لہٰذا تم اُسی کی عبادت ساری سچائی کے ساتھ بالکل اُسی کے بن کر کیا کرو۔ خوبی اور کمال اور وصف و جمال کی سب اقسام کا مالک وہی ہے۔ جو تمام جہانوں کی پرورش فرماتا ہے۔

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ (انعام)

انسان کے حواس ظاہری و باطنی اُس کا ادراک نہیں کر سکتے اور وہ جملہ قویٰ کا ادراک رکھتا ہے۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (شوریٰ)

اُس کی مثال جیسی بھی کوئی شے نہیں۔ وہ سمیع ہے اور بصیر ہے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کی ملک ہیں۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور اندازہ کا دیتا ہے وہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ (نحل)

اللہ کیلئے کہاوتیں اور مثالیں نہ بیان کیا کرو۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (بقرہ ۲)

اللہ ہے۔ وہی معبود ہے اور کوئی نہیں وہی زندہ و پائندہ ہے۔ اُونگھ یا نیند کا اُس پر اثر نہیں آسمان اور زمین اور اُن کی سب چیزیں اُسی کی ہیں۔ کون ہے۔ جو اُس کے پاس شفاعت اذن کے بغیر کرے وہ سب کی اگلی پچھلی حالتوں کو جانتا ہے۔ مگر مخلوق اُس کے علم کا ذرا بھی احاطہ نہیں کر سکتی اُس کا علم آسمانوں اور زمینوں سے فراخ تر ہے وہ آسمان و زمین کی حفاظت سے تھک نہیں جاتا۔ وہ سب سے بالاتر ہے اور سب سے بزرگ تر ہے

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ (سورہ اخلاص)

بتادے کہ وہ اللہ ہے۔ اللہ ایک ہے اللہ سب کی حاجات کو پورا کرنے والا ہے۔ وہ پیدا نہیں ہوا اُس سے کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اُس کی کفو کا کوئی بھی تو نہیں۔

ناظرین! میں نے ان آیات کو جمع کر دیا ہے۔ اگر ان کے معانی اور فوائد پر کچھ تحریر کیا جائے تو اس کے لئے کتاب ضخیم درکار ہے۔

تدبر کرنے والے کو پتہ لگ جائے گا کہ جو توحید اسلام سکھاتا ہے اور قرآن پیش کرتا ہے وہ فلاسفروں کی توحید سے بالکل ارفع واعلےٰ ہے۔ جو جوہر و عرض اور قدیم و حادث ہیولیٰ اور مادہ کے متعلق الفاظ اور فرضی اشکال کا مجموعہ ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق اس قدر منفی الفاظ بیان کئے جاتے ہیں کہ یقین اور ایمان کے لئے کوئی مثبت صفت باقی ہی نہیں رہتی۔

نیز اسلامی توحید اُس اعتقاد تجسیم سے بھی بالاتر ہے جس کے الفاظ اللہ تعالےٰ کو ایک مجسم شے بتاتے ہیں۔ اور اُس اعتقاد تنزیہہ سے بھی اعلےٰ ہے جس میں نفی صفات کو تقدیس کہا جاتا ہے۔

آیات قرآنیہ سے عرفان صحیح حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی عرفان سے قلب سلیم نور یقین سے منور ہو جاتا ہے وللہ الحمد۔

بیان توحید میں اسلام کا یہ اسلوب خاص خصوصیت رکھتا ہے۔

فصل نمبر ۲

اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے

(۱) مذہب کا بحیثیت مذہب نمایاں جوہر یہ ہے کہ اُس میں روحانیت موجود ہو۔ اگر کسی مذہب میں روحانیت موجود نہیں۔ تو اُسے مذہب کہنا غلط ہے۔ بلکہ وہ ایک سوسائٹی (جمعیت) ہے۔ دنیا میں جس قدر مذاہب قدیم پائے گئے ہیں۔ اُن میں سے کوئی مذہب بھی ایسا نہیں جس نے روحانیت کی موجودگی کا دعوےٰ نہ کیا ہو عام اس سے کہ وہ دعویٰ کہاں تک صحیح تھا۔ نیز قطع نظر اس سے کہ روحانیت کا مفہوم بھی درست سمجھا گیا۔ یا نہیں۔

یہ مسلّمہ ہے کہ انسان نام ہے روح جسم کے مجموعہ کا جسم کی ضروریات جسمانی اور مادی اشیاء میں پوری ہو جاتی ہیں۔ جن اشیاء پر ترفہ اور عیش۔ آسودگی و آرام۔ ناز و نعمت اور شادمانی و مسرت کے نام اہل دنیا استعمال کرتے ہیں۔ یہ جملہ اشیاء جسمانی ہوتی ہیں۔ اور اُن کے استعمال سے جو التذاذ (لذت) حاصل ہوتا ہے۔ وہ بھی مادیت کو لئے ہوئے ہوتا ہے۔

لہٰذا قابل غور یہ رہ جاتا ہے۔ کہ روح کی شادمانی و مسرت کی اشیاء کیا ہیں؟ اور کیونکر حاصل کی جاسکتی ہیں؟ اس عنوان کے تحت میں اُن لوگوں سے خطاب کی ضرورت نہیں۔ جو روح انسانی کے وجود سے منکر اور روحانیات سے قطعاً بے خبر ہیں۔ کیونکہ ہمارا مقصود اسلام کو مذاہب عالم کے سامنے پیش کرنا ہے نہ کہ منکرین مذہب کے خیالات کی تنقید۔

(الف) گوتم بدھ نے روحانیات کا ذکر صاف لفظوں میں نہیں کیا۔ وہ انسان یا روح انسان کے لئے صرف یہی اعلیٰ کمال تصور کرتا ہے کہ انسان دُکھ سکھ کی بندشوں سے آزاد ہو جائے۔ اُس کی تعلیم پر گہرا غور کرنے کے بعد محسوس ہوتا ہے۔ کہ اُس کا تعلق اخلاق انسانی کے بیان سے آگے نہیں بڑھا۔

(ب) سیدنا موسیٰؑ کی تعلیم میں توحید کا بیان موجود ہے۔ اُسی قدر جو ابتدائی مراتب ایمان کے

لئے ضروری ہے۔ اُن کی تعلیم میں رد شرک موجود ہے۔ مگر اُسی قدر جو شرک اعظم کے رد کے لئے ضروری ہے۔ بعد ازیں روحانیات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ افراد اُمت کی پست فطرتی۔ دنیا طلبی تھی۔

(ج) داؤدؑ کی زبور میں باب مناجات کھولا گیا ہے۔ بندہ کو اللہ کے حضور میں تضرع و زاری کا طریق سکھلایا گیا ہے۔ لیکن ان مناجاتوں میں بھی نصرت اور فتح اور دشمن کی ہلاکت و خسران کو سب سے بڑا مدعا بنایا گیا ہے۔ اور چند مناجاتوں کے سوا باقی سب کی سب اسی رنگ میں رنگین ہیں۔

(د) سیدنا مسیحؑ نے آسمانی حکومت اور آسمانی بادشاہت کا لفظ سنایا۔ یہ الفاظ یقیناً روحانیت کے مظہر ہیں۔ حضور سے سارے دل سے اپنے خالق کے ساتھ محبت کرنے کا بھی ذکر کیا۔ یہ خالص روحانیت کا سبق تھا۔ لیکن افسوس کہ سامعین کے عدم ذوق۔ اور عدم وجدان اور فقدان تحمل و برداشت کی وجہ سے اس نیک اُستاد کو بھی یہی کہنا پڑا۔ کہ اس مضمون کی تکمیل "روح الحق" فرمائے گا۔ (یوحنا ۱۶-۱۳، تا ۱۶)

(۲) حدیث پاک میں روحانیت کی تعلیم کو "الاحسان" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور اس مشہور و متواتر حدیث میں جسے ابوہریرہؓ سے صحیحین نے اور عمر فاروقؓ سے صحیح مسلم نے روایت کی ہے اس لفظ کے معنے یہ بتلائے گئے ہیں۔

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔

احسان یہ ہے۔ کہ تو اللہ کی عبادت کرے۔ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ پھر اس طرح کہ اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہا۔ تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس حدیث میں دو مقامات کا ذکر فرمایا گیا۔

ایک یہ کہ انسان خود کو ایسے مقامات پر پہنچائے کہ منظور نظر رحمت بنجائے۔

دوسرا بلند تر مقام یہ ہے کہ اُس مقام پر تمکن حاصل کرے کہ انوار عرفان کا ناظر ہو جائے اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ روحانیات کا مقصود یہ ہے کہ رابطۂ قلب۔ اور نسبت روح رب العالمین کے ساتھ درست اور صحیح ہو جائے اور اس مقصود کے حصول کا ذریعہ "بندگی" ہے۔

اس مقصود کی شرح اور حصول مقصود کی توضیح میں اسلام نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ اس قدر

زیادہ ہے کہ اُس کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کے بیانات سوال۔ یا ہزارواں حصہ بھی نہیں سمجھے جاسکتے لہذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسلام ہی روحانیات کا مذہب ہے۔

عبودیت

اسلام نے عبودیت کا بیان نہایت وضاحت سے کیا ہے۔ کیونکہ روحانیات کا محل اسی بنیاد پر بلند ہوتا ہے۔

بتایا کہ عبودیت کے مظہر قلب اور زبان اور جوارح ہیں۔ اب مختصر سی تفصیل سنو۔

الف۔ واجبات قلب پانچ ہیں:۔

(۱) نیت۔ عادت و عبادت میں فرق کرنا نیت کا کام ہے۔

مراتب عبادت کا تفاوت قائم کرنا نیت کا کام ہے۔

(۲) اخلاص۔ اخلاص کا مدعا وحدت مطلوب ہے۔

(۳) صدق۔ اس کا مدعا وحدت طلب ہے

(۴) انابت۔ سعی کامل اور توجہ کامل کے ساتھ رجوع الی اللہ کا نام انابت ہے۔

اور توبہ اسی کا پہلا زینہ ہے۔

(۵) محبت۔ حبۃ القلب (دانہ دل) کی آبیاری محبت ہی سے کی جاتی ہے اور یہی ایک دانہ پھلتا پھولتا ہوا سات سات بالیاں نچاتا ہے اور ایک بالی میں سو سو دانے بن جاتے ہیں۔

ب۔ واجبات زبان پانچ ہیں۔

(۱) وحدانیت و رسالت کی شہادت۔

(۲) دوام ذکر۔

(۳) التزام دعا۔ کسی مدعائے خاص کے لئے دعا کرنا اور شے ہے۔ اور فرائض عبودیت کی ادائیگی کے لئے دعا کو لازم بنا لینا اور شے ہے۔ یہاں یہی صورت مقصود ہے۔

(۴) تبلیغ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی لفظ کے اندر شامل ہیں۔

(۵) تعلیم۔ ناواقف کو بتانا۔ نادان کو دانا بنانا۔ علوم شرعیہ کا پھیلانا۔

جز۔ واجبات جوارح کی تفصیل غور سے دیکھو۔

(۱) واجبات سمع۔ کلام اللہ اور حکم رسول اللہ پر کان لگانا۔ نصیحت اور کلمہ حق کو غور سے سننا۔

(۲) واجبات بصر۔ کائنات عالم کو عبرت و خبرت سے دیکھنا۔ بصارت و بصیرت سے کام لینا۔

(۳) واجبات ذوق۔ اکل حلال و حرام اور نشیلی چیزوں سے پرہیز۔

(۴) واجبات اعضاء۔ خضوع و خشوع۔

(۵) واجبات جسم۔ قلب کی اطاعت کرنا۔ ضمیر پاک کے خلاف کسی عضو سے کام نہ لینا۔

یہ سب پندرہ اقسام ہیں۔ اور انہی کے مجموعہ کا نام عبودیت ہے۔

فنا و بقا

بیان روحانیات کے لئے "فنا و بقا" کی شرح بتلانا ضروری تھا۔

حدیث بالا میں اولین مقام "فَاِنَّهٗ يَرَاكَ" کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اسی کو اصطلاح صوفیہ میں مقام فنا کہتے ہیں۔ اس لفظ سے فنائے لغوی مراد نہیں۔ بلکہ فنا سے مراد ماسوا کا زائل کرنا ہے۔ اور انانیت سے غائب ہو کر شہود حق تک پہنچ جانا ہے۔

اسی فنا کے تحت میں توبہ۔ تذکر۔ ورع۔ زہد۔ انابت۔ تبتل۔ خوف و رجا آجاتا ہے۔

براہین بالا سے واضح ہے۔ کہ اسلام مسئلہ توحید کے اثبات میں کائنات کے ایک ایک ذرہ کو انسان کے مشاہدہ اور غور و تفکر و تدبر کے سامنے پیش کرتا ہے۔

اسلام ذوق سلیم اور وجدان صحیح کی راہ پر علم اور عقل اور تجربہ اور مشاہدہ کی مصابیح کو روشن کرتا ہے اور پھر اس راہ کے سالک کو مندرجہ ذیل منازل کی سیر کراتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ (قتال)	اور جو ہدایت یاب ہیں اللہ اُن کی ہدایت کو بڑھاتا اور اُنہیں تقویٰ عطا کرتا ہے۔
وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (مریم)	ہدایت والوں کو ہدایت میں ترقی پر ترقی دیتا ہے
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (توبہ)	ایمان والوں کے ایمان میں افزونی بخشتا ہے

اور بعد ازاں منزل مقصود پر پہنچا کر یہ بشارت عظیمہ پہنچاتا ہے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (فجر)	اے اطمینان یافتہ نفس اپنے رب کی طرف رجوع کر خوشی کیساتھ اور بشارت کے ساتھ

توحید کی ضد شرک ہے۔ رد شرک کے دلائل علیحدہ بیان فرمائے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (سورہ انبیاء ع ۲)	اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی معبود ہوتا تو نہ زمین قائم رہتی نہ آسمان قائم رہتا۔

فرمایا۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ۔ (انبیاء ع ۲)	کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو بھی الٰہ بنا لیا ہے۔ ان سے کہہ دو کہ اس اعتقاد کے ثبوت میں کوئی برہان تو پیش کرو۔

اسلام ہی بتلاتا ہے کہ جملہ رسل کی اوّلین اور آخرین دعوت یہی کلمہ مبارک کہہ رہا ہے۔

اُعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ۔ (اعراف ع ۸)	اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا اور کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔

یہی وہ کلمہ مقدسہ ہے جو الوہیت رب العالمین کو دل میں قائم کر دیتا ہے۔ اور یہی وہ کلمہ توحید ہے جو دل کو شرک غیر سے پاک و صاف بنا دیتا ہے

یہی وہ کلمہ ہے۔ جو اثبات کو بقا عطا کرتا ہے اور یہی وہ کلمہ ہے جو نفی کو فنا دکھلاتا ہے اسی آیت کو اعراف میں چار بار۔ انعام میں دو بار اور آل عمران میں دُہرایا گیا ہے۔

بیان توحید کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (انعام)	ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والا ہست کرنے والا تو اللہ ہے۔

اب کیا اس کے سوا اور کسی کو دلی و کارساز بنانے کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ کیا کسی اور کو بھی دل کا مالک ٹھہرانے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ کیا میں ایسا کروں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (انعام ع ۲۰)	ان سے پوچھو کہ اُس کے سوا جو ہر ایک کی پرورش کرنے والا ہے۔ کیا میں اور کسی کی تلاش اپنا رب جاننے کے لئے کروں۔
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (قصص ع ۵)	وہ اللہ جس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں ہے اُسکے ساتھ ساتھ دوسرے کو مت پکارو۔

دیکھو ہر ایک شے موت اور ہلاکت اور فنا والی ہے۔ صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ جو موت اور فنا سے برتر ہے۔

غیر اللہ کو پکارنے والے خواہ عیسیٰ مسیح۔ اور عزیر نبیؑ اور دیگر بزرگان دین کے پکارنے والے ہوں۔ یا فرضی اور خیالی دیوتاؤں کے پکارنے والے ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے بتلا دیا۔ کہ اُن میں اور اللہ تعالےٰ میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔

وہ عیسائی جو تسلیم کرتا ہے کہ مسیح کو پکڑا گیا۔ پھانسی پر لٹکایا گیا۔ قبر میں دفنایا گیا۔ اس پر اللہ تعالےٰ کی یہ حجت ہے کہ ایسا شخص معبود نہیں ہو سکتا۔

وہ مسلمان جو حسین علیہ السلام کی بابت تسلیم کرتا ہے۔ کہ وہ کربلا کے دشت میں گرسنہ و تشنہ ذبح کئے گئے۔ اُن کے پاک جسم کی ناپاک خبیثوں نے بے حرمتی کی۔ اُن پر اللہ تعالےٰ کی یہ حجت ہے کہ ایسا شخص معبود نہیں ہو سکتا۔

وہ کرشن مہاراج جس نے اپنی راجدھانی کو اپنی آنکھوں سے لُٹتے اور اُجڑتے دیکھا۔ جس نے اسی اندوہ و غم میں اپنے کو آپ ہمالہ کی برف کا لقمہ بنایا۔ وہ کبھی معبود نہیں ہو سکتا۔

وہ سدھارتھ گوتم جو بدھ (یعنی بیدار) کے نام سے روشناس ہوا۔ اور جس کی لاش نیپال کی ترائی میں بمقام کُسن آرا جلائی گئی۔ اور اُس لاش کی راکھ آٹھ مختلف مقامات میں تقسیم کی جا کر ہر ایک جگہ یادگاری گنبد تیار کئے گئے۔ کبھی بھگوان (لائق عبادت) اور اَرہم (ذات پاک) نہیں ہو سکتا۔[1]

وہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلعم جو ۲۸ صفر ۱۱ھ ہجرت سے ۱۳ ربیع الاوّل تک بیمار رہے۔ جنہوں نے ۱۳ کی سہ پہر کو انتقال اور رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا۔ جو ۱۴ کو بعد مغرب لحد منور میں لٹائے گئے۔ جو اپنی شانِ علیا کے اعتبار سے امام الانبیاء اور سید المرسلین ہیں۔ علامت تدفین و قبر کی وجہ سے کبھی معبود و مسجود نہیں ہو سکتے۔ الغرض آیت بالا کے اس نشان واحد نے

---

[1] بدھ مذہب کا ہر ایک شخص بدھ کی مورتی کے سامنے پھول چڑھاتا ہے۔ اور بدھ کی صفت و ثنا میں ایک منتر پالی زبان کا پڑھتا ہے۔ جس میں قریباً ۱۵ لفظ بدھ کی ثنا کے ہیں۔ بھگوا۔ ارہم۔ بھی انہی الفاظ میں سے ہیں۔

توحید کو نہایت مستحکم کر دیا ہے۔

رغبت تعظیم اوامر و نواہی۔ تصفیہ و تہذیب۔ استقامت۔ صبر۔ تفویض۔ ثقہ تسلیم۔ اخلاص تواضع۔ فقر و غنیٰ۔ تاسف و حزن اضطراب۔ غیبت شامل ہیں۔

اور لقا کے تحت میں حیا۔ رضا۔ شکر۔ صدق۔ ایثار۔ فتوت۔ مروت۔ انبساط۔ ادب اُنس۔ ذکر۔ علم۔ حکمت۔ تعظیم۔ سکینہ۔ طمانیت۔ غیرت۔ شوق۔ ذوق۔ شہود۔ سرور۔ تمکن مکاشفہ رحیات بالعلم۔ حیات بالوجود۔ بسط۔ صحو۔ معرفت یقین۔ صدق۔ تحقیق شامل ہیں[1]۔

ان مقامات کی تعریف اور احوال کی تفصیل اور نفس و قلب و روح انسانی کے ساتھ ان کے ارتباط اور نتائج ارتباط۔ اور ثمرات نتائج بیان کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اور باینہمہ علماً و عملاً ان کی ماہیات لفظی سے برتر اور احوال سے متعلق ہیں۔ اس مجمل ذکر سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جس مذہب میں روحانیات کا اس قدر ذخیرہ وافر موجود ہے اُسی کو روحانی مذہب کہلانے کی شان حاصل ہے۔

میں نے دقیق مبحث چھوڑ دیئے ہیں۔ اور اس مختصر بیان ہی سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ روحانیت کے بیان میں اسلام ہی کو درجۂ خاص حاصل ہے۔

---

[1] فنا و بقا کے تحت میں جن مقامات کا ذکر تحریر کیا گیا ہے اُنکے الفاظ سے یہ اشتباہ نہیں ہونا چاہئے۔ کہ ان سے مراد صرف لغوی معانی ہیں۔ بلکہ علم الاحسان التصوف اسلامی کے یہ وہ مصطلحات ہیں۔ جن کے مفہوم و معانی سے اس علم کے علماء ماہرین بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ان الفاظ کا ثبوت اور استنباط ہوتا ہے۔

فصل نمبر ۳

اسلام ہی اخلاق حسنہ کا معلّم ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَ مَحَاسِنَ الْاَعْمَالِ۔

میں بزرگ ترین اخلاق اور نیکو ترین اعمال کی تکمیل کے لئے نبی بنایا گیا ہوں۔

اسلام نے بتایا ہے کہ اخلاق رذیلہ کے منبع چار ہیں۔

جہل۔ ظلم۔ شہوت۔ غضب۔

(۱) تاثیرات جہل میں سے ہے کہ اچھی شے کو بُری۔ اور بُری شے کو اچھی شکل میں نمایاں کرتا ہے۔ کمال کو نقص اور نقص کو کمال دکھلاتا ہے۔

یوسفؑ فرماتے ہیں۔ اَصْبُ اِلَیْھِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجَاھِلِیْنَ اگر میں عورتوں کی باتوں میں پھنس گیا۔ تو جاہل ہو جاؤں گا۔

(۲) تاثیرات ظلم میں سے ہے کہ کسی شے کو اُس کے غیر محل میں رکھا جائے۔

خوشنودی کے مقام پر خفگی۔ سخاوت کے مقام پر بخل۔ بخل کے مقام پر بذل۔ نرمی کے مقام پر سختی۔ سختی کے مقام پر نرمی۔ مقام انکسار پر تکبر۔ اور مقام وقار پر انکسار۔ یعنی حقوق کا غلط استعمال اور غلط استعمال پر دعویٰ استحقاق۔

قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ حقوق الٰہی کا غصب کرنا۔ اور اُن حقوق کا استعمال دوسرے کے لئے جائز سمجھنا بزرگ ترین ظلم ہے

(۳) تاثیرات شہوت میں سے ہے۔ کہ حرص بخل اور تنگ دلی کو ترقی ہوتی ہے۔ حوصلہ غیر پر جھک جاتا ہے۔ وقار نفس اور پارسائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ اللہ ہر ایک حقدار کو اس کا حق عطا

فرمادیا ہے۔ فرمایا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل)	زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ کھلی بے حیائی ہے اور بہت بُری سڑک ہے۔

(۴) تاثیرات غضب سے تکبر، کینہ، حسد، بغاوت اور سفاہت پیدا ہوتے ہیں۔ ایک شخص نے نبی صلعم سے تین بار درخواست کی۔ کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائی جائے۔ حضور نے ہر دفعہ اُسے یہی جواب دیا۔ لَا تَغْضَبْ غیظ و غضب سے دور رہو۔

اسلام نے بتایا ہے کہ اخلاق محمودہ کے سرچشمے چار ہیں۔

صبر۔ عفت۔ شجاعت۔ عدل۔

(۱) صبر کے نتائج ہیں۔ برداشت مصائب۔ غصہ پی جانا۔ عدم ایذا دہی۔ بردباری۔ خاکساری۔ گھبراہٹ کا نہ ہونا۔ حملہ نہ کرنا۔

صبر کا ذکر قرآن پاک میں تقریباً ۹۰ مقامات پر ہے۔ اور ان مقامات میں صبر کو (۱۷) اصناف پر بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ نصف ایمان کا نام صبر ہے۔ اور نصف ایمان کا نام شکر ہے۔

(۲) عفت کے نتائج ہیں۔ رذائل و قبائح سے اجتناب۔ قولاً و فعلاً پاکیزگی۔ عفت سے حیا پیدا ہوتی ہے۔ اور حیا کا اثر ہر ایک خلق نیک پر ہے۔

عفت سے جھوٹ۔ بخل اور بدکاری کا ستیاناس ہوتا ہے۔

(۳) شجاعت کے نتائج ہیں آپ اپنی عزت کو ملحوظ رکھنا۔ بہترین اخلاق کا جویا رہنا۔ مال و جان سے دوسرے کی امداد کرنا۔ طیش و غضب سے دور رہنا۔ اپنے نفس کی باگ عقل کے سپرد کر دینا۔

حدیث پاک میں ہے لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دیتا ہے۔ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے۔

(۴) عدل کے نتائج میں اعتدال اخلاق اور افراط و تفریط کو چھوڑ کر وسط کو اختیار کر لینا۔ عدل بتاتا ہے کہ جود و سخا اُسے کہتے ہیں جو بخل اور اسراف کے درمیان ہو۔

عدل بتاتا ہے کہ حیا وہ ہے جو ذلت و بے شرمی کا میانہ ہو۔
عدل بتاتا ہے کہ شجاعت اُسے کہتے ہیں جو جبن اور تہور کا وسط ہو۔
عدل بتاتا ہے کہ حلم یہ ہے کہ تکبر و اہانت کے بیچ بیچ ہو۔
تصریحات بالا سے ظاہر ہے کہ اسلام نے اخلاق حسنہ کے بیان میں کس قدر زیادہ حصہ لیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (اعراف)	معافی درگذر کو عادت بناؤ۔ نیک کام کرنے کی ہدایت کرتے رہو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

حدیث پاک مسلم میں نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ اچھے خلق ہی کا نام نیکی ہے۔
صحیحین میں ہے خِيَارُكُمْ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا تم میں نیک اور بہتر وہ ہے۔ جس کے اخلاق اچھے ہوں
ترمذی و ابوداؤد نے ابو الدرداءؓ سے روایت کیا ہے نبی صلعم نے فرمایا۔

مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ	قیامت کے دن مومن کے ترازو میں سب سے زیادہ وزن دار شے اچھا خلق ہوگا۔ اس سے بڑھکر اور کوئی شے بھاری نہ ہوگی اللہ تعالےٰ ہر ایک بے حیا بد زبان سے بغض رکھتا ہے۔

ترمذی میں بروایت جابرؓ ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ۔	قیامت کے دن تم میں سے وہ شخص مجھے پیارا اور میرے دربار میں مجھ سے قریب تر ہوگا۔ جو اچھے اخلاق والا ہے۔ مگر چبا چبا کر باتیں بنانے والے خوش کلامی جتانے والے اپنی خوش گپی سے دوسروں کو تھکا دینے والے مجھے

ناپسند ہوں۔ اور دربار میں دور تر بھی ہوں گے۔
صحیح ترمذی کی روایت میں ارشاد نبوی ہے

اِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهٖ اچھے خلق والا اُس درجہ کو حاصل کر لیتا ہے۔ جو
دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ نفلی عبادت اور نفلی روزے رکھنے والے کا ہوتا ہے۔

ان احادیث سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ تکمیل ایمان اور قرب رسول اور پسندیدگی مالک کے مدارج کا دارومدار اخلاق حسنہ ہے۔

اخلاق حسنہ کے بیان میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کا تعلق انسان کی خود اپنی ذات سے بھی ہے۔ اور ابناء جنس سے بھی اور رب العالمین کے ساتھ بھی۔

خود اپنی ذات کے متعلق یہ ہے کہ آپ اپنے کو ناقص سمجھے اور سمجھے کہ ناقص کے افعال بھی ناقص ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ انسان تہذیب اخلاق میں ہمیشہ کوشاں رہے گا۔

ابناء جنس کے متعلق یہ ہے کہ دوسروں کی ایذا دہی کی برداشت کرے۔ مگر خود انہیں ایذا رسانی کا ارادہ بھی نہ کرے۔

رب العالمین کے ساتھ حسن خلق کے معنی یہ ہیں۔ کہ جو معاملہ تیرے اور رب العالمین کے درمیان ہے۔ اُسے موجب شکر قرار دے اور احکام یا افعال الٰہی کے بارہ میں کبھی دل و دہان پر ادب اور شکر کے سوا کوئی لفظ جاری نہ ہو۔

شیخ الاولیا سند الاصفیاء سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کا قول ہے کُنْ مَعَ الْحَقِّ بِلَا خَلْقٍ وَمَعَ الْخَلْقِ بِلَا نَفْسٍ اللہ کے ساتھ تیرا معاملہ یہ ہونا چاہیئے کہ اُس میں مخلوق کا ذرا تعلق نہ ہو اور مخلوق کے ساتھ تیرا معاملہ ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ تیرے نفس کا اُس میں کچھ حصہ نہ ہو +

یہ ہیں وہ اخلاق حسنہ۔ جن کی تکمیل اسلام نے قولاً و فعلاً فرمائی ہے۔

تھوڑی سی تفصیل اور بھی سن لیجئے۔

الف۔ اسلام فقراء و مساکین کا حصہ مال زکوٰۃ میں واجب ٹھہراتا ہے اور قرار دیتا ہے۔ کہ اس صفت کی کل آمدنی کا آٹھواں حصہ اُن کو ضرور ملجانا چاہیئے۔

ب۔ مال غنیمت کے خمس میں سے مساکین و یتامیٰ کا پانچواں حصہ قابض ہے۔

ج۔ آمدنی فَے میں بھی کل کا ایک خمس مساکین و یتامیٰ کا حصہ ہے۔

د۔ ابناء سبیل بھی ان ہر سہ ابواب سے حصہ یاب ہوتے ہیں۔ اور اس انتظام سے کل عالم اسلام مسافر کے لئے اپنا گھر بنجاتا ہے۔

ھ۔ قرضداروں اور قرض کے تحت میں زیر بار لوگوں کی رہائی کا انتظام سلطنت اسلامی پر ڈالا گیا ہے۔

و۔ غلاموں کی آزادی کے لئے زکوٰۃ کا آٹھواں حصہ خاص طور پر علیحدہ کیا گیا ہے۔ اور بعد ازاں اسی صیغہ میں چندہ دہی کو ضروری دلا بدی قرار دیا گیا ہے۔ اگر کسی مذہب نے فقراء و مساکین اور یتامیٰ و ایامیٰ اور غلامان و مقروضین کے لئے سلطنت کے بجٹ میں مستقل رقوم درج کرنے کے احکام دیئے ہوں۔ تو اُن کی نظیر پیش ہونی چاہیئے۔

(۲) اسلام پابندی معاہدہ کو نہایت ہی زور کے ساتھ محکم فرماتا ہے اور فریق معاہد کی معاہدہ شکنی کے بعد بھی اگر الٹی میٹم کی نوبت آجائے۔ تو دشمن کو چار ماہ کی مہلت عطا فرماتا ہے۔

ب۔ اسلام اخلاقی تعلیم صرف نمائش و نمود کے طور رسمی پر نہیں دیتا ہے۔ بلکہ جوارح و اعضا کے ساتھ ساتھ وہ دل و دماغ کو بھی اسی تعلیم کا پابند بناتا ہے۔ ذرا احکام ذیل پر غور کرو۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

اے نبیؐ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل اشیاء کو حرام ٹھہراتا ہے۔

(ابناء جنس کے مقابلہ میں) فحش بے حیائی کی سب قسموں کو جن کا تعلق ظاہری یا باطنی حالات سے ہو۔ اور شرک جس کی کوئی دلیل نہیں۔

(خود اپنے مقابلہ میں) گناہ کی جملہ اقسام (سلطنت کے مقابلہ میں) بغاوت و سرکشی۔

(اللہ کے مقابلہ میں) بے علمی کے ساتھ باتیں بنانا)

حکم ثانی سنو:۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ (سورہ نحل)

اللہ جن چیزوں کے کرنیکا حکم دیتا ہے وہ یہ ہیں عدل اور احسان اور قرابتداروں سے فیاضانہ سلوک۔ اللہ جن چیزوں کے کرنے سے قطعاً روکتا ہے وہ یہ ہیں۔ سب بے حیائیاں۔ سب ایسے کام جو قابل انکار ہوں اور بغاوت

تیسرا حکم۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (نساء)	مندرجہ ذیل اشخاص کے ساتھ احسان کیا کرو (۱) والدین (۲) یتامیٰ (۳) مساکین (۴) ساتھ لگتا ہمسایہ (۵) دور کا ہمسایہ (۶) تمہاری رفاقت میں رہنے والا شخص (۷) مسافر (۸) لونڈی غلام۔

صحیح بخاری میں ہے جس کی شرافت سے ہمسایہ مامون نہیں۔ وہ صاحب ایمان ہی نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے۔ جس کی فتنہ پردازی سے ہمسایہ کو چین نہیں۔ وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔

صحیحین میں بروایت ابوہریرہؓ ہے اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرَامِلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ رانڈ عورتوں اور مسکین لوگوں کے کام کاج کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے جیسا ہے۔

صحیح بخاری میں بروایت سہلؓ بن سعد ہے اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا (بہشت میں میں اور یتیم کا خبر لینے والا ایسے ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں (شہادت اور درمیانی انگلیوں میں ذرا سا فرق دکھلا کر سمجھایا کہ اس طرح۔)

ابوداؤد میں علی مرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم کا آخری کلام یہ تھا۔

اَلصَّلٰوةَ اَلصَّلٰوةَ اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	نماز نماز۔ اور لونڈی غلاموں کے متعلق اللہ کا تقویٰ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ	(۱) غرور میں آکر لوگوں کی طرف سے اپنا منہ کج نہ کیا کرو۔ (۲) زمین پر اکڑ کر نہ چل۔ (۳) اللہ تو ہر ایک چالباز فخر کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ
وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ
لَصَوْتُ الْحَمِيرِ (لقمان)

۶۔ اپنی رفتار میں میانہ روی رکھ۔
۷۔ اپنی آواز کو پست و نرم رکھ
۸۔ دیکھ آوازوں میں سخت و درشت آواز تو گدھے کی ہے۔

قوم اور ملک کے متعلق اخلاق۔

(۱) وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا (حجرات)

اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کرنے لگیں تب سب لوگ مل کر اُن دونوں میں صلح کرا دیں

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ (حجرات)

۵۔ اے ایمان والو کوئی قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے شاید وہی اُن سے اچھی ہو۔ نہ عورتیں عورتوں سے ٹھٹھا کریں شاید وہی اُن سے اچھی ہوں تم آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا بُرا لقب تجویز کرو۔

(۳) اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (حجرات)

۶۔ بہت گمانوں سے کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے
۷۔ کسی کا عیب تلاش نہ کرو۔ اور نہ کسی کی چغلی کیا کرو۔

غیر مذاہب والوں سے سلوک۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (ممتحنہ)

جو لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے ساتھ نہ تو دین کے لئے جنگ کی ہے اور نہ تم کو خارج از وطن کیا اُن سے نیکی کرنے اور صحیح صحیح انصاف کرنے میں تمکو اللہ نے کبھی بھی منع نہیں کیا۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں سے پیار رکھتا ہے۔

(۱) إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (نساء ع)

اللہ کا حکم تمہارے لئے یہ ہے کہ جس کی امانت ہو اُسی کو ادا کرو۔ (۲) اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل کے ساتھ کیا کرو۔

ایسے احکام پیسیوں ہیں۔ اور یہ وہ اخلاق ہیں۔ جن پر قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے عمل کر کے دکھلایا۔ اور جن کی تعلیم انہوں نے علماً اور عملاً ہر دو طریق سے کل دنیا کو دی۔

اسلام کے سوا دیگر مذاہب کی تاریخ کے اوراق کیا دکھلاتے ہیں۔ اہل نظر خود آنکھ کھول کر دیکھ لیں۔

فصل نمبر ۴

اسلام ہی نے رحم و عدل کے مسئلہ کو حل کر دیا

موجودہ عیسائیت کی بنیاد دو اصولوں پر ہے

(۱) آدم نے گناہ کیا۔ اور اس کی تمام نسل اسی گناہ سے آلودہ ہے۔

(۲) خدا کے رحم نے چاہا کہ لوگوں کو گناہ سے پاک ٹھہرائے۔ لیکن خدا کے عدل نے چاہا کہ گناہ کا خمیازہ ضرور اٹھانا ہوگا۔

خدا نے اس مشکل کو اس طرح سے حل کیا کہ اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیجا۔ وہ لعنتی ٹھہرا۔ جہنم میں گیا۔ دکھ۔ درد اور عذاب اپنے اوپر برداشت کئے اور وہ گنہگاروں کا کفارہ بنا۔ اس طرح عدل پورا ہوگیا۔ رحم خدا نے تب گنہگاروں کو معاف کر دیا۔

اسلام نے ہر دو اصول بالا کی صحت فرمائی۔

الف۔ گناہ آدمؑ کے متعلق فرمایا کہ توبہ کی وجہ سے آدمؑ کو معافی مل گئی تھی۔ اور آدمؑ گناہ سے پاک ٹھہرے تھے۔ لہٰذا بنی آدمؑ کو گناہ کا ورثہ میں ملنا قطعاً غلط ہے۔

(۱) فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (بقرہ)

آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ ان کلمات کی وجہ سے اللہ نے اس پر رجوع کیا۔ اللہ توبہ بہت رجوع کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

(۲) ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (طٰہٰ ع ۷) | پھر رب آدمؑ کو برگزیدہ کیا۔ اور اس پر توجہ فرمائی اور اسے راہ دکھائی۔

ب۔ عدل و رحم کے متعلق اسلام نے بتلایا کہ بے گناہ کو گنہگار کے بدلے سزا دینا سراسر ظلم ہے اس لئے پاکباز مسیحؑ کا لعنتی ہو کر جہنم میں جانا بھی غلط ہے۔

علیٰ ہذا گنہگاروں پر رحم کی غرض سے کسی بے گناہ کو عذاب دینا بھی رحم کے قطعاً خلاف ہے۔

(۱) حقوق اللہ جو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کے متعلق مکمل رحم اور پوری رأفت و شفقت سے کام لیتا ہے۔

(۲) حقوق عباد۔ بندوں کے حقوق بندوں پر اس میں اللہ تعالیٰ عدل سے کام لیتا ہے اس مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔

يُغْفَرُ كُلُّ ذَنْبٍ لِلشَّهِيْدِ اِلَّا الدَّيْنَ | شہید کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں مگر قرضہ نہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حقوق کی یہ جداگانہ تقسیم اور ہر ایک تقسیم کا رحم اور عدل کے تحت میں ہونا ایک ایسا فیصلہ ہے جو اسلام ہی نے صادر کیا ہے۔

ورنہ موجودہ عیسائیت نے یا آواگون کے چکر میں گھومنے والوں نے تو اس مسئلہ کو سخت پیچیدہ اور ناقابل حل ہی بنا دیا تھا۔

کہ یہ اہنسا کا مسئلہ پر میشر کو رحم سے معرا ٹھہراتا تھا۔ اور کفارہ کا مسئلہ عدل کا منافی تھا اسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ کہ اس نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر اعتدال حقیقی کی سڑک قائم فرما دی ✤

فصل نمبر ۵

اسلام ہی علم اور علماء کا حامی ہے

موجودہ زمانہ میں علمی فضیلت کا بیان یا شرافت علمی کے دلائل بیان کرنا تحصیل حاصل ہے کیونکہ اس زمانہ میں تمام عالم کے جملہ ممالک اور اقوام نے علماً و عملاً تسلیم کر لیا ہے کہ علم کے برابر اور کسی صفت انسانی کا درجہ نہیں۔

لیکن جس زمانہ میں اسلام کا آغاز عرب و حجاز میں ہوا۔ اُس وقت تمام دنیا فضیلت علمی کے راز سے بالکل جاہل و غافل تھی۔

عرب تو نوشت و خواند سے بھی معرّا و مبرا تھا۔ اور اُسے اپنی اس حالت پر ناز بھی تھا لیکن یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی تعلیم کا نام و نشان نہ تھا۔ جو تعلیم یا دریوں میں پائی جاتی تھی۔ وہ صرف بائبل کے حروف کے سیکھ لینے تک محدود تھی۔ اس کے ساتھ ترجمہ و تفسیر شامل نہ تھے یا اُن بے سروپا داستانوں کو علم حقیقی کا درجہ دیا گیا تھا۔ جو یہودیوں میں کبھی بطور زادل لکھی گئی تھیں اور پھر اُن کا درجہ وحی کے برابر تسلیم کر لیا گیا تھا۔

ہندوستان پر شری مد بھاگوت اور پُرانوں کی حکومت تھی۔ بہت زیادہ ترقی کی حالت میں مہابھارت اور رامائن کے قصے منتہائے علم سمجھے جاتے تھے۔

یہی حال چین اور ایران کا تھا۔ یورپ قطعاً جہالت کدہ تھا۔

اسلام ہی نے علم کو اپنی سرپرستی میں لیا اور اسلام ہی علماء کا مامن و ملجا بنا۔

(۲) دیوتاؤں اور فرشتوں کی برتری سے ہندو اور یہود کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور انسان کو ہمیشہ اُن کے سامنے ایک پرستار اور پجاری کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔

مگر اسلام نے بتایا کہ ابوالبشر تو ملائکہ اور دیوتاؤں کا بھی مسجود ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوالبشر صفت علمیہ میں اُن سے بڑھ گیا تھا۔ وہ بیان جو سورہ بقرہ میں موجود ہے۔ اُس کا مقصود علم

ہی کی فضیلت کو ظاہر کرنا ہے۔

اب آیت مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ (مائدہ ع۱) کی تفسیر پر غور کرو کہ وہ کتا جو نجس العین ہے۔ تعلیم و تعلّم کے بعد شکار کرنے میں جارحہ انسانی کا منصب حاصل کر لیتا ہے اُس کا شکار خود انسان کے شکار کا حکم دیتا ہے۔

جب ان دونوں مثالوں پر غور کیا جائے گا۔ کہ اسلام نے تعلیم کی وجہ سے شکاری کتے کو درجہ جارحہ انسانی کے مساوی تسلیم کر لیا۔ اور انسان کا مسجود ہونا بوجہ افزونی علم قرار دیا۔ تو ہر ایک شخص سمجھ سکے گا۔ کہ اسلام کس قدر زیادہ علم کی فضیلت کا مظہر ہے۔

بال قرآن پاک میں ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ)

اللہ درجات بلند فرماتا ہے (۱) اُنکے جو تم میں سے ایمان والے ہیں (۲) اور اُن کے جنکو علم ملا ہے

یہاں بلندی درجات میں علم کو ایمان کے ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے

یہ قرآن مجید ہی ہے جس کی وحی کے ابتدائی فقرات میں یہ کلمات طیبات موجود ہیں۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (سورۂ علق)

پڑھ، اور تیرا رب تو بڑے کرم والا ہے۔ اسی نے قلم کے ذریعہ علم کی تعلیم دی ہے اُسی نے انسان کو اُن علوم کی تعلیم دی جنکو وہ جانتا تھا۔

غور کرو۔ پڑھنے کی تاکید اور قلم کو نشر علوم کا ذریعہ بتانے کا بیان۔ انسان کا قابل تعلیم ہونا انسان کا نامعلوم علوم کی تعلیم سے مشرف ہوتے رہنا کیسے اسلوب پاک میں بیان فرمایا گیا۔ اور قرأت و تحریر کے وسائل اختیار کرنے کے بعد کس طرح انسان کو روز افزوں معلومات کے حاصل کرنے کا شوق دلایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ بعض انبیا کی دعائیں خاص رنگ میں تھیں مثلاً دعائے نوحؑ ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (نوح ع۲)

اے رب بخشدے مجھے اور میرے والدین کو اور اُسے جو مومن ہو کر میرے گھر میں داخل ہو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو۔

دعا ابراہیم علیہ السلام ہے۔

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم ۶۴)	مجھے اور میرے فرزندوں کو بتوں کی پوجا سے بچائیں۔

دعا سلیمان علیہ السلام

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (ص ع ۴)	اے رب مجھے بخشدے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو شایاں نہ ہو۔

دعاء زکریا علیہ السلام

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً (آل عمران)	اے رب مجھے ایک پاکیزہ بچہ عطا فرما۔

لیکن سیدنا محمد رسول اللہ صلعم جو خلاصہ موجودات اور سرور کائنات ہیں۔ کی دعا سب سے الگ اور سب سے جامع تر تھی۔ وہ دعا یہ ہے۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (طٰہٰ)	اے رب مجھے علم میں افزونی عطا فرما

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم کا درجہ جملہ نعمائے عالیہ سے برتر ہے۔

قرآن مجید میں نبی صلعم کے خطابات اور القاب عالیہ مثلاً خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین بھی ہیں۔ اور انہی کے پہلو بہ پہلو حضور کی توصیف ان الفاظ میں بھی فرمائی گئی ہے۔

وَیُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔	وہ کتاب اور حکمت کا معلم ہے۔ وہ اُن علوم کا معلم ہے جسے انسان نہ جانتے تھے۔

ہر دو آیات سے علم کی فضیلت بخوبی نمایاں ہے۔

بیشک اسلام ہی ہے۔ جس نے علوم کی عام تعلیم دی ہے اور اسلام ہی ہے جس نے سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اور انصار و مہاجرین کے علوم کو نو مسلم اور نو مفتوحہ ممالک میں پوری فیاضی کے ساتھ پہنچایا ہے۔ نظائر ذیل پر غور کرو۔

امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب الصحیح ہیں اور اُن کی کتاب صحاح ستہ میں سب سے اوّل درجہ پر ہے۔ یہ بخارا کے باشندے ہیں۔ ان

کے نسب میں مغیرہ پہلا شخص ہے جو داخل اسلام ہوا۔
امام ہمام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ اہل فارس سے ہیں اور اُن کے دادا ہی داخل اسلام ہوئے تھے۔

سیبویہ۔ اور ابو علی اور زجاج جو ائمہ لغت و نحو ہیں۔ عربی النسل نہیں۔
امام اللغت اسمٰعیل بن محمد جوہری اور اُستاد مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی بھی عرب کے باشندے نہیں۔
ابو الفرج جس کی تصانیف عربی زبان میں خوب مشہور ہیں۔ مالٹا کا باشندہ ہے۔
ابن خلدون جو فلسفہ تاریخ کا موجد ہے تیونس میں پیدا ہوا تھا۔
مؤرخ الشہیر برہان الدین موصل کے ہیں۔
مقریزی بعلبک میں پیدا ہوا تھا۔ امام مسلم صاحب الصحیح اور امام ابو داؤد صاحب السنن گو نسلاً عرب ہیں۔ مگر وطن ان کا عرب نہ تھا۔ ان نظائر سے واضح ہے کہ یہ اسلام ہی کی علمنوازی ہے۔ کہ اُس نے بدو ظہور سے ہر ایک قوم پر ابواب علم کو کشادہ کر دیا تھا۔ اور اندرون ہند تا ان سے لے کر انتہائے سوڈان تک اور بلاد خراسان سے لے کر سرحد مراکش تک دروس علمیہ کا افتتاح خیر القرون ہی میں ہو گیا تھا۔

انبیاء علیہم السلام کو جو شرف و کرامت جملہ مخلوق الٰہی پر حاصل ہے اُسے بھی اللہ تعالےٰ نے وصف علم ہی سے نمایاں فرمایا ہے۔

یَآ اَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ (مریم)	ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں اے باپ مجھے علم حاصل ہو گیا ہے۔
وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا (نمل)	داؤد اور سلیمانؑ کو ہم نے علم عطا فرمایا تھا۔
وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ (یوسف)	یعقوبؑ علم والا تھا ہم نے اُسے علم سکھایا تھا۔

لوگ طلب علم کی تاکید کے ثبوت میں اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ پڑھا کرتے ہیں۔ ان الفاظ کا نبی کریم صلعم سے بسند صحیح ثابت ہونا تو قطعاً غلط ہے۔ مگر قرآن مجید میں سیدنا موسیٰؑ کا واقعہ موجود ہے۔ یہ اولوالعزم رسول اور صاحب کتاب نبی چند مسائل کی تعلیم کے لئے ایک دوسرے نبی (خضر) علیہ السلام کے پاس پہنچے تھے۔ اور عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِیْ مِمَّا عُلِّمْتَ

رُشْدًا کے الفاظ میں اپنی طلب کا اظہار کیا تھا۔ کہ جو آپ کو معلوم ہے۔ میں اُسے سیکھنے کو آیا ہوں۔

اللہ تعالےٰ نے دلائل توحید کے ثبوت میں علماء کو بھی پیش کیا ہے۔ جیسا کہ اس مسئلہ کو اپنی شہادت اور ملائکہ کی شہادت سے مستحکم فرمایا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ۔ (آل عمران)

اللہ نے ظاہر کر دیا ہے کہ اُس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں ملائکہ اور صاحبان علم کی شہادت بھی یہی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے نبوت محمدیہ کے ثبوت میں علماء اہل کتاب کی شہادت کو بھی پیش کیا ہے۔

(۱) اَوَلَمْ تَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (شعراء ع ۱۲)

کیا اُن کے لئے یہی نشانی کافی نہیں کہ علماء بنی اسرائیل کو اس کا علم ہے۔

(۲) وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ (رعد)

کافر کہتے ہیں کہ تو مرسل نہیں کہدے کہ خدا مجھ میں اور تم میں شہید ہے اور وہ شخص بھی گواہ ہے جس کے پاس توراۃ و انجیل کا علم ہے۔

دلائل اسلام جس طرح مبنی بر علم ہیں۔ اسی طرح اُن کا مطالبہ بھی ادیان دیگر سے کیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے دعاوی کو بروئے علم ثابت کریں۔

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا (انعام ع ۱۸)

اُن سے پوچھئے کہ تمہارے پاس کچھ علم بھی ہے تو اُسے ہمارے لئے پیش تو کرو۔

(۲) نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (انعام)

اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم سے یہ بات بتاؤ۔

کج بحثی کرنے والوں پر بھی اسلام کا یہی اعتراض ہے کہ وہ علم کے بغیر باتیں بناتے ہیں۔

(۱) لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ (آل عمران)

جس چیز کا علم نہیں۔ اُس میں کج بحثی کیوں کرتے ہو۔

(۲) وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ

اُس چیز کے پیچھے نہ چل جس کا تجھ کو علم نہیں بیشک کان آنکھ۔ دل (یہ سب) اس کی بابت

كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (اسرائیل) | پوچھے جائیں گے۔

ان آیات واحکامات کی تعمیل میں علمبردارانِ اسلام یعنی اسلاف کرام نے جو کچھ کیا آج تمام یورپ اس کا شاہد ہے۔

سلطنت عباسیہ بغداد میں۔ اور سلطنت امویہ اندلس میں اور سلطنت فاطمیہ مصر میں جن دنوں قائم تھیں۔ ان میں تناقص باہمی صرف ترقی علم اور حمایت علماء کی بابت پایا جاتا ہے ہر ایک کی سعی و کوشش یہ تھی۔ کہ اسی کی سلطنت سب سے بڑھ کر مربی علم و علماء ثابت ہو سمرقند کی رصدگاہ اندلس کی رصدگاہ کے مقابلہ میں موجود تھی۔

بغداد نے علوم و فنون کو ہند اور چین اور تاتار تک پھیلا دیا تھا۔ تو اندلس نے اٹلی و فرانس اور جرمن کو دولت علم سے مالا مال کر دیا تھا۔

سلاطین اسلام کے دربار میں یہودی۔ عیسائی۔ ہندو۔ مصری۔ چینی۔ یونانی۔ فلاسفر اسی طرح احترام کے ساتھ پرورش پاتے تھے جس طرح مجازی حضرمی یمنی اور فرزندان مہاجر و انصار۔ علوم منقول۔ اور ادب و نحو کے ساتھ ساتھ علوم ریاضیہ۔ فلسفہ۔ ہیئت کا رواج تھا۔

مشرق و مغرب و افریقہ میں مدارس عام کے لئے تھے۔ اور ہر ایک مدرسہ کے ساتھ کتب خانے اور دار القیام بنے ہوئے تھے۔ بغداد میں وزیر نظام الملک کا بنایا ہوا مدرسہ نظامیہ وہ تھا۔ جس میں چھ ہزار طالب علموں کی خوراک کا انتظام منجانب مدرسہ کیا جاتا تھا۔ اسی سے دیگر مدارس کا اندازہ لگاؤ۔

اسلام نے علوم کو جس خصوصیت سے خلائق کے سامنے روشناس کیا ہے۔ وہ ایسا طریق ہے۔ جس سے اقوام ماضیہ قطعاً بے علم رہی ہیں۔

اسلام علوم کو دو اقسام پر تقسیم کرتا ہے۔

الف۔ جلی۔ اور اس کے حصول کے تین ذرائع ہیں۔

۱۔ بصر۔ وہ جملہ علوم جو معاینہ و اکتشافات سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ سمع۔ وہ جملہ علوم جو استفاضہ پر مبنی ہیں۔

۳۔ قلب۔ وہ جملہ علوم ہو تجارت انسانی کا مجموعہ ہیں۔

ب۔ خفی۔ اور اُس کے حصول کے بھی تین ذرائع ہیں۔

۱۔ ایمان جو جزد معلوم سے جزد نامعلوم کا تیقن دلاتا ہے۔

۲۔ فراست صادقہ جو حواس عشرہ کے بعد امور مخفی کے راز پر مطلع ہوتی ہے۔

۳۔ معرفت جس کا آغاز مادیات کے انجام سے ہوتا ہے۔

(۱) اسلام نے ایک اور علم کا ذکر کیا ہے۔ جو اکتسابی نہیں۔ اور خالصۃً وہبی ہے۔ اسے علم لدنی کہا جاتا ہے۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے۔

اس علم کا متعلم مبدء فیاض کی رحمت خاصہ سے سبق لیتا ہے اور اس کا علم جملہ علوم و براہین کا سلطان ہوتا ہے اسی علم کے سایہ میں۔

عبودیت

متابعت

صدق

کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی کمال کا نتیجہ نفی دعویٰ ہے۔

اسی علم کا عالم اگر کوئی فعل سرانجام دیتا ہے تو مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ کو وجہ موجہ قرار دیتا ہے۔ اسی علم کا عالم جملہ علوم پر نطق ہمایوں سے کلام کرتا ہے۔ اور مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کا تاج اُس کے سر پہ رکھ دیا جاتا ہے۔

فریفتگان مادہ۔ اب تک نہ مادہ کی حقیقت سے واقف ہوئے اور نہ مادہ کی حرکت کی کوئی توجیہ اُن کی سمجھ میں آئی۔

لیکن اس علم کا عالم روح کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے۔ اور اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ بتاتا ہے۔ وہ عالم خلق سے بالاتر دیک عالم امر کے حقائق سے مطلع ہو جاتا ہے اور اُن حقائق کی تعلیم سے چشم بصیرت کو روشن بنا دیتا ہے۔ اور غیر محسوس کو معلوم کے دریچہ میں بٹھا دیتا ہے۔

اس تمام مبحث پر غور کرنے سے علوم ہو جائے گا۔ کہ اسلام ہی دین العلم ہے اور اسلام ہی حامی العلم ہے۔

تذییل

اسلام کے حامی العلما ہونے کا مضمون اُن نظائر سے مکمل ہو جاتا ہے۔ جن سے ظاہر ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے جن کے وجود کے ساتھ دینی شان کا نشان بھی مشہور تھا۔ اُن علماء کی بھی نگہداشت فرمائی تھی جو غیر مسلم ہے۔

منصور عباسی۔ علوم القرآن والحدیث کا زبردست عالم تھا۔ اُس کے دربار میں جبورجیش بن بختشوع۔ اور جبیبی بن شہلاثا رہر دو عیسائی کے بعد دیگرے طبیب خاص کے منصب پر مامور تھے۔

نوبخت اور ابوسہل (ہر دو پارسی) بلند ترین جاہ پر متمکن تھے۔

مہدی کے دربار میں۔ تیوفیل لبنانی (مذہباً صابی) بڑے افسروں میں تھا۔

ہارون رشید کے دربار میں۔ بختیشوع اور جبریل (عیسائی) اعلیٰ منصب دار تھے۔

یوحنا بن ماسویہ سریانی محکمہ تعلیم کا ڈائرکٹر تھا۔

مامون کے دربار میں۔ بطریق یوحنا۔ اور سہل بن سابور (ہر دو عیسائی) اعلیٰ مناسب پر تھے۔

معتصم ..... کا طبیب خاص سلمویہ بن بنان نصرانی طبیب خاص تھا۔

متوکل ..... کے دربار میں حسین بن اسحٰق نصرانی کا منصب بالاتر تھا۔ وہ جتنے اوراق دوسری زبانوں سے ترجمہ کر کے پیش کرتا تھا۔ اُن کے برابر طلاء ناب اُسے وزن کر دیا جاتا تھا۔ ماہانہ مشاہرہ اور سالانہ انعامات اس سے علاوہ ہوتے تھے

راضی باللہ کے دربار میں۔ طیفوری نصرانی۔ متی بن یونس قطوری اگر جا کا بشپ بھی تھا)

معتضد کے دربار میں۔ ابراہیم وسنان فرزندان ثابت بن مرہ اور ابوالحسن حفید ثابت (مذہبا صابی) بہت معتمد علیہ تھے۔

قسطا بعلبکی اور یحییٰ بن عدی بن حمید (ہر دو نصرانی) بھی دربار خلافت میں محترم وقار رکھتے تھے۔

الغرض یہ فہرست بہت لمبی ہے۔

اب تلاش کرو کہ کسی مسیحی سلطنت یا کسی اور غیر مسلم سلطنت و حکومت میں بھی کسی مسلم عالم

کی یہ قدر یہ وقعت یہ عزت کبھی کی گئی ہے۔

ہاں اس سے بالعکس ایسی مثالیں بہت موجود ہیں۔ کہ ابن رشد مسلم فلاسفر کی کتابوں کے مطالعہ کرنے کے جرم میں ۱۲ مارچ ۱۴۹۲ء میں یہودیوں کو اسپانیا سے خارج کیا گیا۔ اور فروری ۱۵۰۲ء میں اسپلیہ اور ماحول کے مسلمانوں کو بھی نشر علوم کے جرم میں وطن مالوفہ سے جبراً نکال دیا گیا۔

نظائر بالا سے شاید کس شخص کا گمان ادھر منتقل ہو جائے کہ یہود و مسلمین کا اخراج غالباً تعصب قومی کی بنیاد پر ہوا ہوگا۔ اور نفس علوم کے ساتھ تعصب و عداوت کا اس میں دخل نہ ہوگا۔ لہٰذا ہم امثلۂ ذیل پیش کریں گے۔ کہ خود عیسائیوں کے علماء کے ساتھ بھی علوم معقول کی اشاعت یا اکتشافات علمیہ کے اعلان کے بعد یہی سلوک کیا گیا تھا۔

پروفیسر برونو نے مسئلہ وحدت الوجود کو بیان کیا۔ اُسے قید کر دیا گیا۔ اور ۱۶۰۰ء میں حبس طویل کے بعد زندہ جلا دیا گیا۔

کرویت ارض کے مسئلہ پر یورپ میں بہت خونریزی ہوئی۔

پروفیسر غالیلی نے کہہ دیا تھا۔ کہ حرکات نجوم بہت باقاعدہ ہیں۔ یہی مقولہ اُس کی ہلاکت موجب ہوا۔

خاتون ماری مونتا ۱۷۲۱ء میں قسطنطنیہ سے چیچک کا ٹیکہ سیکھ کر یورپ پہنچی۔ تو کنیسہ نے شاہ انگلستان کے حضور میں عرضداشت پیش کی کہ بذریعہ ٹیکہ علاج کئے جانے کے قاعدہ کو حکماً بند کیا جائے۔

امریکہ میں ولادت کے وقت عورت کو مخدر کرنے کا طریقہ نکلا۔ تاکہ وہ احساس تکلیف سے مامون رہے۔ پادریوں نے اسے خدا کے اس حکم کے مخالف سمجھا کہ عورت دُکھ سے جنے گی اور اس کے خلاف سخت شورش کی گئی۔

پلاج نے کہہ دیا کہ آدم سے پیشتر بھی موت (حیوانات وغیرہ کو) آتی تھی۔ اُسے قتل کیا گیا اور اُس کے جملہ ہم عقیدہ لوگوں کو واجب القتل قرار دیا گیا۔

ڈی رومینس نے بیان کیا کہ قوس قزح اللہ کی حربی کمان نہیں بلکہ پانی کے قطرات پر سورج کی شعاعوں کا عکس پڑنے کا نتیجہ ہے۔ اس جرم میں وہ قید کیا گیا۔ قتل کیا گیا۔ اُس کا

لاشہ مع اُس کی تصانیف کے جلا دیا گیا۔

کتب خانہ اسکندریہ۔ قیصر جُول کے وقت میں جلا دیا گیا۔ اس لئے کہ یہاں ایسی کتابیں بھی موجود ہیں۔ جو مذہب کے خلاف ہیں۔ اُس کی رہی سہی کتابوں کو بطریق تیوفیل مامورہ اسکندریہ نے نذر آتش کیا۔

کتب خانہ غرناطہ۔ مسلمانوں کی علمی جامُداد کی آٹھ ہزار قلمی کتابیں کردینال اکسیمس نے سوخت کردیں۔

ان جملہ واقعات و بیانات و تشریحات سے یہ نتیجہ صاف مبرہن ہے۔ کہ اسلام ہی حامی العلم والعلماء ہے اور یہ صفت اُس کے خصائص عُلیا میں سے ہے۔

فصل نمبر ۶

اسلام ہی دین العمل ہے

سابقہ مضمون میں تحریر ہو چکا ہے کہ اسلام ہی دین العلم ہے لیکن اگر علم کے ساتھ عمل شامل نہ ہو۔ تو اُس علم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا

بعض لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ اسلام نے توکّل کی تعلیم دی۔ یہ سمجھ لیا ہے کہ اسلام عمل کے منافی ہے۔ اس غلطی میں وہ بھی مبتلا ہوئے۔ جو دور دور سے اسلام کو دیکھنے والے ہیں۔ اور وہ بھی اس غلطی کا شکار ہوئے جو اسلام کے اندر ہیں۔ اس غلطی کا اوّلین سبب یہ بھی ہوا کہ توکّل کے معنے بھی نہیں سمجھے گئے۔

موجودہ زمانہ سعی و کوشش کا زمانہ ہے۔ جمود اور بے حسّی سے نفرت کی جاتی ہے۔ لہٰذا جب یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اسلام ایسی بے حسّی اور جمود کا طرفدار ہے۔ تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ اسلام دین الٰہی نہیں ہو سکتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی کو سمجھا نہیں گیا۔ اور ہادی

اسلام، نیز علمبردارانِ اسلام کی سیرت کا مطالعہ ہی نہیں کیا گیا۔
مسلمانوں پر ہمسایہ اقوام کا سایہ پڑا۔ اور اُنہوں نے جوگیوں، سنیاسیوں، راہبوں اور پوپوں کو دیکھ کر یہ سمجھا۔ کہ زُہد کے اعلےٰ منصب پر ترکِ افعال اور ترکِ عمل ہی سے فائز ہو سکتے ہیں۔ یہ اُن کی اپنی سمجھ ہے اسلام کی تعلیم تو یہ ہے۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (توبہ ع ۱۱)	رسولؐ اور اُس کے ساتھ والے ایمان داروں نے تو بالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا ہے انہی کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانیوالے ہیں۔
(۲) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (نجم ع ۲)	نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جو اس نے کوشش کی اور بیشک وہ اپنی کوشش کو ضرور دیکھے گا۔
(۳) فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ (الانبیاء ع ۷)	جو کوئی عمل کرتا ہے۔ اچھے ایمان کے ساتھ اُس کی کوشش ضائع نہ ہوگی۔
(۴) وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (انعام)	ہر ایک کیلئے اُن کے عمل کے موافق درجہ ہیں۔

عمل کی دو اقسام ہیں عمل برائے دنیا۔ عمل برائے آخرت اور اسلام نے ہر دو کے لئے ترغیب دی ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ	اے رب ہم کو دنیا بھی اچھی دے اور آخرت بھی اچھی دے اور ہمکو عذاب نار سے بھی بچالے۔

صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہؓ نبی صلعم کا یہ ارشاد موجود ہے۔

احْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ۔	جو چیز تجھے نفع دینے والی ہو اُس کی رغبت اور حرص پیدا کر اور اللہ سے مدد چاہا کر۔ اور عاجز ہو کر مت بیٹھ۔

صحیحین میں بروایت سعد بن ابی وقاصؓ ہے۔ کہ سعد بیمار ہوئے۔ نبی صلعم اُن کی عیادت کو گئے۔ سعد نے حضورؐ سے مشورہ چاہا۔ کہ وہ اپنے مال سے کس قدر صدقہ دے تب نبی صلعم نے یہ اصول ظاہر فرمایا۔

اِنْ تَذَرْ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ ۔	اگر تم اپنے وارثوں کے لئے دولت چھوڑ کر مرو تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تو اُن کو بے زر بے پر چھوڑے اور وہ لوگوں کے سامنے مانگتے پھریں۔

اس حدیث کے ساتھ قرآن مجید کے احکام توریث کو مدنظر رکھو۔ کہ مال میت کی تقسیم کے لئے اللہ تعالےٰ نے کس طرح حصص کا تعین فرما دیا ہے۔

اصول ارث و مواریث

ارث کے اصول نسب اور نکاح اور ولا میں اور فرائض میں سہام کو چھ اوزان نصف ۱/۲ ربع ۱/۴ ثمن ۱/۸ دو ثلث ۲/۳ ایک ثلث ۱/۳ ایک سدس ۱/۶ پر مقرر فرمایا گیا۔

۱۔ نصف کے حقدار پانچ ہیں۔ شوہر اگر کہ زوجہ سے اگر وہ بے اولاد تھی) صلبی بیٹی جو تنہا ہو یا پوتی) اور اُخت واحدہ راب دام سے) یا اُخت واحدہ راب سے) جب کہ اب دام کا فرزند نہ ہو۔

۲۔ ربع کے حقدار دو ہیں شوہر مع ولد زوجہ) زوجہ (لعدم الولد)

۳۔ ثمن کی حقدار زوجہ (مع ولد)

۴۔ دو ثلث کی حقدار ۴۔ دو بیٹیاں۔ یا زائد براں (یا پوتیاں) اور بہنیں (مادر و پدر سے) یا بہنیں بجانب پدر۔

۵۔ ایک ثلث کی حقدار دو ہیں۔ ماں (جب کہ میت کا ولد۔ اور اخوۃ و اخوات نہ ہوں) ماں کی اولاد۔ دو یا زائد کا جس میں ذکر دانث برابر ہوں گے) دادا (میت کے بھائیوں کے ساتھ جبکہ کوئی اور صاحب فریضہ نہ ہو۔

۶۔ سدس کے حقدار ۷ ہیں۔ باپ (جبکہ میت کا ولد موجود ہو) ماں (جبکہ میت کا ولد یا پوتا یا بھائی بہن ہوں) دادا (ولد میت کے ساتھ اور بہنوں کے ساتھ جبکہ کوئی صاحب فرض بھی شامل ہو۔ دادی یا دادیاں۔ ماں کی اولاد۔ پوتیاں (صلبی بیٹی کے ساتھ) پھوپھیاں (سگی بہن کے ساتھ)

ذرا اس موٹی موٹی تقسیم پر جو علم فرائض کے متعلق ہے غور کرو۔ اور اندازہ لگاؤ کہ اگر اسلام کے نزدیک مال کے لئے محنت و مشقت کرنا اور مال کمانا اور وراثت کے لئے مال چھوڑ کر مرنا

بہتر نہ ہوتا تو اللہ تعالےٰ ارث کے متعلق اتنے مکمل اور وسیع احکام کبھی صادر نہ فرماتا۔

قرآن مجید میں تو تقسیم حصص بالا کے علاوہ مال کثیر ہونے کی صورت میں "وصیت" کا ہونا بھی ضروری بتایا گیا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (بقرہ ع ۲۲)	تم پر لکھ دیا ہے اگر کوئی تم میں سے مال کثیر چھوڑتا ہے تو والدین اور اقربا کے لئے معروف طور پر وصیت کرے یہ تقویٰ والوں کے لئے ضروری ہے۔

حفاظت مال کے متعلق ایک اور حکم ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (نساء ع ۱)	اپنا مال و زر بے عقلوں کے سپرد نہ کرو۔ مال و زر کو تو اللہ نے تمہارے لئے وجہ قیام بنایا ہے۔

بیع و شرا کے احکام اور خرید و فروخت اور تجارت کے لئے جگہ جگہ تعلیم بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ اسلام دین العمل ہے۔

جملہ سیرت نگاروں کو معلوم ہے کہ مہاجرین اوّلین جو اہل مکہ تھے سب تجارت پیشہ تھے۔ اور انصار اوّلین سب زراعت پیشہ تھے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں تجارت اور زراعت کی تمثیلوں ہی میں آیات ثواب و جہاد کا بیان فرمایا ہے۔ تجارت و زراعت جس قدر محتاج عمل ہیں اسے اہل خرد خوب جانتے ہیں۔

تاجر صحابہ کی دولت کا اندازہ کرنے کے لئے دو ایک نظائر پر غور کرو۔

الف۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

اسلام کے لئے نبی صلعم کے عہد میں اُنہوں نے مندرجہ ذیل رقوم صرف کی تھیں۔

۱۔ ایک دفعہ چار ہزار روپیہ۔ یہ اُس وقت اُن کے کل مال کا چہارم تھا۔

۲۔ دوسری دفعہ چالیس ہزار۔

۳۔ تیسری دفعہ چالیس ہزار دینار۔

۴۔ چوتھی بار پالنو گھوڑے۔

۵۔ پانچویں دفعہ پالنو ناقہ۔

۶۔ نبی صلعم کے بعد انہوں نے ایک باغ امہات المومنین کی نذر کیا۔ جو چار لاکھ میں فروخت ہوا

۷۔ مرتے ہوئے اُنہوں نے فی سبیل اللہ پچاس ہزار دینار کی وصیت کی۔
۸۔ نیز وصیت کی کہ ہر ایک بدری صحابی کو چار سو دینار پیش کئے جائیں۔ بوقت تعمیل اصحاب بدر ایک سو شمار ہوئے۔
۹۔ علاوہ بریں انہوں نے ایک ہزار گھوڑا فی سبیل اللہ دیا۔
۱۰۔ نفاذ وصیت کے بعد زر طلا کی مقدار کثیر موجود پائی گئی۔ جسے کاٹتے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔
۱۱۔ طلا کے بعد ایک ہزار اونٹ۔ ایک سو گھوڑا تین ہزار بکریاں بھی شمار میں آئیں۔
۱۲۔ ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو اسی ہزار نقد دے کر مصالحت کر لی گئی رضی اللہ عنہ ب۔ سیدنا زبیرؓ جو نبی صلعم کے پھپھیرے بھائی تھے۔ اُنہوں نے وصیت کی تھی کہ اوّل میرا قرض ادا کیا جائے۔ اور پھر ثلث مال صدقہ دیا جائے۔ اور پھر وراثت کی تقسیم کی جائے۔
قرض شمار کیا گیا تو ۲۲ لاکھ نکلا۔ اُن کے پاس نقدی کم تھی۔ جائداد زرعی و سکنی بہت تھی۔ گیارہ مکانات مدینہ میں۔ دو مکانات بصرہ میں ایک مکان مصر میں تھا۔ ایک اراضی زرعی کا ٹکڑا تھا۔ جو اکہتر لاکھ میں خرید کیا گیا تھا۔ اِن سب کو فروخت کر دیا گیا۔ تو پانچ کروڑ ۲ لاکھ کی رقم حاصل ہوئی قرض ادا کر دیا گیا۔ وصیت نافذ کی گئی۔ اور پھر چار سال تک موسم حج منادی کی گئی کہ اگر کسی کا قرض زبیرؓ پر آتا ہو تو لے لے بعد ازاں مال تقسیم ہوا۔
ان کی سخاوت کا یہ حال تھا۔ کہ اُنہوں نے ایک ہزار غلام تجارت پر لگا رکھے تھے۔ جو ماہواری نفع حاصل ہوتا اُسے خیرات کر دیتے تھے۔ (تہذیب الاسماء للنووی)
میرا مقصود ایسے نظائر کا بالاستیعاب بیان کرنا نہیں مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم نے سابقون الاولون کو کیونکر عمل دنیا اور عمل آخرت کا جو یاد شید بنا دیا تھا۔
کیا اس کے مقابلہ میں بدھ ازم کوئی شرف رکھ سکتا ہے۔ جس نے گدیہ گری کو رواج دیا یا وید کی تعلیم جس نے عمر کے آخری ربع میں انسان کا بن باسی ہونا ضروری بنایا۔ یا عیسائیت کے پاس اُس تعلیم کی کوئی توجیہ موجود ہے۔ جس میں بنایا گیا ہے۔ کہ اُونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزر جانا آسان ہے مگر دولت مند کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل نہیں ہے ✤

سلہ تہذیب الاسماء للنووی۔

تعلیم اسلام نے جن لوگوں کو مکمل بنایا۔ اُن کی صفت اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ (نور ع ۵)

یہ وہ مردانِ خدا ہیں۔ جن کو تجارت اور خرید فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔

یہ وہ خوبی ہے جو اسلام ہی میں نمایاں ہے۔ کسی شخص نے اِس آیت کا ماحصل اس فقرہ میں ادا کیا ہے" دست بکار دل بیار۔

یہاں تک عمل کی بحث معیشت اور تمدّن کے پہلو سے کی گئی تھی۔ لیکن تقرب اور تدرّن کے اعتبار سے بھی جو اہتمام اسلام نے اعمال صالحہ کے سرانجام دینے میں فرمایا ہے۔ وہ لاثانی ہے۔ ارشادات ذیل پر تدبر کرو۔

(۱) فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (بقرہ)

نیک کاموں کے سرانجام دینے میں سبقت دکھلاؤ۔

(۲) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا

اپنے رب کے نام کی یا قبل از دوپہر بھی کرو اور بعد از دوپہر بھی۔ اور رات کو بھی۔ اُسی کے لئے سجدہ ہو۔ اُسی کی حمد و ثنا ہو۔ رات کو زیادہ ہو۔

(۳) وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (علق)

سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔

(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (احزاب)

اے ایمان والو۔ اللہ کو یاد کیا کرو بہت یاد کیا کرو۔

(۵) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (مزمل)

اپنے رب کا نام لیا کر۔ اور سب سے منہ موڑ کر اُسی کا ہو کر عبادت کیا کر۔

کائنات پر غور کرنا۔ صنعت الٰہی سے دل اور نظر کو روشن کرنا۔ خصوصیات بحر و بر۔ اور تصرفات ارضی و سمائی پر تدبر کرنا۔ بھی اسلام نے عبادت کا جزو اور عبادت کرنے والوں کیلئے بلندی مدارج کا باعث قرار دیا ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ (بقرہ)

۱۔ آسمانوں کی بناوٹ میں اور زمین کی بناوٹ میں۔
۲۔ رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں۔
۳۔ اُن جہازوں میں جو سمندر میں لوگوں کی نفع رسانی کے لئے چلتے ہیں۔
۴۔ اُس پانی میں جسے اللہ اوپر سے اُتارتا اور زمین کو اُس سے زندگی بخشتا ہے۔
۵۔ زمین پر ہر قسم کے چلنے والے رینگنے والے جاندار دل میں۔
۶۔ ہواؤں کا الگ الگ رُخ بدل کر چلنے میں۔
۷۔ اُس بادل میں جو آسمان و زمین کے اُدھر حکم سے باندھے ہوئے ہیں۔
بیشک عقل و دل والی قوم کے لئے اللہ کی شان کے بہت سے نشان ہیں۔

اِن احکام سے ثابت ہوگیا کہ اسلام دین العمل ہے وہ اہل اسلام کو بہبود و رفاہیت دنیا کے لئے بھی عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور دُخرآخرت کے لئے بھی عمل کرنے کا ارشاد فرماتا ہے۔ یہ احکام اور یہ جامعیت اسلام ہی کی خصوصیت ہے۔

فصل نمبر

اسلام ہی بانیٔ اخوت ہے

ایک اخوت وہ ہے۔ جو دو اشخاص کے درمیان خون کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ اس اخوت کے متعلق کچھ تحریر کرنا غیر ضروری ہے۔ اس اخوت میں ہر ایک بھائی کا حق قانوناً۔ رواجاً۔ اخلاقاً مسلم ہوتا ہے۔ اور ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد اور معاونت کا بچپن ہی سے خوگر ہوتا ہے۔

لیکن اس اخوت کا دائرہ کچھ زیادہ وسیع نہیں ہوتا۔ اور بایں ہمہ اس اخوت میں بھی سینکڑوں مثالیں تاریخ میں ایسی ملتی ہیں۔ کہ بھائی بھائی کا دشمن رہا اور مدت العمر اُن کے

تعلقات صاف نہ ہوئے۔ بائیبل اور قرآن مجید میں ہابیل و قابیل کا واقعہ موجود ہے کہ قتل انسانی کی ابتدا دو بھائیوں ہی میں پائی گئی۔

ایک اخوت وہ ہے۔ جو اتحاد عقیدہ کی بنیاد پر پائی جاتی ہے اور ہماری مراد اسی اخوت سے ہے۔

نبی صلعم کے فیضانِ صحبت سے اسلام میں داخل ہونے والوں میں جو اُخوت قائم ہوئی۔ وہ اپنے تقدس میں ایسی برتر و اعلیٰ ہے۔ جس کی نظیر تاریخ عالم میں تلاش کرنا عبث ہے۔ زمین و آسمان اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

مواخات پر عمل مکہ میں بھی ہوا۔ اور مدینہ میں بھی۔

مواخات مکہ میں مکی اصحاب کی سلسلہ بندی مقصود تھی۔ لصرت علی الحق اور مواسات مطلوب تھی۔ اور مواخات مدینہ میں مکی و مدنی اصحاب میں وحدت اسلامی کا پیدا کرنا ملحوظ تھا۔ توسیع محبت اور استحکام انس و مودت اس کی بنیاد تھی۔

مواخات مکہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	سیدنا زبیر بن حارثہ رضی اللہ عنہ
زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔
سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ	سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

مواخات مدینہ

ہجرت سے پانچ چھ ماہ کے بعد جن دنوں مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کے ساتھ اخوت اور معاقدت سے قوی دل۔ قوی بازو بنایا گیا۔ پچاس جوڑے وہ پہلے تھے۔ جو مسجد نبوی میں سبق اتحاد سے مشرف ہوئے۔

بعد ازاں انس بن مالکؓ کے گھر میں بھی حضور نے اس سلسلہ کو وسیع فرمایا۔

ابو داؤد میں انس بن مالک کے الفاظ یہ ہیں۔ حَالَفَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فِيْ دَارِنَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا۔

ہمارے گھر میں نبی صلعم نے دو یا تین بار مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت کو باہمی حلف کے ذریعہ قائم فرمایا۔

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ نبی صلعم نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

تَآخَوْا فِی اللّٰہِ اَخَوَیْنِ اَخَوَیْنِ | راہ خدا میں دو۔ دو کس بھائی بھائی بن جاؤ۔

معلوم ہوتا ہے کہ جو نمونہ رحمۃ للعالمین نے اپنے سامنے قائم فرمایا تھا۔ اُس پر برابر عمل ہوتا رہا اور یہ سلسلہ اُس وقت تک رہا۔ جب تک کہ مکہ معظمہ فتح نہ ہو گیا۔ اور مکہ سے آنے والوں اور ہجرت کرنے والوں کے لئے گرد و غبار وحشت بالکلیہ دب نہ گیا۔

ذیل میں مواخات مدینہ کا بھی ایک مختصر نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

مہاجرین	انصار
۱۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ خلیفہ رسول اللہ صلعم	خارجہ بن زید رضی اللہ عنہما
۲۔ سیدنا عمر فاروقؓ امیر المومنین	عتبان بن مالک " "
۳۔ امیر المومنین عثمان ذوالنورین بن عفانؓ	اوس بن ثابت الانصاری
۴۔ سیدنا علی مرتضیٰ امیر المومنین	
۵۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ	سعد بن الربیع رضی اللہ عنہما
۶۔ ابوعبیدہ عامر بن الجراح	سعد بن معاذ " "
۷۔ طلحہ بن عبیداللہ القرشی بن عبید اللہ (احد العشرۃ المبشرۃ)	کعب بن مالک بن ابی ابوکعب الانصاری النجرزجی السلمی، شاعر النبی رضی اللہ عنہما
۸۔ سعید بن زید	ابی بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہما
۹۔ زبیر بن العوامؓ	سلمہ بن سلافہ رضی اللہ عنہما
۱۰۔ سیدنا زید بن حارثہؓ	اسید بن حضیر " "
۱۱۔ سیدنا بلالؓ	ابورویم الخثعمی " "
۱۲۔ جعفر بن ابی طالب (مقیم حبش)	معاذ بن جبل " "
۱۳۔ عمار بن یاسرؓ	حذیفہ بن الیمان " "
۱۴۔ مصعب بن عمیرؓ	ابوایوب انصاری " "
۱۵۔ ابودرداءؓ	سلمان فارسی " "
۱۶۔ عبیدہؓ بن الحارث بن عبدالمطلب	عمیر بن حمام بن جموع " "

مہاجرین	انصار
۱۷۔ زید بن خطاب	معن بن عدی العجلانی رضی اللہ عنہما
۱۸۔ ابو مرثد غنوی رضی	عبادہ بن الصامت الانصاری السالمی رضی اللہ عنہما
۱۹۔ وہب بن سعد بن ابی سرح القرشی العامری	سوید بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہما۔
۲۰۔ ذو الشمالین عمیر بن عبد عمیر بن نضلہ الزہری	یزید بن حارث بن قیس بن مالک الانصاری البخاری رضی اللہ عنہما۔
۲۱۔ عثمان بن مظعون رضی	عباس بن عبادہ خزاعی ذو عقبتین مہاجر و انصاری رضی اللہ عنہما۔
۲۲۔ طلیب بن عمیر بن وہب القرشی العبدری (ابن عمۃ النبی ﷺ)	منذر بن عمرو بن خنیس الساعدی الانصاری رضی اللہ عنہما۔
۲۳۔ ابو حذیفہ بن عتبہ رضی	عباد بن بشر رضی اللہ عنہما
۲۴۔ معاویہ بن ابو سفیان رضی	حتات رضی

مواخات کا اثر

ہر ایک انصاری اس دینی بھائی کو اپنے گھر لے جاتا۔ اپنا مال و زر و اسباب سامنے لاتا۔ اراضی سکنیٰ و زرعی دکھلاتا۔ اور نصف نصف باہمی تقسیم کر لیتا۔

سعد بن ربیع جب عبدالرحمٰن بن عوف کو گھر لے گئے۔ تو اُس وقت اُن کے گھر میں دو بیویاں تھیں۔ دونوں کو ابن عوف کے سامنے لے آئے، کہا ان میں سے کسی ایک کو پسند کر لیجئے۔ تاکہ میں اُسے طلاق دے دوں اور وہ تمہاری منجیعہ بنے۔

ان دو بھائیوں میں سے جب کوئی مرجاتا۔ تو دوسرا بھائی اُس کے ترکہ میں سے حصہ بھی لیتا۔

ترکہ سنبھالنے کا قاعدہ اُس وقت تک کر دیا گیا، جب مہاجرین نے اپنے گھر خود بنا لئے اور اپنی جائدادیں پیدا کر لیں۔ اور انصار کی معاونت مالی سے مستغنی ہو گئے۔

قرآن مجید میں مواخات کا ذکر

قرآن حمید میں اس مواخات کا ذکر چند مقام پر ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (آل عمران ع ۱۱)

اللہ کی جو نعمت تم پر ہے۔ اُسے یاد کرو۔ کہ تم تو ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈالی اور تم بفضل اللہ بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم تو آگ کے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔ پھر اللہ نے تم کو وہاں سے بچایا اللہ تعالےٰ تو اپنی نشانی تم پر اس طرح واضح کر رہا ہے۔ کہ تم ہدایت یاب بنو۔

قرآن مجید نے وَكُنْتُمْ أَعْدَاءً کے الفاظ میں اُن تمام لڑائیوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو صحابہ کو بخوبی یاد تھیں۔ اور جن میں وہ خود یا اُن کے اقرباد آباء اجداد باری باری حصہ لیتے رہے تھے۔ یہی جنگ ہے آب دگیاہ زمین کو انسانی خون سے سیراب کیا کرتی تھی۔

۱۔ خاص مکہ شہر میں بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے جھگڑے۔

۲۔ قریش اور مُضر کی خصومتیں۔

۳۔ قریش اور حرب الفجار۔

۴۔ کنانہ اور بنو قیس کی لڑائی۔

۵۔ عبد مناف اور اُس کے اتحادیوں بنو زہرہ۔ بنو اسد۔ بنو تمیم۔ بنو الحارث۔ اور بنو عبد الدار اور اُس کے اتحادیوں بنو سہم۔ بنو جمح بنو مخزوم۔ بنو عدی کی عداوتیں۔

۶۔ مکہ سے باہر اور عرب کے اندر ملوک کندہ۔ ملوک غسان۔ ملوک حیرہ۔ کی عداوتیں۔ اور ان دنوں کی حالت میں سلطنت ایران کا عرب کے ایک حصہ پر۔ اور سلطنت روما کا عرب کے دوسرے حصہ پر اور حبش کا عرب کے تیسرے حصہ پر قبضہ و غلبہ اور پھر ان سلطنتوں کی باہمی جنگ و جدال اور اُس جنگ و جدال کا عربی قبائل پر بلحاظ مذہبی مخالفانہ اثر۔

۷۔ یثرب کے اوس اور خزرج کی لڑائیاں۔

۸۔ یہود یان بنو نضیر۔ بنو قینقاع و بنو قضاعہ۔ اور خیبر و فدک و تیماء کی شرارتیں۔ اور قبائل عرب کو ہمیشہ مصروف جنگ رکھنے کی پالیسی۔

۹۔ عیسائیان دومۃ الجندل و نجران و بحرین کی ریشہ دوانیاں۔
۱۰۔ بت پرست قبائل کا اپنے اپنے دیوتاؤں کی حمایت میں نبرد آزما ہونا۔
۱۱۔ زنادقہ و دہریہ کے منصوبے اور روباہ بازیاں۔
۱۲۔ عیسائیوں کے فرقہ ہائے ثلثہ کا تو ملیکی۔ یعقوبی اور نسطوری سے اختلافات شدید۔ اور ان اختلافات کی تردیج میں اہل عرب کو قربانی کا بکرا بنایا جانا۔ یہ سب وہ امور ہیں جو آیت بالا کے لفظ وَكُنْتُمْ أَعْدَاءً کے تحت میں داخل ہیں۔

بعد ازاں ان سب اختلافات کا اٹھ جانا۔ نزاعات کا انتزاع جھگڑوں کا خاتمہ۔ لڑائیوں کا انسداد رجذبات کینہ و انتقام کا محو ہو جانا۔ امن عامہ کا قائم ہو جانا۔ اور تمام جزیرہ نمائے عرب میں ایک ہی کلمہ زبان پر ایک ہی اعتقاد دل میں۔ ایک ہی ولولہ دماغ میں ایک ہی مقصود کا منظور ہو جانا۔ ایک ہی مسجود و معبود کا مستحق عبادت و استعانت سمجھ لینا۔

بھیڑیوں کا گلہ بان ہو جانا۔ رہزنوں کا محافظ جان و مال کے لقب سے ملقب ہونا دشمنان جان کا ایمانی و قلبی اخوان ہو جانا۔

درحقیقت ایسی نعمت عظیم ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کا بطور تذکار احسان صریح ذکر فرمائے اور اسلام اس خصوصیت کو اپنے شرف اور برتری کی دلیل قرار دے۔

اللہ تعالےٰ نے ان مواخات کی تکمیل کرنے والوں میں سے ہر ایک فریق کی تعریف فرمائی ہے۔

مہاجرین کے حق میں فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔ (سورہ حشر)	یہ وہ ہیں۔ جو اپنے وطن اور گھر بار۔ زر و مال سے نکال دیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے فضل اور رضوان کے جویا ہیں۔ اور اللہ اور رسول کی نصرت کیا کرتے ہیں۔ یہی لوگ تو صادق ہیں۔

آیات بالا میں اُن کی مظلومی اور جبراً وطن سے اخراج اور جائداد سے محرومی۔ اور باایں ہمہ اُن کا ثابت القلب ہو کر اللہ تعالےٰ کے فضل کا خواہاں اور رضوان الٰہی کا جویا ہونا اور حمیلہ

وسائل معیشت سے محروم ہونے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی نصرت میں استمرار و استحکام کے ساتھ لگے رہنا۔ بیان فرمایا۔ اور پھر حصر کے طور پر فرما دیا۔ کہ یہی لوگ صادق ہیں۔

دوسرے مقام پر کل دنیائے اسلام کو حکم دیا۔

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ | تم کو صادق لوگوں کی معیت چاہیے۔

صادقوں کا حصر اور تعین آیت بالا میں کر دیا گیا تھا۔

انصار کے متعلق اسی مقام پر فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (حشر)

اور دار الہجرت (مدینہ) کے رہنے والے جو پہلے سے ایمان لا چکے ہیں۔ وہ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور جو تھوڑا بہت اُن کو دیا جاتا ہے اُس کی بابت اُن کے سینہ میں خلش نہیں ہوتی۔ وہ بھی ایثار کرتے ہیں۔ خواہ وہ خود ضرورتمند بھی ہوتے ہیں۔ ہاں جو کوئی تنگدلی سے بچایا گیا وہ تو فلاح والا ہے۔

ان آیات میں دار الہجرت کا قیام۔ اور قدامت ایمان اور محبت مہاجرین اور عطیات میں کمی بیشی سے استغنا اور تنگی و افلاس میں بھی ایثار پر عمل کرنا انصار کرام کی صفت بتائی گئی۔ ہر دو آیات پر مکرر غور کرو۔

الف۔ مہاجرین کا ایثار یہ کہ اللہ اور رسول کے لئے گھر بار خویش و تبار کو تج دیا۔

اور انصار کا ایثار یہ کہ خود تنگی اُٹھائی اور مہاجرین کی ضرورتوں کو پورا کیا۔

ب۔ مہاجرین کی فضیلت ایمانی یہ کہ اُن کا مقصود رضوان ربانی ہے۔

انصار کی فضیلت ایمانی یہ کہ ہجرت سے بھی پیشتر ان میں ایمان راسخ بعد از معیت عقبہ پہنچ گیا تھا۔

ج۔ مہاجرین کی فضیلت یہ کہ اُن کے جملہ افعال اللہ اور رسول کی نصرت کے لئے ہیں۔

انصار کی فضیلت یہ کہ اُنہوں نے مہاجرین کو محبوب بنا لیا۔ اور خود اُن کے محب ہو گئے۔

د۔ مہاجرین کی فضیلت یہ کہ وہ صادق ہیں۔

انصار کی فضیلت یہ کہ وہ مُفلح ہیں۔

یہ ہے وہ اُخوت اسلامی جس کی بانی اسلام ہے۔

یہ ہے وہ محبت ایمانی جس کی بنیاد نہ منفعت مالی پر ہے۔ اور نہ لذت نفسانی پر یہی وہ اخوت ہے جو اغراض سے بالاتر اور مادیات کے اثر سے بلند تر ہے۔

ذرا میدان اُحد تک اپنی نگاہ علمی کو وسیع کرو۔

کہ بادشاہ دو جہان کی بیوی، جہیتی ملکہ۔ مومنین کی ماں طیبہ عائشہ صدیقہ پانی کی مشک کندھے پر اُٹھائے ہوئے ہے۔ اور ہر ایک فرزند اسلام کو پانی پلا رہی ہے۔ زخمیوں کے منہ میں قطرہ قطرہ ٹپکا رہی ہے۔ کیا کسی دنیوی بادشاہ کی ملکہ نے بھی کبھی ایسا کام کر دکھلایا ہے؟

ایک صحابی کی سنو۔ حذیفۃ العدوی کہتے ہیں کہ وہ میدان جنگ یرموک میں اپنے زخمی بھائی کی تلاش میں نکلا۔ پانی ساتھ لے گیا تھا۔ بھائی کے پاس پہنچ گیا۔ اُسے پانی پلانے کو تھا کہ دوسرے زخمی کی آواز آئی "آہ" زخمی نے بھائی کو اشارہ کیا۔ کہ پہلے اُسے پلاؤ۔ وہ اُس کے پاس پہنچا دیکھا کہ وہ ہشام بن العاص ہیں۔ رضی اللہ عنہ انہیں پانی پلانے لگا۔ تو تیسرے زخمی کی یہی آواز آئی اُس نے کہا پہلے اُسے پلاؤ۔ اُس کے پاس پہنچا وہ جاں حق ہو چکا تھا۔ واپس آیا۔ تو ہشام کو پایا کہ جنت کو سدھار گیا۔ واپس آیا اور بھائی کو دیکھا کہ وہ بھی جام طہور کا سرور حاصل کر چکا تھا۔

میدانِ جنگ اور زخمی اور آخری سانس اور اپنے اپنے نفس کے مقابلہ میں دوسرے بھائی کا۔ جو خون کا بھائی نہیں، بلکہ ایمان کا بھائی ہے یہ احترام یہ تقدم۔ اسلام کے سوا اور کہاں نظر آسکتا ہے۔

یہ نہ سمجھو کہ یہ اثر اور ایثار صرف عہد نبوت تک ہی تھا۔

سپین کے خلیفہ کی لونڈی زہرا کا نام آپ نے قصر زہرا کے سلسلہ میں سنا ہوگا۔ اس لونڈی نے مرتے وقت وصیت یہ کی تھی۔ کہ اُس کا مال اُس مسلمان کی رہائی میں صرف کیا جائے جو کسی غیر قوم کی قید میں محبوس ہو۔

وصیت کے مطابق تین سال تک یورپ اور افریقہ اور ایشیا میں تلاش کی گئی۔ کوئی

ایسا مسلمان نہ ملا۔ آخر اُس کا روپیہ اس محل کی تعمیر پر اُس کی یادگار میں لگا دیا گیا۔
کہتے ہیں کہ اس قصر کی لاگت اُن دنوں میں ۴۵ کروڑ تھی۔
کہتے ہیں کہ لاج والے لاج کے اندر ایک دوسرے کو بھائی کہکر بلاتے ہیں۔ اُن کی اخوت اور اسلامی اخوت کا مقابلہ کرکے دیکھو۔ فوراً اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ جس اُخوت کو اسلام نے پیش کیا ہے وہ اُس کی خصوصیات میں سے ہے۔

فصل نمبر ۸

اسلام ہی نے انسان کی انسانیت کے درجہ کو بلند ترکیا

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں بانیان دیادیان مذاہب کی شخصیت کے متعلق جو اعتقادات قبل از اسلام موجود تھے اُن پر غور کرو۔

یہودیوں کا اعتقاد۔ یعقوب و داؤد و عزیر علیہم السلام کی نسبت کہ ان میں سے ہر ایک خدا کا بیٹا تھا۔ یا پہلوٹا بیٹا تھا۔

عیسائیوں کا اعتقاد۔ مسیح کی نسبت کہ وہ خدا کا پیارا بیٹا اور قادر مطلق اور ثالث ثالوث (الوہیت کے تین ارکان میں سے ایک) ہے۔

ہندوؤں کا اعتقاد۔ ۳۲ اوتاروں کی نسبت کہ پرمیشر نے خود مادی جسم قبول کرکے مادی صورت میں جلوہ گری فرمائی تھی۔

لہ انش اوتار سب سے پہلا۔ جو دفعہ ظہور پذیر ہو چکا ہے اور ایک بار بھی اُس نے جامہ انسانی میں آنا ہے۔
(۱) مچھ اوتار مچھلی کی شکل میں ملک دکھن میں نمایاں ہوا۔ اور اُس کے ظہور کے بعد طوفان عظیم آیا اور ۱۷ لاکھ ۲۸ ہزار سال تک زمین زیر آب رہی۔
(۲) کچھ اوتار جس کی پشت پر کوہ مندر کی مدھانی رکھی گئی اور سمندر بلوئی گئی اور ۱۴ نایاب اشیاء کا استخراج ہوا۔
لہ دیکھو اگلے صفحہ پر

مہابھارت کا بیان۔ کرشن جی مہاراج کی نسبت کہ وہ خود خالق عالم و عالمیان تھا۔
پارسیوں کا اعتقاد۔ زرتشت کی نسبت کہ وہ جہاں تیرتا یعنی عالم ملکوت سے تھا۔
بدھوں کا اعتقاد۔ مہاتما گوتم بدھ کی نسبت کہ وہ رارھم (خود ذات پاک تھا۔
سناتی دھرمیوں کا دعویٰ۔ کہ پانچوں پانڈوں کو اکب نورانی کے فرزند تھے۔
تاتاریوں کا دعویٰ کہ آلنقوا بیگم کے بیٹے نور کے فرزند تھے۔

بظاہر یہ معنی رکھتے ہیں۔ کہ ان لوگوں نے اپنے اپنے بزرگوں کی عزت و توقیر کے بڑھانے میں ایک قابل تعریف کام کیا ہے۔

حالانکہ اس اعتقاد کا لازم یہ ہے کہ انسانیت کا درجہ اتنا کمتر اور فروتر ہے کہ یعقوب و داؤد اور عیسیٰ و عزیر۔ کرشن و رامچندر۔ اور زرتشت و بدھ جیسے اشخاص بشریت میں پائے ہی نہیں جا سکتے۔ بلکہ یہ درجہ بلند اُن ہستیوں کے لئے ہے جو حقیقۃً انسان نہ تھے۔

ایک منصف غور سے تبلائے کہ اُس نے اپنے بزرگ کی صفت کرتے ہوئے انسانیت کو کس قدر ذلیل بنا دیا ہے اور چونکہ اُس بزرگ سے انسانیت کی نفی حقیقۃً کسی طرح نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے دراصل اس شخص نے اُن کی بزرگی کو کس قدر صدمہ پہنچایا ہے۔

یہ اسلام ہی ہے جس نے انسانیت کے درجہ کو بلند کیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے برگزیدوں کو انسان بتا کر پھر اُن کا مراتب روحانیات میں برتر اور اعلیٰ تر ہونا ثابت کیا۔

اسلام اسے بالکل غلط قرار دیتا ہے۔ کہ جب تک کسی انسانی جسم کے اندر خود الوہیت

پچھلے صفحے کا بقیہ

ملے ان اچھوتوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) لچھمن اوتار سدلہن کی شکل میں عشرت عالم کا سامان جمع ہوا۔ (۲) گئو ستہ رمن۔ نہایت قیمتی ہیرے کی شکل میں جس کی قیمت کا اندازہ نہ ہو سکا۔ (۳) کلپ برکھ کی شکل میں اسے پار جاتک برچھ بھی کہتے۔ ہیں جسے خزاں نہیں آتی۔ جس کی خوشبو سے سارا عالم معطر ہے (۴) سُرَبھ۔ شراب۔ (۵) دھنتر۔ طبیب کی شکل میں جس کے چوتھے ہاتھ میں جونک اور بائیں ہاتھ میں پیالہ لوقت پیدائش موجود تھا۔ (۶) چندر ماں۔ ماہتاب۔ (۷) کام دہین وہ گئو۔ جس کے تھن سے جو شے چاہتے ہو دوہ سکتے ہو۔ (۸) ایراوت۔ فیل سفید کی شکل میں جس کے چار دانت تھے (۹) سنگھ۔ سفید رنگ کا بحری گھوڑا جس کے پاس ہوتا ہے۔ وہی فتح پاتا ہے (۱۰) کمھ زہر ہلاہل (۱۱) امرت کا بھرا (۱۲) اُچھ سات سر والا گھوڑا (۱۳) اَن بھا خوب رو۔ نیکو خو عورت۔

کا حلول تسلیم نہ کر لیا جائے اُس وقت تک کسی برگزیدہ انسان کو ابنائے جنس کی رہبری و ہدایت کا شرف بھی حاصل نہ ہو سکے۔

اس غلط اصول کے مفاسد کا نتیجہ یہ بھی ہوا۔ کہ ہر ایک ظالم و جبار نے بھی اپنے لئے وہی درجہ تجویز کیا تھا۔ جو دنیا میں کسی بڑے سے بڑے ہادی مذہب کے لئے اُن کے مذہب والوں نے تجویز کیا تھا۔ فرعون رعایا کو مخاطب کر کے کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں)

وہ اپنے دربار والوں سے کہا کرتا تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (قصص ع ۴)	اے سردارانِ دربار۔ میرے علم میں تو میرے سوا اور کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔

کلیم اللہ موسیٰؑ جب اس کے سامنے اللہ تعالےٰ کی توحید و تقدیس بیان فرماتے اور فرعون کو بتلاتے کہ رب العالمین تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور خلاء قضا کا مالک ہے۔ تب بھی اُسے یقین نہ آتا۔ جب بتاتے کہ رب العالمین تو وہ ہے جو تمہارے باپ دادا ؤں کا پیدا کرنے والا تھا۔ تب بھی اُس کی دیوانگی دور نہ ہوتی۔ جب اُسے بتایا جاتا کہ رب العالمین تو وہ ہے جو مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام عالم کا خالق ہے۔ تب بھی اُس کی عقل درست نہ ہوتی۔ جملہ دلائل کو سُن سنا کر منہ سے کہتا تو یہ کہ

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (شعراء ع ۲)	خبردار اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو خدا سمجھا تو تجھے قید کر دیا جائے گا۔

خلیل الرحمٰن ابراہیمؑ کے سامنے بھی ایک احمق جبار بادشاہ نے دعویٰ کیا تھا۔ کہ وہ بھی حیات و موت کے اختیارات رکھتا ہے۔ یہ احمق سمجھتا تھا۔ کہ کسی شخص کو بلاوجہ پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دینا۔ موت پر قدرت رکھنا ہے۔ اور کسی واجب القصاص کو چھوڑ دینا اُسے حیات بخش دینا ہے ان سب غلط فہمیوں کا سبب واحد یہی ہے۔ کہ انسانیت کو سمجھا ہی نہیں گیا تھا۔

اسلام کا مدعا یہ ہے کہ الوہیت کی صفت عُلیا کا علو قائم رہے۔ اور انسانیت کا درجہ بھی اپنے منتہائے عروج تک پہنچ جائے۔ تب یہ تعلیم دی گئی۔ کہ جملہ مقدسین و متبوعین بھی انسان

ہی ہیں۔ اللہ کی مخلوق۔ اللہ کے بندے۔

الف۔ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ۔

ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسالت کیساتھ مامور کیا وہ انسان ہی تھے ہماری وحی اُن کو ملتی تھی

ب۔ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ۔

ہم نے اُنکا جسم ایسا نہ بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور وہ ہمیشہ جیتے رہنے والے بھی نہ تھے۔

ج۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ۔

وہ تو باعزت بندے ہیں۔ بات چیت میں اللہ کی اجازت سے آگے نہیں بڑھتے اور اللہ کے حکم پر وہ عمل کیا کرتے ہیں۔

انسانیت کے ثبوت میں یہ بتلایا۔ کہ وہ کھانے پینے سے مستثنیٰ نہ تھے۔ نیز وہ ایک وقت پیدا ہوئے اور دوسرے وقت دنیا سے رُخصت ہوگئے۔ اور اُن کی فضیلت کے ثبوت میں فرمایا۔ کہ وہ صاحب وحی ہوتے تھے منصب دار رسالت ہوتے تھے۔ دربار الٰہی میں اعزاز واکرام والے ہوتے تھے۔

اللہ تعالےٰ کے ساتھ اُن کے معاملات کا اظہار اس طرح فرمایا کہ اُنکی زبان اور اُن کے جوارح ادب اور حکم کے تحت میں ہوتے۔ حکم کے بغیر اُن کی زبان پر ایک حرف تک نہ آتا اور جب حکم ملجاتا۔ تو اُس کی پوری پوری تعمیل کرتے۔

اِن آیات میں قوۃ علمیہ، اور قوت عملیہ کا بھی ذکر ہے۔ اور اُن کے مراتب روحانی کا بھی اظہار۔ اور یہی وہ امور ہیں جن سے مقدسین کا باوجود انسان ہونے کے جملہ کائنات سے برتر و ممتاز ہونا ثابت ہے۔

ان بیانات سے انسانیت کا درجہ بلند تر ہوگیا۔ کیونکہ انسانیت ہی شائستۂ رسالت ٹھہری انسانیت ہی شرفدار خطابت ہوئی۔ انسانیت ہی علم الٰہی کے نزدل و بردز کا سرچشمہ ٹھہری اور انسانیت ہی اعمال کی تکمیل و تعمیل کے امتحان میں کامیاب ہوئی۔

بیشک اس مسئلہ کا اظہار خصوصیات اسلام میں سے ہے۔ اور انسانیت اُس کی مرہون احسان ہے۔

فصل نمبر ۹

اسلام ہی غیر متعصب دین ہے

اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اغیار نے بہت سے جھوٹے الزام اُس پر لگائے ہیں اور بعض الزام تو وہ ہیں جو الزام لگانے والوں ہی میں موجود اور ثابت تھے۔ مگر اُنہوں نے ہوشیاری اور عیاری یہ کی کہ اپنے کرتوت چھپانے کے لئے اُنہی باتوں کو مسلمانوں کے سر تھوپ دیا اور پھر انہی مسلمانوں کے افعال کو تعلیم اسلام کا نتیجہ قرار دے کر مذہب اسلام کو اُس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

الف۔ تعصب کے معنی یہ بھی ہیں۔ کہ عطاء حقوق کے وقت کسی کو حق سے زائد دیا جائے اور کسی کو حق سے کم۔

ب۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں۔ کہ دوسرے لوگوں کی آزادی عمل اور حریت مذہبی پر ناجائز بندشوں کا بار ڈالا جائے۔

ج۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے مذہب کی حمایت میں دیگر مذاہب کو حق حفاظت سے محروم کر دیا جائے۔

د۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے مذہب کی برکات و انوار کا مستحق خود اپنے ہی آپ کو سمجھا جائے اور دوسرے دل کو اُن برکات و انوار سے بالکل دور رکھا جائے۔

بحمداللہ کہ اسلام کی تعلیم اُن جملہ نقائص سے پاک ہے۔ قرآن عظیم اور رسول کریم صلعم نے ہمیشہ تعصب کی ان جملہ اقسام کو بُرا بتایا۔ اور اپنے دامن تعلیم کو اس خارزار سے ہمیشہ بلند تر رکھا۔

تعصب کے ہر چہار اقسام کی نفی کا یقین مندرجہ ذیل آیات قرآنی اور معاملات اسلامی سے بخوبی ہو جائے گا۔

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (مائدہ ع ۱)

اے ایمان والو معاملات کو پورا کیا کرو۔

(۲) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا (مائدہ)

اُس قوم کی نفرت جس نے تم کو کعبہ سے روکا تھا تم کو ادھر کھینچ کر نہ لے جائے۔ کہ تم بھی اُن پر زیادتی کرنے لگو۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ)

نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ اور گناہ و سرکشی میں مدد نہ دو۔

(۳) قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (شوریٰ)

اے رسول کہہ دیجئے۔ اللہ نے جو کتاب میں اُتارا میرا اُس پر ایمان ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کیا کروں ہمارا رب اور تمہارا رب اللہ ہی ہے۔ ہمکو ہمارے اعمال تم کو تمہارے اعمال۔ ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہی ہم کو اکٹھا کرے گا۔ اور اللہ ہی کی طرف بازگشت ہے۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (مائدہ ع ۱)

اے ایمان والو تم (۱) اللہ کے واسطے قائم رہنے والے (۲) انصاف کیساتھ سچی گواہی دینے والے بنجاؤ۔ (۳) اور کسی قوم کی عداوت تم کو بے انصافی کی طرف نہ کھینچ لی جائے (۴) عدل کیا کرو۔ عدل ہی خدا ترسی سے قریب تر ہے۔ اللہ سے ڈرو وہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

(۵) قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران ع ۷)

اے رسول کہہ دیجئے کہ اے یہود یو اور اے عیسائیو اے کتاب والو۔ آؤ۔ ایک ایسی بات پر سمجھوتہ کریں جو ہمارے تمہارے لئے مساوی ہے (۱) اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں (۲) اللہ کا شریک کسی کو نہ بنائیں (۳) اللہ کے سوا کوئی انسان کسی انسان کو اپنا رب نہ ٹھہرائے

اگر یہ لوگ اس پیغام سے انکار کریں۔ تب ان سے کہدو کہ تم گواہ رہنا ہم تو ان حکموں کو ماننے والے مسلمان ہیں۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (بقرہ)	دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی دباؤ یا سختی نہیں ہدایت اور گمراہی کو تو صاف الگ الگ واضح کر دیا گیا ہے

ان آیات کے بعد کیا کوئی دوسرا شخص بھی اپنی پاک کتاب میں ایسی یا اس سے اعلیٰ تعلیم کی موجودگی ثابت کر سکتا ہے۔

ہاں ان آیات کی تعمیل میں رواداری کے جو نمونے۔ بے تعصبی کے جو ثبوت ہادیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور حضور کے خلفاء راشدین المہدیین نے اور ملوک عظام نے دنیا کے سامنے پیش کئے۔ وہ سب اسلامیہ کتب میں اب تک موجود ہیں۔

نبی صلعم نے مدینہ پہنچ کر جو معاہدہ یہودیوں کے ساتھ کیا تھا۔ وہ قابل ملاحظہ ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہودی وہ ہیں جن کے ساتھ نہ کبھی بابل کی بت پرست سلطنت نے سلوک کیا۔ اور نہ مصر کی حکومت نے ان پر رحم کھایا۔ اور نہ یہوداہ کی نسل میں پیدا ہونے والے مسیح کی اُمت نے ان کو کبھی انسان یا آدمی سمجھ کر ان سے کوئی مراعات کی۔

نصاریٰ کے ساتھ نبی صلعم کا معاہدہ بھی ملاحظہ طلب ہے۔ ان معاہدات کو رحمۃ للعالمین جلد اوّل میں پڑھ لیجئے اور انصاف کیجئے کہ کیا ان سے اسلام اور داعی اسلام کی بے تعصبی۔ سیر چشمی اور کس قدر رواداری ظاہر ہوتی ہے۔

حکمرانان اُمویہ۔ وعباسیہ واندلسیہ وفاطمیہ کے شان دشوکت کے زمانوں میں اقوام غیر کا پورے حقوق اور آزادی کے ساتھ صدیوں تک آباد رہنا۔

یہودیوں۔ عیسائیوں کا بلا امتیاز ہر ایک منصب پر فائز ہو جانا ہماری روشن دلیل ہے۔ ہندوستان پر نظر ڈالئے۔ اس وقت اونچی قوموں کے لئے لفظ آریہ نہایت موزوں سمجھا جاتا ہے۔ مگر آریہ ورت کا جو رقبہ ستیارتھ پرکاش میں محدود کیا گیا ہے۔ اُس میں احاطہ مدراس اور احاطہ بنگال اور شمال مغربی صوبہ شامل نہیں ہو سکتے۔ صوبہ بہار کے اکثر مقامات بھی اس آریہ ورت کے رقبہ سے باہر ہیں۔ اس احاطہ ہندی نے کروڑوں انسانوں کو

شریف قوم یا آریہ کہلانے سے محروم کر دیا ہے۔

مسلمانوں کی فیاضی دیکھو۔ کہ اُنہوں نے دریائے انڈس (اٹک) کو قدرتی حد قرار دے کر اس طرف کے رہنے والوں کو ہندو لقب دیا۔ اس نام کے تحت میں اس ملک کی رہنے والی سب قوموں کا اجتماع ہو گیا۔ اور اُن میں جمعیت پیدا ہو گئی۔ اور کسی کو غیر شریف کہنے کی ضرورت بھی نہ رہی۔

بعد ازاں جب مسلمانوں کا یہاں کے لوگوں کے ساتھ معاملہ پڑا۔ تو اُنہوں نے لالہ کا خطاب دیا۔ جس کے معنی بڑا بھائی ہیں۔ اور یہ لغت اب تک صوبہ سرحدی میں اس معنی میں خود مسلمانوں میں مروج ہے۔ لالہ موسیٰ ایک مشہور بستی اور مشہور ریلوے سٹیشن ہے جو ایک بزرگ مسلمان کے نام سے آباد ہوئی تھی۔

اورنگ زیب کو متعصب کہا جاتا ہے۔ مگر اُس کے دربار کے ہندو امراء کی فہرست اکبر کے دربار سے (جس کی بے تعصبی مسلمہ ہے) زیادہ لمبی ہے۔

اورنگ زیب نے راجپوتانہ کی کسی ہندو ریاست کو شامل ملک محفوظ نہیں بنایا۔ حالانکہ دکن کی چار اسلامی سلطنتوں کو فتح کر کے جزو سلطنت بنا لیا تھا۔

ستی اور صغر سنی کی شادی کے خلاف بھی کوئی مداخلت نہ کی۔ دار السلطنت آگرہ اور دار الخلافہ دہلی کے قرب و جوار میں اب تک ہندو صاحبان کی آبادی مسلمانوں سے زیادہ ہے۔

ہندو راجاؤں کو جو خطابات عطا کئے ہیں۔ اُن کو ملاحظہ کرو۔ کیسے عظیم الشان ہیں۔ ہر ایک خطاب کے ساتھ نیا علاقہ بھی ضرور ہوتا تھا۔ ذرا اس سلوک کو بھی دیکھئے۔ کہ ہندوؤں نے ہمیشہ مسلمانوں کو اچھوت کا درجہ دیا۔ مگر مسلمانوں نے کبھی اُن کو اچھوت نہ بنایا۔ تجارت کو بالکل ہندوؤں کے قبضہ میں چھوڑ دیا گیا۔ مندروں۔ پاٹ شالاؤں کیلئے جاگیریں دیں۔ بھگتوں کے لئے لنگر کھولے۔

اپنے سابقہ وطن سے قطع تعلق کر کے ہندوستان ہی کو جینے مرنے کے لئے پسند کیا اپنی زبان کو چھوڑ کر یہاں کے باشندوں کی زبان کو علمی زبان بنایا۔ اور اُسی کو محلات اور دربار کی زبان قرار دیا۔

غور کے بعد بتاؤ۔ بے تعصبی کا ثبوت ان امور سے بڑھ کر کوئی معترض خود بھی اپنے فعل و قول سے پیش کر سکتا ہے؟

بیرونی تجارت عرب اور چینیوں کے ہاتھ میں تھی۔ جب یورپین اقوام نے ہندوستان کی طرف قدم بڑھایا۔ تو اُن کو خیر مقدم کہا گیا۔ اُن کا مال کسٹم ڈیوٹی سے آزاد کیا گیا۔

سیاست حالیہ کے باہر کہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی یہ رواداری اور بے تعصبی ہی اُن کی سلطنت اور اقتدار کے زوال کا باعث ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ ایک سیر چشم مسلمان اس اعتراض کو اپنے اوپر چسپاں کر لینے پر رضامند ہو سکتا ہے۔ مگر وہ یہ کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اسلام میں تعصب ہے۔

ہمارے اس مضمون کو پڑھ کر شاید کوئی صاحب غزواۃ و سرایائے اسلام کا حوالہ دیں۔ اور حروب عرب کو تعصب دینی کی دلیل قرار دیں۔ لیکن درحقیقت ایسا کرنا تاریخ اور علل واقعات سے ناواقفیت پر مبنی ہوگا۔

ہم نے غزواۃ و سرایا کا بتکمل مضمون اسی کتاب کی جلد دوم میں تحریر کر دیا ہے اور بطور نتیجہ دکھلا دیا ہے کہ نبی صلعم کے غزواۃ صرف اسی قوم اور خاندان کے ساتھ ہوئے۔ جس میں سے خود حضور اور سابقون الاولون بھی تھے۔ حضور ہی کی قوم نے اسلام کی عداوت و مخالفت میں سارا زور لگایا۔ اور اُنہی سے لڑائیاں ہوئیں۔ لہٰذا یہ خاندانی جھگڑا کسی طرح تعصب دینی کی دلیل نہیں بن سکتا۔

میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی جنگیں نہ اپنی تعلیم کی اشاعت کے لئے تھیں اور نہ دوسرے مذاہب کے لئے موجب اکراہ تھیں۔ رب العالمین نے اسلامی حروب کے متعلق جو وجہ بیان کی ہے وہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (حج ع ۷)

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدافعت نہ کرتا۔ اور بعض کے ذریعہ بعض کو نہ ہٹا دیتا۔ تب صوامع اور بیع اور صلوٰۃ اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے۔ ضرور گرا دی جاتیں۔ اور اللہ تو اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔ جو اللہ (کے مقاصد)

کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تو قوت والا اور غلبہ والا ہے۔

صَوَامِعُ۔ صَوْمَعَۃ کی جمع ہے۔ لغت میں اُس عمارت کو کہتے ہیں۔ جو اوپر سے پتلی ہوتی جائے درویشان قوم ترسا کے خلوت خانے اسی شکل کے ہوتے تھے۔ ہندوؤں کے مندروں کی شکل بھی یہی ہے اور اس نام سے معروف ہیں۔

بِیَعٌ۔ بیعہ کی جمع۔ عیسائیوں کا گرجا۔

صَلَوٰتٌ۔ یہ عبرانی صَلُوْتَا کا معرب ہے۔ عبادت گاہ یہود ان۔

مَسَاجِدُ۔ معبد مومنین المسلمین۔

آیت بالا ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لئے دی گئی کہ وہ جملہ مذاہب کی آزادی کو قائم کردیں۔ بدامنی دور کر دیں۔ پارسیوں۔ عیسائیوں۔ یہودیوں کی عبادتگاہوں کو اور مسلمانوں کی مسجدوں کو کوئی شخص نہ گرا سکے۔

تاریخ کا ادنیٰ واقف بھی جانتا ہے۔ کہ ایرانیوں نے بعہد پرویز ایشیا کوچک پر قابض ہونے کے بعد عیسائیوں کے گرجاؤں کو گرا دیا تھا۔ اور دس سال کے بعد عیسائیوں نے مکرر غلبہ کے بعد پارسیوں کی پرستش گاہوں کو فنا کر دیا تھا۔

یہودیوں کے عبادت خانے تو سب کے سب شاہان روما کے ظلم و تعصب کی وجہ سے زمین کے برابر کر دیئے گئے تھے۔ حتیٰ کہ یروشلم کی زمین کو بھی جس کی عمارت ۷۰ء میں نیرو شاہ روما نے گرا دی تھی۔ قسطنطین اوّلین عیسائی بادشاہ کی والدہ کے حکم سے کوڑا کرکٹ گرانے کی جگہ بنایا گیا تھا۔ مسلمانوں کی مساجد تو بالکل ہی غیر محفوظ تھیں۔ کیونکہ پارسی و ترسائی و نصرانی مسلمانوں کے خلاف بالاتفاق عداوت پر ڈٹے ہوئے تھے۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو اُٹھایا۔ اور اُنہی کے دوش پر معابد عالم کی حفاظت کا بار رکھا اور اُنہوں نے اس بار کو خوش گوار فرض کے طور پر اُٹھایا۔

آیت بالا میں ایک پیشگوئی بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمان کی جنگیں اصول بالا کے لئے ہوں گی۔ تب اُن کو منجانب اللہ نصرت عطا کی جائے گی۔ اور وہ ہر ایک اس قوم کے مقابلہ میں جو کسی دوسرے مذہب کے معابد کو تباہ کرنے والی ہے۔ ضرور مظفر و منصور ہوں گے۔

رب العالمین کے اسی کلام صداقت نظام کا اثر اور معجزہ تھا۔ کہ خلافت صدیقؓ اور فاروقؓ اور ذوالنورینؓ میں اسلامی لشکر کو کسی ایک جگہ بھی شکست نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر ایک جگہ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ واللہ ہی کا لشکر غالب آئیگا کا نقارہ نظر آتا رہا۔ اور اس کامیابی نے یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ مسلمانوں کی جنگیں ٹھیک اسی اصول و حفاظت و احترام معاید مذاہب عالم پر تھیں

کیا اب بھی کسی کے نزدیک اسلامی جنگیں قابل اعتراض ہو سکتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مسلمانوں ہی کا حوصلہ تھا۔ کہ اپنی جانیں قربان اور اپنے سینوں کو آماج تیر و سنان بنا کر غیر مسلموں کے معابد کی حفاظت کی۔ کیا کوئی اور قوم بھی اپنی بے تعصبی کا ثبوت اس طریق سے دے سکتی ہے۔

ذرا تاریخ اٹھا کر دیکھو کہ اسلامی قبضہ سے پیشتر شام و فلسطین و عراق و مصر میں پیشوایان عیسائیت اور فرمانروایان کلیسا نے عام لوگوں کو اور پھر فرقہ داری کے جنون میں خود عیسائیوں کی جان و مال کو کس قدر غیر محفوظ کر رکھا تھا۔

وہ مسائل جن پر صدیوں تک عیسائی فرقوں میں خونریزی جاری رہی۔ یہ تھے۔

(۱) کیا مسیح ایک جسم اور ایک روح والا تھا۔

(۲) کیا مسیح ایک جسم اور دو روح والا تھا

(۳) اگر وہ ایک جسم اور ایک روح والا ہی تھا۔ تب اُس کے جسم میں انسانی روح تھی۔ یا الوہیت کی روح۔

(۴) اگر اُس کے اندر انسانی روح تھی۔ تب اُس کی الوہیت کی ابتدا کس طرح سے اور کب سے ہوئی۔

(۵) اگر مسیح ایک جسم اور دو روح (انسانی اور الٰہی) والا تھا۔ تب کونسی روح غالب تھی۔

(۶) کیا کبھی روح الوہیت روح انسانی پر اور کبھی روح انسانی روح الوہیت پر غالب بھی آجایا کرتی تھی۔

(۷) مسیح کا صلیب پر چڑھنا مع روح الوہیت تھا یا بلا روح الوہیت تھا۔

(۸) اگر مصلوبی کے وقت روح الوہیت شامل نہ تھی۔ تو روح انسانی کیونکر گنہگاروں کے

گناہوں کی برداشت کی متحمل ہوئی۔

(۹) اگر روح الوہیت شامل تھی۔ تو کیا الوہیت بھی مسلوب ہوئی۔

الغرض ایسی ایسی موشگافیوں نے مسیح کی صاف اور سچی تعلیم کو۔ ایک عجیب گورکھ دھندا بنا دیا تھا۔ نئی نئی بدعات کے ساتھ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنا اپنے نزدیک مسیح کی خوشنودی کا موجب سمجھتے تھے۔

اس خونریزی کو دنیا کے بہت بڑے رقبہ پر صرف اسلامی قبضہ ہی نے بند کیا۔

ایران پر مشروکیہ اصول کی حکومت تھی۔ اور کسی عورت کو زندہ رہنے کا حق نہ تھا۔ جب تک وہ اپنے آپ کو قوم کی مشترکہ حائد لا نہ بنائے۔

پورآن دخت و ایران دخت جیسی صاحب تخت و تاج حکمرانوں نے اس اصول کی تعمیل نہ کرنی چاہی تو فوراً اُن کو تخت کی جگہ تختہ موت دیکھنا پڑا۔

اسلامی قبضہ ہی نے ایران کے جان و مال کو محفوظ کیا۔ اور اسلام ہی کی بے تعصبی اُن کی زندگی کا سبب ٹھہری۔

کتاب ستیارتھ پرکاش میں گوشائیں۔ بیراگی۔ چرانکت آچاری، دیشنو آدک۔ دامائی چوبی، رگ فرقوں کے فحش افعال اور فحش منتروں کا ذکر موجود ہے۔ ایسے فرقوں کا وجود ہنود میں باہمی جنگ و جدال کا موجب تھا۔

ہند میں داخل ہونے والی ہندو قوموں نے یہاں کے مفتوحین کو اچھوت قرار دیا تھا۔ ہزاروں سال سے اسی پر اب تک عمل موجود ہے۔ اور بدھ ازم اور جین مت نے ہندوؤں کی نسلوں اور پشتکوں کو تباہ کرنے میں اور شنکر اچارج کے قائم کئے ہوئے مت نے بودھ لوگوں کو ہندوستان سے خارج کرنے میں جو جو کارنامے اس ملک میں کئے ہیں۔ وہ تعصب کی خونی داستان ہے۔ اسی تعصب اور عناد باہمی کا نتیجہ تھا۔ کہ سارے ہندوستان پر کسی ہندو راجا کو شاہانہ حکومت حاصل نہ ہوئی اور یہاں کی ہر ایک چھوٹی حکومت دوسری چھوٹی حکومت سے برسر پیکار رہی۔

اسلام ہی کی بے تعصبی نے ان سب فرقوں کو اور سب حکومتوں کو اور جملہ مذاہب کو اپنی اپنی حدود کے اندر رہنے کی تعلیم کو دولت برطانیہ نے اسلامی سلطنت سے اپنے

چارج میں حاصل کیا ہے۔ اور اُن کو ان سینکڑوں مذاہب پر ملک ہندوستان میں حکومت کرنا نسبتاً بہت آسان ہوگیا۔ مگر اُس کے مقابلہ میں انگلینڈ و ویلز، آئرلینڈ و سکاٹ لینڈ پر حکومت کرنا زیادہ دشوار رہا۔ جن میں بلحاظ مذہب صرف دو ہی فرقے پراٹسٹنٹ اور کاتولیک آباد ہیں۔

تمام بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام میں تعصب نہیں۔

فصل نمبر ۱۰

اسلام ہی دین المحبت ہے

ذرا غور کرو۔ کہ اسلام معرفت الٰہی کی تعلیم کن الفاظ میں دیتا ہے۔

(۱) وہ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ۔ ہر ایک شے جو نمودار ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جو نشو و نما قبول کر سکتی ہے۔ جو کسی حرکت سے متحرک ہے۔ اُسے وجود بخشنے والا۔ اُس کی ہستی کو قائم رکھنے والا۔ اُس کے خواص کی حفاظت کرنے والا۔ اُس کی ماہیت و کیفیت خاص سے اُسے امتیاز بخشنے والا اُس کی ضروریات حیات کو بہم پہنچانے والا وہی ہے جو اسلام کا اللہ ہے۔

(۲) وہ رَحْمٰن ہے۔ یہ لفظ لغوی حیثیت سے لفظ رحمت سے مبالغہ کے لئے وضع ہوا ہے۔ اُس کا ترجمہ کمال رحمت والا ہے۔

سلسلہ وحی کا قیام برکات سماوی کا نزول۔ انوار عرفان کا انعکاس اسی رحمت کا نتیجہ ہے۔

ارض و سما اور خلا و فضا کا قیام اُسی رَحْمٰن کے حکم سے ہے۔ چرند و پرند کی بقا اُسی رَحْمٰن کے عطیہ سے ہے۔

رَحْمٰن وہی ہے جو ہر ایک درماندہ کی توانائی ہے۔ ہر ایک پسماندہ کی ہدایت ہے اُسی کی استعانت ہمیں اُس کی رحمت تک لے جاتی ہے۔ اُسی کی رحمت قعر فرش سے انتہائے

عرش تک قادر و متصرف ہے

(۳) وہ رحیم ہے۔ رحم سے رحیم لغوی حیثیت سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس وزن کے الفاظ اپنے اپنے معانی کے لحاظ سے معنی دوام پر حاوی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسم پاک "رحیم" ظاہر کرتا ہے کہ رحم ہمارے مالک کی اُن صفات کاملہ میں سے ہے۔ جن کو ذات پاک کے ساتھ لزوم و دوام حاصل ہے۔ حدیث ترمذی میں آیا ہے کہ ایک عورت نے نبی صلعم سے پوچھا تھا۔ اَکَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِھَا کیا اللہ کا پیار اپنے بندوں کے ساتھ اُس پیار سے زیادہ نہیں جو ماں کو اپنے بچہ سے ہوتا ہے۔ فرمایا۔ یہ بات بالکل درست ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ۔

خواجہ حالی پانی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ نے اسی کا ترجمہ اپنی مقبول عام و خاص مسدس میں فرمایا ہے ؎

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر — خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

نبی صلعم نے فرمایا۔

لَا یُرْحَمُ مَنْ لَا یَرْحَمُ جو کوئی خود رحم نہیں کرتا۔ اُس پر بھی رحم نہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ کے رحیم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے میراث میں ذوی الارحام رمال کی طرف کے رشتہ داروں کو بھی) حصہ دار ٹھہرایا ہے۔ اور اُس کے رحم نے اس حکم کی اشاعت اپنے نبی کی زبان سے دی ہے۔

اَلرَّحِمُ مِنَ الرَّحْمٰنِ رحم تو رحمٰن سے نکلا ہے۔ جو کوئی اپنے ہاں کی قرابت رحم کو نہیں جوڑتا وہ رحمٰن سے اپنا تعلق توڑتا ہے۔

(۴) وہ جبار ہے۔ اسماء حسنیٰ میں جبار کے معنی وہ نہیں جو عوام نے سمجھے۔ اور جبر کو ظلم و ستم کا مرادف خیال کیا۔ بلکہ جبار میں معنی ہیں "شکستہ دلوں کی شکستگی کو دور کرنے والا۔"

؎ خواجہ تصدق حسین حالی انصاری کی وفات پر راقم نے یہ قطعہ تاریخ تحریر کیا تھا۔

سال وفات مظہر حق حالی بزرگ — سلطان سروش غیب بمی گفت یادگار

چوں سیزدہ زیادہ دوم میکنی شمار — سہ بار سہ نویس دہبک باریک نگار

۱۳۳۳ھ

۳ صفر

دکھیاؤں کے درد دکھ کو توڑ دینے والا۔

(۵) وہ قَہَّار ہے۔ یہاں بھی قہر بمعنے غیظ و غضب نہیں۔ بلکہ قہر کے معنے حکومت ہیں کَھُوَالْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ وہ اپنے بندوں پر حکمران ہے۔

(۶) وہ بَرّ ہے۔ بہترین سلوک کرنے والا۔ احسان فرمانے والا۔

(۷) وہ مُجِیْبٌ ہے۔ بندوں کی دعا و پرارتھنا کو قبول فرماتا ہے۔

(۸) وہ رَقِیْبٌ ہے۔ بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

(۹) وہ اَلتَّوَّاب۔ گنہ گاروں کی معذرت قبول فرماتا تازہ القاب سے اُن کو خوشی بخشتا ہے۔

(۱۰) وہ وَھَّاب ہے۔ بے اندازہ نعمتوں کا عطا فرمانے والا۔

(۱۱) وہ مُقِیْت ہے۔ روزی رساں

(۱۲) وہ نُوْر ہے۔ آسمانوں اور زمین کی ضوء و ضیا اسی سے ہے شمس و قمر کو روشنی اُسی سے ملی ہے۔ آنکھوں کو بینائی۔ اُسی نے دی ہے۔ مومن کے دل کا چراغ اُسی کے نور سے روشن ہے۔

(۱۳) وہ فَتَّاح ہے۔ انسان سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔ اس کی مشکلات کو حل فرماتا ہے۔

(۱۴) وہ رَؤُف ہے۔ گہرا پیار کرنے والا۔ دلنواز۔ بندہ پرور۔

(۱۵) وہ حَیّ ہے۔ زندہ اور حیات آفرین اور حیات بخش۔

(۱۶) وہ قَیُّوْم ہے۔ پائندہ اور قیام بخشندہ۔

(۱۷) وہ عَفُوّ ہے۔ بار بار معاف فرماتا ہے۔ معاف کر دینے کو پسند کرتا ہے۔

(۱۸) وہ وَلِیّ ہے۔ دلا و محبت اس کی ذات میں ہے۔

(۱۹) وہ ھَادِیْ ہے سالکان راہ کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

(۲۰) وہ مُغْنِیْ ہے۔ غنا بخشنے والا۔ بندہ کو دوسرے بندہ کی احتیاج سے نجات دینے والا۔

(۲۱) وہ مُعْطِیْ ہے۔ اُس کا عطا و نوال بے پایاں ہے۔

(۲۲) وہ کَرِیْم ہے۔ دیتا ہے اور معاوضہ کی اُسے ضرورت نہیں۔

(۲۳) وہ رَزَّاق ہے جسم اور روح کے قیام کے لئے جیسی خوراک بحر و بر کے رہنے والوں۔

ہو اور تحت الثریٰ میں سانس لینے والوں کو ہر ایک کے مناسب غذا عطا فرماتا ہے۔

(۲۴) غَفُوْر ہے گناہ و خطا کو چھپا دیتا ہے ۔ دور کر دیتا ہے ۔ اسلام میں اسماء حسنیٰ کا شمار ۹۹ ہے ہم نے اس جگہ ۲۴ نام ایسے پیش کر دیئے ہیں جن میں محبت اور آثار محبت کا جلوہ موجود ہے اس سے آگے۔

(۲۵) وَدُوْد ہے ۔ وُدّ زبان عرب میں محبت کی قسم اعلیٰ کو کہتے ہیں ۔ ایک آیت ہے جس میں رحمت اور وُدّ دونوں کو جمع کر دیا ہے ۔ فرمایا ۔

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم) | رحمٰن اُن کے لئے وُدّ کو مہیا فرمائے گا۔

ایک دوسری آیت میں غفران اور وداد کو جمع فرمایا ہے۔ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (بروج) بعد ازاں دیکھو کہ حُب اور اُس کے مشتقات کا بھی اللہ و رسول کے کلام میں بکثرت استعمال فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک کے ایک ہی مختصر جملہ میں بندوں کی محبت کا اللہ کے ساتھ اور اللہ کی محبت کا بندوں کے ساتھ ہونا ثابت فرما دیا ہے

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (مائدہ) | سچے بندے اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اُن بندوں سے محبت کرتا ہے۔

بعد ازاں صراحت مقصود کے لئے یہ بھی ظاہر فرمایا۔ کہ محبت الٰہی کی شائستگی کیسے بندوں کو حاصل ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (بقرہ)	اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (مائدہ)	عدل و انصاف کرنیوالوں سے اللہ محبت کرتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (توبہ)	تقویٰ والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (البقرہ)	رجوع الی اللہ کرنیوالوں سے اللہ محبت کرتا ہے
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ (آل عمران)	صبر کرنیوالوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (توبہ)	پاک صاف رہنے والوں۔ طہارت والوں
سے اللہ محبت کرتا ہے۔	

لہ جس میں نے ایک مستقل کتاب شرح اسماء اللہ الحسنیٰ لکھی ہے اور مسلمان کبھی سو بدر کے پتہ سے طلب کر سکتی ہے۔

ان آیات سے یہ ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ کہ اوصاف احسان اور توبہ اور عدل وقسط تقوی اور صبر اور طہارت کا اپنے اندر جمع کر لینا اللہ تعالے کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

چند آیات مبارک میں یہ بھی ظاہر فرمایا۔ کہ کون لوگ ہیں۔ جن کو محبت الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ (نساء)	بُرائی کی اشاعت اللہ کو ناپسند ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (بقرہ)	حدود الٰہی کو توڑنے والے قانون شرعی کا احترام نہ کرنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔	اللہ تعالے حیلہ باز۔ اترانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ (انفال)	خیانت والوں کو اللہ ناپسند کرتا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ (حج)	خیانت کرنے والے احسان کو ملیامیٹ کرنیوالے اللہ کو ناپسند ہیں۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ (قصص)	شیخی باز۔ اترانے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ (قصص)	فساد اٹھانیوالے اللہ کو ناپسند ہیں۔
اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ (روم)	کافر اللہ کو ناپسند ہیں۔
لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ (اعراف)	اسراف کرنیوالے اللہ کو ناپسند ہیں۔
اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (شوریٰ)	ظلم کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا

ان آیات سے کیا فوائد حاصل ہوئے۔

کہ بُرائی کی اشاعت کرنا۔ آئین شکنی۔ حیلہ بازی۔ عیاری۔ خیانت۔ ناشکری۔ احسان فراموشی۔ اترانا۔ عزدہ۔ فساد انگیزی۔ کفر۔ اسراف ظلم وہ اخلاق ذمیمہ ہیں۔ جن کے ارتکاب سے انسان محبت الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے۔

محبت کا اتنا مکمل بیان ثابت کرتا ہے۔ کہ اسلام دین المحبت ہے۔

اب سیدنا و مولینا نبی صلعم کے ارشادات سنو۔

لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا	جبتک ایمان نہیں۔ تب تک جنت میں داخلہ

تُؤْمِنُوا حَتّٰی تَحَابُّوا۔

نہ ہوگا جب تک آپس کی محبت نہیں۔ تب تک ایمان نہیں (رواہ مسلم و ابوداؤد و ترمذی عن ابی ہریرہ)

(۲) مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَوَادِّهِمْ وَ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى (رواہ البخاری و مسلم عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ)

آپس کی محبت آپس کے پیار و آپس کے تعلقات میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے۔ جو چند اعضاء سے مرکب ہوتا ہے۔ پھر اگر ایک عضو کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ تب سارے جسم کے سارے اعضاء بے خوابی و تپ و بے تابی میں اُس کا ساتھ دیتے ہیں۔

غور کرو یہاں تو اد، تراحم، اور تعاطف تین الفاظ کا استعمال فرمایا گیا ہے۔ تو اد بتلاتا ہے کہ خیر اندیشی و خیر طلبی کا وہ درجہ حاصل ہو جائے کہ اپنے اغراض و مقاصد کو دوست کی غرض و مقصد پر قربان کرنا آسان ہو۔

تراحم ظاہر کرتا ہے کہ دوست کی مصیبت کا احساس تمہارے دل میں ہو۔ تعاطف یہ کہ ایک دُکھ میں ہے تو اُس کا درد دوسرے کو ہے۔ ایک کا کام اٹکا ہوا ہے تو دوسرا اُس کی تدابیر میں لگا ہوا ہے۔

(۳) اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَا هُمْ بِاَنْبِیَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ یَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّهَدَاءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ۔ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰی غَیْرِ اَرْحَامٍ بَیْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ یَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰی نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَءَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ

نبی صلعم نے فرمایا۔ بندگانِ خدا میں کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو نہ نبی ہیں۔ نہ شہید لیکن اُن کا درجہ جو اللہ کے ہاں ہے اُس کی وجہ سے نبی اور شہید بھی اُن کو حسرت کی نظروں سے دیکھیں گے لوگوں نے پوچھا حضور وہ کون ہیں۔ فرمایا۔ یہ وہ محبت کرنے والے ہیں۔ جن کی باہمی محبت صرف للہیت پر ہے۔ قرابت یا مال و زر کی داد و دہش پر نہیں ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر ہونگے جب سارے لوگ غم و اندوہ میں ہوں گے مگر اُن کو نہ غم ہوگا۔ نہ حزن بعد ازاں حضورؐ نے یہ آیت

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (رواہ ابوداؤد عن عمرو الغادری)

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ الآیہ تلاوت فرمائی۔

اس حدیث پر غور کرو۔ کہ ولایت ربانی کو باہمی محبت ایمانی کا ثمرہ فرمایا گیا ہے۔ اور اس محبت کا ثمرہ وہ قرب دہ تمکین ہے جو بروز حشر اُن کو حاصل ہوگی۔

(۴) يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ - اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ (رواہ مسلم ومالك عن ابی ہریرۃ)

اللہ تعالےٰ بروز قیامت فرمائے گا۔ کہ کہاں ہیں وہ جن کی باہمی محبت صرف میرے لئے تھی۔ میں آج اُن کو اپنے سایہ میں جگہ دونگا جبکہ میرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ والدین کا سایہ کیسے ناز و تنعم کا موجب ہوتا ہے اور کسی مہربان حکمران کا سایہ کتنے اقبال و دولت کا ضامن ہوتا ہے۔ اسی پر الٰہی سایہ کی وقعت و قدر و منزلت کا قیاس کرلو۔ اگرچہ ہم اُن نعمتوں کا قیاس کر ہی نہیں سکتے۔ جن کو نہ آنکھ نے دیکھا ہے۔ نہ کان نے سُنا ہے۔ اور نہ دل آج تک اس کی ماہیت کو سمجھ سکا ہے۔

(۵) وَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ (اخرجہ مالك عن ابی ادریس الخولانی عن معاذ بن جبلؓ)

نبی صلعم نے بتایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میری محبت ان اشخاص کے واسطے واجب اور ضروری ہوگئی ہے۔ (۱) جن کی محبت میرے لئے ہے (۲) جن کا آپس میں مل بیٹھنا میرے لئے ہے (۳) جو میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں (۴) یا میرے لئے بذل و صرف کرتے ہیں۔

محبت کے آثار و موجبات بھی نبی صلعم ہی نے بیان فرمایئے۔ فرمایا۔

(۱) اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَكْذِبُهٗ وَلَا يَظْلِمُهٗ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رَاٰى اَذًى فَلْيُمِطْ عَنْهُ (رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ)

مسلم مسلم کا بھائی ہے وہ نہ اُسے رسوا کرے نہ جھٹلائے۔ نہ ظلم کرے تم ایک دوسرے کے لئے مثل آئینہ ہو۔ اگر اپنے بھائی میں کوئی تکلیف دہ بات دیکھو تو اُسے دور کردو۔

(۲) مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ

النَّارَ عَنْ وَجْهِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (اخرجہ الترمذی عن ابی الدرداء)

(۳) مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَۃً مِّنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِّنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ (الحدیث) مسلم و ابوداؤد و ترمذی عن ابی ہریرۃ

اُس کے چہرہ کو آتش دوزخ سے بچائے گا۔

جو کوئی شخص کسی مومن کی دنیوی تکلیف دور کرتا ہے اللہ قیامت کے دن کی تکلیف کو اُس سے دور کرے گا۔ جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی۔ اللہ دنیا و آخرت کے معاملات آسان فرمائیگا جس نے کسی مسلم کی عیب پوشی کی اور اُس کے عیوب پر دنیا و آخرت میں پردہ ڈالیگا۔ اور اللہ بندہ کی مدد فرماتا رہتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

میں اس بیان کو ختم کرنے سے پیشتر یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ لفظ محبت کو عربی زبان نے معنی محبت کے لئے تجویز کرنے سے پیشتر مندرجہ ذیل محاورات کو پیش نظر رکھا ہے۔ حَبَّ الْمَآءُ پانی ٹھہر گیا۔ حَبَّ الْبَعِیْرُ اونٹ زانو جما کر بیٹھ گیا۔ حباب بلندی سے ملی ہوئی پاکیزگی حَبَّ وہ دانہ جو رزق انسانی بنتا اور مایۂ حیات بشر سمجھا جاتا ہے۔ حب حروف ح و ب کا اجتماع صفائی و پاکیزگی۔ بلندی و استقرار اور سبب حیات کے معنی میں مسلم ہو گیا۔ تب اسے اقوی الحرکات یعنی ضمہ سے اور زیادہ قوی بنایا اور لفظ حُبّ کو مادہ محبت قرار دیا۔

میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کے پاس اسلام کے سوا محبت کی ایسی تعلیم موجود ہے۔ تو وہ بھی وضاحت سے بیان کر دے۔ ورنہ کم از کم الفاظ پر تیم یالو کی ترکیب لغوی ہی کے اندر اتنے دقیق معانی کا ہونا۔ جو ہم نے لفظ حُبّ کے اندر واضح کئے ہیں ثابت کرے۔ الغرض نتیجہ صاف ہے کہ اسلام ہی دین المحبت ہے اور وہ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے محبوب قلوب اور مطلوب جمہور ہو رہا ہے۔

فصل نمبر ۱۱

اسلام ہی مساوات کا بانی ہے

مساوات کے معنی یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ عالم کے، اور ایک غدار بمقابلہ ایک وفادار کے اور ایک ناقابل و ناکارہ بمقابلہ ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

ایسا کرنا تو حقوق انسانیت اور حقوق اخلاق کو تباہ کر دینا ہے۔ ہاں مساوات کے معنے یہ ہیں کہ ہر شخص کو شرعاً و قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں۔ جو کسی دوسرے شخص کو اُسی ملک یا اُسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔

برطانیہ کے شاہی جھنڈے میں انگلینڈ۔ ویلز۔ سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ شامل ہیں۔ لیکن کسی آئرش کو پرائم منسٹر ہونے کا موقع نہیں دیا گیا۔

انگلستان کی آبادی میں بلحاظ مذہب دو بڑی قومیں ہیں۔ پراٹسٹنٹ اور کیتھولک مگر آج تک کسی کیتھولیکی کو پرائم منسٹری پر ممتاز نہیں کیا گیا۔

ہندوستان کے کسی گورنر پر کوئی مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔ کنگ امپرر کے حقوق کی حفاظت کے لئے خاص قوانین، قوانین عدالت سے بالکل علیحدہ ہیں۔

انتخاب ممبران پارلیمنٹ وغیرہ میں ٹیکس دہندگان کے حقوق اُن سے زائد ہیں۔ جو ٹیکس ادا نہیں کر سکتے۔

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو مال تجارت بھیجے جانے کے قواعد اور محاصل کی شرح بالکل الگ الگ ہے۔

پھر حقوق کے اندر تفاوت! خود ایک ہی مذہب کے ماننے والوں میں بھی نمایاں ہے جیسی عیسائیوں اور یورپین عیسائیوں کے گرجا۔ اور قبرستان الگ الگ ہیں۔ علیٰ ہذا افسروں اور ماتحتوں کے کلب اور سوسائٹیاں بالکل جدا جدا ہیں۔

پوپ ہمیشہ یورپین ہی منتخب ہوتا رہا ہے۔ صدیوں میں اُس ملک سے جو خداوند مسیح کا زاد و بوم ہے کوئی پوپ نہیں بنایا گیا۔

اور آرچ بشپ آف کنٹربری بھی کبھی ہندوستان یا کسی دوسرے کالونی کا باشندہ نہیں مقرر ہوا۔

ہندوستان یا کالونی یا انگلستان میں کبھی کوئی کمانڈر انچیف ایشیائی اقوام سے نہیں لیا گیا۔

اسلام نے اپنی اساس پر نظر غور ڈالی ہے اور عدم مساوات کے جملہ احتمالات کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اور وحدت اسلامی کے اندر داخل ہونے والے ہر شخص کی خواہ وہ کسی ملک اور قوم کا باشندہ ہو۔ جملہ حقوق میں بالکل مساوی اور برابر کا سمجھا ہے۔

(۱) براکہ آتش پرست تھے۔ اسلام لانے کے بعد انہی کا خاندان ہارون رشید کی وزارت عظمیٰ پر تمکن تام رکھتا تھا۔

(۲) رائے دہندگی کا حق ہر ایک غلام و آزاد زر دار دیے زر کو اسلام میں حاصل ہے۔

(۳) یہی حق عورتوں کو حاصل ہے۔

(۴) عورتیں اور غلام بھی کسی دشمن کو پناہ دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ جس کی پیروی سپہ سالار پر فرض ہے۔

سلطنت بغداد، سلطنت ہندوستان، سلطنت مصر میں اہل السنت بادشاہوں کے وزراء اعظم اور گورنران صوبجات اہل شیعہ بھی ہوتے رہے ہیں۔

(۵) تجارت میں عرب اور غیر عرب کے اموال کا کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا۔ اور کسی کو کوئی اعانت خاص بھی حاصل نہ ہوتی تھی۔

(۶) مسجدوں اور قبرستانوں میں کبھی امیر و گدا کا فرق نہیں کیا گیا۔

(۷) ثبوت مساوات میں عمر فاروقؓ کے سفر شام کا قصہ زبان زد و مشہور تر ہے کہ اونٹ پر غلام اور خلیفہ نوبت بہ نوبت سوار ہوتے تھے۔ کیونکہ پچھلی نشست پر اُن کا زادراہ ستو (غلام و خلیفہ کے لئے) اور کھجور کی گٹھلیاں (اونٹ کے لئے) لدی ہوئی تھیں۔ جس وقت آخری منزل پر اسلامی کیمپ میں خلیفہ کے داخلہ کا وقت تھا۔ اور تمام فوج معہ سپہ سالار

اپنے خلیفہ کے خیر مقدم کے لئے استادہ تھی۔ اور مختلف اقوام کے لوگ بھی خلیفہ کا تزک و احتشام دیکھنے کو جوق در جوق جمع ہو گئے تھے اُس وقت ان تماشائیوں نے دیکھا۔ کہ گرد و غبار سے ایک اونٹ نمایاں ہوا۔ اور سب افسر اُسی طرف کو آگے بڑھے۔ ایک اونٹ اور افسروں کا اُس کے خیر مقدم میں آگے بڑھنا غیر مسلم تماشائیوں کے لئے نہایت تعجب خیز تھا۔ اُن میں سے ایک نے ایک مسلم غازی سے پوچھا۔ کہ کیا آپ کا خلیفہ یہی ہے۔ جو اس اونٹ پر سوار ہے۔ غازی نے نہایت متانت سے جواب دیا۔ نہیں وہ نہیں ہمارا خلیفہ امیر المومنین تو وہ ہے۔ جو اس اونٹ کی مہار پکڑے پا پیادہ آ رہا ہے۔ سوار تو اُن کا غلام ہے۔

اس قصہ سے بڑھ کر زیادہ صحیح اور زیادہ حوشا نذاریہ واقعہ ہے۔ کہ جنگ بدر میں سواریاں کم تھیں۔ ایک ایک شتر پر تین تین کس کے لئے مقرر ہوا تھا۔ دو سوار ہو جاتے۔ ایک شخص پیدل چلتا۔ اسی طرح ہر ایک نوبت پر نوبت پیدل چلا کرتا تھا۔ نبی صلعم کی سواری میں علی مرتضیٰؓ اور ابو الدرداءؓ کا حصہ تھا۔ جب نبی صلعم کے پیدل چلنے کی نوبت آتی۔ تو حضورؐ پیدل چلتے۔ اور وہ دونوں سوار ہوتے۔

دیکھنا یہ ہے کہ لشکر میں جو کوئی بھی تھا۔ وہ حضورؐ پر جان و مال کو فدا کرنے والا اور اس فدویت کو اپنا شرف و عزت جاننے والا تھا۔ پھر وہ کیونکر گوارا کرتے تھے۔ کہ حضورؐ پیدل چل رہے ہوں۔ اور دوسرے لوگ (جن کی نوبت تھی) اونٹوں پر سوار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا رسولؐ اس موقعہ پر سب کو سبق مساوات کی تعلیم دے رہا تھا۔ اور اَلَا صُوْفُوْقَ اَلْاَدَبِ کا نورانی نظارہ جلوہ آرا تھا۔ اگر حضورؐ ہی کی یہ تعلیم نہ ہوتی۔ تو فاروقؓ اور غلام والی کہانی بھی اوراق تاریخ میں نظر نہ آتی۔

(ب) سب سے زیادہ مساوات کا سخت امتحان تزویج کی اُس صورت میں ہوتا ہے جب حسب و نسب میں مفتخر و معزز شخص کو اپنی بیٹی کا ہمسر ایسے مرد سے کرنا پڑے۔ جو اوصاف بالا میں اُس سے کمتر ہو۔ مگر اسلام میں ایسے نمونے بکثرت ہیں۔ زینبؓ بنت جحش قریشیہ نبی صلعم کی سگی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح اول زیدؓ بن حارثہ سے ہوا تھا۔ جن کو اہل مکہ زر خرید غلام جانتے تھے اور جن کو بازار عکاظ سے خرید کر لانے والا حکیم بن حزام ابھی موجود تھا (یہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے خواہر زادہ ہیں)

فاطمہؓ بنت ولید بن عتبہ قریشیہ حضرت ابو حذیفہؓ کی برادر زادی ہیں۔ اور قریش کی مشہور ترین خواتین میں شمار کی جاتی ہیں۔ اور مہاجرات میں سے ہیں۔ اُن کا نکاح ابو حذیفہؓ کے غلام سالمؓ سے ہوا تھا۔ یہ دو مثالیں تو قریشی عورتوں کی ہیں۔

اب اہل مدینہ کی بھی سنو۔ انصار بھی اپنی بیٹی دینے میں بہت سخت تھے۔ سردار ہاشمؓ بن عبد مناف قریشی کی شان بلند کا سارے عرب کو اعتراف تھا۔ انہوں نے یثرب میں لیلیٰ بنت سے نکاح کی درخواست کی۔ تو اس مغرور قبیلہ نے یہ درخواست اس شرط پہ قبول کی۔ کہ لیلیٰ کبھی مکہ نہ جائے گی۔ اس تکبر والے قبیلہ کا حال اسلام میں یہ تھا کہ ایک روز بلالؓ نے مسجد میں ظاہر کیا کہ لوگو۔ میں غلام بھی ہوں حبشی بھی ہوں۔ بے زر و مال ہوں۔ اور با اینہمہ نکاح کا خواستگار بھی ہوں۔ کیا کوئی شخص مجھے بیٹی دے سکتا ہے۔ اُن کے اسی قدر کہنے پہ بیسیوں لوگوں کی درخواست تھی۔ کہ بلال اُن کے ہاں اپنا پیوند منظور کریں۔

اسامہؓ بن زیدؓ اہل دنیا کی نگاہ میں غلام ابن غلام تھے۔ مگر اسلام نے اُن کی شان کو اس قدر بلند کر دیا تھا۔ کہ زینبؓ بنت حنظلہ اُن کی بیوی تھی۔ یہ زینبؓ اُس بڑے خاندان کی خاتون تھی۔ کہ شہزادہ امرء القیس اس کے جد امجد کا مداح شاعر تھا۔ اب اُسی کی پوتی اسامہؓ کی کفش برداری پہ نازاں ہے۔

امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کا ایک واقعہ اُن کے زمان خلافت کا ہے۔ غلام کو ساتھ لے کر بازار میں گئے۔ غلام سے فرمایا۔ میں نے بھی کپڑے بنوانے ہیں اور تم کو بھی کپڑوں کی ضرورت ہے۔ تم بزاز کی دکان پہ میرے لئے اور اپنے لئے پارچات پسند کرو۔ غلام نے کچھ قیمتی کپڑے پسند کئے۔ امیر المومنینؓ کے لئے کچھ سستے کپڑے پسند کئے۔ اپنے لئے وہ خرید کر لئے گئے۔ جب درزی کو دینے لگے تو امیر المومنینؓ نے سستے کپڑوں کے متعلق فرمایا کہ یہ ہمارے لئے اور قیمتی پارچات کی بابت فرمایا۔ کہ یہ غلام کے لئے قطع کر دو۔ غلام بولا کہ آپ آقا ہیں اور امیر المومنین ہیں آپ کو اچھا لباس چاہیئے۔ فرمایا۔ میں بڈھا ہوں۔ تم جوان ہو۔ تم کو اچھے لباس کی زیادہ ضرورت ہے۔

حضرت ابو ذرؓ کا ذکر ہے۔ کہ ایک بار اُنہوں نے غلام سے جھگڑتے ہوئے غصہ میں کہ

دیا۔ اور حبشن کے بچے نبی صلعم نے فرمایا۔ بس۔ بس کسی بیضاء (سفید پوست والی) کے فرزند کو کسی سوداء (سیاہ پوست والی کے) بچے پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت تو عمل سے ہے۔ ایک دوسرے موقع کا ذکر ہے کہ انہوں نے غلام کو مارا نبی صلعم موقع پر آ گئے۔ فرمایا ابو ذرؓ جو قدرت تجھے اس غلام پر ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ تعالےٰ کو تجھ پر حاصل ہے۔ ابوذرؓ زمین پر گر پڑے غلام سے فرماتے تھے۔ کہ اپنا پاؤں جوتے سمیت میرے رخسار پر رکھ دے کہ میری یہ نخوت نکل جائے۔

جنگ بدر میں فوج کی صف بندی ہو رہی ہے۔ ایک صحابیؓ صف کے برابر نہ تھے۔ نبی صلعم نے اُس پتلی چھڑی سے جو حضورؐ کے ہاتھ میں تھی۔ اُس کے پہلو میں چوکا دیا۔ کہ برابر ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ مجھے تو اس سے ایذا ہوئی۔ میں تو بدلہ لوں گا۔ فرمایا میں موجود ہوں۔ وہ بولا کہ میرے بدن پر تو کرتہ نہ تھا۔ حضورؐ بھی کرتہ اُٹھالیں۔ حضورؐ نے کرتہ اٹھا لیا۔ تو اُس نے بڑھ کر جسد نورانی کو چوم لیا۔ عرض کیا کہ میرا مدعا اس گستاخی سے یہ تھا۔ کہ دنیا سے رخصت ہوتا ہوا۔ اس شرف کو حاصل کرتا جاؤں۔

اس نیک انسان کے دل میں چھپی ہوئی نیت خواہ کچھ ہی تھی۔ اسلامی تعلیم کا نمونہ تو یہ ہے۔ کہ سرور کائنات فخر موجودات کیونکر ایک ادنےٰ اُمتی کو بدلہ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور جسد مبارک کو آمادہ آزار و گزند بناتے پر بطیب خاطر رضامند نظر آتے ہیں۔ یہی مساوات حقیقی ہے۔

اس مساوات کی حمایت و حفاظت کے لئے علمبرداران اسلام ہر ایک نقصان برداشت کرنے کے لئے رضامند ہو جاتے تھے۔ مگر مساوات میں کمی نہ آنے دیتے تھے۔

حیلہ بن ایہم سلطنت غسان کا شہزادہ تھا۔ عیسائیت چھوڑ کر عہد فاروقی میں داخل اسلام ہوا۔ امیرالمومنین عمرؓ ہمیشہ اُس کی عزت فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ وہ طواف کعبہ کر رہا تھا۔ اُس کے شاہانہ جوغہ کا دامن فرش پر گھسٹتا جاتا تھا۔ پیچھے سے ایک اور بدوی بھی طواف کرتا آ رہا تھا۔ اُس کا پاؤں دامن جوغہ پر پڑ گیا۔ جبکہ نے لوٹ کر دیکھا۔ تو اُسے ایک بادیہ نشین گنوار نظر آیا۔ جو مستانہ دلا اُبالا نہ حالت میں مصروف طواف ہے۔ اُس کی ظاہری حالت دیکھ کر شاہزادہ کو اور بھی زیادہ غصہ آیا۔

لوٹ کر ایک تھپڑ اُس کے رخسار پر لگایا۔ بدوی نے امیر المومنینؓ کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا۔ شہزادہ بلایا گیا۔ اور جواب طلب ہوا۔ شہزادہ نے اپنے فعل کا اعتراف کیا اور یہ بھی کہا کہ میں حکمران ہوں۔ اور یہ ایک فرومایہ شخص ہے۔ اگر میں نے ایک طمانچہ اس کے لگا بھی دیا تو کیا ہوا۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ اسلام میں سب برابر ہیں۔ یا تو اسے رضامند کرو۔ ورنہ بدلہ دینا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ ایک دن کی مہلت دی جائے۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ جبلہ شب بھاگ گیا اور مرتد ہو گیا۔ اُس کے نزدیک اسلام میں سب سے بڑا نقص تھا تو یہ تھا کہ شہزادہ اور گنوار کی وقعت برابر برابر ہے۔ مگر امیر المومنینؓ اس وصف پر مفتخر تھے کہ عدالت میں ایک ذرہ خاک راہ اور ایک کوکب حکومت دونوں کی حیثیت مساوی ہے۔

یہ ممکن ہے کہ ناظرین کتاب ان واقعات صحیحہ کو ایک کہانی کے طور پر پڑھ جائیں۔ مگر ان واقعات کی قدر و منزلت اُس وقت معلوم ہو گی۔ جب دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کی جائیگی۔ اور طلب و تجسس بے حساب کے بعد بھی اس کی نظیر ان کو نہ مل سکے گی۔

اسلام میں ایسے نظائر بے شمار ہیں۔ میں صرف ایک اور واقعہ لکھ کر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔ فاروقؓ اور مرتضیٰؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ دوستانہ سلسلہ کلام جاری تھا۔ ایک یہودی آیا۔ کہا علیؓ پر دعویٰ کرنے آیا ہوں۔ امیر المومنینؓ نے فرمایا۔ ابوالحسنؓ سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرو۔ مرتضیٰؓ اُٹھے دیکھا گیا۔ کہ اُس وقت اُن کے چہرے پر بل تھا۔ دعویٰ سنا گیا۔ فیصلہ کر دیا گیا۔ مدعی جھوٹا تھا۔ وہ چلا گیا۔ تو پھر وہی جلسہ معاً وقت جم گیا۔ فاروقؓ نے کہا میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ مرتضیٰؓ نے فرمایا ضرور پوچھو۔ کہا جب آپ کو سامنے کھڑے ہونے کو کہا گیا۔ اُس وقت آپ چیں بجبیں کیوں تھے کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑا ہونے کو بُرا سمجھا تھا۔ فرمایا نہیں نہیں یہ بات نہیں۔ آپ کو یاد ہے کہ آپ نے مجھے ابوالحسنؓ کہہ کر کھڑا ہونے کو کہا تھا۔ کنیت سے پکارنا نشانِ عزت ہے۔ میرا خیال ادھر گیا۔ کہ مبادا یہودی یہ سمجھے کہ عدالت کو مدعا علیہ کا خاص لحاظ ہے۔ اسی لئے مدعی کے مقابلہ میں اُسے بالفاظ عزت مخاطب کیا گیا ہے۔ اگر وہ ایسا سمجھ لیتا۔ تو ہماری عدالت پر دھبہ لگتا۔

عمرؓ اور علیؓ تو بلند ترین طبقہ کے ہیں۔ جب اسلامی لشکر نے اسکندریہ فتح کیا۔ تو مفتوح

رعایا نے استغاثہ کیا کہ اُن کے ایک بُت کی آنکھ کسی مسلمان نے توڑ دی ہے۔ فوجی افسر نے کہا کہ اگر تم یہ ثابت کر دو کہ میری فوج کے کسی شخص کا یہ فعل قیام امن کے بعد اور دیدہ و دانستہ تھا۔ تو میں تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم میری بھی ایک آنکھ پھوڑ ڈالو۔

یہ فیصلہ سُنکر سب لوگ شانتی کے ساتھ واپس چلے گئے۔

ان واقعات کے بعد میرا حق ہے کہ میں بآواز بلند پکار دوں اور دنیا کو بتاؤں کہ مساوات اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

فصل نمبر ۱۲

اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا

انجیل متی میں مسیح کا مشہور قول یہ ہے۔ جو چیزیں قیصر کی ہیں قیصر کو دو۔ ۲۲: ۲۱۔

مسیح نے حکومت کا یہی نمونہ سکھایا ہے اور رعایا کا کوئی حق مال گذاری کی ادائی کے سوا معین نہیں فرمایا۔

یجر وید اور سام وید کو پڑھ جائیے اُس میں راجا ہی کو مخاطب کیا گیا ہے اور اُسی کے اختیارات کی توضیح کی گئی ہے۔ یہ دونوں حوالجات شخصی حکومت کو مستحکم بنانے والے ہیں۔ نوعی یا جمہوری حکومت کا ان کتابوں میں ذرا نشان بھی نہیں ملتا۔

اسلام نے صاف طور پر حکم دیا ہے۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔ اُن کے امور سلطنت باہمی مشورہ پر ہوں گے۔

ہر چہار خلفائے راشدین مہدیین کا جس طرح انتخاب ہوا۔ ہر ایک کے انتخاب کے وقت جیسی تقاریر آزادانہ ہوئیں انصار یا قریش میں خلافت ہونے پر جو بحثیں ہوئیں خود قریش کے اندر راجح و مرجوح اور اُس کے وجوہات کی بحثیں ہر ایک کا اپنی اپنی تائید میں دلائل یا آرا کا پیش

کرنا آزادی کے ساتھ سب کچھ ہوا۔ اوّل کا شمار ہوا۔ اور بہترین اشخاص میں سے جس کی نسبت آرا کا غلبہ ہوا۔ اُسی کو اہتمام سیاست سپرد ہوا۔ خلیفہ کے کام کو باقاعدہ رکھنے کے لئے مہاجرین و انصار اوّلین کی ایک کونسل اور فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے دیگر مسلموں کی دوسری کونسل مقرر کی گئی۔ خلیفہ اپنی رائے سے کوئی جدید محصول نہیں لگا سکتا تھا۔ جو محصول لگایا جاتا۔ اُس پر کونسلوں میں مباحثے ہوتے تھے۔ ذمہ دار افسروں کے تقرر کے وقت کسی جنگ کے آغاز یا ختم کرنے کے متعلق مثلاً ابو بکر صدیقؓ کا لشکر اسلام کو روانہ کرنا۔ عراق و شام و مصر پر اقدام خالدؓ و ابو عبیدہؓ کی سپہ سالاری ذوالنورینؓ کے عہد میں عمروؓ بن العاص کی جانشینی پر عام مشورہ لیا جاتا تھا۔

خلیفہ کا بحیثیت خلیفہ کسی مفتوحہ ملک میں سفر کرنا کونسل کی منظوری کا محتاج تھا۔ مثلاً فاروقؓ کا جنگ ایران و جنگ روم میں خود جانے پر۔

خلیفہ کو مقررہ وظیفہ ملتا تھا۔ اور وہ وظیفہ سابقہ خدمات یا قدامت اسلام پر مبنی ہوتا تھا خدمات خلافت کے سرانجام دینے پر کوئی خاص معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔ فاروقؓ صرف بدریوں کا وظیفہ لیتے تھے۔

خلیفہ کو اپنی پالیسی (اصول حکمرانی) کا اظہار کرنا پڑتا تھا (صدیقؓ اور فاروقؓ کے پہلے خطبات)

خلیفہ عامۃ المسلمین کے سامنے اپنے افعال و اعمال کا جوابدہ سمجھا جاتا تھا۔ اور بارہا اسے جوابدہی کرنی پڑتی (فاروقؓ و مرتضیٰؓ کی بابت ایسے بہت سے واقعات ہیں)

یورپ میں قدیم ترین پارلیمنٹ انگلستان کی ہے۔ لیکن انگلستان کی پارلیمنٹ بھی خلافت اسلامیہ سے آٹھ نو صدیوں کے بعد کی ہے۔

آج دنیا اس نوعی و جمہوری طرز حکومت کی خوبیوں پر متفق ہے۔ اسلام کا یہ احسان جملہ اقوام پر ہے۔

(۲) شوریٰ سے کوئی مقدس ہستی بھی مستثنیٰ نہیں۔ اللہ تعالےٰ کا یہ حکم نبی صلعم کے لئے ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (پ۴) امور سلطنت میں آپ لوگوں سے مشورہ کر لیا کیجئے

وہ نبی جو متبوع کل اور سید عالم۔ صاحب الکتاب۔ صاحب الشرع ہے جس کا کوئی حکم اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا۔ اُسے مشورہ کا حکم دیا گیا۔ تاکہ کوئی شخص بھی رتقدس اور کمال کی بنیاد پر) اس حکم سے مستثنیٰ نہ سمجھا جائے۔ عہد نبوت کے چند واقعات کا حوالہ درج ذیل ہے۔

(۱) حدیبیہ سے مکّہ کے لئے سفیر کا معاملہ مشورت میں لایا گیا اور مشورت پر طے ہوا۔

(۲) میدان اُحد کو جنگ کے لئے انتخاب کرنے کا معاملہ مشورت میں لایا گیا۔ اور اسی اصول پر طے ہوا۔ رئیس المنافقین اُبی کو اس بات کا سخت صدمہ تھا۔ کہ اُس کی رائے کی بمقابلہ کثرت آراء کوئی وقعت نہ کی گئی۔

(۳) جنگ آوران احزاب کی پیش کردہ شرائط کو سرداران انصار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور انہی کی رائے پر فیصلہ ہوا۔

(۴) طائف سے محاصرہ اُٹھائے جانے کو سرداران فوج کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور تب ہی یہ محاصرہ اُٹھایا گیا۔ جب وہ اس پر متفق ہو گئے۔

(۵) اسیران بدر سے سلوک کا معاملہ مشورت میں لایا گیا۔ اور مشورت کے بعد ہی طے ہوا۔

(۶) عدالت کا اعلیٰ محکمہ (قاضی القضاۃ) بالکل آزاد اور پورا مختار ہوتا تھا۔ اس پر سلطنت کا رُعب یا سلطان کا ذاتی دباؤ کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔

آج آئینی حکومت کے جملہ بادشاہ اور حکمران اسی اصول پر کاربند ہیں۔ اور انہی اصول کو سلطنت و حکمرانی کا بہترین طریق تسلیم کیا جاتا ہے۔

لہٰذا یہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ اُس نے جملہ اقوام عالم کو اس اصول سے روشناس کیا۔ اور اس اصول کی برکات سے متمتع بنایا۔

فصل نمبر ۱۳

اسلام ہی کی بنیاد قومیت سے بالاتر رکھی گئی ہے

عموماً دنیا میں تین چیزیں تمام مذاہب اور حیلہ حاکم پر حکمران رہی ہیں۔ کہ اُن کے دائرہ حکومت سے نکلنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔

(۱) نسل (۲) زبان۔ (۳) رنگت۔

بحاظ نسل جو حقوق برہمنوں کو ہندوستان میں چھتری۔ ویش۔ شودر چنڈال لوگوں پر [illegible] یا جو حقوق دینی اسرائیلیوں میں بنی لاوی کے لئے خاص ہیں۔ یا جو حقوق سلطنت اولاد یعقوب علیہ السلام میں بنی یہوداہ کے لئے مختص رہے ہیں۔

عرب میں قریش کو دیگر قبائل پر جو تفوق رہا ہے وہ سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔

۲۔ ہر ایک زبان کو اپنی حکومت کی تائید سے جو برتری دنیا میں بمقابلہ السنۂ دیگر رہی ہے سنسکرت کا غلبہ پراکرت اور تامل وغیرہ زبانوں پر۔ عبرانی کا غلبہ دیگر لغات پر۔ لیٹن کا غلبہ یورپ کی اور زبانوں پر انگریزی کا اسوقت غلبہ اُن سب زبانوں پر جو برطانی جھنڈے کے تلے آباد ہیں۔ فارسی کا غلبہ اُس وقت کا جب ہندوستان و کابل و خراسان و ترکستان میں یہی زبان حکمرانوں کی زبان تھی عربی زبان کی فوقیت دنیا کی سب زبانوں پر اُس وقت جبکہ عرب اپنے مقابلہ میں سب کو عجمی (گونگے) کہا کرتے تھے۔ اپنے اپنے ادوار میں رہا ہے۔ اور اسی اتحاد زبان یا اختلاف زبان پر حقوق انسانیت کی تقسیم ہوتی رہی ہے ✤

(۳) سرخ رنگ یا زرد رنگ یا مسہی رنگ یا گندمی رنگ یا سفید رنگ یا سیاہ رنگ انسانوں کے حقوق و مناصب میں ہمیشہ سے جو امتیازات رہے ہیں۔ اور ہر ایک حکمران قوم نے اپنی رنگت کے سوا دوسری رنگت کے انسانوں کے ساتھ جو جو سلوک کئے ہیں۔ تاریخ عالم ان واقعات پر اب تک لہو کے آنسو بہا رہی ہے۔

اسلام نے جو اللہ احد کا واحد دین ہے۔ ان ہر سہ امتیازات کی دیواروں کو مٹا یا۔ پست و بلند کو ہموار سطح پر کھڑا کیا۔ اور دنیا کے سب ملکوں اور سب قوموں کی شیرازہ بندی کے لئے صرف دین واحد کو پیش کیا۔

(۱) امتیاز نسل کے متعلق فرمایا۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ (سورہ سجدہ) انسان اوّلین بشر کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور پھر اس کی نسل کو ایک حقیر پانی سے چلایا۔

مختصر افراد انسانی کو بتایا گیا ہے۔ کہ نہ تو وہ خود نسلی امتیاز کا حقدار ہے اور نہ سب انسانوں کے باوا جان ہی تھے۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ سب انسانوں میں زیادہ عزت والا وہ ہے۔ جو اللہ کی تعظیم میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

(۲ و ۳) زبان اور رنگ کا فیصلہ بھی فرما دیا۔ اور فیصلہ بھی کیسا عجیب وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ بھانت بھانت کی بولیاں (زبانیں) اور جدا جدا رنگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے نشان ہیں۔ لیجئے اب تو کسی کو بھی اپنی زبان اور رنگ کے متعلق کچھ جھگڑا نہ رہے گا + ثابت ہو گیا۔ کہ اسلام کی بنیادی تعلیم نہ اختلاف نسل ہے نہ اختلاف زبان ہے۔ نہ اختلاف رنگ ہے۔

بلکہ اس کی بنیاد خدا شناسی پر ہے۔ اور ہر شخص کو اس بارہ میں بخوبی آزادی ہے۔ کہ وہ قرب و رضوان الٰہی کے جس دروازے سے چاہے۔ اُس سے داخل ہو جائے۔ یہ خصوصیت یقیناً اسلام ہی کو حاصل ہے +

فصل نمبر ۱۴

اسلام ہی اپنے مہد و گہوارہ میں آج تک قائم ہے

زراتشت بزرگوار جہاں پیدا ہوئے تھے۔ اور جہاں سے انہوں نے پند و انذار شروع کیا تھا۔

بدھ گوتم جہاں پیدا ہوئے تھے۔ جہاں انہوں نے سخت ریاضات برداشت کی تھیں جہاں اُنہوں نے اپنے اصول پر اپنی پہلی تقریر کی تھی۔

وہ وادی اور میدان جہاں رشیوں نے وید کی شریتوں کے درشن پائے تھے۔ وہ مصر اور مصر سے فلسطین تک کی راہ اور خود فلسطین جس سے موسیٰؑ اور یوشع بن نون کے معجزات فتوحات کا تعلق ہے۔ جو داؤد و سلیمانؑ کے مستقر خلافت تھے۔ جہاں اسباط اثنا عشر نے حکومت کی تھی۔

وہ پہاڑ اور دشت جہاں پارس ناتھ جی کی سنگھتیں بیٹھیں۔

غرض مذاہب قدیمہ کے جملہ معدن و مخزن آج اغیار کی حکومت میں ہیں۔ اور ان مقامات پر یا تو اُن مذاہب کا اصلی نشان بالکل نابود اور بے نشان ہو چکا ہے اور یا دیگر مذاہب اور دیگر اقوام نے بھی ان مقامات میں سکونت اور حقوق تمدن میں اُن کے برابر کا درجہ حاصل کیا ہوا ہے۔ اور اُس اصلی مذہب کو اُس جگہ کوئی خاص تفوق اور امتیاز قطعاً حاصل نہیں۔

اصطخر۔ اور بلخ۔ نیپال کی ترائی۔ اور بنارس آریہ درت (پنجاب دیوبی کا حصہ کثیر) آبو۔ الموڑہ۔ جگن ناتھ جی اور ست نارائن گنگا و جمنا وغیرہ وغیرہ سب پر نظر ڈال جاؤ۔ تاکہ ہمارے خیال کی صحت و وقعت بخوبی واضح ہو جائے۔

اس عبرت آموز سبق کو یاد رکھتے ہوئے پوری پوری واقفیت اور خبرت کے ساتھ آپ حجاز کو بھی دیکھیں کہ ہر ایک وہ مقام جس کو کوئی تاریخی یا مذہبی نسبت ہادی اسلامؐ

کے ساتھ ہے۔ آج تک مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہے اور آغاز اسلام سے لے کر آج تک ملک کے اس تاریخی واقعہ پر کبھی کسی غیر مذہب کا قبضہ و تسلط نہیں ہوا۔

قبضۂ غیر کا اثر لازمی طور پر اور نامعلوم طریق سے ہر ایک ملک کی زبان اور رسوم اور آثار اور مذہب پر ہوا کرتا ہے۔

ہم کو معلوم ہے کہ پارسیوں کے پاس اُن کے پاک نوشتے موجود نہیں رہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر سکندر مقدونی کا قبضہ ایران پر نہ ہوا ہوتا۔ اور طوالف الملوکی نیز خانہ جنگی نے ایران کو ویران نہ کر دیا ہوتا۔ تو اُردشیر بابکان جیسا دانش آموز بادشاہ اپنے پاس نوشتوں کی فراہمی سے رتبین صدی قبل از اسلام، مایوس نہ ہو گیا ہوتا۔

اگر مصر پر کلیا پیٹرا کے عہد میں سلطنت روما کا قبضہ نہ ہوا ہوتا تو مصر قدیم کے کتب خانجات کبھی تباہ نہ ہوتے۔

اور اگر بت پرست سلطنت روما کے بعد عیسائی سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ مصر پر نہ ہو گیا ہوتا۔ تو اسکندریہ کا مشہور کتب خانہ ہرگز ہرگز بطریق ... کی آتش تعصب سے خاکستر نہ ہو گیا ہوتا۔

اگر مہاتما بدھ نے زبان سنسکرت کی تعلیم کی روک کے متعلق تاکیدی احکام جاری نہ کئے ہوتے اور راجہ اشوک اور اُس کے جانشینوں نے سختی کے ساتھ سنسکرت اُپدیشوں اور کتابوں کو فنا کرنے میں طاقت صرف نہ کی ہوتی تو آج دنیا پر سے وید کی اصلی زبان مفقود نہ ہو جاتی۔

اور اگر قدیم رشیوں کے نوشتوں کو گم یا مسخ کرنے کے متعلق کوئی زبردست کارروائی اس مرنجاں مرنج اصول والوں نے نہ کی ہوتی۔ تو آج ہندو دھرم کی کتابوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ کہ مہابھارت جیسی کتاب میں بیس ہزار اشلوک غیر اصلی ہیں۔ اور منوسمرتی جیسی کتاب میں بھی موضوعات اس طرح سے شامل ہو گئے ہیں۔ کہ شمولیت موضوعات کے علم کے بعد بھی فاضل پنڈتوں اور رشی دیانند جیسے شائقین کو بھی یہ بتانا بالکل محال ہو گیا ہے کہ کون کونسی عبارت وضعی و غیر اصلی ہے۔

ان نقصانات کی طرف اشارہ ہم نے ضمناً اُس دلیل کے تحت میں کیا ہے کہ کسی ملک

پر قبضہ اغیار کے تسلط کے اثرات کیا کیا ہوتے ہیں۔

اسلام کو دیکھئے کہ مکہ و مدینہ اور اُس کے حوالی و اطراف اور وہ سب مقامات جہاں جہاں رسول پاکؐ کے قدم اقدس پہنچے سرتاسر مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ وہاں کی وہی زبان ہے جو پیارے نبی مدنیؐ کی تھی۔ وہاں کا وہی تمدن ہے۔ جو مقدس رسولؐ کا تھا۔ وہی کتاب ہے جو نبی الامیؐ کی تھی۔

قرآن مجید میں اسلام کو اُس شجرہ طیبہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس کی جڑ قائم ہو۔ اور جس کی شاخیں آسمان کی فضاؤں میں پوری بلندی اور پوری فراخی سے پھیلی ہوئی ہوں۔

ہر ایک دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ کی صورت دعالت آج تک اسلام ہی پر صادق و ثابت ہے اور یہ امر بھی خصائص اسلام میں سے ہے +

اس آیت کی کچھ تفسیر اسی کتاب کے باب خصائص قرآن مجید میں دوسری جگہ درج ہے۔

فصل نمبر ۱۵

اسلام ہی دین تمدن ہے

فطرت انسانی کا راز جاننے والا۔ حاجات انسانی کے انبجاج کی راہ بتانے والا تسلیم کریگا کہ انسانی مدنی الطبع ہے۔

لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ کہ مختلف ادیان نے کیونکر مدنیت کو روحانیت کا مدمقابل بنایا۔ اور تمدن کو روحانیت کا دشمن ٹھہرایا ہے۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ شہزادہ گوتم اپنی نوجوان بیوی اور نوزائیدہ بچہ کو سوتا ہوا چھوڑ کر رات کو بھاگ جاتا۔ اور جنگلوں میں رہ کر سخت سے سخت ریاضتوں کا متحمل بنتا ہے۔ تو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس بیدار دل نے انسان کا مدنی الطبع ہونا معلوم کر لیا تھا۔

جب ہم وید بیاس جی کو آبادی سے نفور اور مادر دیدر سے دور رہتا ہوا دیکھتے ہیں۔ تو کیا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ انہوں نے واجبات تمدن کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔

جب ہم انجیل میں وہ مکالمہ پڑھتے ہیں۔ جس میں خدا کی راہ میں خصی بننے کا ذکر ہے۔ تو کیا خیال کر سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے آدم و حوا کے جوڑے کو عزت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

جب ہم روما کے آسمانی گرجا کے سایہ میں لاکھوں منکح اور منکوحہ کو فرائض نسلی سے بیزار دیکھتے ہیں تو کیا تصور کر سکتے ہیں کہ انہوں نے خدا کے حکم "انسان اپنی بیوی سے جوڑے گا" کی صحیح تعمیل کی ہے۔

جب ہم آریہ ورت کے جنگلوں۔ پہاڑوں کے غاروں کو ہمتان کی چوٹیوں پر ایسے گرہستیوں کو دیکھتے ہیں۔ جن کی عمر کے آخری حصہ میں منوسمرتی نے گھروں سے باہر رہنے کا حکم دیا ہے اور جو اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے غیر معین اور غیر معلوم وسائل پر بھروسہ رکھنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں جو ضعیفی و پیری اور لاچاری و مجبوری کی عمر میں اپنا کوئی ٹھکانہ دیکھ سکا۔ قریب قریب نہیں پاتے۔ تو کیا قرار دے سکتے ہیں۔ کہ اس حکم کے وقت تمدن کی حقیقت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

جب ہم رشیوں۔ جوگیوں۔ سنیاسیوں۔ منیوں۔ بیراگیوں کے گروہوں کو بستیوں سے پرے پرے دھونی لگائے جٹین لٹکائے۔ آسن جمائے دیکھتے ہیں تو کیا یقین کر سکتے ہیں۔ کہ انسانیت کا یہی اعلیٰ معیار ہے۔

جب ہم سینکڑوں لڑکیوں (دیوداسیوں) کو ایک پتھر کی مورت کے ساتھ بیاہی ہوئی دیکھتے ہیں اور قطع نسل انسانی کی تدبیر کو اس مقدس لباس میں جلوہ گر پاتے ہیں۔

تو کیا باور کر سکتے ہیں۔ کہ ان متفننین نے آبادی عالم کا سب سے بڑا گر دریافت کر لیا تھا۔ میرے دوستو۔ یہ سب کرشمے ایسی تعلیم کے ہیں۔ جس نے نہ انسان کو سمجھا۔ اور نہ طبع انسانی کا فلسفہ معلوم کیا۔ اور نہ اُس پر عمل کرنے کو کچھ اہمیت دی۔

ایک اسلام ہے جو ان اوہام کو دور کر دیتا ہے۔ جملہ ظنون کو خاک نشین بنا دیتا ہے۔ تمام نارواستم۔ اور جور و جفا دور کر دیتا ہے۔ جو مدنیت اور انسانیت کو ترقی کے محمل میں سوار کر دیتا ہے۔ جو بجلی کی منفی و مثبت طاقتوں کو مجتمع کر کے تمدن کا گھر صاف و سفید روشنی سے

منور کر دیتا ہے۔

اسلام بتلاتا ہے وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا تارکِ تمدن محض بدعت ہے۔

عورتوں کے حقوق

اسلام ہی عورتوں کو تمدن میں برابر کی جگہ دیتا ہے۔ اور ان کے مساویانہ حقوق کو بحال کرتا ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ | عورتوں کے بھی حقوق ہیں۔ جیسا کہ مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

بچوں کے حقوق

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ | تنگدستی کے ڈر سے تم اپنی اولاد کو نہ مارا کرو۔

والدین کے حقوق

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا | ماں باپ کے ساتھ عمدہ ترین برتاؤ کرو۔

حکومت کے حقوق

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ | اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت اور اپنے امیروں کی فرمانبرداری کرو۔

اقسام تعاون

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ | نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

عدم تعاون کے اقسام

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ | گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کیا کرو۔

ایفائے معاہدات کا حکم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ | اے ایمان والو سب قرار دادوں کو پورا کیا کرو۔

عداوت قومی کے جانے کی حالت میں بھی عدل کا لزوم اور بے انصافی کی نہی

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ | کسی قوم سے نفرت کا ہونا تم کو اس خیال پر

لَا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (مائدہ)

کھینچ کر نہ لے جائے۔ کہ تم اُن سے عدل نہ کرو۔ ہاں عدل ہی کرو۔ ایسا کرنا ہی خدا ترسی کے لئے قریب تر ہے اور تم کو حکم ہے کہ خدا ترسی پر قائم رہو۔

معاہد غیر مسلم۔ اور مسلم غیر معاہد میں معاہد غیر مسلم کی رعایت اور نیوٹرل رہنے کی ہدایت

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (انفال)

الف۔ جو ایمان لائے اور ہجرت کی۔ اور اپنے مال و جان سے اُنہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا۔
ب۔ جنہوں نے ان لوگوں کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور اُن کی مدد کی۔

یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کی ولایت کا حق رکھتے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا

ج۔ جو لوگ ایمان تو لائے ہیں۔ مگر اُنہوں نے ہجرت نہیں کی۔ تم کو اُن کی ولایت کچھ بھی نہیں۔ جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر آئیں۔

فساد اور بے امنی کی برائی

وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ (بقرہ)

اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ (قصص)

دنیا میں فساد نہ پھیلاؤ۔

خلافت راشدہ کی علامت

وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

خوف جاتا رہیگا اور امن اُس کی جگہ سنبھال لیگا۔

حقوق کی ادائیگی کی تاکید

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ

قرابت داروں اور مساکین کا حق ادا کیا کر۔

عباد الرحمٰن کے صفات حسنہ حقوق تمدن کے متعلق

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (فرقان)

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو دنیا میں فروتنی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور جب جاہل اُن سے بات کرتے ہیں۔ تو یہ اُن کو سلامتی کی دعا

دیتے ہیں۔

ب۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا — رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو خرچ کرتے وقت فضول خرچی اور تنگ دلی نہیں کرتے۔ بلکہ درمیانی راہ پر قائم رہتے ہیں۔

ج۔ وَلَا يَزْنُوْنَ — رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زنا نہیں کرتے۔

د۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ — رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے۔

سچی شہادت کے ادا کرنے کی فرضیت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (نساء ع ۲۰) — اے ایمان والو۔ انصاف پر قیام کرنیوالے اللہ کے لئے شہادت دینے والے بنجاؤ خواہ تمہاری وہ شہادت خود تمہارے خلاف ہو تمہارے والدین اور نہایت قریبیوں کے خلاف ہی ہو۔

اخفاء شہادت کی حرمت

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (بقرہ ع ۳۹) — شہادت کو مت چھپاؤ۔ جو کوئی گواہی کو چھپاتا ہے اُس کا دل بھی گنہگار ہو جاتا ہے یہ ضمیر کو گندہ کرتا ہے۔

ان احکام پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام نے فوائد تمدن۔ اور حفاظت تمدن اور قیام تمدن کے لئے کیسے اصولی احکام دیئے ہیں۔ اور یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ اُس نے روحانیات کے ساتھ ساتھ مدنیات کی تعلیم پر بھی پورا زور دیا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلم اللہ کا سچا بندہ اہل دین کا کامل ممد۔ والدین کا سعادت مند فرزند۔ تمدن کا پورا محافظ اچھا شہری۔ وفادار۔ راست گو۔ صلح پسند۔ فساد کا دشمن۔ نسل انسانی کا دوستدار ہو۔

فصل نمبر ۱۶

اسلام ہی وہ فیض رساں دین ہے جس سے اقوام عالم نے بالواسطہ فیوض بھی حاصل کئے

اسلام رحمۃ العالمین کا سکھلایا ہوا دین ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اُس کے احکام جملہ عوالم و اقوام کے لئے رحمت ہوں۔ اگر نبی صلعم کے احکام مختص بہ مسلمین ہوتے تو اُن سے دیگر اقوام کا استفادہ دشوار تھا۔

لیکن تاریخ عالم کو اُٹھا کر دیکھو۔ کہ جب سے اسلام نے اپنی تعلیم کو عام کیا۔ اور دشمن و دوست کے سامنے یہ دسترخوان نعمت بچھا کر سب کو صلائے عام سے پکارا۔ اُسی وقت سے اُن اقوام نے بھی جو آج تک اسلام سے دور دور رہنے کی دعویدار ہیں۔ اسلام سے متواتر فیوض حاصل کئے۔

پارسی عہد قدیم سے یزدان کو خالق نور۔ اور اہرمن کو خالق ظلمات تسلیم کرتے تھے اور وہ یزدان کی طرح کسی دوسرے کو اُس کے برابر کا خالق تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے چ

یزدان و اہرمن کی فوجیں ہمیشہ نبرد آزما رہتیں۔ جیسا کہ آریہ ورت میں بھی دیوتاؤں اور راکھشوں میں ہمیشہ جنگ اور جدھ جاری رہتا تھا۔ لیکن آج ان ہر دو مقامات میں یزدان کی برتری اہرمن پر۔ اور دیوتا کی برتری راکھشس پر تسلیم کی جاتی ہے

پارسیوں میں عہد معین وقت سے محرمات ابدیہ کی حدود ٹوٹ چکی تھیں۔ شہنشاہ ایران داراب کا باپ بہمن تھا۔ اور یہی بہمن بن اسفندیار اُس کا نانا بھی تھا۔ کیونکہ داراب کی ماں "ہما دختر بہمن" ہے۔

نہ دربار ایران نے اس انوکھے رشتہ کو وارث تاج و تخت تسلیم کرنے میں چون وچرا کی

اور نہ رعایائے ایران نے اس پر کچھ تعجب کا اظہار کیا بلکہ بہمن کے مرجانے پر اُس کا تاج اس کی بیٹی ہما کے شکم پر رکھ دیا گیا۔ اور دنیا میں اس آنے والے مولود کو خوشی خوشی بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔

دارا بن دارا جب یونانی فوج سے شکست کھا کر۔ اور زخمی ہو کر گرا۔ اور اُس کے آخری سانس پورے ہونے سے پیشتر سکندر بن فلپ اُس کے پاس پہنچ گیا۔ اور اُس کا سر گود میں لے کر بیٹھ گیا۔ تب دارا نے سب سے زیادہ ضروری اور اہم وصیت جو سکندر کو کی۔ وہ یہی تھی کہ روشنک بنت دارا کو جسے دارا خود اپنے لئے پرورش کر رہا تھا۔ سکندر اپنی بیوی بنالے۔ قابل غور ہے کہ "جسے وہ خود اپنے لئے پرورش کر رہا تھا" کے الفاظ دارا نے زندگی کے کیسے نازک ترین وقت میں کیسی صفائی سے ادا کئے تھے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم ایران میں بہت عام تھی۔ اور رسم کی عمومیت نے ہی ہر ایک جھجک اور حجاب کو دارا کی طبع و زبان سے اُٹھا دیا تھا۔

ایران میں مزدکیہ مذہب اسی لئے جلد مقبول اور عام ہو گیا تھا۔ کہ ملک میں پہلے سے محرمات ابدیہ کی حرمت و احترام کا کوئی وجود موجود نہ رہا تھا۔

مزدکیہ مذہب کا اصول یہ ہے کہ عورت کسی خاص مرد کی طرف منسوب نہ ہونی چاہیئے ہر ایک شخص ہر ایک عورت سے تمتع حاصل کرنے کا فطری استحقاق رکھتا ہے۔

پنڈت دیانند سرستی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں ہندو فرقوں کا بیان کرتے ہوئے دام مارگی۔ چرانگت وغیرہ وغیرہ نام لکھے ہیں۔ اور بعض نام ایسے ناپاک ہیں جن کو ایک مسلم نقل نہیں کر سکتا۔ یہ تحقیقات ظاہر کر رہی ہے کہ ہندوستان کا درجہ ایران سے بھی آگے تھا۔ کانگڑی جی جیسی پوتر جگہ میں آج تک وہ مندر جس کا نام نیپالی گھیرا مشہور ہے موجود ہے اور ڈیڑھ سو فٹ کی بلندی سے زائرین کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ کلکتے سورج کی شعاعیں اُن تصاویر کو روشن کر دیتی ہیں۔ جن کی تقلید سے ابھی تک پیرس و نیویارک بھی پیچھے ہیں۔ برہمن اُس کے پجاری ہیں۔ وہ ہر ایک تصویر کی اپنی زبان سے ایسی تصویر اتارتے ہیں۔ اور سننے والے کی شرم و حیا کی پروا نہ کرتے ہوئے ایسے ایسے سنسنی شعر سناتے ہیں۔ کہ انسانیت کے کان بہرے اور تہذیب کی آنکھ ہمیشہ کیلئے اندھی ہو جاتی ہے۔

ایک وسیع النظر مؤرخ بتلائے کہ کیا اسلام ہی کی کشور کشائی نے ایران کو ان نعمتوں سے بلند نہیں کیا۔ اور کیا اسلام ہی کی راہ نمائی نے ہندوستان کو ایک دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان عنایت نہیں کئے۔

سلطنت روما کے ایمپی تھیٹروں کے دل ہلا دینے والے نظارے سنگدلی اور گرگ طبعی کے پورے مجسمے کیا اسلام ہی نے زیر خاک نہیں کئے۔

کیا ان سب حقیقتوں سے یہ مسلّم نہیں ہو جاتا۔ کہ اسلام نے ان اقوام کی ذہنیت کو بالاتر اٹھانے خیالات کو پاکیزہ بنانے اور تہذیب کے پھیلانے میں کس قدر فیوض بالواسطہ عطا کئے ہیں۔

ہاں یہودیوں میں نبی لادی نے نذر کی قربانی خطا کی قربانی۔ تقرب کی قربانی پیش کرنے میں جو حقوق اپنے لئے خاص ٹھہرا لئے تھے

پطرس اعظم کے جانشین پوپ روما نے آسمانی بادشاہت کے دروازے کسی پر کھول دینے اور کسی پر بند کر دینے کے لئے جن کنجیوں کو اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا۔

برہمنوں نے سرگ و نرگ میں مردہ کی جان کو دھکیل دینے کی جس شکتی کا اپنے اندر ہونا ظاہر کیا تھا۔ ان سب سے نجات دلانے کا سبب اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ سامریہ کی نبی لادی سے علیحدگی۔ پروٹسٹنٹ کی رومن کیتھولک سے بیزاری۔ آریہ کی برہمن پوجا سے نفرت صرف تعلیم اسلام ہی کا نتیجہ ہے۔ کیا اس حقیقت سے انکار کرنے والے ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ ان کی اصلاحات کا زمانہ اشاعت اسلام سے پیشتر کا تھا۔ کیا وہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ اس آزادی حاصل کرنے سے پیشتر اسلام کے علمی اور عملی کارنامے ان کی آنکھوں اور دلوں کے سامنے نہ تھے۔

ان حقائق پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام نے یورپ اور ایشیا میں ترقی اذہان اور آزادی احساس اور تمیز نفع و ضرر کے فیوض بالواسطہ سب کو پہنچائے ہیں۔

سو بیویوں والے بادشاہ کو خدا کا اکلوتا کہنے والے یہودی۔ ایک ہزار خواتین والے بادشاہ کو خدا جیسا دل رکھنے والا بتانے والے اسرائیلی۔ سولہ ہزار سکھیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے والے کرشن جیو کو سولہ سنگار والا اوتار کہنے والے ہندو لشانہ بازی میں جیتی

ہوئی دروپدی ایک عورت کو پانچ پانڈوؤں کی جائز بیوی بتانے والے آریہ ورتی غور کریں کہ آج تعدد ازدواجات کے متعلق اُن کے خیالات کس قدر بیمار ہو گئے ہیں۔ کیا کوئی شخص اس کی وجہ عیسائیت کی تعلیم کو یا عیسائیوں کے عملی نمونہ کو قرار دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں عیسائیت کی تعلیم تعدد ازدواج کے بارہ میں خاموش ہے۔ اور اُن کا عملی نمونہ اُس آئینی قانون کا نتیجہ ہے جو اسلامی حکم سے بہت بعد میں نافذ کیا گیا۔ اور ٹھنڈے خون والے یورپ نژاد کے لئے صرف ایک ہی بیوی پر محدود رہنا لازم ٹھہرایا گیا۔ تاریخ میں تلاش کرو۔ کہ اس قانون کے نفاذ سے بہت پیشتر قرآن مجید کے ترجمے یورپ کی چند زبانوں میں اشاعت پذیر ہو چکے تھے۔ اور قرآن مجید کے الفاظ فَوَاحِدَةً ہر ایک سمجھ دار کے دل میں ایسی قانون سازی کی تحریک پیدا کر رہے تھے۔

ان نظائر سے تمدن کو اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ اسلام نے جملہ اقوام کو بالواسطہ کس قدر برکات عطا کی ہیں۔

شراب سے بھرے جام جم پر فخر کرنے والے اور ساغر ہوش ربا کو جام جہاں نما بتانے والے ایرانی۔

دیوتاؤں اور دیویوں کی بھینٹ میں مدھ چڑھانے والے آریہ ورتی۔

مسیح کے اوّلین کارنامہ پانی کے مٹکوں کو نمہائے شراب بنا دینے کا واقعہ فخر و مباہات کے ساتھ سنانے والے عیسائی۔

سادہ پانی کے استعمال سے منع کرنے والے اور پانی میں تھوڑی سی شراب کو التزاماً شامل کرنیوالے پوپ۔

میدان ہائے جنگ کو بادۂ آتشین سے گرمانے والے اطالین اور عرب اور افریقی کلوپیٹرا کے ایک پیگ پر فرائض سپہ سالاری کو چھوڑ دینے والے رومی۔

کیا اسلام کے اس فیض سے انکار کر سکتے ہیں۔ جو حرمت شراب کی صورت میں اُس نے جملہ اقوام و ادیان پر عام کیا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اسلام ہی نے شراب کو "ام الخبائث" کا لقب دیا۔ اسلام ہی نے اُسے روحانیت کا دشمن بتایا۔ اسلام ہی نے اُسے شرارت انگیز و عداوت خیز بتایا۔ اسلام ہی نے اُسے شیطان (ابلیس در انگلش دا ہرمن) کا عمل بتایا

جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں انگلستان اور روس اور امریکہ کو یکے بعد دیگرے مجبوراً اُسے ترک کرنا پڑا۔ کیا یہ سب اسلام کے بالواسطہ فیوض نہیں۔

بھارت اعظم کی اولاد میں مہاراجگی کو خاص کرنے والے۔ اور اسی دُھن میں کورو پانڈیتر کی خون آشام زمین پر سارے ہندوستان کو کاٹ کر رکھ دینے والے (آریہ ورتی)

کیا آنِ ایران کو شایان خسروی بتانے والے اور اسی لئے تاتار۔ اور یونان اور بابل کی حکومتوں کو فنا کرنے والے (پارسی)

خاندان "بجُو" کو فرزندانِ آسمانی کہنے والے اور دُنیا کو ایک ثلث رعایا اور اُن کے دیوتاؤں سے بھی اوپر ہو کر سیاہ و سفید کرنے والے (چینی)

یورپ پر تفوق و غلبہ کا استحقاق جتلانے والے اور خاندان ..... کو نوع انسان پر فرمانروائی کا چارٹر رکھنے والے (فرنچ)

غور کریں کہ اسلام کے حکم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ اور اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ نے دنیا کو کس آئینی حکومت کا جمال دکھایا۔ اُن کو تحفظ نوعی و جنسی اور تعاون افرادی و قومی سے آگاہ بنایا۔

کہتے ہیں کہ انگلستان کی پارلیمنٹ دنیا کی سب پارلیمنٹوں سے قدیم تر ہے۔ اور اسی لئے وہ "اماں پارلیمنٹ" کے لقب سے پکاری جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ درست لیکن کیا اُس کی قدامت قرآن مجید کے اس حکم محکم سے بھی قدیم تر ہے؟

اور اگر نہیں۔ اور تاریخ بتاتی ہے کہ ہرگز نہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ دنیا کی تمام جمہوری اور آئینی حکومتیں اسلام ہی کے فیوض سے مستفیض اور اُسی کے خوانِ کرم کی ٹکڑا رہیں۔

برہما۔ وشن۔ مہیش کا ترسول بلند کرنے والے (آریہ ورتی)

خدا۔ عقل کل و نفس کلی کی حکومت ماننے والے (افلاطونی)

باپ خدا۔ بیٹا خدا۔ روح القدس کہنے والے (انگلش چرچ)

باپ خدا۔ بیٹا خدا۔ جان (لچیسی) ماننے والے (رشین چرچ)

باپ خدا۔ بیٹا خدا۔ مریم کو اقانیم کہنے والے (قدیم یونانی)

پرماتما۔ آتما۔ اور پرماتو کو قدیم جاننے والے (آریہ)

دنیا پر موجود تھے۔ اور اپنی اپنی تثلیث کے پھیلانے میں منہمک تھے۔ آج یہ سب لوگ مسئلہ توحید کی برتری کے اقراری ہیں۔ اور عقیدۂ توحید پر فخر کرتے ہیں۔ اور اپنی اپنی تثلیث کو بھی سلوک طریق الی التوحید بتلانے میں دلائل اور براہین سے کام لے رہے ہیں۔ مسلمان اپنے ان نوعی بھائیوں کی ان ترقیات کو خوشی اور اطمینان سے دیکھ رہے اور ان کے انصاف و حق پسندی پر امید لگائے ہوئے ہیں۔ کہ یہ سب لوگ ضرور ایک دن اسلام کے اس فیضان بالواسطہ کا اقرار کریں گے۔ اور اس حقیقت تک پہنچ جانے کے بعد وہ اسلام کے فیوض و برکات و انوار سے بلاواسطہ مستفیض ہونے کے لئے سنگ خیالات کے کمرہ کے دروازوں کو کھول دیں گے۔ ان کے دل اپنے اندر کشائش اور انبساط اور ان کی روح اپنے لئے سرور و نشاط پائے گی۔ اور وہ سب اسلام کے رایت بلند کے نیچے مجتمع ہو جائیں گے۔ اور اسلام کی اس خصوصیت کا اعتراف بھی کرنے لگیں گے۔

فصل نمبر ۱۷

اسلام ہی نے ہدایت البیتہ کو ربوبیت خالقیہ کی طرح کل عالم کیلئے عام بنایا

بنی اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ وحی ربانی کا شرف صرف اسباط یعقوبؑ کے لئے خاص ہے دنیا کی کسی دوسری قوم کو یہ شرف عطا نہیں ہوا۔

ایران والوں کا دعوے ہے کہ سروش آسمانی کی آواز صرف ایرج ہی کی نژاد تک پہنچائی گئی۔ اور نژاد تشت وجاماسپ ہی کے خانوادے اس پر برگزیدگی کے تاجدار ہوئے۔ اور سب ملک اس عزت سے دور دور ہیں۔

آریہ ورت کا دعویٰ ہے کہ آکاس بانی نے صرف گنگا و جمنا کی وادیوں میں رہنے والوں کو وحی دیئے اور دنیا کی سب اقوام اس سے محروم ہیں۔

چین والوں کا دعویٰ ہے کہ اسی ملک کے رہنے والے فرزند آسمانی ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ اور کسی کو اس مشرق اقصیٰ کی روشنی حاصل نہیں۔

یہ دعاوی ہر چند کہ شاندار ہیں اور کسی ایک قوم کی عظمت کو نمایاں کرنے میں بہت بڑا کام کر رہے ہیں لیکن ان دعاوی کا نتیجہ محل دنیا کے مقابلہ میں کیا تھا۔

نتیجہ اوّل یہ ہوا۔ کہ ایک قوم نے اپنے سامنے دوسری قوم کو جھٹلایا۔ اور دوسروں کی صداقتوں کو بھی بُطلان بتایا۔

جب اسرائیلی صرف بنی اسرائیل کے لئے دمی ربانی کو خاص بتلاتا ہے۔ تو وہ دنیا کے مذاہب کو کاذب ٹھہراتا ہے۔

اور جب کوئی پارسی نژاد ارمج ہی کے اس دعویٰ کا مظہر ہے تو وہ کل عالم کو (جس میں بنی اسرائیل بھی شامل ہیں) دروغ گو ظاہر کرتا ہے۔

اور جب کوئی آریا ورتی وسناتن دھرمی اپنی بات کو دہراتا ہے تو جہاں و جہانیاں کو (جس میں اسرائیلی و پارسی بھی شامل ہیں) اسُت کہتا ہے)

اور جب کوئی چینی کانفیوشس کی تعلیم کو آسمانی کہہ کر دیگر ابناء جنس کو اس شرف سے مہجور تجویز کرتا ہے۔ تو وہ ہر ایک ملک کو جس کے اندر ہندوستانی۔ ایرانی۔ کلدانی۔ و اسرائیلی بھی شامل ہیں۔ سیاہ و تاریک بتاتا ہے۔ لہٰذا کوئی مذہب ایسا باقی نہیں رہتا جس کی دوسرے مذہب نے تصدیق بھی کی ہو۔ اور کوئی قوم ایسی نہیں محفوظ رہتی جسے دوسری اقوام کی زبان نے صادق کہا ہو

اور جب ہر ایک قوم نے جملہ اقوام کو داغ لگایا۔ تو اب اُس کا بھی کیا حق رہ جاتا ہے کہ وہ خود بچ سکے۔ اِن لوگوں نے ساری فضا میں کوئلہ پھیلا دیا۔ اور پھر یہ تصور کر لیا۔ کہ اس سے اوروں ہی کے دامن آلودہ ہوں گے۔

ان مشہور مذاہب نے اپنے ان دعاوی کے بعد پھر اپنے رقبہ کو اور زیادہ تنگ تر کرنا شروع کیا۔ اسرائیلیوں نے کاہن ہونے کا منصب صرف اولاد ہارون کے لئے خاص کر دیا۔ اور مناتن دھرمیوں نے برہمنوں کو دیوتاؤں کے پانڈوں کو سرگ و نرگ کا خزانچی بنایا۔ رومن کیتھولک نے سلطنت آسمانی کی کنجیاں پوپ کے ہاتھ میں دے دیں۔ کیونکہ وہ اُس گرجا کا صدر نشین ہے

جسے پطرس نے تیار کیا تھا۔ اور پطرس وہ ہے جسے آسمانی بادشاہت کا کنجی اختیار مسیح نے دے دیا تھا۔

نتیجہ دوم یہ ہوا۔ کہ ایک قوم کو دوسری قوم کے ساتھ نفرت ہو گئی۔ اور ہر ایک نے اپنا اپنا چولھا چوکا الگ الگ کر لیا۔ محبت انسانی گم ہو گئی۔ اور قومیں قوموں سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئیں۔

نتیجہ سوم یہ ہوا۔ کہ ملکی خصوصیات اور قومی رسومات ہر ایک جگہ دینی اصول میں شامل ہو گئیں۔ اور آہستہ آہستہ اُن رسومات کے سامنے دینی اصول کمزور و ضعیف اور بے نشان و گم ہو گئے۔

اسلام ہی نے ان سب خرابیوں کو دور کیا۔ اسلام ہی نے ان جملہ اقوام کے سامنے یہ ایک جدید علمی انکشاف کیا کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی ہر ایک بستی میں اللہ کی طرف سے ڈرانے والا۔ بُرے افعال کے بُرے نتائج سمجھانے والا ہو چکا ہے۔

اے اسرائیلیو! تم کیوں ہندوؤں کے بزرگوں کی تحقیر کرتے ہو۔ اور اے ہندوؤ تم کیوں اسرائیلیوں کے انبیاءؑ کی تکذیب کرتے ہو۔ اے ایرانیو! تمہارا کیا حق ہے کہ اسرائیلیوں اور ہندوؤں کے دعاوی کا بطلان کرو۔

اے چینیو! تمہارا کیا منصب ہے کہ ان تمام شاندار اقوام کے علم اور تہذیب اور تمدن سے آنکھیں موند کر سورج کی روشنی کو جھٹلاؤ۔

اب مل جاؤ۔ اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھو اور ہر ایک ملک کے پیشوا و ہادی و داعی کی تعظیم کرتے ہوئے۔ اس ناموس قدرت کو بھی دیکھو۔ جس نے تمام عالم کو متحد و متحق کرنے کے لئے بحر روم کے متصل ایک مقام کو انتخاب کیا۔ جہاں سے متمدن دنیا کی ہر جگہ میں تبلیغ باسانی کی جا سکتی تھی۔ اور جہاں ٹھہر کر بحر و بر کے وسائل آمد و رفت سے بخوبی کام لیا جا سکتا ہے۔

قدرت نے اس تحریک کی پانچ ہزار سال سے بنیاد قائم کی۔ اور ایک ایسی قوم کو تیار کیا۔ جس نے بے آب و گیاہ میدانوں میں رہ کر۔ جس نے آباد و شاداب قطعات سے الگ ہو کر۔ جس نے نفائس مادی میں سے صرف سد رمق پر اکتفا کر کے حفاظت معبد کو اپنا مقصود بنایا۔

اور اسی کی رہائی کو اپنے لئے افتخار شاہی سمجھا۔ حتیٰ کہ وہی سید عالمؐ پہنچ گیا۔ اور وہی سرور کائنات ظاہر ہو گیا۔ جس نے اختلاف کو ائتلاف سے اور نفاق و افتراق کو اتفاق سے بدل دیا۔ وہ کیسا زمانہ تھا۔ اُس وقت کی دو بڑی قوموں کی یہ حالت زار رہائی الفاظ میں یوں ظاہر کی گئی ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ (بقرہ ع ۱۴)	یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ تو کسی چیز (بنیاد) پر نہیں ہیں۔
وَقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ (بقرہ ع ۱۴)	نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود تو کسی چیز (بنیاد) پر نہیں ہیں اور وہ کتاب بھی پڑھا کرتے ہیں۔

آیت وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ کا تعلق نصاریٰ سے بھی ہے جو یہودیوں کی کتاب کو عہد نامہ قدیم اور ہودی بائبل کہہ کر تسلیم کرتے ہیں اور بایں ہمہ یہودیوں کی بابت یہ مبالغہ ہے کہ اُن کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔

نیز اس کا تعلق یہودیوں سے بھی ہے جو انجیل میں یہ دیکھ چکے ہیں۔ کہ وہ توریت موسیٰؑ کی مصدق ہے۔ اور بایں ہمہ انجیل سے انکاری بھی ہیں۔

بہرحال ہر دو فریق (وفد نجران اور علماء یہود یثرب) نے اِن فقرات کو دہرایا اور اپنی اپنی تنگ مزاجی اور لاعلمی کا ثبوت دیا۔ اور اللہ تعالےٰ کو فیصلہ کرنا پڑا۔

الٰہی فیصلہ یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيمُوا التَّوْرٰةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلٰى	اے رسول تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ اُسے پہنچا دیجئے۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا۔ تو تم نے رسالت کو نہ پہنچایا۔ اور اللہ تم کو ان لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ کہہ دیجئے کہ اے یہود یو۔ اے فیا یو۔ اے اہل کتاب تم کسی بنیاد پر بھی نہیں ہو۔ جب تک توراۃ اور انجیل پر۔ اور اس کتاب پر جو تمہارے رب نے تمہارے لئے نازل کی قائم

اَلْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (مائدہ ع ۱) نہیں ہو جاؤ گے۔

ہاں ان میں سے بہت کی یہ حالت ہے کہ اللہ کے آثار سے ہوئے احکام سے وہ کفر اور سرکشی میں زیادہ ترقی کر جاتے ہیں۔ ان کا فروں کے گروہ پر آپ افسوس بھی نہ کریں۔

یہود اور نصاریٰ کی تعداد اُس وقت مسلمانوں کی تعداد سے بہت زیادہ تھی۔ روم اور سو کی نسبت اُس وقت ان میں ہو گی۔ یہود زر و مال والے تھے۔ تجارت والے تھے۔ سارے عرب پر اُن کا اقتدار تھا۔ مسلمان اور بُت پرست سب اُن کے مقروض تھے۔

نصاریٰ فوج اور طاقت اور حکومت والے تھے۔ ہرقل کے خلاف ایک ایسا متفقہ فیصلہ سنانا۔ جو ان کی دینی حیثیت کو بالکل لاشے بنا دینے والا تھا۔ آسان نہ تھا۔ لہٰذا آیات کے شروع میں نبی صلعم کو خاص طور پر مادہ کیا گیا ہے۔ اور بطور پیشگوئی یہ بھی فرما دیا گیا ہے۔ کہ اس فیصلہ کے بعد خواہ یہود کتنا ہی ٹرائیں۔ اور نصاریٰ کتنا ہی بھنائیں۔ مگر وہ آپ کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچا سکیں گے۔ عصمت الٰہی ہمیشہ آپ کو اُن کے آزار سے بچائے گی۔

فیصلہ یہ ہے کہ یہود کو نصاریٰ کے بالمقابل اپنا تعصب اور نصاریٰ کو یہود کے بالمقابل اپنا کینہ و انتقام چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور ہر دو کو توراۃ و انجیل کا اتباع کرنا چاہیئے۔

جو دلیل نصاریٰ کے ہاتھ میں یہودیوں کو دینِ مسیحی کی دعوت دینے کی بابت ہے۔ وہ اس لئے صحیح ہے کہ نصاریٰ اُن کی کتاب اور اُن کے نبی (موسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

لہٰذا یہی دلیل مسلمانوں کے ہاتھ میں بمقابلہ نصاریٰ اور یہود (ہر دو) حاصل ہے۔ کیونکہ مسلمان دونوں کتابوں اور ان کتاب لانے والوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

نصاریٰ یہود کے سامنے مسیحؑ کی بابت پیشگوئیاں توراۃ سے نکالتے ہیں اور انہیں ملزم ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان۔ یہود اور نصاریٰ دونوں کے سامنے سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں بائیبل سے پیش کرتے ہیں۔ اور ہر دو پر حجت الٰہی کا اتمام کرتے ہیں۔

اب خلاصہ معلوم ہو گیا۔ کہ جب یہود اس لئے مغضوب ہیں۔ کہ انہوں نے تعلیم مسیحؑ سے انکار کیا۔ جبکہ مسیح تعلیم توراۃ کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو نصاریٰ بھی اس لئے ضالّ ہیں۔ کہ

وہ شریعت موسوی کے منکر ہیں۔ جس کی تصدیق مسیح نے فرمائی ہے۔ اندریں حالات یہ دونوں اس لئے بے بنیاد اور لاشے ہیں کہ وہ اس کتاب اور نبی کے منکر ہیں۔ جس کا وعدہ موسےٰ کی پانچویں کتاب کے ۱۸ باب کی آیات ۱۵ تا ۱۸ میں موجود ہے۔ نیز جس کی خبر انجیل یوحنا باب ۱۶ کی آیات ۱۲ تا ۱۶ میں موجود ہے۔

الغرض یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے۔ کہ وہ تمام جہان کا معبود صرف ایک اللہ کو بتاتا ہے۔ اور تمام جہان کا پروردگار۔ صرف ایک رب کو ظاہر کرتا ہے۔

اور تمام عالم کے سامنے صرف ایک دین اسلام کو پیش کر کے جملہ اقوام وادیان اور ممالک کو اللہ تعالیٰ کے انوار و فیوض کا یکساں حصہ دار قرار دیتا ہے۔

وہ کسی بزرگ کا مکذب نہیں وہ کسی سابقہ مذہب کا مبطل نہیں ہے۔ بلکہ سب کو سب کے مقبولہ اصول کے تحت میں لاکر متحد بنانے والا اور ربوبیت خالقیہ کی طرح سب سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کاملہ کو منوانے والا ہے۔

مبارک ہے۔ اسلام۔ جس نے جملہ اقوام کو متحد و موافق بنانے کے لئے سب کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور مبارک ہیں وہ قومیں جنہوں نے مقدس داعی کے الفاظ پر لبیک کہہ کر محبت عام کو اپنا مسلک بنایا۔

فصل نمبر ۱۸

اسلام ہی دین البر (نیکی کا مذہب) ہے

قدیم یونان اور جدید یورپ کے فلاسفروں نے مذہب انسانی پر غور و خوض کرنے کے بعد بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ کہ مذہب صحیحہ کی بنیاد ان اصولوں پر مبنی ہونی چاہیئے۔ (۱) نیکی (۲) صداقت۔ (۳) حسن۔

مجھے اپنے عنوان کی مناسبت سے صرف نیکی کی بابت اس مقام پر تحریر کرنا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

(البقرہ ع ۲۲)

یہ ہی نیکی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لیا کرو۔ نیکی تو اُن لوگوں کی ہے (۱) جو اللہ پر اور قیامت پر ملائکہ پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر یقین رکھتے ہیں (۲) جو اپنی ضرورت ہوتے ہوئے بھی قریبیوں کو۔ یتیموں کو۔ مسکینوں کو۔ مسافروں کو مانگنے والوں کو آزادی غلامان میں اپنا مال دیتے ہیں۔ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔ عہد کر کے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ اور تنگدستی و بیماری اور جنگ کے وقت صبر کرتے ہیں۔ یہی تو صادق لوگ ہیں اور یہی تو متقی ہیں۔

غیر مذہب والوں سے بھی نیکی کرو۔ اور پورا پورا انصاف کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے

إِنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (ممتحنہ)

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى (بقرہ ع ۲۲)
وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (مائدہ)
وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ (انبیاء)
اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ
وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ
وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ
اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ
وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (مومنون ع ۳)

نیکی تو خدا ترسی میں ہے۔
نیکی اور خدا ترسی کے کام میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو
ہم نے سب نبیوں کے پاس نیکیوں کے کرنے کا حکم بھیجا
جو لوگ اپنے رب کی تعظیم کی نگہداشت ڈرتے
ہوئے رکھتے ہیں۔ جو اپنے رب کیساتھ کسی کو برابر
کا نہیں بناتے۔ جو اللہ کے دیئے ہوئے مال سے
لوگوں کو دیتے ہیں۔ اور اس بات کی دہشت رکھتے ہیں کہ
انہوں نے اپنے رب کی طرف جانا ہے یہی وہ
لوگ جو نیکیوں کی طرف جلد جلد جانے والے ہیں۔
اور یہی ہیں جو نیکیوں کو حاصل کریں گے۔

نبی صلعم نے انواع البر (نیکیوں کی اقسام) کے اقسام کے متعلق جو احکام دیئے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل اصول پر مبنی ہیں۔

(۱) عظمت الٰہی کا احساس اور اس احساس کے بعد تعظیم لئے ہوئے ادب کا اثر دل پر محسوس کرنا۔

(۲) احسانات الٰہی کی یاد داشت۔ اور اس یاد داشت سے حیرت کا طاری ہونا۔ اور طغیان حیرانیت سے اثرات حیوانی کا کمزور پڑ جانا۔

(۳) اقارب اور ہمسایہ۔ ایامیٰ و یتامیٰ۔ اہل قریہ۔ اہل وطن کے ساتھ حسن معاشرت اور عمدہ اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔

خندہ روئی سے ملنا۔ راہ میں سے کانٹے یا ٹھوکر کا پتھر دینا۔ کنوئیں سے پانی نکال دینا بھولے کو رستہ بتا دینا تاریکی کے وقت روشنی دکھا دینا۔ بوجھ اٹھوا دینا۔

دوسرے کو عزت کے ساتھ بلانا۔ نرم کلامی سے بات کرنا یہ سب نیکیوں میں شمار کئے گئے ہیں۔ باپ کا اپنے بچے کو تعلیم دلانا صدقہ سے بہتر بتایا گیا ہے (ترمذی عن جابر بن سمرہ)
اپنے کنبہ سے بھلائی۔ نیکی کرنے والے کو بھلا اور بہتر بتایا گیا ہے (ترمذی عن عائشہ)
بیٹیوں اور بہنوں کو اچھی تعلیم اور تربیت دینے والے کو مستحق جنت بتایا گیا ہے (ابوداؤد)

عن ابی سعید)

ایک بلی کو عذاب دینے والے کے لئے دوزخ کا (صحیحین عن ابن عمر) اور ایک کتے کو پانی پلانے والے کے لئے مغفرت کا اعلام فرمایا گیا ہے (ابوداؤد عن ابی ہریرہ)

اور بالآخر فِیْ کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ (ابوداؤد) کے ارشاد سے اس عنوان کو مکمل کر دیا ہے۔ ارشاد نبوی کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک جاندار (جو تازہ جگر اپنے اندر رکھتا ہے۔ یعنی زندہ ہے) کے ساتھ بھلائی کرنا موجب اجر ہے۔

ان احکام سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام دین البر ہے۔

فصل نمبر ۱۹

اسلام دین التقویٰ (پارسائی کا مذہب) ہے

(۱) پارسائی کو برباد کرنے والی سب سے بڑھ کر شراب ہے۔ مگر پولوس نے (اتمطاؤس ۵/۲۳ میں) یہ حکم دیا ہے کہ "آگے کو تو صرف پانی نہ پیا کر۔ بلکہ اپنے ہاضمہ اور اکثر کمزوریوں کیواسطے تھوڑی سی (شراب) پی"

شراب پینے کا حکم اور سادہ پانی پینے کی نہی کا یورپ اور امریکہ پر کیا اثر ہوا۔ کہ لفظ تھوڑی کی قید بالکل نہ رہی۔ اور شراب اُن تمام خرابیوں کی جڑ ثابت ہوئی جسے قرآن پاک نے اور ارشادات نبوی نے صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا تھا۔

اب، محکمہ حفظان صحت نے پولوس کی وجہ حلت کا بھی غلط اور باطل ہونا ثابت کر دیا ہے اور بتلا دیا کہ شراب کا بُرا اثر معدہ۔ جگر۔ دل۔ دماغ اور رشش پر بدترین نتائج پیدا کرتا ہے اعصابی طاقت زائل ہو جاتی ہے۔ جنگ عظیم ۱۴ تا ۱۹۱۸ء میں فوجیوں کی جسمانی طاقت بحال کرنے اور بڑھانے کے لئے شراب کی قطعاً ممانعت کی گئی تھی۔ اپنی فوج کے لئے کنگ

جارج نے نمونہ بننا پسند کیا۔ اور زار روس نے اُن کی پیروی کی۔ امریکہ نے شراب کی ساخت ملک میں بند کر دی۔ اور خرید و فروخت پر بھی سخت پابندیاں عائد کیں۔ علم اخلاق کے ماہرین کا بیان ہے کہ شراب کے استعمال سے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں۔ عالمان اقتصادیات کا بیان ہے۔ کہ فقر و فاقہ کا سبب اور تباہی مال کا باعث شراب ہے۔ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کا بیان ہے کہ جرائم سنگین قتل۔ زنا بالجبر۔ رہزنی وغیرہ کا ارتکاب اکثر بدمستی شراب کی حالت میں ہوتا ہے۔

(۲) ہندوؤں میں بھی دیوی اور دیوتاؤں کے خوش کرنے کے لئے شراب کا چڑھاوا دیا جاتا ہے۔ پھر جو چیز دیوی اور دیوتا کے خوش کرنے کا سبب ہو۔ اُسے پجاری اور سیوک کیوں استعمال نہ کریں۔ بعض ہندو اقوام نے شراب میں تقدس پیدا کرنے کے لئے اس کا نام "گنگا جل" رکھ دیا۔

اسلام ہی وہ پہلا اور تنہا مذہب ہے۔ جس نے شراب کو رجس تبلایا۔ عملٌ الشیطان کہا اور ام الخبائث اس کا نام رکھا۔

ایسے نشہ کی مقدار قلیل کو بھی جو مقدار کثیر میں پہنچ کر نشہ آور ہو حرام بتایا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا۔ کہ اسلام پارسائی کا مذہب ہے۔

اسلام میں زنا حرام ہے اور اس کی حرمت کو مضبوط و محکم کرنے کے لئے جو حکم دیا گیا ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں:۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا — زنا کے قریب بھی نہ جاؤ

اس حکم سے اُن اسباب اور وسائل کو بھی حرام کر دیا ہے۔ جو زنا تک لے جانے والے ہیں۔ مردوں، عورتوں کا اختلاط اور ہنسی و مذاق۔ ایک ہی مکان کے اندر غیر محرم مرد و زن کی بود و باش و لربائی اور حسن نمائی کے طریقے نظر بازی وغیرہ۔

اسی حرمت کو مضبوط کرنے کے لئے سَاءَ سَبِيلًا بھی فرمایا گیا۔ اور بتایا گیا۔ کہ جو کوئی زنا کرتا ہے وہ اپنے گھر تک زنا کے لئے ایک سڑک بناتا ہے۔ وہ جس سڑک پر چل کر دوسروں کے پاس پہنچتا ہے۔ اُسی سڑک پر چل کر دوسرے اُس کے گھر آجاتے ہیں حکم دیا گیا۔

وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ (نساء ع ۴)
وَلَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ (مائدہ ع ۱)

کسی عورت کا کوئی مرد آشنا نہ ہونا چاہیئے۔
اور کسی مرد کی کوئی عورت آشنا نہ ہونی چاہیئے۔

اس پارسائی کو قائم رکھنے کے لئے تدبیر بھی بتائی اور اس کی تعمیل بھی فرض ٹھہرائی۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (سورہ نور ع ۴)

مومن مردوں سے کہہ دیجئے گا۔ کہ نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔
عورتوں کو بھی کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت رکھیں۔

اس حکم کے بعد یہ بھی فرما دیا۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (اعراف)

فحش کی کھلی چھپی سب قسموں کو میرے رب نے حرام کر دیا ہے۔

حکم بالا کی رُو سے تو فواحش حرام ہوئے لیکن ابتدائی مراتب میں جب کہ فحش کے اقدام کی تیاریاں ہوتی ہیں۔ اُسے اسلام نے لفظ "اثم" سے تعبیر کیا ہے اور اس کی بابت بھی یہ حکم دیا ہے۔

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ (انعام)

گناہ کا بیرونی اور اندرونی حصہ بھی بالکل چھوڑ دیا

تعجب ہوتا ہے کہ شراب پینے والے عورتوں۔ مردوں کو فحش آمیز کھلی آزادی دینے والے عبادت گاہوں میں جا کر بھی آتش رخسار کے حسن سے آنکھیں سینکنے والے نمائش حسن کے پیرایہ میں ننگی تصاویر کھچوانے والے اور مخلوط غسل خانوں میں نہانے والے کھلے بن گھنٹوں بھر ننگے اشنان کرنے والے اسلام کی پارسائی کا اعتراف نہ کریں۔ شاید اس لئے کہ ایسا اعتراف خود اپنی عریانی کے اعتراف کا مترادف ہے۔

اگر اسلام کا مقصد یہ ہوتا کہ وہ نفسانی جذبات کو اُبھار اُبھار کر اپنی تعداد کو بڑھائے۔ تو وہ شراب کی حرمت کا حکم کبھی نہ دیتا۔ اور ایسا حکم نہ دیتا اس کے لئے کچھ موجب اعتراض بھی نہ ہوتا۔ کیونکہ جو چیز جملہ ممالک میں مستعمل اور جملہ مذاہب میں روا تھی۔ اُس پر خموشی کبھی موجب اعتراض نہ ہو سکتی تھی اور زنا کی روک تھام کے لئے ایسے سخت قیود عائد نہ کرتا۔ اور ان قیود کے عائد نہ کرنے سے اُن قوموں کا جو کورٹ شپ کو جائز سمجھتی ہیں۔ یا جو اولاد لینے کی غرض سے

بیاہتا عورت کو اور اولاد دینے کی غرض سے بیاہتا مرد کو عارضی جوڑ بنا لینے کی اجازت دیتے ہیں، کچھ اعتراض بھی نہ ہوتا۔ لیکن اسلام نے عفت و پارسائی کا بلند تر یں نمونہ پیش کیا ہے۔ اور وہ فی الحقیقت پارسائی کا مذہب ہے۔

معترضین کے پاس اس کے خلاف دلیل صرف یہ ہے کہ اسلام نے ایک سے زیادہ عورت کو بھی بیوی بنا لینے کی اجازت دی ہے؟

مگر غور تو کرو کہ داؤدؑ کو خدا کا اکلوتا بیٹا (زبور را) کہنے والے اور اس کی سو بیویوں پر اور سلیمانؑ کو خدا کا سا دل والا بتانے والے اس کی ایک ہزار بیویوں پر۔ ابراہیمؑ کو خلیل الرحمٰن ماننے والے اس کی بیویوں اور لونڈیوں پر کرشن جی مہاراج کو اوتار ماننے والے اُن کی سولہ ہزار ایک سو آٹھ سکھیوں پر اور اُن کو ریفارمر اعظم ماننے والے زمانہ حال کے لیڈر اُن کی آٹھ مہارانیوں پر کوئی اعتراض زبان سے نہیں نکالتے۔ تو پھر اُن کا کیا حق ہے کہ وہ اسلام پر ایک سے زائد بیوی کرنے پر اعتراض کریں۔ ہم نے جن محترم ہستیوں کے نام لئے۔ اُن کے مذہب میں ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لئے کوئی ایسی شرط موجود نہیں۔ جس کا فقدان اُن کو ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لئے روک بن سکے۔ مگر اسلام میں شرط عادل موجود ہے۔

اور اس شرط کے فقدان پر (بلکہ صرف فقدان ہی پر نہیں) احتمال فقدان کی حالت پر بھی فَوَاحِدَةً کا ارشاد موجود ہے۔ کیا کوئی مذہب ہے؟ جو اپنی کتاب پاک میں فَوَاحِدَةً کا ہم معنے لفظ نکال کر دکھائے۔ کوئی مذہب ہے؟ جو مسیحؑ یا موسیٰؑ یا کرشن و رام چندر کے منہ سے نکلی ہوئی بات فَوَاحِدَةً کے ہم معنے ثابت کر دے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تب اُس کو اقرار کرنا چاہیئے۔ کہ یہ بھی اسلام ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور ایک بیوی والے جس قانون پر یورپ کو فخر ہے۔ وہ بھی قرآن مجید ہی کے ایک حکم کا خلاصہ اور ناقص خلاصہ ہے۔

فصل نمبر ۲۰

اسلام دین الصدق (سچائی کا مذہب) ہے

صدق کی تعریف علماء اسلام نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

(۱) عمل اور علم کی موافقت باہمی کا نام صدق ہے۔

(۲) دل اور زبان کی مطابقت کا نام صدق ہے۔

(۳) سرو علانیہ کے مساوی ہونے کا نام صدق ہے۔

(۴) اُس راست بازی کو جس میں تباہی کا اندیشہ ہے۔ اُس کذب سے بہتر سمجھنا جس میں رہائی کا گمان ہے صدق کہتے ہیں ؎

گر راست سخن گوئی و در بند بمانی ۔۔۔ بہ زاں کہ دروغت دہد از بند رہائی

مندرجہ ذیل آیات واحادیث پاک پر غور کرو۔

الف۔ صدق اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰہُ (آل عمران) ۔۔۔ اللہ نے تو سچ فرمایا ہے

ب۔ صدق اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پاکؐ کے اوصاف میں سے ہے۔

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ (احزاب) ۔۔۔ اللہ نے اور اُس کے رسولؐ نے سچ فرمایا تھا۔

ج۔ مریم صدیقہؑ کا درجہ بوجہ صدق بر تر و بلند تھا۔

وَصَدَّقَتْ بِکَلِمَاتِ رَبِّھَا (تحریم) ۔۔۔ اُس نے اللہ کے فرمودہ کو سچ سمجھا۔

د۔ اصحابؓ نبویہ کا درجہ بوجہ صدق ہے۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ (احزاب) ۔۔۔ یہ وہ جوانمرد ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کئے تھے وہی سچے کر دکھلائے۔

ھ۔ نبی صلعم کی بزرگی صدق کی تعلیم اور صدق کی تصدیق میں ہے۔

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ	نبی وہ ہے جو صدق لے کر آیا۔ اور اس کی تصدیق بھی کی۔

وہ صدق کے متعلق نبی صلعم کا یہ ارشاد بروایت ابن مسعودؓ مؤطا بخاری و مسلم ابوداؤد و ترمذی میں موجود ہے۔

اِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا۔ وَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا۔	صدق نیکی کی راہ دکھلاتا ہے۔ اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے انسان سچ بولنے لگتا ہے اور سچ کو عادت بناتا ہے حتّٰی کہ اللہ کے ہاں بھی صدیق لکھا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہوں کی راہ دکھلاتا ہے اور گناہ دوزخ کی راہ دکھاتے ہیں انسان جھوٹ بولنے لگتا ہے اور جھوٹ کو عادت بنا لیتا ہے حتّٰی کہ اللہ کے ہاں بھی جھوٹا لکھا جاتا ہے۔

نز۔ سنن نسائی میں ہے اور ترمذی نے اسے صحیح بتایا ہے۔ کہ ابوالحوراء نے امام حسن علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ آپ نے نبی صلعم سے کونسی بات سیکھی۔ فرمایا میں نے سیکھا اور یاد رکھا۔ کہ حضورؐ نے فرمایا تھا۔

دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَانِیْنَۃٌ وَالْکَذِبَ رِیْبَۃٌ۔	جو چیز شک پیدا کرے اسے چھوڑ دے اور جس میں کوئی شک نہ ہو وہ لے۔ کیونکہ صدق تو طمانیت کا نام ہے اور "کذب" شک کو کہتے ہیں۔

ح۔ اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے۔

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ	اہل صدق کا ساتھ دو۔

ط۔ عربی زبان میں صدق کے مدارج علیا کے مطابق اس مصدر سے فاعل کے تین صیغے رہتے ہیں۔ صادق۔ صدوق۔ اور صدیق اور صدیق وہ برتریں درجہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی اس خطاب کا استعمال ہوا۔

ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا، مریم، اور یوسفؑ کو بھی صدیق کے لقب سے روشناس کیا گیا۔

سیدہ مریم بتولؑ کو بھی سورہ مائدہ میں اُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ فرمایا گیا۔ اور پھر سورہ نساء و سورہ حدید میں اُمت محمدیہ کے افراد ممتاز کے لئے صدیقیت کا درجہ تجویز کیا گیا

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ (حدید) یہی لوگ تو صدیق اور شہید ہیں اپنے رب کے پاس ہیں اُن کے لئے اجر بھی ہے اور نور بھی۔

ان حوالجات سے ثابت ہو گیا۔ کہ صدق کے شانِ بلند کے اظہار میں اسلام نے کیسے کیسے اسلوب بدیع سے کلام فرمایا ہے۔

اور اس بیان سے عہد حاضر کے فلاسفروں کا وہ مطالبہ پورا ہو جاتا ہے۔ کہ دینِ طبیعی کے لئے صدق کا ہونا شرط ہے۔ الحمد للہ کہ اسلام اپنی خصوصیت کا اظہار چودہ صدیوں سے کر رہا ہے۔

فصل نمبر ۲۱

ہی دین الحسن والجمال ہے

لوگوں نے صرف عورتوں کے خط و خال و ناز و انداز کا نام حسن رکھ چھوڑا ہے لیکن یہ صرف کوتاہ نظری ہے۔ اور صرف ایام شباب کا محدود مذاق ہے۔

ہائیں ہمہ دنیا کے مختلف ممالک کے باشندوں کے مذاق اس بارہ میں بھی اس قدر مختلف ہیں کہ حسن نسائی کی متفق علیہ تعریف بیان کرنا بھی ناممکن ہے۔

روس کے شمال میں صاف شفاف آسمان جیسی نیلی آنکھیں غایت حسن سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن اہل عرب ازرق چشم کو نہایت مکروہ سمجھتے ہیں۔

یورپ میں سنہری بالوں کی تعریف کی جاتی ہے، اور ابشیا میں سیاہ ترین بالوں کو حسن سمجھا جاتا ہے جاتا ہے۔ یورپ کو سفید رنگت پر ناز ہے۔ مگر حبشیوں کے نزدیک سیاہ رنگ کے سوا اور کسی کو حسین کہلانے کا حق ہی نہیں۔

جب ہم نے اس مضمون کا عنوان "دین الحسن والجمال" ثبت کیا۔ تو اس سے یہ سمجھنا کہ اسلام بھی حسن نسائی کا سراپا نگار ہے۔ غلط اور قطعاً غلط ہے۔

ہاں اسلام حسن کا ایک بلند درجہ تجویز کرتا ہے۔ اور جمال کو بہترین صنع ربانی قرار دیتا ہے اسلام کی نگاہیں یہ جہاں سرتاسر حسن کا پیکر ہے اور عالم کی ہر شے آئینہ دار جمال ہے۔

انسانی حسن وجمال

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہم نے انسان (مرد وزن) کو سب سے زیادہ خوشنما ڈھانچے پر پیدا کیا۔

لفظ تقویم میں اندرونی وبیرونی ساخت دونوں شامل ہیں۔ عالمان علم تشریح جانتے ہیں۔ کہ انسانی دماغ۔ انسانی قلب وجگر۔ اعضاء واعصاب کو دیگر حیوانات کے مقابلہ میں کس قدر برتری حاصل ہے۔ اس کے دانت اور معدہ میں کیونکر نباتاتی غذا۔ اور حیوانی غذا کھانے والے حیوانات کی صفات جمع ہیں۔

صورت کی خوشنمائی

وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ اللہ نے تمہاری صورتیں بنائیں۔ اور ان کو کتنا اچھا بنایا۔

عام اصناف انسان کو وہ رنگی ہو یا فرنگی۔ دیگر حیوانات پر صفائی بشرہ۔ لینت جلد، استقامت قد اور خوشنمائی خد کے بارہ میں جو خصوصیت حاصل ہے۔ اسکا بیان اَحْسَنَ صُوَرَکُمْ میں آجاتا ہے۔

بیوی کی صفات

لِتَسْکُنُوْا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (روم) تاکہ اس سے آرام پاؤ۔ اور آپس کی محبت اور پیار بھی تم کو عطا کیا۔

بیوی کا شوہر کے لئے سکون قلب ہونا۔ اور شوہر وزن میں باہمی محبت باہمی کشش کا پایا

جانا دونوں کی خوبی کا باعث ہے

ب۔ عُرُبًا اَتْرَابًا۔ (واقعہ) شوہروں سے پیار کرنے والیاں۔ اور ہم مذاق

بھی وہ بڑی خوبی ہے۔ جو صنف نسواں کو ممتاز کرتی ہے۔

جمال مواشی و انعام

وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ۔ (نحل ع ۱) مواشی جب صبح کو نکلتے ہیں۔ اور شام کو چراگاہ سے واپس آتے ہیں تو اُن میں تمہارا جمال ہے۔

دودھ دینے والے۔ قلبرانی کرنے والے۔ پانی کھینچنے والے جانوروں کو لوگ دیکھتے ہیں گاؤں سے باہر عموماً صبح و شام حیوان بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے مالک انسان بھی۔ اچھے جانوروں کی تعریفیں ہوتی ہیں اور مالک کا چہرہ یہ تعریفیں سُن سُن کر روشن ہو جاتا ہے آیت میں اسی حالت کی جانب اشارہ ہے۔

سواری کے جانور بھی زینت ہیں

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً (نحل) گھوڑے۔ خچریں۔ گدھے۔ باربرداری اور سواری کا کام بھی لیتے ہیں۔ اور سبب زینت بھی ہیں۔

ان جانوروں کا باربرداری اور سواری کا کام دینا تو عام طور پر مسلم ہی ہے لیکن اسلام نے زینت کا لفظ ایزاد کرنے سے ثابت کر دیا کہ وہ ہر شے کی خوبصورتی پر بھی توجہ دلاتا اور اُس کی قدر کرنا سکھاتا ہے۔

جملہ اشیاء ارضی میں زینت و جمال کا ہونا

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (کہف ع ۴) جتنی چیزیں بھی زمین پر ہیں۔ ہم نے اُن کو زمین کی زینت بنایا ہے۔ تاکہ انسانوں کا امتحان لیں کہ اُن میں سے کون کون اچھے اعمال والا ہے۔

ہر شے کا زمین کے لئے زینت و جمال ہونا اسلام ہی کی نگاہ نے معلوم کیا ہے۔ زمین پر بچھا ہوا سبزہ زمین کے لئے اپنی خوشنمائی سے زینت ہے۔ اور آسمان کی طرف بلند ہونے والے درخت اُن کی جھومتے والی ڈالیاں۔ اُن کی سایہ گستر شاخیں اپنے طور پر زمین کی رونق بن رہی

ہیں شوخ و شنگ رنگ رکھنے والے پھول، بھانت بھانت کا مزہ دینے والے پھل عجیب و غریب اشکال کے اوراق، مختلف تاثیرات و خواص رکھنے والے پودے۔ شبانہ روز بہنے والے دریا۔ اور استقامت کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہنے والے پہاڑ۔ پہاڑ بھی جو ٹیلوں پر سفید سفید خیمے کھڑے کرنے والی برف اور میدانوں کی چٹیل زمین پر نرم نرم فرش بچھانے والی ریت۔ آبشاریں۔ غار مرغزار اور جنگل۔ وادی دہاموں آبادیاں اور ویرانے اپنی اپنی حالت اپنی اپنی وضع اپنے اپنے محل وقوع کے لحاظ سے تمام کرہ ارضی کے حسن کو بڑھانے والے جمال کو ترقی دینے والے ہیں۔

یہ سب زمین کا سنگار ہیں۔ یہ سب زمین کی زینت اور زیور ہیں۔ ان کی خوبصورتی کو دکھلانے والا یہی دین الاسلام ہے۔ جو دین الحسن والجمال ہے۔

آیت بالا میں صنعت ربانی کے حسن و جمال کے بیان کے بعد ایک تقابل بھی موجود ہے۔ اور وہ بندہ کا حسن عمل ہے۔

وہ قدرت ربانیہ جس نے خود انسان کو صاحب الجمال پیدا کیا۔ جس نے ہر شے کو حسن و زینت کا خزینہ دار بنایا۔ کیا اس کا یہ حق نہیں۔ کہ وہ انسان سے بھی احسن اعمال کی توقع کرے؛ ہاں ضرور ہے۔

اگر کوئی شخص قصر سلطانی میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں کی بیش بہا اور قیمتی اشیاء کا ملاحظہ کرتا ہے۔ وہاں کی اعلیٰ زیبائش و آرائش کو دیکھتا ہے۔ تو اس شخص سے اس کی قوت ضمیر سے یہی امید ہو سکتی ہے کہ وہ وہاں جاکر نہ نقصان کرے گا۔ نہ چیزوں کو بگاڑے گا۔ نہ خس و خاشاک پھیلائے گا۔ یہی وہ توقع ہے۔ جو انسان سے اس داوری گاہ عالم میں کی گئی ہے۔

جب خود انسان بہترین جمال والا ہے۔ اور جس کون و مکان میں وہ رہتا ہے۔ وہ بھی سراپا حسن و جمال ہے۔ تو پھر انسان کا احسن اعمال کو پیش نہ کرنا اور دنیاوی حسنہ و اخروی حسنہ کا طالب نہ ہونا اس کی عقل و فہم سے بہت ہی بعید ہے۔

جملہ مخلوق کا اپنی بناوٹ کے لحاظ سے حسین تر ہونا

اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (سجدہ) ہر شے کو اس کی اپنی خلقت اپنی بناوٹ میں بہت خوشنما اور بہت خوب بنایا ہے۔

ہزاروں قسم کے پرندے ہیں۔ ہزاروں قسم کے پھول ہیں۔ ہزاروں قسم کے درخت ہیں ہر قسم کے جاندار زمین کے اندر رہنے والے، پیٹ کے بل چلنے والے، پاؤں پر دوڑنے والے۔ سمندروں کے اندر بسنے والے موجود ہیں۔ اپنے اپنے رنگ اپنی اپنی وضع اپنے اپنے خواص۔ اپنی اپنی آواز۔ اپنے اپنے افعال میں اس قدر حسین و جمیل، خوش منظر اور زیبا پیکر واقع ہوئے ہیں۔ کہ چشم انتخاب کو ترجیح دینا دشوار ہے۔

تمت بالخیر

شیخ نیاز احمد تاجر کتب و پبلشر نے اپنے علمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام میاں فیروز الدین پرنٹر چھپوا کر کشمیری بازار لاہور سے شائع کیا